

جامعة القادسية

مكتبة الدكتور حسين لاثيري

جامعة طيبة اسلامية

نقطة دسلي

شعبة

شماره

34414

عدد داخله

A. H. Faruqi

Call No.....

Acc. No.....

--	--	--

اس نمبر کے خاص ليکھ

ہندوستان : مہل ميلاپ کا संगम

— श्री मिरजा इम्माइल

शेख मादी की "करीमा"

— पंडित सुन्दरलाल

गांधी और लेनिन

— श्री जी. सुन्दरलाल

मशहूर सूफी शाह अब्दुल लतीफ

— प्रोफेसर जेटमल परशुराम

गुलराजानी

चीन और भारत का सांस्कृतिक

मेल जाल

— श्री मलिनंद

هندستان : مہل ميلاپ کا سنگم

— شری میرزا اسماعیل

شیخ سعدی کی "کریما"

— پندیت سندر لال

گاندھی اور لینن

— شری جی. سندر لال

مشہور صوفی شاہ عبداللطیف

— پروفیسر جیتھ مل پرشورام

گولراجانی

چین اور بھارت کا سانسکرتک

میل جال

— شری ملند

ہمکے اولاوا

اسکے علاوہ

دیس بیدیس کے مسلوں پر ہماری رای میں جھڑی سمپادکی نوٹ

دیس بیدیس کے مسئلوں پر ہماری رائے میں ضروری سمپادکی نوٹ

ہندی کلتچر سوسائٹی، دہلی، لاہور



ہندی کلتچر سوسائٹی، لاہور

جنوری 1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کا گالریاں

نمبر 1 نمبر جلد 21 جلد

جنوری 1956 جنوری

ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مڈل گنج، کراچی

145 مڈل گنج، کراچی

جنوری

کتاب کیس سے	صفحہ نمبر	کتاب کیس سے
1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم	...	1. ہندوستان : مہل میلاپ کا سنگم
—میری میرٹھ اسماعیل	1	—میری میرٹھ اسماعیل
2. شہنشاہی کی "کریما"	...	2. شہنشاہی کی "کریما"
—پنڈت سندر لال	6	—پنڈت سندر لال
3. سیکھ اور ان کا قومی سنگم	...	3. سیکھ اور ان کا قومی سنگم
—پروفیسر تھپا سنگم	19	—پروفیسر تھپا سنگم
4. گاندھی اور لینن	...	4. گاندھی اور لینن
—میری جی. سندر ریتی	30	—میری جی. سندر ریتی
5. مشہور صوفی شاہ عبداللطیف	...	5. مشہور صوفی شاہ عبداللطیف
—پروفیسر جیتہ مل پرشورام گلراجانی	34	—پروفیسر جیتہ مل پرشورام گلراجانی
6. چین اور بھارت کا سائنس و تکنیک مہل جول	...	6. چین اور بھارت کا سائنس و تکنیک مہل جول
—میری ملند	37	—میری ملند
7. کچھ کتابیں—	48	7. کچھ کتابیں—
8. ہماری رائے—	54	8. ہماری رائے—
ہماری رائے کی پوجا؛ بے لگام چال؛		ہماری رائے کی پوجا؛ بے لگام چال؛
ایک خطرناک سوچاؤ—سریہ		ایک خطرناک سوچاؤ—سریہ
رامبھائی۔		رامبھائی۔

श्री मिरजा इस्माइल

شری. مرزا اسماعیل

हिन्दुस्तान की मुस्तलिफ़ कौमों के बीच कलचरल (सांस्कृतिक) एकता और आपसी मोहब्बत के प्रचार का काम बहुत ही ऊँचा काम है. फ़िन्द्गी भर मेरा रुमान हिन्दुस्तान के इसी एके की तरफ़ रहा है. और मुके इस काम से विली हमवर्दी है. मैं समझता हूँ कि ऐसा हर हिन्दु-स्तानी जो यह चाहता है कि दुनिया के मुल्कों के बीच उसके मुल्क की एक आलातर (उच्चतर) जगह हो और उसकी शान बान बढ़े इस कलचरल एके और आपसी मोहब्बत का तरफ़दार और हामी होगा.

मेरे इस कहने का यह मतलब नहीं कि हिन्दुस्तान की क्रांती और समाजी जिन्दगी में आपसी लड़ाई की कोई मुस्तक़िल जगह थी. मेरा ऐसा कर्ज़ करना तारीख़ी नुक्ते-नज़र से बिल्कुल ग़लत होगा. मेरे कहने की मन्शा यह है कि आजकल की तकलीफ़देह हालत में जबकि आपस में कर्ज़ पैदा करने वाले रूम्नात मुल्क की क्रांती जिन्दगी की बुनियादें ख़ोखली करने की लगातार कोशिशें कर रहे हैं, जबकि भाषाई और सूबाई नफ़रत ने भलाई और समझदारी के चरमों को गँदला कर दिया है तो अपने मुल्क से मुहब्बत रखने वाले हर हिन्दुस्तानी का यह कर्ज़ है कि वह देश की ज़हरीली हवा को पाक करने और मोहब्बत के चरमों को साफ़ करने की जी-तोड़ कोशिश करे.

हिन्दुस्तान में तरह तरह की जातियाँ हैं, तरह तरह की बोलियाँ हैं और तरह तरह के मजहबों की एतकाद (विश्वास) हैं, यहाँ मुस्तलिक खान्दानों ने हुकूमतें कीं, बने और बिगड़े मगर इस सबके होते हुये भी इस देश में सदा एक बुनियादी एकता और कल्चर का एक अद्दूट सिलसिला कायम रहा. इस कल्चर की जड़ें जनता की आत्मा की गहराई में जमी हुई हैं. कोई आन्दोलन उन बुनियादों को नहीं हिला सकता जिन्हें सैकड़ों बरस के दौरान में सैकड़ों करोड़ आदमियों के मिले जुले डर और उम्मीदों, खुशियों और रत्नों, मुहब्बतों और नफरतों ने मजबूत किया है.

वारीख (इतिहास) पर अगर कोई एक सरसरी निगाह डाले तो एक बात उसके सामने साफ़ हो जायगी कि हमारा यह मुल्क हिन्दुस्तान तरह तरह की कल्वरों और तरह तरह की क्राँमों के मिलाप और जमघट की जगह रही है. रबीन्द्रनाथ ठाकुर ने इसे अपनी 'महामानवेर मेला' नाम की एक सुन्दर नक़्श में बड़ी ख़ूबसूरती के साथ बाहिर किया है.

ہندستان کی مختلف قوموں کے بیچ کلچرل (سائسرنگ) ایٹا اور آپسی محبت کے پرچار کا کام بہت ہی اونچا کام ہے۔ زندگی بھر میرا رجحان ہندستان کے اسی ایکے کی طرف رہا ہے۔ اور مجھے اس کام سے دلی ہمدردی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایسا ہر ہندستانی جو یہ چاہتا ہے کہ دنیا کے ملکوں کے بیچ اُس کے ملک کی ایک اعلیٰ تر (اُچتر) جگہ ہو اور اُس کی شان باریز ہے اس کلچرل ایکے اور آپسی محبت کا طرفدار اور حامی ہوگا۔

میرے اس کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ ہندستان کی قومی اور سماجی زندگی میں آپسی لڑائی کی کوئی مستقل جگہ تھی۔ میرا ایسا فرض کرنا تاریخی نقطہ نظر سے بالکل غلط ہوگا۔ میرے کہنے کی منشا یہ ہے کہ آجکل کی تکلیف دہ حالت میں جب کہ آپس میں فرق پیدا کرنے والے رجحان ملک کی قومی زندگی کی بنیادیں کھوکھلی کرنے کی لگاتار کوششیں کر رہے ہیں، جب کہ پشائی اور صوبائی نفرت نے بھلائی اور سمجھداری کے چشمے کو گندلا کر دیا ہے تو اپنے ملک سے محبت رکھنے والے ہر ہندستانی کا یہ فرض ہے کہ وہ دیہ کی زہریلی ہوا کو پاک کرنے اور محبت کے چشمے کو صاف کرنے کی جی توڑ کوشش کرے۔

ہندستان میں طرح طرح کی جاتیاں ہیں، طرح طرح کی بولیاں ہیں اور طرح طرح کے مذہبی اعتقاد (وشوئس) ہیں، یہاں مختلف خاندانوں نے حکومتیں کیں، بنے اور بکڑے مگر اس سب کے ہوتے ہوئے بھی اس دیش میں سدا ایک ہندیائی ایکتا اور نالچر کا ایک اثرات سلسلہ قائم رہا۔ اس کلچر کی چڑیں جنتا کی آتما کی گہرائی میں جمی ہوئی ہیں۔ کوئی آندولن اُن ہندیوں کو نہیں ہلا سکتا جنہیں سیکڑوں برس کے دوران میں سیکڑوں کروڑ آدمیوں کے ملے جلے تہ اور آئندوں، خوشیوں اور رنجوں، محبتوں اور نفرتوں نے مضبوط کیا ہے۔

تاریخ (اتھاس) پر اگر کوئی ایک سرسری نگاہ ڈالے تو ایک بات اُس کے سامنے صاف ہوجائیکی کہ ہمارا یہ ملک ہندستان طرح طرح کی کاجروں اور طرح طرح کی قوموں کے ملاپ اور جمعیت کی جگہ رہی ہے۔ روپوندناتھ تھاکر نے اسے اپنی 'مہمانیور میلہ' نام کی ایک سندر نظم میں بڑی خوبصورتی کے ساتھ ظاہر کیا ہے۔

جنوری 56ء

حکومت کے ماتحت رہتی ہیں۔ سلطنت کے کونوں میں سرحد
طرح کی قوموں کے مابین (پرسپرورومی) گٹوں کی
ملوث سے ایک نیا اور بہترین گن بن جاتا ہے۔ اسی
خطا ملت سے انسانوں کا ایک گروہ دوسرے گروہ سے توت
عقل اور قابلیت حاصل کرتا ہے۔“

ویڈیو ویسکی اپنی مبراہر کتاب 'بن ورتھ' میں
امریکا کے بارے میں لکھتا ہے—“میرے خیال سے ہمارے
تھیب کی کچاڑی کی وجہ ہمارے سینٹ، ہماری ہجاء
یا ہمارے گڈے ہونے عالیشان کل کارخانے نہیں ہیں بلکہ مختلف مذہبوں
اور مختلف قومیتوں کے ہوتے ہوئے بھی اس سنجکت راج امریکہ
میں ایک دوسرے کو سمجھتے ہوئے، ایک دوسرے کا لحاظ کرتے
ہوئے اور ایک دوسرے کو مدد کرتے ہوئے ہماری جنتا کی ایک
ساتھ ملکر رہنے کی قابلیت ہے۔“

ہندوستان میں مغلوں کا راج، انکی بڑھتی اور
انکا انت لائق اکلید کی اور لکھی بات کو ثابت کرتا ہے۔ پہلی
موتہ مورہ اور گھٹ سامراجیوں کے وقت پورا یا قریب قریب
پورا ہندستان ایک سرکار کے ماتحت آیا۔ ہم نے دیکھا اسلامی
حکومت میں نئی اسلامی کلچر ہندستان کے بڑے بدن میں
پور سے جوانی لے آئی اور یہاں کی قومی زندگی کے تمام سیغ
(انگوں) کو اس نے مالا مال کیا۔ اس یکجہت اور خط
ملت کے شاندار عجیب و غریب نتیجے ہمیں فن تعمیر (نرمان
کا)، تصویر سازی (چترکلا)، شاعری (کویتا)، سنگت
زبان اور مذہب میں بھی آج تک دیکھنے کو ملتے ہیں۔ جو
ہائیں تاریخ (اتھاس) کے ویدیائیوں کو اچھی طرح معلوم
ہیں ان کی تفسیر (وستار) میں مجھے یہاں جانے کی ضرورت
نہیں۔ مغل عمارتوں کے اندر ہمیں اسلامی اور ہندو کلا کی
ملوث صاف نظر آتی ہے۔ راجپوت چترکلا پر ہمیں بہت صاف
ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری ملوث خود مغل دربار
کے ساتھ میں ہوئی۔ امیر خسرو اور کبیر جیسے مسلمان شاعروں
اور مغلوں نے ہندی کویتا کو اردو نسیم، چکبست جیسے ہندو
شاعروں نے اردو شاعری کو مالا مال کیا۔ خود اردو بولی، جسے
اُتر بھارت کے ہندو اور مسلمانوں نے مل کر اپنایا، ہندی اور فارسی
کے مہل سے بنی۔ مغلوں کے وقت سے بھارت کے سلطنت کے
سب سے بڑے پرچارک مسلمان ہی ہوئے ہیں جن کے ہاتھ
ہوئے خیال، ہولی اور بھجن اب بھی ہر طبقہ کے لوگوں میں
پسند کئے جاتے ہیں۔ اب بھی خیال کے استادوں میں مسلمانوں
کی تعداد زیادہ ہے۔ مذہبی دائرے میں بھی اسلام کی چھاپ ہم
شری چھتلیہ جیسے ہندو سنتوں اور ہندو مذہب کی چھاپ کبیر اور
دادو جیسے مسلمان صوفی سنتوں کی سیم میں دیکھ سکتے ہیں۔

سچی بات کے اندر ہمیں ہندو ویدانت اور بھکتیवाद کی ملاوٹ صاف نظر آتی ہے۔

اوپر یہ سرسری نظر محض اسی لئے ڈالی گئی کہ اپنے ہزار برس کے لمحہ تاریخی دور میں ہندو اور مسلمانوں نے ساتھ ساتھ رہنے کی کچھ بھی اچھا ہے اور جو باتیں زندگی میں رس پیدا کرتی ہیں ان سب کو ہندو اور مسلمانوں نے ایک دوسرے کے اعتباراً محدد اور سہارے سے پورا کیا اور ایک ایسی ملی جلی ہندوستانی کلچر کی تعمیر کی جس نے دونوں کو محبت کی ایک کڑی میں باندھ دیا۔

مختلف جاتیوں کو قریبی رشتہ میں مضبوطی سے باندھنے والی چیز تو ایسی شادی بیاہ میں لیکن اُس سے اُن کو اگر تجارت یا دھندوں کے ذریعے ملکر پیوستہ کیا جائے تب بھی لوگ کافی ایک دوسرے کے قریب آجاتے ہیں اور مذہبی صوبائی اور دوسرے فرق بھول جاتے ہیں۔ ملی جلی تجارت اور کام دھندے بھی ایک ہی حد تک پرائے پن اور مذہبی لٹاق (انٹیگن) کو دور کرنے میں مدد دیتے ہیں۔

ساتھ ساتھ ملکر رہنے کی جس ریت کو ہمارے بزرگوں نے کھوج نکالا تھا اور جسے ہزار برس تک ترقی دی کیا اُس پرانی ریت کو ہم بھول گئے؟ میرا جواب ہے—نہیں، ہم نہیں بھولے۔ مہل محبت کا وہ سونا اب بھی جڑوں کا تھوڑا ہے۔ خالی ہمارے دماغی تصور نے اُس کی سطح کو پراگندہ کر دیا ہے۔ سات لاکھ لاکھ گلوں میں، ہندوستان کے دل میں، محبت کی وہی پرانی دھڑکن اب بھی ہوتی ہے۔ موجودہ زمانے سے گذرنے میں کچھ دقتوں کا سامنا لازمی تھا۔ چیزوں کو اپنانا اور پہچانا ہندوستان کی خاصیت رہی ہے۔ اِس کام میں بھی۔ انکنت مشکلوں کے بیچ سے گذرنا پڑتا ہے۔ آج ہندوستان کو پیچھے کی سائنسی کلچر کو بھی اُسی طرح اپنانا ہے۔ وہ پہلے پہل آزادی، برابری، بھائی چارے اور عقلی کسوٹی کا خیال لیکن یہاں داخل ہوئی۔ انسان کے ذاتی حقوق (ریکٹی گٹ ادھیکاروں) کا ایک مبالغہ (انٹھیوکی) سے بھرا ہوا نمبرہ بھی اُس نے لگا یا۔ سن 1914-18 کی یورپین جنگ کے بعد اُس نے سیلف ڈیٹرمینیشن (آتم نرنمہ) کا نمبرہ اور جوڑ لیا۔ نئے خیالاتوں نے جوشہ ہم پر طاری کیا ہے آج ہمارے سیاسی جسم پر اِس کا اثر ہے۔ جب یہ نقشہ اُتر جائے گا اور اِس کا اُترنا لازمی ہے تو ہندوستان پر اُسی اعلیٰ قومنزل کا سفر شروع کریگا اور ملک کی زندگی پھر پھر پوری اور خوشگوار ہو جائیگی۔

ساریا کے پورا سے سبک دھار دھار کر کر رہے ہیں
کی بھی ہونا ہے اور بھی ہو کر رہیگا۔
تہیسن کی کچھ سطر میں ہیں—

تاریخ کے پیرائے سبق پکار پکار کر کہہ رہے ہیں کہ یہی ہونا
ہے اور یہی ہو کر رہیگا۔
تہیسن کی کچھ سطر میں ہیں—

Yet I doubt not through the ages one increasing purpose runs
And the thoughts of men are widened with the process of the suns.

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شروع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر
قومیں بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوہ) کا، نیچے سے اوپر
جانے کا، کثرت سے سب کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اس وقت تک عمل میں رہیگا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ برباد ہو
جائیگی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑائی
دوسری بار لڑی گئی وہ فصول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چہرے
چہرے گردہ چاہے انہیں نیشن کہو، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

اگر ہم انسانی سماج کی ترقی پر ایک نظر ڈالیں تو
دیکھائی دے گا کہ شروع زمانے میں انفرادی (دیویتی گت) دور تھا
پھر خاندانی بنے، پھر قصب (کل) بنے، پھر قبیلے بنے، پھر
قومیں بنیں اور پھر سلطنت بنے۔ ہمیں اس میں کوئی شبہ نہ
ہونا چاہیئے کہ اس ترقی کے پیچھے ایک پختہ قدرتی قانون
(نہم) ہے اور وہ قانون ہے مروت (سنوہ) کا، نیچے سے اوپر
جانے کا، کثرت سے سب کا، آسانی سے پیچیدگی کا اور یہ قدرتی
قانون اس وقت تک عمل میں رہیگا جب تک کل دنیا اور
کل انسانوں کا ایک سماج نہ بن جائیگا۔ جو طاقت اس قانون
کی اس ترقی (پرگتی) کو روکنے کی کوشش کرے گی وہ برباد ہو
جائیگی۔ اگر ہم اب تک یہ سبق نہیں سیکھا تو جو بڑی آڑائی
دوسری بار لڑی گئی وہ فصول لڑی گئی۔ اگر اس جنگ نے
کوئی ایک سبق سکھایا ہے تو وہ یہ سکھایا ہے انسانوں کے چہرے
چہرے گردہ چاہے انہیں نیشن کہو، چاہے قوم کہو، الگ الگ رہ
کر زندہ نہیں رہ سکتے—اور ساری دنیا کے ایک سے ہی انسان
کو نجات ملے گی۔

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑکے کے سامان ہے؛ دُکھ میں بھی سُکھی رہنے والا
سولے کے سامان ہے؛ دُکھ میں برابر رہنے والا
دُکن کے سامان ہے اور جو دُکھ دُکھ کی پہاڑی سے بھی
پرے ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

دُکھ میں دُکھی اور سُکھ میں سُکھی ہونے والا
لڑکے کے سامان ہے؛ دُکھ میں بھی سُکھی رہنے والا
سولے کے سامان ہے؛ دُکھ میں برابر رہنے والا
دُکن کے سامان ہے اور جو دُکھ دُکھ کی پہاڑی سے بھی
پرے ہے وہ سچا روحانی بادشاہ ہے۔

—سنت باپ

—سنت باپ

شوخ سادی کی "کریما"

شیخ سعدی کی "کریما"

پہلیت سندر لال

پہلیت سندر لال

شوخ سادی فارسی کے کچے سے کچے بیادانوں اور کبھیوں میں سے ہیں۔ ان کا جنم سن 1184 عیسوی میں ایران کے شہر شہر میں ہوا تھا۔ ان کا اصلی نام مشرف الدین تھا۔ ان کے باپ کا نام مسلح الدین تھا۔ 'سعدی' ان کا تخلص یعنی آپ کا نام تھا۔

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن 1226 سے 1256 تک 30 برس ان کے دیوانوں میں گذرے۔ وہ سچے ارتقوی میں پرور چکے تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ گئے، غزنی گئے اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔ لوہے کر سوریہ یعنی شام کے مشہور شہر دمشق میں کچھ دنوں ٹھہرے۔ دمشق میں شیخ سعدی بہت مشہور ہو گئے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے صوفی سنت تھے۔ چاروں طرف سے لوگ ان کے درشنوں کو اور ان کا ابدیہ سنہ آئے۔ وہ بولنے والے بھی بہت اونچے درجے کے اور گذر تھے۔ کچھ دنوں بعد شہر کی زندگی سے ارب کر چھوڑنے کے پاس ایک جنگل میں چلے گئے اور وہاں ایکانت میں رہنے لگے۔ ان دنوں یورپ کے عیسائیوں اور پچھم ایشیا کے مسلمانوں میں کروسید کی لڑائیاں جاری تھیں۔ کچھ عیسائی سپاہی شیخ سعدی کو جنگل سے پکڑ کر لے گئے۔ تریپولی کی عیسائی چھاونی میں بہت دنوں تک ان سے ایک معمولی مزدور کی طرح مٹی کھودنے کی ہنگام لی جاتی رہی۔ آخر میں اللہ کے کدی مامدار سداکر لے انہیں پہچانا اور بہت سا دھن دیکر عیسائیوں سے چھڑایا۔ شیخ سعدی پھر دیہی دیہی گھومنے لگے۔ انہوں نے ساری ایشیا کوچک اور آس پاس کے دیہیوں کا سفر کیا۔ 72 برس کی عمر سے وہ پھر اپنی جنم بھوی شہر میں آکر رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کا سارا سنہ 'سلوک' یعنی بے پرواہی اور دھیان میں گذرتا تھا۔ سن 1291 عیسوی میں 107 برس کی عمر میں شیخ سعدی کا شہر چھوٹا۔

شروع عمر میں انہوں نے بغداد میں تعلیم پائی۔ سن 1226 سے 1256 تک 30 برس ان کے دیوانوں میں گذرے۔ وہ سچے ارتقوی میں پرور چکے تھے۔ اس عرصہ میں وہ بلخ گئے، غزنی گئے اور پنجاب آئے اور وہاں سے گجرات پہنچے۔ سب جگہ وہ بڑے پریم اور شردھا کے ساتھ الگ الگ مذہبوں کے دیوالوں کے درشن کرتے تھے۔ گجرات میں وہ سوماتھ کے مندر کو دیکھنے کے لئے بھی گئے۔ بہت دنوں دلی رہے۔ وہاں انہوں نے ہندستانی زبان سیکھی۔ پھر یمن، افریقہ، مکہ اور مدینہ گئے۔ لوہے کر سوریہ یعنی شام کے مشہور شہر دمشق میں کچھ دنوں ٹھہرے۔ دمشق میں شیخ سعدی بہت مشہور ہو گئے تھے۔ وہ ایک بہت بڑے صوفی سنت تھے۔ چاروں طرف سے لوگ ان کے درشنوں کو اور ان کا ابدیہ سنہ آئے۔ وہ بولنے والے بھی بہت اونچے درجے کے اور گذر تھے۔ کچھ دنوں بعد شہر کی زندگی سے ارب کر چھوڑنے کے پاس ایک جنگل میں چلے گئے اور وہاں ایکانت میں رہنے لگے۔ ان دنوں یورپ کے عیسائیوں اور پچھم ایشیا کے مسلمانوں میں کروسید کی لڑائیاں جاری تھیں۔ کچھ عیسائی سپاہی شیخ سعدی کو جنگل سے پکڑ کر لے گئے۔ تریپولی کی عیسائی چھاونی میں بہت دنوں تک ان سے ایک معمولی مزدور کی طرح مٹی کھودنے کی ہنگام لی جاتی رہی۔ آخر میں اللہ کے کدی مامدار سداکر لے انہیں پہچانا اور بہت سا دھن دیکر عیسائیوں سے چھڑایا۔ شیخ سعدی پھر دیہی دیہی گھومنے لگے۔ انہوں نے ساری ایشیا کوچک اور آس پاس کے دیہیوں کا سفر کیا۔ 72 برس کی عمر سے وہ پھر اپنی جنم بھوی شہر میں آکر رہنے لگے۔ اس کے بعد ان کا سارا سنہ 'سلوک' یعنی بے پرواہی اور دھیان میں گذرتا تھا۔ سن 1291 عیسوی میں 107 برس کی عمر میں شیخ سعدی کا شہر چھوٹا۔

شیخ سعدی کی کئی درجنوں کتابوں میں 'گلستان' اور 'بوستان' سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ شاید فارسی کی

شوخ سادی کی لکھی درجنوں کتابوں میں 'گلستان' اور 'بوستان' سب سے زیادہ مشہور ہیں۔ شاید فارسی کی

کدھ دھوا کے سلسار میں نام پا گیا۔
 دھوا تونے جھان کا سرदार بنا دے گی،
 دھوا تونے رانیت کے میدان میں بیجی کر دے گی۔
 دھوا سے بدھ کر دھنیا میں کوئی کام نہیں،
 دھوا کے باچار سے کھادہ گرم کوئی باچار نہیں۔
 دھوا دھول کی پوئی ہے،
 دھوا اس جیون کا سار ہے۔
 تھ اپنی دھوا سے دھنیا کے دھل کو تھکا رھ،
 جھان میں تھری دھوا کا چرچا ہو۔
 تھ دھنیرا دھسوں پر دھوا کرنے میں لگا رھ،
 کھوئی جانداروں کا پھل کرنے والا ईश्वर भी सब
 पर दवा करता है (ईश्वर का नाम 'करीम' है जिसके
 माने दयालु हैं)۔

दान دینے کی تاريف میں

جو کھراکھسمت ہے بدھ دھانशीلता अख्तियार करता है,
 और दानशीलता से ही आदमी कुराकस्मत होता है।
 अपने प्रेम और दानशीलता से दुनिया को बरा में कर,
 प्रेम और दानशीलता की दुनिया में तू सरताज बन।
 दान देना दल बालों का काम है।
 दान देना उनका पेशा है जो ईश्वर के प्यारे हैं।
 दानशीलता आदमी की कुराइयों को इस तरह बदल
 देती है जिस तरह कीमिया तांबे को सोना करती है।
 दानशीलता आदमी के सब दुवों की दवा है,
 जब तक तुकमें हिंमत है दानशीलता को मत छोड़,
 दानशीलता से ही तू अपने कल्याण की गेंद को
 मैदान में जीत ले जायगा।

कंजूस की कुराई में

अगर आसमान कंजूस आदमी की इच्छा पूरी करने में
 लग जावे,
 और अगर क्रिस्मत उसकी गुलाम हो जावे,
 अगर उसके हाथ में कालें (कुबेर) का खजाना आ
 जावे,
 और सारी दुनिया उसके कब्जे में आ जावे,
 तब भी कंजूस आदमी इस क्राविल नहीं है कि तू
 उसको नाम ले,
 चाहे सारा जमाना उसकी चाकरी करने लगे।
 कंजूस के माल की तरफ तू कभी ध्यान न दे,
 उसके धन और माल का तू कभी नाम भी मत ले।
 कंजूस अगर जल और थल में सबसे बढ़कर पूजा
 पाठ करे,
 तब भी उसे स्वर्ग नहीं मिल सकता, यह रसूल का
 कहना है।

जनवरी '56

(8)

وہ دنیا کے سلسار میں نام پا گیا۔
 دھوا تونے جھان کا سرदार بنا دے گی،
 دھوا تونے رانیت کے میدان میں بیجی کر دے گی۔
 دھوا سے بدھ کر دھنیا میں کوئی کام نہیں،
 دھوا کے باچار سے کھادہ گرم کوئی باچار نہیں۔
 دھوا دھول کی پوئی ہے،
 دھوا اس جیون کا سار ہے۔
 تھ اپنی دھوا سے دھنیا کے دھل کو تھکا رھ،
 جھان میں تھری دھوا کا چرچا ہو۔
 تھ دھنیرا دھسوں پر دھوا کرنے میں لگا رھ،
 کھوئی جانداروں کا پھل کرنے والا ईश्वर भी सब
 पर दवा करता है (ईश्वर का नाम 'करीम' है जिसके
 माने दयालु हैं)۔

दान دینے کی تعریف میں

جو خوش قسمت ہے وہ دान شيلتا اختيار کرتا ہے،
 اور دान شيلتا سے ہی اُسی خوش قسمت ہوتا ہے۔
 اپنے پریم اور دान شيلتا سے دنیا کو رش میں کر،
 پریم اور دान شيلتا کی دنیا میں تو سرتاج بن۔
 دान دینا دل والوں کا کام ہے۔
 دान دینا اُن کا پیشہ ہے جو ایشور کے پیارے ہیں۔
 دान شيلتا آدمی کی برائیوں کو اس طرح بدل دیتی ہے
 جس طرح کیمیا تانبہ کو سونا کرتی ہے۔
 دान شيلتا آدمی کے سب دردوں کی دوا ہے،
 جب تک تجھ میں ہمت ہے دान شيلتا کو مت چھوڑ،
 دान شيلتا سے ہی تو اپنے کھان کی گیند کو میدان سے جیت
 لے جائیگا۔

کنجوس کی برائی میں۔

اگر آسمان کنجوس آدمی کی اچھا پوری کرنے میں لگ
 جاوے،
 اور اگر قسمت اُس کی ظم ہو جاوے،
 اگر اُس کے ہاتھ میں قاروں (کیپر) کا خزانہ آجاوے،
 اور ساری دنیا اُس کے قبضہ میں آجاوے،
 تب بھی کنجوس آدمی اس قابل نہیں ہے کہ تو اُس کا
 نام لے،
 چاہے سارا زمانہ اُس کی چاکری کرنے لگے۔
 کنجوس کے مال کی طرف تو کبھی دھیان نہ دے،
 اُس کے دھن اور مال کا تو کبھی نام بھی مت لے۔
 کنجوس اگر جل اور تھل میں سب سے بڑھ کر پوجا پاٹ
 کرے،
 تب بھی اُسے سورگ نہیں مل سکتا، یہ رسول کا کہنا ہے۔

جنوری '56

کھجور آدمی اگر خوب دھواں بھی ہو جارہے،
تب بھی اپنی ذلت (نیچتا) سے وہ مناس کی طرح
کھائیکا۔

دآن دینے والے اپنے دھن سے مہلتا پھل کھاتے ہیں،
کھجور اپنے چاندی سونے کا غم کھاتے ہیں۔

دینتہ کی تارکڑ میں

پے دِل ! اگر تُو دینتہ اختیار کرے،
تو ساری دُنیا تیری دوست ہو جائے۔
دینتہ تیرے رتبے کو اِس طرح بڑھا دیکے،
جس طرح سورج کی روشنی چاند کو روشن کر دیتی ہے۔

دینتہ مہتر کی کُنجی ہے،
دینتہ ہی سے مہتر کا رتبہ اُونچا ہوتا ہے۔
دینتہ آدمی کا سر اُونچا کرتی ہے،
دینتہ سرداروں کی پہچان ہے۔
آدمی وہی ہے جو دینتہ ہوتے،
دینتہ ہی میں سچی آدمیت ہے۔

جو جتنسا سمجھدار ہے وہ اُنئی ہی زیادہ دینتہ ہوتا ہے،
جس طرح درخت کی ٹہلی جتنی زیادہ پھلوں سے لسی

ہے اُنئی ہی زیادہ زمین سے اُملتی ہے۔
دینتہ تیرے مان کو بڑھانے والی ہے،
دینتہ تجھے سورگ تک پہنچانے والی ہے۔
دینتہ ہی سورگ کے دروازے کی کُنجی ہے،
دینتہ سرداری اور رتبے کا زیور ہے۔

جس کسی کو دوسروں پر بڑپن حاصل ہے،
اُس کے لئے اور بھی اچھا ہے کہ دینتہ ہوتے۔
اور جس کسی کو دینتہ کی عادت ہے،
مان اور ہوائی کی اُسے پرواہ نہیں۔
دینتہ تجھے دنیا کا پیارا بنادیکے،
لوگ دل سے تجھے اُنٹا ہی پیار کریں گے جتنا اپنی جان کو۔

تو لوگوں سے دینتہ ہرنا کہی نہ چھوڑے،
کسی سے نلوار کی طرح گردن اکڑی مت رکھ

دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،
فقیر کے لئے دینتہ اُس کی عادت ہی ہے۔

غمغٹ کی بُرائی میں

پے بٹا ! تُو کبھی غمغٹ مت کر،
کیونکہ غمغٹ ایک ن ایک دین تُو کے سیر کے بل گرا دیتا۔
عقل مند آدمی گھمٹ کو پسند نہیں کرتا،
جسے ہر شے وہ کبھی گھمٹ نہیں کرتا۔

اگرچہ غمغٹ آدمی غمغٹ کو پسند نہیں کرتا،
جسے ہر شے وہ کبھی گھمٹ نہیں کرتا۔

نہ کی تعریف میں

اے دل ! اگر تُو دینتہ اختیار کرے،

تو ساری دنیا تیری دوست ہو جاوے۔

دینتہ تیرے رتبے کو اِس طرح بڑھا دیکے،

جس طرح سورج کی روشنی چاند کو روشن کر دیتی ہے۔

دینتہ مہتر کی کُنجی ہے،

دینتہ ہی سے مہتر کا رتبہ اُونچا ہوتا ہے،

دینتہ آدمی کا سر اُونچا کرتی ہے،

دینتہ سرداروں کی پہچان ہے۔

آدمی وہی ہے جو دینتہ ہوتے،

دینتہ ہی میں سچی آدمیت ہے۔

جو جتنسا سمجھدار ہے وہ اُنئی ہی زیادہ دینتہ ہوتا ہے،

جس طرح درخت کی ٹہلی جتنی زیادہ پھلوں سے لسی

ہے اُنئی ہی زیادہ زمین سے اُملتی ہے۔

دینتہ تیرے مان کو بڑھانے والی ہے،

دینتہ تجھے سورگ تک پہنچانے والی ہے۔

دینتہ ہی سورگ کے دروازے کی کُنجی ہے،

دینتہ سرداری اور رتبے کا زیور ہے۔

جس کسی کو دوسروں پر بڑپن حاصل ہے،

اُس کے لئے اور بھی اچھا ہے کہ دینتہ ہوتے۔

اور جس کسی کو دینتہ کی عادت ہے،

مان اور ہوائی کی اُسے پرواہ نہیں۔

دینتہ تجھے دنیا کا پیارا بنادیکے،

لوگ دل سے تجھے اُنٹا ہی پیار کریں گے جتنا اپنی جان کو۔

تو لوگوں سے دینتہ ہرنا کہی نہ چھوڑے،

کسی سے نلوار کی طرح گردن اکڑی مت رکھ

دینتہ بڑوں کو شوہیا دیتی ہے،

فقیر کے لئے دینتہ اُس کی عادت ہی ہے۔

نہ کی بُرائی میں

اے بیٹا ! تُو کبھی گھمٹ مت کر،

کیونکہ گھمٹ ایک نہ ایک دن تجھے سر کے بل گرا دیتا۔

عقل مند آدمی گھمٹ کو پسند نہیں کرتا،

جسے ہر شے وہ کبھی گھمٹ نہیں کرتا۔

بمبارہ کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جینکے دل ہے وہ بمبارہ نہیں کرتے۔
بمبارہ نے ہی شیطان کو جلیق کیا،
وسے لائنات کے کدخانے میں گیرفتار کر لیا۔
جس کسی کو بمبارہ کی آدات ہو جاتی ہے،
وہ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اونچا سمجھتا رہتا ہے۔
گھمنڈ بدقسمتی کی پونجی ہے،
گھمنڈ بدذاتی کی جز ہے۔

بمبارہ بدقسمتی کی پونجی ہے،
بمبارہ بدذاتی کی جز ہے۔
جب تھ یہ سب جانتا ہے تو بمبارہ کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو برا کرتا ہے—بورا کرتا ہے۔

بیذا کی بڑائی میں

آدمی بیذا سے ہی کمال کو پھنچ سکتا ہے،
مان، بڑائی، رتبه اور مال اسباب سے نہیں۔
بیذا سیکھنے میں اپنے کو اس طرح گھلا دینا چاہئے جس طرح مومہتی اپنے کو جل جل کر گھلا دیتی ہے۔
کیونکہ ہما وڈیا کے آدمی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدمی کو چاہئے کہ وڈیا کی تلاش کرے۔
وڈیا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاکیہ دیا ہے،
وہی وڈیا حاصل کرنے میں لکھا ہے۔
وڈیا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
وڈیا کے لئے ساری زمین کو چہان ڈالنا چاہئے۔
جا اور وڈیا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ،
وڈیا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے وڈیا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہما وڈیا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہنا ہے۔
تورے دین اور دنیا دونوں کے لئے وڈیا ہی کافی ہے،
تھرا سارا کام وڈیا ہی سے سدھر سکتا ہے۔

بیذا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
بیذا کے لیے ساری زمین کو جھان ڈالنا چاہیے۔
جا اور بیذا کے پلے کو مچھوٹی کے ساتھ پکڑ،
بیذا ہی تھیں سترگ تک پھنچا سکتی ہے۔
اگر تھ اکرلمند ہے تو سیوا بیذا کے اور کھ
مت سیکھ،
کیونکہ بیذا کے رہ جانا اکرلند میں پڑے رہنا ہے۔
تھے دین اور دنیا دونوں کے لیے بیذا ہی کافی ہے،
تھرا سارا کام بیذا ہی سے سڈھر سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اکیانیوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی طرح بھاگ،
ان کے ساتھ دودھ اور چھنی کی طرح ملکر مت رہ۔
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو !
عقلمند آدمی تیرا جان کا دشمن بھی ہو تو اچھا ہے،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،

گھمنڈ کرنا جاہلوں کا کام ہے،
جن کے دل ہے وہ گھمنڈ نہیں کرتے۔
گھمنڈ نے ہی شیطان کو ذلیل کیا،
اسے لعنت کے قید خانہ میں گرفتار کر لیا۔
جس کسی کو گھمنڈ کی عادت ہو جاتی ہے،
وہ اپنے ہی خیال میں اپنے کو اونچا سمجھتا رہتا ہے۔
گھمنڈ بدقسمتی کی پونجی ہے،
گھمنڈ بدذاتی کی جز ہے۔
جب تو یہ سب جانتا ہے تو گھمنڈ کیوں کرتا ہے؟
اگر کرتا ہے تو برا کرتا ہے—بورا کرتا ہے۔

وڈیا کی بڑائی میں

آدمی وڈیا سے ہی کمال کو پہنچ سکتا ہے،
مان، بڑائی، رتبه اور مال اسباب سے نہیں۔
وڈیا سیکھنے میں اپنے کو اس طرح گھلا دینا چاہئے جس طرح مومہتی اپنے کو جل جل کر گھلا دیتی ہے۔
کیونکہ ہما وڈیا کے آدمی ایشور کو نہیں پہچان سکتا۔
بدھیمان آدمی کو چاہئے کہ وڈیا کی تلاش کرے۔
وڈیا کا بازار ہمیشہ گرم رہتا ہے،
جس کسی کو ایشور نے سوہاکیہ دیا ہے،
وہی وڈیا حاصل کرنے میں لکھا ہے۔
وڈیا حاصل کرنا آدمی کا دھرم ہے،
وڈیا کے لئے ساری زمین کو چہان ڈالنا چاہئے۔
جا اور وڈیا کے پلے کو مضبوطی کے ساتھ پکڑ،
وڈیا ہی تجھے سورگ تک پہنچا سکتی ہے۔
اگر تو عقلمند ہے تو سوائے وڈیا کے اور کچھ مت سیکھ،
کیونکہ ہما وڈیا کے رہ جانا غلط میں پڑے رہنا ہے۔
تورے دین اور دنیا دونوں کے لئے وڈیا ہی کافی ہے،
تھرا سارا کام وڈیا ہی سے سدھر سکتا ہے۔

جاہلوں سے بچنے میں

اے دل ! اگر تو عقلمند اور ہوشیار ہے،
تو جاہلوں (اکیانیوں) کی سنگت مت کر۔
جاہلوں سے تیر کی طرح بھاگ،
ان کے ساتھ دودھ اور چھنی کی طرح ملکر مت رہ۔
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو !
عقلمند آدمی تیرا جان کا دشمن بھی ہو تو اچھا ہے،
بجائے اس کے کہ کوئی جاہل تیرا دوست ہو۔
جاہل کی طرح دنیا میں کوئی ذلیل نہیں ہوتا،

جاہل رہنے سے بڑا نا سہمی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سیوا بڑا ہی کے اور کچھ کر نہیں سکتا،
کوئی اس سے سوائے بڑی بات کے اور کچھ نہیں سن سکتا۔

جاہل آخر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سر سولی پر رہے یہی ٹک ہے،
جاہل جیل میں پڑا رہے یہی ٹک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی अच्छا ہے،
یہ لوگ اور پرلوگ دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

ہنسا ف کی تار ف میں

جب کہ ہنسا ف نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تू ہنسا ف کیوں نہیں کرتا۔
جبکہ ہنسا ف ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تू سا ف کرنے کے لیے اپنے دل کو مجبوت کیوں
نہیں رکھتا،
تیری بادشاہی دیر تک کرایم رہے،
اگر ہنسا ف تیری مدد کرے۔
نہیں رہا نے ہنسا ف کو اختیار کیا،
اسی لیے اس کی نام-کسیتی ابھی تک کرایم ہے۔
ہنسا ف سے دے کو ملتا ہے۔
ہنسا ف ہی سے لوگوں کی مراد پوری ہوتی ہے۔
تू ہنسا ف سے دنیا کو آباد رکھ،
جو ہنسا ف چاہنے والے ہیں ان کے دلوں کو خوش رکھ۔
ہنسا ف سے بددک دنیا کو بنانے والا دوسرا
کاریگر نہیں ہے،
ہنسا ف سے بددک کوئی دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے بڑا تیرے اور کیا چاہیے،
کہ لوگ تیرا نام 'ہنسا ف پسند بادشاہ' رکھیں۔
اگر تू اپنی خوش قسمتی چاہتا ہے
تو دنیا والوں کے اوپر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
پر جا کی حفاظت میں کہی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لے کر آئیں ان کی دل کی مراد
مے پوری کر۔

ظلم کی بڑا ہی میں

ظلم کرنے والا دنیا کو اس طرح برباد کرتا ہے،
جس طرح پتھر کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجاز
کے ہے۔
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج توبہ نہ لے۔
جس کسی نے دنیا میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لئے آہیں نکلیں۔

جاہل رہنے سے زیادہ نا سہمی کا کوئی کام نہیں۔
جاہل سوائے بڑائی کے اور کچھ کر نہیں سکتا،
کوئی اس سے سوائے بڑی بات کے اور کچھ نہیں سن سکتا۔
جاہل آخر جہنم (نرک) کو جاتا ہے،
جاہل کا آخر اچھا نہیں ہو سکتا۔
جاہلوں کا سر سولی پر رہے یہی ٹھیک ہے،
جاہل ذلت میں پڑا رہے یہی ٹھیک ہے۔
جاہل سے دور رہنا ہی اچھا ہے،
یہ لوگ اور پرلوگ دونوں اس سے شرم کرتے ہیں۔

کی تعریف میں

جب کہ ایشور نے یہ کام تیرے سپرد کیا ہے،
تو تو انصاف کیوں نہیں کرتا۔
جب کہ انصاف ہی بادشاہوں کا لباس ہے،
تو انصاف کرنے کے لئے اپنے دل کو مضبوط کیوں نہیں رکھتا،
تیری بادشاہی دیر تک قائم رہے۔
اگر انصاف تیری مدد کرے۔
نہیں رہا نے انصاف کو اختیار کیا،
اسی لئے اس کا نام - کسیتی ابھی تک قائم ہے۔
انصاف سے دیہی کو سکھ ملتا ہے۔
انصاف ہی سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔
تو انصاف سے دنیا کو آباد رکھ،
جو انصاف چاہنے والے ہیں ان کے دلوں کو خوش رکھ۔
انصاف سے بددک دنیا کو بنانے والا دوسرا کاریگر نہیں ہے،
انصاف سے بددک دوسرا کام نہیں ہے۔
اس سے زیادہ تجھے اور کیا چاہئے،
کہ لوگ تیرا نام 'انصاف پسند بادشاہ' رکھیں۔
اگر تو اپنی خوش قسمتی چاہتا ہے
تو دنیا والوں کے اوپر ظلم کا دروازہ بند رکھ۔
پر جا کی حفاظت میں کہی کسی نہ کر،
جو لوگ تیرے پاس فریاد لے کر آئیں ان کی دل کی مراد
مے پوری کر۔

کی بڑائی میں

ظلم کرنے والا دنیا کو اس طرح برباد کرتا ہے،
جس طرح پتھر کی ہوا ہرے ہرے باغ کو اوجاز
کے ہے۔
کسی حالت میں بھی ظلم کی اجازت مت دے،
تاکہ تیری بادشاہت کا سورج توبہ نہ لے۔
جس کسی نے دنیا میں ظلم کی آگ لگائی،
لوگوں کے دلوں سے اس کے لئے آہیں نکلیں۔

جس پر ظلم ہوا ہے اس کے دل سے اگر آہ نکلتے،
تو اس کی لہٹ سے مٹی اور پانی میں بھی آگ لگ جاتے۔

کمزوروں اور لاچاروں کے ساتھ زبردستی نہ کر،
آخیر میں کج کی تہی سے بھر۔
کسی ستاؤ ہو کو، دُ:خ مت دے،
جنم کے دل کے دھڑ سے بے خبر مت ہو۔
اے ناسمجھ! لوگوں کو مت ستا،
ایسا نہ ہو کہ ایشور کا کوپ تیرے اوپر اترے۔
کمزوروں اور غریبوں پر ستم مت کر،
جو ظلم کرتا ہے اس کے نرک میں پڑنے میں کوئی سندیہ نہیں۔

سنتوष کی تارک میں

اے دل! اگر تو سنتوष کرے،
تو سب کے سلسار میں سرداری کرے۔
اگر تو غریب ہے تو اپنی غریبی کی شکایت مت کر،
سمجھدار آدمی کے سامنے دھن دولت چھوٹی چیزیں ہیں۔
عقل مند آدمی فقروں سے شرم نہیں کرتا،
کیونکہ نبی (محمد صاحب) کو بھی فقری کا فخر (گرو) حاصل تھا۔
مالدار آدمی کے لئے سونا چاندی اور سبکدوش کی چیزیں ہیں۔
فقیر کو اپنی غریبی سے اندر کا آرام ملتا ہے۔
اگر تو مالدار نہیں ہے تو بچہ چھین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
ہر حال میں سنتوष کرنا اچھا ہے،
جو خیر قسمت میں وہ سنتوष کرتے ہیں۔
اگر تو خیر قسمت میں چاہتا ہے،
تو سنتوष کے پرکش (نور) سے اپنی جان کو روشن کر۔

اگر تو مالدار نہیں ہے تو بے چین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
ہر حال میں سنتوष کرنا اچھا ہے،
جو خیر قسمت میں وہ سنتوष کرتے ہیں۔
اگر تو خیر قسمت میں چاہتا ہے،
تو سنتوष کے پرکش (نور) سے اپنی جان کو روشن کر۔

لوہ کی بڑائی میں

جو آدمی لوہ کے جال میں پھنس جاتا ہے،
وہ لوہ کا پیالہ پیکر مست اور بے عقل ہو جاتا ہے۔
دھن جمع کرنے میں اپنی عمر کو مت کھو،
دھن ٹھیکری ہے اور عمر موتی۔
جو آدمی لوہ کے جال میں پڑ گیا،
اس نے اپنی زندگی کے کھلیان کو ہوا میں اڑا دیا۔
مان لو کہ قارون کا خزانہ تجھے مل جاوے،
جنم کے دل کے دھڑ سے بے خبر مت ہو۔

اگر تو مالدار نہیں ہے تو بے چین مت ہو،
کیونکہ کوئی بادشاہ ویران جگہ سے ٹیکس نہیں لیتا۔
ہر حال میں سنتوष کرنا اچھا ہے،
جو خیر قسمت میں وہ سنتوष کرتے ہیں۔
اگر تو خیر قسمت میں چاہتا ہے،
تو سنتوष کے پرکش (نور) سے اپنی جان کو روشن کر۔

دُنیا بھر کی سبھی سامگری توجہ مل جاوے،
آخر ایک دن توجہ مٹی میں مل جانا پڑے گا،
بے بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ .
دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے .
گدھے کی طرح محنت کا بوجھ کیوں اُٹھاتا ہے .
دھن کے لئے تو اتنا یرغوم کیوں کرتا ہے،
جب کہ ایک دن توجہ اچانک چلا جاتا ہے .
تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے .
دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،
کہ گھبراہٹ ہوا اور پریشان ہے .
جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح

ہو رہا ہے،
کہ توجہ اس دن کی بھی یاد نہیں آتی جس دن سب
، کرموں کا پھل بھگتا پڑے گا .
اس توجہ آدمی کا دل کبھی خوش نہیں رہ سکتا،
جس نے دنیا (دھن) کے لئے اپنے دین (دھرم) کو

کر دیا .
کی سیوا اور بھکتی کی تعریف میں

سونا گھنہ جس کسی کا غم ہوتا ہے،
اس کا دل سدا ایشور کی سیوا میں لگا رہتا ہے،
ایشور کی سیوا سے دل کو پھیرنا نہیں چاہئے،
سچی دولت سیوا ہی سے ملتی ہے .
سیوا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیوا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے .
یدی تو سیوا کے لئے کمر کس لے،
تو کبھی نشہ نہ ہونے والی دولت کا دروازہ نہ رہے لے

جس کا غم ہوتا ہے،
عقل مند آدمی سیوا سے کبھی منہ نہیں موڑتا،
کہونکہ سیوا سے بڑھکر کوئی ملزوم نہیں ہے .
بھکتی کے پانی سے سدا وضو کو تازہ رکھ (اپنے کو پروتر رکھ)
ناکھ کل تو ترک کی آگ سے بچ سکے .
سچائی کے ساتھ نماز (پوجا) کرنا رہ،
ناکہ ہمیشہ رہنے والی دولت توجہ مل سکے .
سیوا سے بھتر لی آتما روشن ہوتی ہے .
تو اپنے بھدا کرنے والے کی پوجا کر،
اس کی بھکتی کے محل میں بیٹھنے والا بن .
اگر تو حق (ستیہ) یا ایشور کی پوجا کرنا اختیار کر لے،
تو دولت کی دنیا کا بادشاہ ہو جاوے .
سنہم کا جامہ ہمیشہ پہنے رہ،

سکھیا بھر کی سبھی سامگری توجہ مل جاوے،
آخر ایک دن توجہ مٹی میں مل جانا پڑے گا،
بے بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ .
دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے .
گدھے کی طرح محنت کا بوجھ کیوں اُٹھاتا ہے .
دھن کے لئے تو اتنا یرغوم کیوں کرتا ہے،
جب کہ ایک دن توجہ اچانک چلا جاتا ہے .
تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے .
دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،
کہ گھبراہٹ ہوا اور پریشان ہے .
جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح

ہو رہا ہے،
کہ توجہ اس دن کی بھی یاد نہیں آتی جس دن سب
، کرموں کا پھل بھگتا پڑے گا .
اس توجہ آدمی کا دل کبھی خوش نہیں رہ سکتا،
جس نے دنیا (دھن) کے لئے اپنے دین (دھرم) کو

کر دیا .
کی سیوا اور بھکتی کی تعریف میں

سونا گھنہ جس کسی کا غم ہوتا ہے،
اس کا دل سدا ایشور کی سیوا میں لگا رہتا ہے،
ایشور کی سیوا سے دل کو پھیرنا نہیں چاہئے،
سچی دولت سیوا ہی سے ملتی ہے .
سیوا سے خوش تسمتی پراپت ہوتی ہے،
سیوا کے پرکھوں سے دل روشن ہو جاتا ہے .
یدی تو سیوا کے لئے کمر کس لے،
تو کبھی نشہ نہ ہونے والی دولت کا دروازہ نہ رہے لے

جس کا غم ہوتا ہے،
عقل مند آدمی سیوا سے کبھی منہ نہیں موڑتا،
کہونکہ سیوا سے بڑھکر کوئی ملزوم نہیں ہے .
بھکتی کے پانی سے سدا وضو کو تازہ رکھ (اپنے کو پروتر رکھ)
ناکھ کل تو ترک کی آگ سے بچ سکے .
سچائی کے ساتھ نماز (پوجا) کرنا رہ،
ناکہ ہمیشہ رہنے والی دولت توجہ مل سکے .
سیوا سے بھتر لی آتما روشن ہوتی ہے .
تو اپنے بھدا کرنے والے کی پوجا کر،
اس کی بھکتی کے محل میں بیٹھنے والا بن .
اگر تو حق (ستیہ) یا ایشور کی پوجا کرنا اختیار کر لے،
تو دولت کی دنیا کا بادشاہ ہو جاوے .
سنہم کا جامہ ہمیشہ پہنے رہ،

سکھیا بھر کی سبھی سامگری توجہ مل جاوے،
آخر ایک دن توجہ مٹی میں مل جانا پڑے گا،
بے بسوں کی طرح اور درد بھرے دل کے ساتھ .
دھن کے پاگل پن میں اپنے کو کیوں گھٹاتا ہے .
گدھے کی طرح محنت کا بوجھ کیوں اُٹھاتا ہے .
دھن کے لئے تو اتنا یرغوم کیوں کرتا ہے،
جب کہ ایک دن توجہ اچانک چلا جاتا ہے .
تو نے اپنا دل درم (ایک سکہ) کے نقش کو اس طرح دے

کہ اس کی چاہ میں تو شرم سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا ہے .
دھن کی صورت کا تو ایسا عاشق ہو گیا ہے،
کہ گھبراہٹ ہوا اور پریشان ہے .
جس کا تو شکار کرنا چاہتا ہے اس کا تو خود اس طرح

کیونکہ سب سے پہلی لوگوں ہی کے دھن کی جگہ ہے ۔
اپنی جان کے چراغ کو تو تھپسا سے روشن کر،
تاکہ خوش قسمت آدمیوں کی طرح تو بھی خوش قسمت ہو ۔
جو دھارمک جیون بٹاتا ہے،
وہ کوسوں کے پھل سے نہیں ترستا ۔

جو دھارمک جیون بٹاتا ہے،
بھ کرموں کے فحل سے نہیں ڈرتا۔

شیتان (بیہی-واسنا) کی بھراڈ میں

پے دھل ! جس کسی نے شیتان (بیہی-واسنا) کا
کھنا مانا،
بھ رات دھن گناہ کے جال میں فکسا رھا۔
جس کسی نے شیتان کو اپنا اگوا بنایا،
لٹوکر بھ ایشور کے راستے پر کسے آ سکتا ہے۔
پے دھل ! تھ گناہ کا اڑاوا کبھی ن کر،
تاکہ سبکا پالنے والا ایشور تھ پر رھم کرے۔
سمجھدار آدمی گناہ سے بچتا ہے،
جیسے شکر پانی سے، کیونکہ پانی سے شکر کے گھل جانے کا
تر رھتا ہے ۔

خوش قسمت آدمی گناہ سے بچتا ہے،
کیونکہ سورج کی روشنی بھی بادل سے چھپ جاتی ہے ۔
تو اپنی وشئے واسنا کے پیچھے مت چل،
ایسا نہ ہو کہ اچانک نرک میں جا پڑے ۔
اگر تھرا دل پاپ سے نہیں پھرتا،
تو پھر نرک ہی میں تھرا ٹھکانا ہوگا ۔
اپنے جیون کے گھر کو،
بدکاریوں اور پاپوں کی بازھ سے برباد مت کر،
اگر تو پاپ اور برائیوں سے دور رھیں،
تو سورج کے باغ سے نزدیک رھیں گے ۔

پریم کی مددرا کے بیان میں

پے ساکھی (گھر) ! مھکے آگ کی سورت والی شراب دے،
جس میں بھ مستی ہو جس کی دل والے آدمی چاہ
رکھتے ہیں ۔

لال شراب سونے کے پیالے میں،
جو پریتم کے ہوٹوں کی ترھ مہری آتما کو بل دے۔
جو لوگ پریم کے متوالے ہیں، ان کی چاہ کی آگ کسے
پھاری ہے،
جو لوگ پریم ہیں ان کے درد کی لذت کتنی اچھی ہے۔
وہ شراب لا جو امرت کی طرح امر بنا دینے والی ہے،
جس کی خوشبو ہی سے دل غم سے چھوٹ جاتا ہے ۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریتم (ایشور) کو پالنے کی
'لاسا ہو'۔

بھ شراب لا جو اموت کی ترھ اممر بنا دینے
والی ہے،
جس کی خرابی ہی سے دل غم سے کھٹ جاتا ہے۔
مبارک وہ دل ہے جس میں پریتم (ایشور) کو پالنے کی
'لاسا ہو'۔

مبارک ہے وہ آدمی جو اُس کے پریم میں پاگل ہو ۔
مبارک ہے وہ دل جس میں پریم کے درشن کی چاہ ہے
مبارک ہے وہ دل جس کی منزل پریم کی گلی ہے ۔
وہ شراب جو پریم کے جہنم دہلے والے ہونوں کی طرح ہے
وہ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مکھڑے کی طرح ہے ۔
جو لوگ دل والے ہیں اُن کا یہ شراب پھٹا کھسا اچھا ہے
جو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو
چکے ہیں) اُن کی یہ مستی کسی اچھی ہے ۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

بھ پاک شراب جو پریم کے صاف صاف مکھڑے کی طرح ہے
تھرہ ہے،

بھ لوگ دل والے ہیں اُن کا یہ شراب پھٹا کھسا اچھا ہے،
کےسا اچھا ہے،

جو لوگ دل دے چکے ہیں (یعنی پریم میں لہن ہو چکے ہیں)
ان کی یہ مستی کسی اچھی ہے۔

وفا (وچن نبھانا) کی تعریف میں

اے دل ! تو وفا میں ہمیشہ پکا رہ،
بنا وفا کے جہنم ایسا ہی نکما ہے جیسا بنا مہر کا سکہ ۔
اگر تو وفا کی راہ سے اپنی باگ نہ پھیرے،
تو دشمنوں کے دل میں بھی درست بن جائیگا ۔
اپنے دل کو وفا کی گلی سے مت موڑ،
نہیں تو تجھے پریم (ایشور) کے سامنے شرمنا پڑیگا !
وفا کی گلی سے پاؤں باہر مت رک،
کہونکے دوستوں کو جفا (وفا کا الٹا) شوبھا نہیں دیتی ۔
دوستوں سے جدائی کرنا برا ہے،
میتروں سے نانا توڑنا وفا کے خلاف ہے ۔
ہووانی عورتوں کی عادت ہے،
تو عورتوں کی یہ ہری عادت مت سیکھ ۔

ایشور کو دھنیواد دینے (شکر) کی پڑائی میں

اگر تو وفا کی راہ سے اپنی باگ نہ پھیرے،
تو دشمنوں کے دل میں بھی درست بن جائیگا ۔
اپنے دل کو وفا کی گلی سے مت موڑ،
نہیں تو تجھے پریم (ایشور) کے سامنے شرمنا پڑیگا !
وفا کی گلی سے پاؤں باہر مت رک،
کہونکے دوستوں کو جفا (وفا کا الٹا) شوبھا نہیں دیتی ۔
دوستوں سے جدائی کرنا برا ہے،
میتروں سے نانا توڑنا وفا کے خلاف ہے ۔
ہووانی عورتوں کی عادت ہے،
تو عورتوں کی یہ ہری عادت مت سیکھ ۔

اے دل ! تو وفا میں ہمیشہ پکا رہ،
بنا وفا کے جہنم ایسا ہی نکما ہے جیسا بنا مہر کا سکہ ۔
اگر تو وفا کی راہ سے اپنی باگ نہ پھیرے،
تو دشمنوں کے دل میں بھی درست بن جائیگا ۔
اپنے دل کو وفا کی گلی سے مت موڑ،
نہیں تو تجھے پریم (ایشور) کے سامنے شرمنا پڑیگا !
وفا کی گلی سے پاؤں باہر مت رک،
کہونکے دوستوں کو جفا (وفا کا الٹا) شوبھا نہیں دیتی ۔
دوستوں سے جدائی کرنا برا ہے،
میتروں سے نانا توڑنا وفا کے خلاف ہے ۔
ہووانی عورتوں کی عادت ہے،
تو عورتوں کی یہ ہری عادت مت سیکھ ۔

ایشور کو دھنیواد دینے (شکر) کی پڑائی میں
جس کسی کا دل ستیہ کو پہچانتا ہے،
اُسے چاہئے کہ ایشور کو دھنیواد دینے سے کبھی اپنی زبان
کو بند نہ کرے ۔

ہر دم ایشور کو دھنیواد دیتا رہ،
جو دنیا کو پالتا ہے اُس کو دھنیواد دینا تیرا فرض ہے ۔
دھنیواد دینے (شکر کرنے) سے تیری سکھ سمیٹی بڑھتی ہے،
دھنیواد کے راستے سے تیری دنیا بڑھتی ہے ۔
اگر تو قیامت کے دن تک بھی ایشور کا دھنیواد
کرنا رہے تو بھی تیرے فرض کا ہزارواں حصہ بھی پورا
نہیں ہوتا ۔

پھر بھی شکر کرنا بڑی اچھی بات ہے،
ایشور کا شکر کرنا اِسلام (دھرم) کا زیور ہے ۔
اگر تو ایشور کے شکر سے اپنی زبان بند نہ کرے،
تو وہ دولت پارے جو ہمیشہ رھنے والی ہے ۔

پھر بھی شکر کرنا بڑی اچھی بات ہے،
ایشور کا شکر کرنا اِسلام (دھرم) کا زیور ہے ۔
اگر تو ایشور کے شکر سے اپنی زبان بند نہ کرے،
تو وہ دولت پارے جو ہمیشہ رھنے والی ہے ۔

سبز (धीरज) के बयान में

अगर धीरज तेरे हर वक्त साथ रहे,
तो तू हमेशा ठहरने वाली दौलत हासिल करे.
सब्र करना पैगम्बरों का काम है,
जो दीनदार (धर्मात्मा) हैं वह सब्र से मुँह नहीं मोड़ते.
सब्र ज़िन्दगी के मकसद का दरवाज़ा खोलता है,
क्योंकि सिवाय सब्र के उस दरवाज़े की कोई और कुंजी नहीं है.
सब्र करना तेरे दिल की मुराद को पूरा करेगा,
इसी से जो जानने वाले हैं वह तेरी मुशकिल को हल करेंगे.
सब्र करना हमारी कामनाओं के दरवाज़े की कुंजी है,
यह कुंजी कामना (आرزु) की सल्तनत को खोलने वाली है.
सब्र करना हर हाल में अच्छा है,
इसमें बहुत सी भलाइयाँ छिपी हैं.
सब्र से ही तेरा मकसद पूरा होगा,
रंज और बला से तुझे छुटकारा मिलेगा.
अगर तूझमें दीन (धर्म) का खयाल है तो सब्र कर,
जल्दी करना शैतानों का काम है.

सच बोलने की तारीफ़ में

ऐ दिल ! अगर तू सच्चाई को अख्तियार कर ले,
तो दौलत तेरी दास्त और भाग्य तेरा मददगार हो जावे.
बुद्धिमान का चाहिये कि सच्चाई से कभी मुँह न मोड़े,
क्योंकि सच्चाई ही से नाम ऊँचा होता है
सुबह की तरह अगर तू सच्चाई के साँस लेने लगे,
तो अपने अन्दर के अज्ञान के अधियारे से निकलकर
ज्ञान के उजियाले में आ जावे.
तू बिना सच्चाई के कभी दम मत मार,
इज्जत दौलत से बढ़कर है.
इस दुनिया में सच बोलने से बढ़कर कोई काम नहीं,
सच्चाई वह गुलज़ार है जिसमें कोई कांटा नहीं.

मूठ की बुराई में

जिस किसी ने मूठ को अख्तियार किया,
वह क्रयामत के दिन किसी तरह नहीं छूट सकता.
जिस किसी की ज़बान को मूठ की आदत हो गई,
उसके दिल का चिराग़ कभी रोशन नहीं हो सकता.
मूठ बोलना आदमी को शरमिन्दा करता है,
मूठ बोलने से आदमी का मान जाता रहता है.
अक़लमन्द आदमी मूठ बोलने वाले से दूर रहता है,
कोई आदमी मूठ बोलने वाले को गिनती में नहीं लाता.
ऐ भाई ! तू कभी किसी हालत में मूठ न बोल,
क्योंकि मूठ बोलने वाला बेइज्जत होता है और कोई
उसका पतवार नहीं करता,

सब्र (دھرج) کے بیان میں

اگر دھرج تیرے ہر وقت ساتھ رہے،
تو تو ہمیشہ ٹھہرنے والی دولت حاصل کرے .
سبّر کرنا پیغمبروں کا کام ہے،
جو دیندار (دھرماتما) ہیں وہ سبّر سے منہ نہیں مڑتے .
سبّر زندگی کے مقصد کا دروازہ کھولتا ہے،
کیونکہ سوائے سبّر کے اُس دروازے کی کوئی اور کلّی نہیں ہے .
سبّر کرنا تیرے دل کی مراد کو پورا کرے گا،
اسی سے جو جائزہ والے ہیں وہ تیری مشکل کو حل کریں گے .
سبّر کرنا ہماری کامناؤں کے دروازے کی کلّی ہے،
یہ کلّی کامنا (آرزو) کی سلطنت کو کھولنے والی ہے .
سبّر کرنا ہر حال میں اچھا ہے،
اس میں بہت سی بہائیاں چھپی ہیں .
سبّر سے ہی تھرا مقصد پورا ہوگا،
رنج اور بلا سے تجھے چھٹکارا ملے گا .
اگر تجھے میں دین (دھرم) کا خیال ہے تو سبّر کر،
جلدی کرنا شیطانوں کا کام ہے .
سچ بولنے کی تعریف میں

اے دل ! اگر تو سچائی کو اختیار کر لے،
تو دولت تیری دوست اور بھائی تیرا مددگار ہو جاوے .
بدھیمان کو چاہئے کہ سچائی سے کبھی منہ نہ مڑے،
کیونکہ سچائی ہی سے نام اُونچا ہوتا ہے .
صبح کی طرح اگر تو سچائی کے سانس لینے لگے،
تو اپنے اندر کے اگھان کے اندھارے سے نکل کر گیان کے اُجھالے
میں آجاوے .
تو بنا سچائی کے کبھی دم مت مار،
عزت دولت سے بڑھ کر ہے .
اس دنیا میں سچ بولنے سے بڑھ کر کوئی کام نہیں،
سچائی وہ گلزار ہے جس میں کوئی کانٹا نہیں .

جھوٹ کی برائی میں

جس کسی نے جھوٹ کو اختیار کیا،
وہ قیامت کے دن کسی طرح نہیں چھوٹ سکتا .
جس کسی کی زبان کو جھوٹ کی عادت ہو گئی،
اُس کے دل کا چراغ کبھی روشن نہیں ہو سکتا .
جھوٹ بولنا آدمی کو شرمندہ کرتا ہے،
جھوٹ بولنے سے آدمی کا مان جاتا رہتا ہے .
عقلمند آدمی جھوٹ بولنے والے سے دور رہتا ہے،
کوئی آدمی جھوٹ بولنے والے کو گنتی میں نہیں لانا .
اے بھائی ! تو کبھی کسی حالت میں جھوٹ نہ بول،
کیونکہ جھوٹ بولنے والا بے عزت ہوتا ہے اور کوئی اُس کا
اعتبار نہیں کرتا .

مڑھ بولنے سے جیسا بڑا کوئی کام نہیں ہے،
وہ بول ! مڑھ بولنے سے آدمی کا سرا میٹھی میں ملتا ہے۔

ہیوہر (ہکڑتالہ = پرہم ستر) کی دنیایا کے بارے میں
ہس سونہلے گونہد کی طرف نیگاہ ڈال،
جسکی ہتھ بیٹا کسی سونہ کے سیدی کئی ہے۔
ہس بونہ والے آہاسمان کے پردے کو دیکھو،
ہسکے ہونہر ہومہتیاں جلتی ہونہ دیکھو۔
دنیایا میں کوئی درہان ہے آہر کوئی ہادشاہ،
کوئی فریادی ہے آہر کوئی مہسول لہنے ہالہ۔
کوئی کورا ہے آہر کوئی دہرمند،
کوئی سفل مہنورہ ہے آہر کوئی لہاوار۔
کسی کے سیر پر تاج ہے آہر کوئی دوسرے کو ٹیکس
دہتا ہے،
کوئی سرہار ہے آہر کوئی سٹاکسار۔
کوئی ہوریک پر ہٹا ہے آہر کوئی تہت پر،
کوئی ڈاٹ ہدینے ہے آہر کوئی ریشمی کپڑے۔
کوئی مہہتاج ہے آہر کوئی مالہار،
کوئی ناموراد ہے آہر کوئی کامہاہ۔
کوئی ہن کی کورگی میں ہے کوئی راریہ کے دھل میں،
کسی کو ہیندگی ہاسیل ہے آہر کسی کو ہوت۔
کوئی تہنورہست ہے آہر کوئی کمہور،
کوئی ہڈا ہے آہر کوئی جوان۔
کوئی پورہ میں لگا ہے آہر کوئی ہاپ میں،
کوئی دوسرے کو دھما دہ رہا ہے آہر کوئی دوسرے کے ساہ
دہا کر رہا ہے۔
کوئی نیک کام کرتا ہے آہر ہیرہاسی (آسٹک) ہے،
آہر کوئی ہاپ اور ہدکاریں کے دہا میں دہا ہوا ہے۔
کوئی مہسار ہے اور کوئی ہدمزاج،
کوئی سہن شیل ہے اور کوئی لڑکا۔
کوئی آہنہ میں ہے اور کوئی دہم میں،
کوئی مہنت کر رہا ہے اور کوئی آہارام۔
کوئی مان ہڈا کی دنیایا میں ہڈا ہے،
کوئی موسیہتوں کے جال میں کد ہے۔
کوئی آہانند کے ہارہ میں ہٹا ہے،
کوئی رام، رنج آہر مہنہت میں ہڈا ہے۔
کسی کے پاس ہدہساہ ہن دہلہت ہے،
کسی کو ہاپنے ہال ہچوں کے لئے روتی کا غم ہے۔
کوئی ہول کی طرح خوشی سے کھل رہا ہے،
کسی کا دل غم سے مہچہا ہوا ہے۔
کسی نے آہور کی سہوا میں کم کس دہی ہے،
کسی نے ساری عمر ہاپ میں ختم کردی !
کوئی رات دن دہرم گرتہ ہاتھ میں لئے ہونہ ہے،
کوئی شراب کالے کے کولے میں مسٹ سہا ہوا ہے۔

جہوت ہولہ سے زیادہ ہرا کوئی کام نہیں ہے،
آہ ہٹا ! جہوت ہولہ سے کسی کا ہس متی میں ملتا ہے۔

ہشور (حق تہلی = ہرم ستر) کی دنیایا کے بارے میں

ہس سہلے گہد کی طرف نیگاہ ڈال،
جس کی چہت ہٹا کسی کدہ کے سہدی ہیلی ہونہ ہے۔
ہس گہولہ والے آہسان کے پردے کر دیکھو،
آہ کے آہر مہمہتیاں جلتی ہونہ دیکھو۔
دنیایا میں کوئی درہان ہے اور کوئی ہادشاہ،
کوئی قہادی ہے اور کوئی مہسول لہنے والا۔
کوئی خوشی ہے اور کوئی دہرمند،
کوئی سہل مہنورہ ہے اور کوئی لہچار۔
کسی کے سر پر تاج ہے اور کوئی دوسرے کو ٹیکس دہتا ہے،
کوئی سرہار ہے اور کوئی خاسار۔
کوئی ہوریک پر ہٹا ہے اور کوئی تہت پر،
کوئی ڈاٹ ہدینے ہے اور کوئی ریشمی کپڑے۔
کوئی مہہتاج ہے اور کوئی مالہار،
کوئی ناموراد ہے اور کوئی کامہاہ۔
کوئی دہن کی خوشی میں ہے اور کوئی غریبی کے دہم میں،
کسی کو ہیندگی حاصل ہے اور کسی کو ہوت۔
کوئی تہنورہست ہے اور کوئی کمزور،
کوئی ہڈا ہے اور کوئی جوان۔
کوئی پورہ میں لگا ہے اور کوئی ہاپ میں،
کوئی دوسرے کو دہا دہ رہا ہے اور کوئی دوسرے کے ساہ
دہا کر رہا ہے۔
کوئی نیک کام کرتا ہے اور وشواسی (آسٹک) ہے،
اور کوئی ہاپ اور ہدکاریں کے دہا میں دہا ہوا ہے۔
کوئی مہسار ہے اور کوئی ہدمزاج،
کوئی سہن شیل ہے اور کوئی لڑکا۔
کوئی آہنہ میں ہے اور کوئی دہم میں،
کوئی مہنت کر رہا ہے اور کوئی آرام۔
کوئی مان ہڈا کی دنیایا میں ہڈا ہے،
کوئی موسیہتوں کے جال میں قید ہے۔
کوئی آہنہ کے ہارہ میں ہٹا ہے،
کوئی غم، رنج اور مصیہت میں ہڈا ہے۔
کسی کے پاس ہدہساہ دہن دولت ہے،
کسی کو ہاپنے ہال ہچوں کے لئے روتی کا غم ہے۔
کوئی ہول کی طرح خوشی سے کھل رہا ہے،
کسی کا دل غم سے مہچہا ہوا ہے۔
کسی نے آہور کی سہوا میں کم کس دہی ہے،
کسی نے ساری عمر ہاپ میں ختم کردی !
کوئی رات دن دہرم گرتہ ہاتھ میں لئے ہونہ ہے،
کوئی شراب کالے کے کولے میں مسٹ سہا ہوا ہے۔

کوئی شاعر (اوپر کی ریت ریتا) کے دروازے پر کیل
کی طرح گدا ہوا ہے،
کوئی خوشامیٹ، میدان اور ہوشیار ہے،
کوئی بدقسمت، اچھائی اور شرمندہ ہے۔
کوئی بھادور، فورتیلا اور پھلوان ہے،
کوئی بزدل، سست اور قریب ہے۔
کوئی منشی، ایماندار اور دل والا ہے،
کوئی نام کا منشی اور دل کا چور ہے۔

دنیا کے لوگوں سے آگاہی رکھنے کے سلیلاک

اس کے بارے میں جاننے کے اوپر مہرہا مت کر،
کی ن جانے کب اچانک موت آ کر۔
اپنی بھیمار کوی کے اوپر مہرہا مت کر،
کی شادی اس کی مہرہا تیرے کسی کام ن آ سکتے۔
موت اور موت کے اوپر لڑاکر کے اوپر مہرہا مت کر،
کیونکہ تم سے پہلے تیری طرح کے بہت سے ہوئے اور تیرے
تیرے بارے میں ہوئے۔

تو کسی کے ساتھ بڑائی ن کر نہیں تو تو اپنے نیک دوست
سے بھی بڑائی پاویگا،

تو بیک سے کبھی اچھا پل پیدا نہیں ہو سکتا۔
بہت سے بادشاہ اور بڑے بڑے سلطان،
بہت سے پھلوان ملکوں کو جیتنے والے،
بڑے بڑے بلبان سناہوں کو تھس تھس کر دینے والے،
بہت سے شہر مرد تلوار کے دھنی،
بڑے بڑے خوبصورت لوگ شمشاد (ایک درخت) کے سے
قد والے،
بہت سے نازنین سواج کے سے مکھڑے والے،
بہت سے نوجوان چاند کے سے منہ والے،
بہت سی نو بدھو سچی ہوئی،
بہت سے پشوری اور بہت سے کامیاب لوگ،
بہت سے سرو (درخت) کے سے قد والے اور بہت سے
پھلوں کے سے گلاب والے،

جب انہوں نے اپنی عمر کے کھڑے کو پھاڑا،
اور مٹی کے گریبان میں اپنا منہ چھپایا،
تو ان کی عمر کا کھلیان اس طرح ہوا میں آڑا،
کہ پھر کسی نے ان کا نشان تک نہ بتایا۔
تو اس موت کے پڑاؤ سے اپنا دل نہ لگا،
اس پڑاؤ میں تجھے ایک بھی دل خوش نہ دکھائی دیا،
اس لہجہ میں ہوا کے محل سے تو دل نہ لگا،
نہ اس کے آسمان سے بے ہستی ہے۔
مے بیٹا ! اس دنیا میں کوئی چیز تیرے والی نہیں ہے،
تو اس میں غفلت کے ساتھ اپنی عمر کو مٹ گداڑ۔
ملک اور بادشاہت کے اوپر مہرہا مت کر،
کیونکہ جب بھی اچانک حکم آجائیگا تجھے جان دینی
ہوگی۔

اس نے تیرے والی دنیا کے اوپر دل مت لگا،
”معدی“ کی اسی ایک بات کو یاد رکھ۔

کوئی شاعر (اوپر کی ریت ریتا) کے دروازے پر کیل
کی طرح گدا ہوا ہے،

کوئی خوش قسمت، میدان اور ہوشیار ہے۔
کوئی بدقسمت، اچھائی اور شرمندہ ہے۔
کوئی بھادور، پھرتیلا اور پھلوان ہے،
کوئی بزدل، سست اور قریب ہے۔
کوئی منشی، ایماندار اور دل والا ہے،
کوئی نام کا منشی اور دل کا چور ہے۔
دنیا کے لوگوں سے آگاہی رکھنے کے سلیلاک

اس کے بعد تو زمانے کے اوپر مہرہا مت کر،
کہ نہ جانے کب اچانک موت آگھرے۔
اپنی بے شمار فوج کے اوپر مہرہا مت کر،
کہ شاید اسی مہرہا تیرے کسی کام نہ آسکے۔
ملک اور رتبہ اور لشکر کے اوپر مہرہا مت کر،
کیونکہ تجھ سے پہلے تیری طرح کے بہت سے ہوئے اور تیرے
بعد بھی ہوئے۔

تو کسی کے ساتھ بڑائی نہ کر نہیں تو تو اپنے نیک دوست
سے بھی بڑائی پاویگا،

تو بیک سے کبھی اچھا پل پیدا نہیں ہو سکتا۔
بہت سے بادشاہ اور بڑے بڑے سلطان،
بہت سے پھلوان ملکوں کو جیتنے والے،
بڑے بڑے بلبان سناہوں کو تھس تھس کر دینے والے،
بہت سے شہر مرد تلوار کے دھنی،
بڑے بڑے خوبصورت لوگ شمشاد (ایک درخت) کے سے
قد والے،
بہت سے نازنین سواج کے سے مکھڑے والے،
بہت سے نوجوان چاند کے سے منہ والے،
بہت سی نو بدھو سچی ہوئی،
بہت سے پشوری اور بہت سے کامیاب لوگ،
بہت سے سرو (درخت) کے سے قد والے اور بہت سے
پھلوں کے سے گلاب والے،

جب انہوں نے اپنی عمر کے کھڑے کو پھاڑا،
اور مٹی کے گریبان میں اپنا منہ چھپایا،
تو ان کی عمر کا کھلیان اس طرح ہوا میں آڑا،
کہ پھر کسی نے ان کا نشان تک نہ بتایا۔
تو اس موت کے پڑاؤ سے اپنا دل نہ لگا،
اس پڑاؤ میں تجھے ایک بھی دل خوش نہ دکھائی دیا،
اس لہجہ میں ہوا کے محل سے تو دل نہ لگا،
نہ اس کے آسمان سے بے ہستی ہے۔
مے بیٹا ! اس دنیا میں کوئی چیز تیرے والی نہیں ہے،
تو اس میں غفلت کے ساتھ اپنی عمر کو مٹ گداڑ۔
ملک اور بادشاہت کے اوپر مہرہا مت کر،
کیونکہ جب بھی اچانک حکم آجائیگا تجھے جان دینی
ہوگی۔

اس نے تیرے والی دنیا کے اوپر دل مت لگا،
”معدی“ کی اسی ایک بات کو یاد رکھ۔

پروکسیر تاجاسیہ

پروکسیر تاجاسیہ

ایک بار جب یوگھوں نے گرونانک سے کچھ چمکار کر کے دکھائے تو کہا تو کرو جی نے جواب دیا کہ مہڑا چمکار تو یہ مہڑے آپدیش اور یہ مہڑی سنگت ہے ۔ * جہاں جہاں گرونانک جاتے تھے وہ اپنے پیچھے اپنے ششیوں کی ایک سنگت چھوڑ آتے تھے جو گرو دیوارا بنا کر گرو کے بھجن گایا کرتے تھے اور نام کا جب کیا کرتے تھے ۔ تھوڑے ہی سمے میں سارے ملک میں سکھ گرو دیواروں کا ایک جال سا بچھ گیا ۔ جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ) ، گجرات (آسام) ، صورت (گجرات) ، ٹٹک (اڑیسہ) ، بہار ، جھڑ ، ٹٹک (کمپا) میں گرونانک کے مشن کے کیلندر کھل گئے ۔ کھائندو ، ایران کی کھڑی ، کابل ، جلال آباد اور دوسری دور دور کی جگہوں میں گرو نانک کے آپدیشوں کا پرچار کرنے والی سنگتیں قائم ہو گئیں ۔ صورت میں نانک بازار اور کمپا میں نانک مٹہ کیلندر اب تک جیوں کے تھیں قائم ہیں ۔ حالانکہ یہ دوسری بات ہے کہ ان مٹہوں کے زیادہ تر لوگ سکھ گرو تھیں اور سکھ وچار دھارا سے پوری طرح واقف نہیں تھے ۔ گرو تیغ بہادر بٹنہ کے دیوان ماضی سکھ کے استہابت کیٹے ہوئے سکھ کیلندروں کے اوشیش کولہو ، رامیشوم ، مدراس ، سکھ ، کھلی بن ، عادل آباد (حیدر آباد ، دکن) ، مرزاپور ، چنگاؤں ، دھوبی (آسام) آدمی جگہوں میں آپ بھی بانی ہیں ۔ گرو گرنم صاحب کی بہت پرانی پڑتیاں اور دودھ سنگتوں کے نام گرو تیغ بہادر اور گرو گروند سنگھ کے دستخطی پتر اب بھی ان کیلندروں میں سرکشت ہیں ۔ پانچویں سکھ گرو کے سمنے کے ایک سکھ پرچارک بھائی گرو داس کے گیارھویں بھجن میں ہمیں ان پر سکھ سکھوں کی سوچی ملتی ہے جو اس سمنے کابل ، کشمیر ، سرھند ، تھانیپور ، دلی ، فتحپور ، سیکری ، آگرہ ، اوجین ، برہانپور ، گجرات ، سوہند ، لکھنؤ ، پرباک راج ، جونیور ، بٹنہ ، راج محل ، تھاکہ آدمی جگہوں میں رہتے تھے ، گرو گروند سنگھ کی دھرم پتنی ماتا صاحب کر کے ایک دستخطی پتر میں ، جو اب بھی بنارس کے سکھ گرو دیوارے میں سرکشت ہے ، بنارس کے شہر کو 'گرو کا درگ' کہا گیا ہے ۔ سن 1675 کی لکھی ہوئی گرنم صاحب کی ایک ہست لکھت پرتی میں ایک سکھ کی دشمن

ایک بار جب یوگھوں نے گرونانک سے کچھ چمکار کر کے دکھائے تو کہا تو کرو جی نے جواب دیا کہ مہڑا چمکار تو یہ مہڑے آپدیش اور یہ مہڑی سنگت ہے ۔ * جہاں جہاں گرونانک جاتے تھے وہ اپنے پیچھے اپنے ششیوں کی ایک سنگت چھوڑ آتے تھے جو گرو دیوارا بنا کر گرو کے بھجن گایا کرتے تھے اور نام کا جب کیا کرتے تھے ۔ تھوڑے ہی سمے میں سارے ملک میں سکھ گرو دیواروں کا ایک جال سا بچھ گیا ۔ جوناگڑھ (کاٹھیاواڑ) ، گجرات (آسام) ، صورت (گجرات) ، ٹٹک (اڑیسہ) ، بہار ، جھڑ ، ٹٹک (کمپا) میں گرونانک کے مشن کے کیلندر کھل گئے ۔ کھائندو ، ایران کی کھڑی ، کابل ، جلال آباد اور دوسری دور دور کی جگہوں میں گرو نانک کے آپدیشوں کا پرچار کرنے والی سنگتیں قائم ہو گئیں ۔ صورت میں نانک بازار اور کمپا میں نانک مٹہ کیلندر اب تک جیوں کے تھیں قائم ہیں ۔ حالانکہ یہ دوسری بات ہے کہ ان مٹہوں کے زیادہ تر لوگ سکھ گرو تھیں اور سکھ وچار دھارا سے پوری طرح واقف نہیں تھے ۔ گرو تیغ بہادر بٹنہ کے دیوان ماضی سکھ کے استہابت کیٹے ہوئے سکھ کیلندروں کے اوشیش کولہو ، رامیشوم ، مدراس ، سکھ ، کھلی بن ، عادل آباد (حیدر آباد ، دکن) ، مرزاپور ، چنگاؤں ، دھوبی (آسام) آدمی جگہوں میں آپ بھی بانی ہیں ۔ گرو گرنم صاحب کی بہت پرانی پڑتیاں اور دودھ سنگتوں کے نام گرو تیغ بہادر اور گرو گروند سنگھ کے دستخطی پتر اب بھی ان کیلندروں میں سرکشت ہیں ۔ پانچویں سکھ گرو کے سمنے کے ایک سکھ پرچارک بھائی گرو داس کے گیارھویں بھجن میں ہمیں ان پر سکھ سکھوں کی سوچی ملتی ہے جو اس سمنے کابل ، کشمیر ، سرھند ، تھانیپور ، دلی ، فتحپور ، سیکری ، آگرہ ، اوجین ، برہانپور ، گجرات ، سوہند ، لکھنؤ ، پرباک راج ، جونیور ، بٹنہ ، راج محل ، تھاکہ آدمی جگہوں میں رہتے تھے ، گرو گروند سنگھ کی دھرم پتنی ماتا صاحب کر کے ایک دستخطی پتر میں ، جو اب بھی بنارس کے سکھ گرو دیوارے میں سرکشت ہے ، بنارس کے شہر کو 'گرو کا درگ' کہا گیا ہے ۔ سن 1675 کی لکھی ہوئی گرنم صاحب کی ایک ہست لکھت پرتی میں ایک سکھ کی دشمن

—گرو داس کا مজন-سمہ، 1-42.

گرو داس کا 'بھجن سنگھ' 1-42

باجا کا بھائی ہے، جسکا نام ہے 'ہریشچند' یا 'ہریش'۔
اس سے دیکھن ہزارت اور لنگا میں جہاں جہاں پہلی ہوئی سک سنگھوں
کا پتہ چلتا ہے۔

ہر سکت گرو کے ہزارا مقرر ایک نیتا کے ادھین ہوئی
تھی۔ سی 1588 میں بھائی سہوا داس دھارا لکھی ہوئی گرونانک
کی ایک جہونی سے پتہ چلتا ہے کہ ان نیتاؤں کو 'منجی' کہا
جاتا تھا چونکہ یہ لوگ منجی (چاریائی) پر ہتھ کر آپدیش
دیا کرتے تھے۔ بھائی لو اتر میں اور شیخ سجاد دکن پشچیم
پنجاب میں گرو کے آپدیشوں کا پرچار کرتے تھے۔ انیہ پرچاروں میں
گوپال داس ہمارس میں، جھنڈا بازی ہوشاٹر میں، ہردھن شاہ
کھرتھور میں، ماہی مہسور میں، کلجک جگناتھ پوری میں،
دیولت لوشانی (تبت) میں، سانس رائے پتھ اور بہار میں،
راجہ شونام سنگھ میں اور انیک انگذت کارہ کرتا مندرستان
میں اور ہندستان کے باہر، جہاں جہاں گرو نانک گئے تھے،
پرچار کارہ میں لگے ہوئے تھے۔ چونکہ سب پرچار اور ان کے
دولرا دیکشت سک ہزار گرو کے درشنوں کو آیا کرتے تھے اس
لئے ان سنگھوں کا سہارا کیندر کے ساتھ ہزار قائم رہا۔

گرو نانک کے بعد پرچار کارہ کو ادھک سنگھت روپ دینے
کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب
میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اس کے کارن گرو کو نرنتر
پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے
سنگھوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اٹلی
کرتا رہا، کنتو گرو ارجن کے سہو وہ ایک شکتی شالی سنگھ
بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کارہ کو ادھک سنگھت روپ دینے
کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب
میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اس کے کارن گرو کو نرنتر
پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے
سنگھوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اٹلی
کرتا رہا، کنتو گرو ارجن کے سہو وہ ایک شکتی شالی سنگھ
بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے بعد پرچار کارہ کو ادھک سنگھت روپ دینے
کے لئے 22 'منجی' اور 52 'پیرا' مقرر کئے گئے۔ کنتو پنجاب
میں جو پرستہتی پیدا ہو گئی تھی اس کے کارن گرو کو نرنتر
پنجاب ہی میں رہنا پڑتا تھا۔ شروع شروع میں 'سکھوں کے
سنگھوں کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں گیا اور وہ برابر اٹلی
کرتا رہا، کنتو گرو ارجن کے سہو وہ ایک شکتی شالی سنگھ
بن گیا۔ ہر ضاح ایک 'مسند' کے ماتحت ہوتا تھا

گرو نانک کے باوجود پرچار کارے کو अधिक संगठित
رूप देने के लिए 22 'मंजी' और 52 'पिरा' मुकर्रर किये
गये. किन्तु पञ्जाब में जो परिस्थिति पैदा हो गई थी उसके
कारण गुरु को पञ्जाब ही में रहना पड़ता था. शुरू शुरू
में सिखों के संगठन की तरफ किसी का ध्यान ही नहीं
गया और वह बराबर उभरति करता रहा, किन्तु गुं
अर्जुन के समय वह एक शक्तिशाली संगठन बन गया
हर जिला एक 'मसन्द' ‡ के मातहत होता था

—उस जमाने में सिख यह प्रार्थना किया करते थे—“हर शहर में सैकड़ों और हज़ारों सिख हों और हर मुल्क में
लाखों सिख हों और दुनिया में गुरु के सिख करोड़ों बल्कि अनगिन हो जायें और हर एक जगह एक सिख गुरुद्वारा
सुरोभित हो.”—भाई गुरुदास का ‘भजन संग्रह’ 13-19 और 23-2.

खफ़ी खां सिखां के बारे में लिखता है—“उनके गुरु लाहौर के निकट फ़कीरों की तरह रहते थे. शुरू से ही
सिखों ने सन्तों की देख रेख में हर क्रसबे और शहर में अपनी सङ्गते और गुरुद्वारे बना लिये थे.”

—اس زمانے میں سکھ یہ پرارتھنا کیا کرتے تھے—“ہر شہر میں سیکڑوں اور ہزاروں سکھ ہوں اور ہر ملک میں لاکھوں سکھ
ہوں اور دنیا میں گرو کے سکھ کروڑوں بلکہ انکے ہو جائیں اور ہر جگہ ایک سکھ گرودارا سوشوہیت ہو.”—بھائی گرو داس
کا ‘بھجن سنگرہ’ 13-19 اور 23-2.

خفی خاں سکھوں کے بارے میں لکھتا ہے—“ان کے گرو لغور کے نکت فقیروں کی طرح رہتے تھے۔ شروع سے ہی سکھوں نے
سنگھوں کی دیکھ دیکھ میں ہر قصہ اور شہر میں اپنی سنگتیں اور گرودارے بنا لئے تھے.”

‡—‘دھستان مزاہب’ سے پتا چلتا ہے کہ یہ ‘مسند’، جیسا کہ کہا جاتا ہے، ٹیکس بگاڑنے والے نہیں
تھے بल्कि धर्म प्राचारक थे. سال में वह जाँ भेंट गुरु को लाकर चढ़ाते थे वह सिख चेलों की अपनी मरची से दी हुई
भेंट होती थी, असल में यह गलतफہمی. इसलियے हुई कि ‘भेंट’ को ‘बाज’ (ٹیکس) समझ लिया गया, हालांकि
उपरोक्त पुस्तक के लेखक ने ‘भेंट’ के लिये ‘नजर’ शब्द इस्तेمال किया है.

‘دہستان مزاہب’ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ‘مسند’ جیسا کہ کہا جاتا ہے ٹیکس اٹھانے والے نہیں تھے بلکہ دھرم پرچارک تھے۔ سال
میں وہ جو بھینٹ گرو کو لاکر چڑھاتے تھے وہ سکھ چیلوں کی اپنی مرضی سے دی ہوئی بھینٹ ہوتی تھی۔ اصل میں یہ غلط فہمی اس
لئے ہوئی کہ ‘بھینٹ’ کو ‘باج’ (ٹیکس) سمجھ لیا گیا، حالانکہ اپوروکت پستک کے لیکھنے بھینٹ کے لئے ‘نظر’ شبد استعمال کیا ہے۔

میں اس کا کام اپنے ضلع میں دھرم پرچار کرنا ہوتا تھا اور وہ گرو کی اور ضلع کے سکھ سنگتوں کے لئے دستور ہوتا تھا۔ سال میں ایک تہہ وپشاہی کے دن وہ ضلع کے سکھوں کے ساتھ گرو کی سیوا میں آہلار لیکر حاضر ہوتا تھا اور اپنے پرچار کا پھرا دیتا تھا۔ سورن مندر اور گرو گرنتم صاحب کی پرستش کے کارن اسرترس ہوں کا کیندر بن گیا۔ گرو کے دیکتو کو کیندر بنا کر سارا سنگتوں کو کرا کیا گیا۔ حالانکہ ایک کے بعد ایک کئی گرو گدی بیٹھے کتو وہ سب ایک ہی گرو ناتک کے انترروپ سمجھے۔

دھیرے دھیرے گرو کے چاروں طرف اکتھا ہونے والی لذلی کو پورتو کی درشتی سے دیکھا جانے لگا۔ پھر دھیرے دھیرے تمام ادھیاتک ادھیکار انہیں دے دیئے گئے۔ یہ گرو بوند سنگم کے بعد ہوا جب سکھوں کا پنتھ کے روپ میں سنگتیں روح ہوا اور پنتھ نے گرو کی سیوا اپنے ہاتھوں میں لے لی۔ اسے اس کا آپہاس پہلے سے ہی ملتا ہے۔ بھائی گرو داس نے یک بار کہا تھا—”ایک ششیہ ایک اکتھا سکھ ہے“ دو سکھ پوتر مذلی بن جاتے ہیں، لیکن جہاں پانچ سکھ ہوتے ہیں وہاں عود پر مشہور ہوتا ہے۔“ گرو رام داس نے اپنے بہت سے وچنوں میں اپنے سکھوں کے لئے بڑا ادر دیا ہے۔ انہوں نے اعلان کیا—”جو سکھ گرو کے شبدوں پر چلتا ہے وہ گرو کے ساتھ ایکاکار و جاتا ہے۔“ گرو ارجن ہمیشہ سنگتوں میں شامل ہونے کے ادھیاتک فائدے کی بات دہرایا کرتے تھے۔ لوگ بھی ان سنگتوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں جایا کرتے تھے۔ ان میں وٹس بھاونانہں ہوتی تھیں۔ کچھ تو بھکتی بھاؤ سے وہاں جاتے تھے اور کچھ عرفی درخواست لیکر۔ اُس زمانے کا یہ ایک عام راج تھا کہ جو لوگ ایشوری دیا چاہتے تھے وہ سنگت کے سامنے اپنی مراد رکھتے تھے اور ساری سنگت اُن کی مراد کے ورا ہونے کی پراپتیا کرتی تھی۔ †

گرو گوویند سنگم پنتھ کا ادھیکار دینے سے پہلے ہی سکھوں کا بڑا ادر کرتے تھے۔ وہ ان شبدوں میں اُن کا ذکر کرتے تھے—”انہیں کے دوارا مجھے اپنے انوبھو ہوئے۔ انہیں کی مدد سے میں نے دشمنوں کو دہایا۔ انہیں کی مہوبانی سے مجھے رتبہ ورنہ مہری طرح کے لاکھوں آدمی میں جنہیں کوئی نہیں وچھتا۔“ حالانکہ گرو گوویند سنگم چلتا کے نیٹا تھے پر وہ اپنے کو ہنتا کا سہوک سمجھتے تھے۔ وہ کہتے تھے—”اُن کی سیوا کر کے مہرے دل کو خوشی ہوتی ہے۔ مہری اُن کو اس سے زیادہ کوئی سیوا

* Supra pp 26-27.

‡ Asa chhant IV

† Dabistan-i-Madhahib.

نہیں آتی۔ میری تمام دولتیں یہاں تک کہ میری آلتا اور میری وہ سب انکی سوا کے لیے ہاخیر ہے۔“

گुरु کے تمام اذکاروں کے ساتھ خالسا سامنے آئے۔ گुरु نے سیکھوں کو اجازت دی کہ وہ اپنے بچے سے سادھن پر بندہ کے لئے پانچ پرتھوی چلیں۔ چلاؤ کے وقت انہوں نے خود موجود رہا کا وچن دیا۔ سکھوں کا یہ سارا جملہ 'سرپس خاصہ' کہلاتا تھا۔ اسی کے نام پر پرتھوائیں کی جاتی تھیں اور ساروجنک فوٹے کٹے جاتے تھے۔ پنٹھ کے ہت کے تمام سواروں پر سالانہ جاسوں میں 'اکال تخت' میں غور کیا جاتا تھا۔ ہر سکھ اس جلسے میں بھاگ لے سکتا تھا۔ مقامی سوال مقامی جلسوں میں، جنہیں سنکت کہا جاتا تھا، ہر جگہ طے کئے جاتے تھے۔ لوگوں کے دراجوں پر انہیں سنکتوں میں وچار کیا جاتا تھا۔ چاہے کوئی کتنا ہی اچھ پد والا آدمی کیوں نہ ہو اسے ان سنکتوں کی حکومت ماننی پڑتی تھی۔ ایک مرتبہ اپنے انویٹوں کی پرکشا لینے کے لئے گورو گوند سنگھ نے ایک سنکت کی سادھی کے سامنے آکر پرتھ کر کے لئے اپنا تیر چھکا دیا۔ اس پر سنکت میں گورو گوند سنگھ کی طلبی ہوئی اور گورو جی پر 125 روپیہ جرمانہ ہوا۔ یہی کوئی سکھ کچھ دراجوں کرے تو اس سے یہ آمین کی جاتی تھی کہ وہ نوڈیک کی کسی سنکت میں جا کر جوتے رکھنے کی جگہ کھڑا ہو کر دونوں ہاتھ جوڑ کر سنکت سے اپنے ابراہ کو سونکار کرے۔ سنکت پانچ چٹے ہوئے آدمیوں کے سامنے اس کا معاملہ رکھتی تھی اور پانچ لوگ آپس میں صلاح کر کے اپنا فیصلہ سنکت کے سامنے رکھتے تھے۔ سنکت 'ست شری اکال' کے نعرے کے ساتھ پنچوں کے فیصلے پر اپنی مہر لگا دیتی تھی۔ جو کچھ سزا ملتی تھی ابراہی اسے خوشی خوشی سونکار کرتا تھا اور ابھیمان کے ساتھ اسے 'انعام و اکرام' کہتا تھا۔ سزا سے اس کے من میں کوئی کڑواہٹ نہ ہوتی تھی کیونکہ سزا سست سنکت کی ہی ہوتی ہوتی تھی جس میں کوئی دشمن نہیں بلکہ 'پانچ پیارے' پنچ ہوتے تھے۔

سیکھوں کے اس مکمل سنکتوں نے ہی مہل سلطنت کو ان کے خلاف کر دیا اور ان کے اسی سنکتوں نے انہیں سن 1716 اور 1768 عیسوی کے بیچ، ان پر جو انیچار ہوئے، ان سے انہیں بچایا۔ جب ان کے سر پر قیامتیں رکھدی گئیں تھیں اور لہجہ کیوں رکھنا جرم قرار دیا گیا تھا۔ جب شہروں میں آنا غیر قانونی قرار دیا گیا تھا اور جب انہیں جتھے بنا کر آتری پنجاب کے جنگلوں یا راجپوتانے کے ریگستان میں گھومنے کے لئے مجبور ہونا پڑا تھا اس سے کی سکھوں کی پرتھنا تھی۔

—A Sketch of the Sikhs by Malcolm.

“خالدیہ کے انویسٹمنٹ کی جگہ بھی وہ ہیں، ہرگز رخصت کرے۔”

سینکڑوں کے گھنٹاتیفریک سنگینوں ‘مسل’ نے ان میں ایک سنگین شاسن کا طریقہ پیدا کر دیا تھا۔ ہر سنگین سولنٹر تھا اور ‘خالصہ’ کا سلسلہ تھا لیکن ان کی حیثیتیں الگ الگ تھیں اور ان کی قابلیت میں بھی فرق تھا۔ اس لئے یہ سمجھ کر کہ ان میں سے ہر ایک دیکھتی تھیں نہیں بن سکتا انہوں نے خوشی خوشی ایک سنگین ہڈا کر لیا اور نہلاؤں کو چن کر ان کے ٹیٹروں میں چلنا سونپا کر دیا۔ جس طرح ان کی تمام سادھاریں کارروائیاں ‘گرومٹ’ سے طے ہوتی تھیں اسی طرح ان کے راجنیتک فیصلے بھی سردار اور مسل اکال تخت کے سامنے لائے ہوئے تھے۔

سورن مندر کے چاروں طرف ٹھہرنے کی جگہیں، جنہیں ‘پتنگہ’ کہا جاتا تھا، بنی ہوئی تھیں۔ انہیں میں سردار اور مسل آکر ٹھہرتے تھے۔ جلسے کے وقت وہ اکال تخت کے سامنے کھلے میدان میں لکھتا ہوتے تھے۔ انویسٹمنٹ اپنے ٹیٹروں کے پیچھے بیٹھتے تھے اور ٹیٹا ہی ان کی آواز سے بولتا تھا۔ جب بھی کسی کو کوئی نئی بات سوجھتی تھی وہ اپنے سردار سے جانکر کہتا تھا اور کھول سردار ہی ان کی طرف سے بولتا تھا۔ اس طرح سے کل بلوہ سردار ہی اس سبھا میں بولنے والے ہوتے تھے۔

پرسٹاؤں پر نہ تو دیکھتی گت مت لئے جاتے تھے اور نہ وہ بھومت سے پاس ہوتے تھے۔ وہ سب ایک رائے سے پاس ہوتے تھے۔ نہ تو کبھی کوئی سردار اونگا لاکر کارروائی روکتا تھا اور نہ کبھی کوئی روکاوٹ ہی پیدا ہوتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ فیصلے تعداد کے مردہ ہوجہ سے نہیں کئے جاتے تھے بلکہ مانے ہوئے ٹیٹروں کی سلسلے رائے سے کئے جاتے تھے کہ جن کے سامنے سداپتنگ کے جھوٹے مرن کا پرھن رہتا تھا۔ پتنگ کا ‘گرومٹ’ کوئی روزمرہ کی چیز نہ تھی۔ وہ نہیں لیا جاتا تھا جب کسی باہری حملے کا خطرہ ہو یا پتنگ کی دھارمک پورٹا کسی بھڑی طاقت سے خطرے میں ہو۔ خالصہ کے دھان میں ایک بات اور ایسی تھی کہ جس سے کبھی زچ پیدا نہ ہونے پاتی تھی۔ کوئی پرسٹاؤ خالصہ کی سبھا میں اس وقت تک نہیں لایا جاسکتا تھا جب تک آپستوت ٹیٹا اس بات کی پرتکھا نہیں کرتے تھے کہ گرو کی شرن میں وہ سب ایک ہیں۔ یہی ان میں سے کسی کے پرانے آپسی جھگڑے ہوتے تھے تو وہ الگ ہٹ کر پہلے ان جھگڑوں کو سلجھاتے تھے اور جب وہ آکر کہتے تھے کہ اب ہمارے کوئی آپسی جھگڑے نہیں رہے اور ہم نے صلح کر لی اور اب ہم سب نشہکش ہو کر ‘گرومٹ’ میں بھاگ لے سکتے ہیں تب اکال تخت کا سپہیتی اعلان کرتا تھا کہ گرو کی راہ میں خالصہ پھر سے ایک ہیں اور اب ان کے سامنے ‘گرومٹ’ رکھا جاتا تھا۔ اس کے بعد پرسٹاؤ کے شبد پڑھ جاتے تھے اور اس پر بحث ہوتی تھی۔

پنھ کے اس طرح کے अधिकार کی تین جگہوں ہندوستان میں اور تھیں۔ ایک آندھپور، کیشورگڑھ میں جہاں سب سے پہلے گرو گووند سنگھ نے پیرومی پنجاب کے لئے خالصہ کو تہیادھیکار دیا تھا۔ دوسری پیرومی بھارت کے لئے بلکہ میں جو گرو گووند سنگھ کا جنم استھان بھی تھا۔ تیسری دکن میں ناندر (حیدرآباد دکن) میں جہاں گرو گووند سنگھ کی مرتد ہوئی تھی۔ ان تینوں جگہوں کے تحت دھارمک ادھیکاروں کے کیلئے تھے۔ روزوں کے اچھٹ روپ کو نشیبت کرنے کی اپیل یہاں کی جاسکتی تھی۔ اگل تحت کو راجنیتک اور دھارمک دونوں طرح کے ادھیکار حاصل تھے۔ وہ پنھ کے نیلترن کا سب سے بڑا کھنڈر تھا۔ اگل تحت کے سامنے ہی ودیشی شکھوں سے صلحنامہ طے کئے جاتے تھے۔ یہ استھانی سن 1809 عیسوی تک رہی جب آخری گروست لیا گیا۔ اس کے بعد مہاراجہ رنجیت سنگھ نے راجنیتک فیصلوں کے لئے گروست کی پرتھا ہی اٹھا دی اور سکھوں اور غر سکھوں دونوں کی صلح سے کام کرنا شروع کیا۔

ایک پرانے سکھ رواج کو اس طرح ختم کرنے کے لئے سکھ لیکھک مہاراج کو اکثر دیکھ دیتے ہیں۔ کنتو بدی ہم ٹھیک طرح سے سکھ دھرم کے آدرشوں کا ادھین کریں تو ہمیں بک چلیگا کہ راجنیتک چھتر میں اس گروست کی پرتھا کا انت کرنا سکھ آدرشوں کے مطابق ہی ہوا۔ سکھوں کا لنگر صرف سکھوں کے لئے نہیں ہوتا۔ وہاں ہر جاتی اور ہر قوم کے لوگ آکر بھرچن کر سکتے ہیں۔ امترس میں گروگ کے بازار میں چوتھے اور پانچویں گروں کے سم سے ہندو مسلمان سکھ سبکو تجارت کی اجازت مل گئی تھی۔ گرو ہر گووند نے انھک شہر آباد کئے اور اپنے خرچ سے مندر اور مسجد بنوائیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ انھیں گروں کے چرن چنوں پر چل رہے تھے جب انھوں نے کھول سکھ ادھیتی کی حیثیت سے شاسن کرنے کے بجائے ہندو مسلمان اور سکھ سبھی کے مہاراج کی حیثیت سے شاسن کی ہاگتور ہاتھ میں لی۔ ایک زمانہ تھا جب مسلمان اپنے کو ودیشی سمجھتے تھے۔ ان دنوں سکھوں میں ہی سچی راشترپہ جاگرتی تھی اور وہ اعلان کرتے تھے—”راج کریگا خالصہ۔“ جب رنجیت سنگھ تحت پر بیٹھے تو وہ چاہتے تھے کہ ہندو اور مسلمان اپنے کو اسی طرح دیکھ بھٹ سمجھیں جس طرح سکھ سمجھتے تھے اور اس درشتی سے راجکاج میں انھوں نے انکی صلح اٹلی ہی ضروری سمجھی جتنی سکھوں کی۔ اس لئے رنجیت سنگھ نے جہاں تک راجنیتک شاسن کا سبندہ تھا، اگل تحت کی حکومت اٹھا دی اور اپنے مندریوں سے انھیں میں سبھی سمجھدایاں کے لوگ تھے، راجکاج کے بارے میں صلح لینے لگے۔ اس طرح کی شدہ دنیوی یوجنا میں گروست کی جگہ نہ تھی۔ بدی سکھوں کے سکھ سے دھارمک حکمرانوں کے ذریعہ رنجیت سنگھ حکومت کرنے کی کوشش

کرتے تھے۔ ان کے لیے ہندو اور مسلمانوں کی بکافاری اور
شعبہ بندی پر عمل نہ رہ پاتی۔

रणجیت سنگھ نے سیکھ 'میسلس' کے پلوں کو بھی لوہ
دیا۔ میسل سیکھ شکتی کے بোধک تھے۔ ان کے नेता سدا
سیکھ ہوتے تھے اور ان کے فیصلے ہمیشہ گرومات سے ہوتے تھے۔
یہ پٹھا اس وقت تک جاری تھا جب تک ہندو دے دیے گئے
تھے اور مسلمانانہ ویدہی تھے۔ اب جبکہ ہندو اور مسلمانوں کو
ادھیکار نہ دیا گیا اور وہ پنجاب راشٹر کے سامنے ایک ہی گتہ تو
ن کے اور ایک سامہرد ایک سنگھ کا شلن بے مروت تھا۔ اس
ن جبکہ پدی ایک ایسی سرکار کا شلن گردیا گیا جو سب
ن سرکار تھی تو اچت ہی ہوا۔ مسلوں کے دوارا سکھوں کے
ہترین گتوں کا وکس ہوا اور اس زمانے میں سکھ سنگھوں کی
خوبیاں اس کے ذریعہ روشنی میں آئیں۔ پر رنجیت سنگھ کے سہ
لنی پرائی خوبیاں نشست ہو گئی تھیں اور خود غرضی اور
ہریلو جھگڑوں نے ان کے گتوں کو بالکل مذاق بنا
یا تھا۔

[2]

سیاسی 'گرومات' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک
'گرومات' جاری رہے، لہٰذا ان کے لیے سار्वजनिक جوش
رہ نہیں گیا تھا۔ اس لیے وہ اپنی دھرماندھوں یا گروماتوں کے
تیر جیمہوار مہنتوں کے ہاتھوں میں چلے گئے تھے۔ انہوں نے
بیلکھل پتیت بنا دیا۔

سیکھوں کا پربار کارہ اور پنٹھ کی تاکت جمنہری
ماہنا کے نٹھ ہو جانے سے بیلکھل دھ گیا۔ سیکھ دھرم کو
کھڑکھیر کے راجکال میں پتیرکا اکتیاچاروں سے اتنا
نورسان نہیں پٹھن جتنا گروماتوں کی پٹھن کے نٹھ
ہونے سے پٹھن کا سیکھ دھرم کا وکس اس سہ سے زیادہ ہوا
جب
ہرادی کے درجے کے ہیں پٹھن ویکٹوں نے ایک ہوکر سنگھت
روپ سے کام کیا۔ وہ ادیبک سب کے لئے تھا اور سب کا تھا۔
یہاں تک کہ سکھوں کی پڑاٹھنا ہی کسی ایک ویکٹی کی نہیں
بلکہ جماعت کی پڑاٹھنا ہے۔ اپنی پڑاٹھنا میں سکھ
کے ادیبک دھرم کو گروں کا آہوان کرتا ہے اور ان سب مہان سکھوں
کے کاموں کو یاد کرتا ہے جنہوں نے پٹھ کے لئے قربانیاں کیں۔
سکھوں کی پڑاٹھنا اس کے سامنے سہردائے کے سہرت
کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اس کی دھمتھیں اور ان کے
سنگھ کی جگہوں کی تصویر پیش کرتی ہیں اور اس طرح
وہ ان لوگوں کے سنسکرت میں آتا ہے جنہوں نے پٹھ کے پڑاٹھ
اور نٹھ اتھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا
ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے
ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شبد ہے پر وہ ایسا

سیاسی 'گرومات' کے بند کر دینے کے بعد دھرمک 'گرومات'
جاری رہے لیکن چونکہ ان کے لئے ساروچلک جوش رہ نہیں
لہا تھا اس لئے وہ اپنی دھرماندھوں یا گروماتوں کے غیر
مہنتوں کے ہاتھوں میں چلے گئے کہ جنہوں نے اسے بالکل
تمت بنا دیا۔

[2]

سکھوں کا پربار کارہ اور پنٹھ کی طاقت جمہوری
کے نٹھت ہو جانے سے بالکل دب گئی۔ سکھ دھرم کو فرخ
سہرت کے راجکال میں چوطرفہ اتھاجاروں سے اتنا نقصان
نہیں پہونچا جتنا گٹرنٹھ کی پٹھن کے نٹھ ہونے سے
پہونچا۔ سکھ دھرم کا وکس اس سہ سے زیادہ ہوا جب
ہرادی کے درجے کے ہیں پٹھن ویکٹوں نے ایک ہوکر سنگھت
روپ سے کام کیا۔ وہ ادیبک سب کے لئے تھا اور سب کا تھا۔
یہاں تک کہ سکھوں کی پڑاٹھنا ہی کسی ایک ویکٹی کی نہیں
بلکہ جماعت کی پڑاٹھنا ہے۔ اپنی پڑاٹھنا میں سکھ
کے ادیبک دھرم کو گروں کا آہوان کرتا ہے اور ان سب مہان سکھوں
کے کاموں کو یاد کرتا ہے جنہوں نے پٹھ کے لئے قربانیاں کیں۔
سکھوں کی پڑاٹھنا اس کے سامنے سہردائے کے سہرت
کی اور ہر جگہ کی پہلی ہوئی اس کی دھمتھیں اور ان کے
سنگھ کی جگہوں کی تصویر پیش کرتی ہیں اور اس طرح
وہ ان لوگوں کے سنسکرت میں آتا ہے جنہوں نے پٹھ کے پڑاٹھ
اور نٹھ اتھاس کو بنایا ہے اور بنا رہے ہیں۔ کوئی دوسرا
ایسا نہیں ہے جس کی آواز پر دوسرے فرقہ پوری طرح سے
ہو سکیں۔ کیتھالک عیسائیوں کے پاس 'چرچ' شبد ہے پر وہ ایسا

نہیں ہے کہ راشٹر کے سبھی کلموں، نہ کہول اُس کے ایتھاس بلکہ اُس کے فوجی، دنیوی اور ملہی زندگی کے لئے استعمال کیا جاسکے۔ کنتو 'خالصہ' شبد کے اندر سکھوں کی سنسکرتوں اور اُن کے سبھی کام آجاتے ہیں۔ جب تک سکھوں میں 'خالصہ' کی پہاڑنا ہوگی وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتے ہیں۔ مہاراج رنجیت سنگھ کو بھی سکھوں سے کامیابی کے ساتھ کام لینے کے لئے 'خالصہ' کے سبھی انگوں اور کرم گنتوں کو استعمال کرنا پڑا تھا۔ رنجیت سنگھ کی موت کے بعد جب کوئی ایک دیکھی شمس کی ہاک دور نہ سنہال سکا تو چنہ ہونے پر وہ گندھوں کی پنچایتوں نے کسی طرح شمس کی ایک روپ دیکھا قائم رکھی۔

ہندوستان سے باہر ملایا، چین، یا کناڈا میں یہ آپ سیکھوں کے کاموں پر نظر ڈالیں تو آپ کو اُن کی سنگتوں پر ٹیٹا کا ثبوت ملےگا۔ وہ سماجک پرانی ہیں۔ جب بھی دو یا تین سکھ اکٹھا ہونگے تو مل بیٹھ کر بھجن گائیں گے۔ بدی اُن کی تعداد کافی ہو تو وہ فوراً گردوارا کی بنیاد ڈال دیں گے اور سنگت بنا کر اکٹھا ہونے لگیں گے۔ اُن کی جو یہ سنگت پہاڑنا ہے اُس کے کون جب بھی وہ ملتے ہیں تو اپنے 'جتنے' یا 'دیوان' (ستی) بنا کر پرچار کاربہ شروع کر دیتے ہیں۔

[3]

یہ ترقی کا زمانہ ہے۔ اپنے یقن کے زمانے سے سکھ جو اپنے نو بھولے ہیں تو آج تک نہیں جاگ اُٹھے۔ آج تک اُنہیں اپنے کو اور ٹٹے سرے سے اپنی تمام سنسکرتوں کو جگانا ہے۔ ویسے پرانی پر مہرا کی یاد کچھ باقی ہے۔ امرتسر، آند پور، پٹنہ اور ناندر کے چاروں تختوں کا ایتھاس 'رحمت نامہ' اور دوسری ایتھاسک پستکوں میں درج ہے پر جو سامگری ملتی ہے وہ کافی نہیں اور سکھوں کو پرانی کلپنا قائم کرنے کے لئے اپنی کلپنا سے کام لینا پڑےگا۔ سکھوں میں چونکہ شکشا کی بہت کمی ہے اِس لئے اُن کی کلپنا کا یہی سموچت آپٹوگ نہیں کیا جاسکتا۔ سکھوں کی کوئی ایسی کیندریہ سنسکرتا بھی نہیں ہے جو اُن کے دھارمک فیصلوں میں ایکتا اور بدھیتا پیدا کر سکے۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ بے چین سدھارک خالصہ کی آدار پہاڑنا کے بالکل وزیریت آشچریہ جنک رواج اور انوکھی سنسکرتوں قائم کر رہے ہیں۔ کنتو مسجددار ٹیٹا جاندبازی کا قدم اُٹھانے سے اپنے کو بچا رہے ہیں اور اپنی ساری شکتی سکھوں میں ساروجنک روپ سے شکشا دیہہ اور گردواروں کا سدھار کرنے میں لگا رہے ہیں اور ایک ایسی کیندریہ سنسکرتا کی بنیاد ڈال رہے ہیں جس کے فیصلے سب کے لئے مانیہ ہونگے۔ اُنہیں نے ادھیکاتش گردواروں پر قانونی ادھیکار پالیا ہے اور ہائی گردواروں پر بھی ادھیکار

کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس سب پر بندہ کے لئے انہوں نے بالغ متادھیکار میں ہر سکھ اسکری پرش دوارا چنی ہوئی شرومنی گرو دوارا پر بندھک کمیٹی بنا لی ہے۔ 'اسٹریپ' کو ووٹ کا ادھیکار دیکر انہوں نے ایک کرائیمکاری قدم اٹھایا ہے جس سے 'اسٹریپ' کو سپروائز کے ہر فیصلے، مندرجوں اور دھارمک آچار و چاروں تک کو طے کرنے میں حصہ لینے کا ادھیکار حاصل ہو گیا ہے۔ کنتو شرومنی گرو دوارا پر بندھک کمیٹی کا دائرہ ابھی چھوٹا ہے اور وہ پختہ کی ہر کارروائی میں نیترتو نہیں کر سکتی۔ سکھ ابھی تک بہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ انہیں گرو دوارا پر بندھک کمیٹی کے علاوہ پختہ کے لئے کوئی اور سنسٹھا بنانی ہے یا نہیں۔

پنٹھ کے لئے اس طرح کی سنسٹھا بنانے کا سوال بہت مہنگیوں پر ہے۔ آئیم گرو گروند سنگھ کی موت کے سبب پنٹھ کو آدھیکارک ہوم رول مل گیا تھا۔ شروع شروع میں انہوں نے پنٹھ کے فیصلوں کے لئے یونانی طریقہ اپنایا تھا کہ جس کے انوسار ہر ویکتی کو پنٹھ کے فیصلوں میں حصہ لینے کا ادھیکار تھا۔ اس کام کے لئے 'اکال تخت' میں 'سربت خاصہ' کا ادھیوشن سال میں یا چھ مہینے میں ایکبار ہوا کرتا تھا۔ جب سکھوں پر اٹھا چار ہوئے تھے تو اس طرح کے ادھیوشن ناممکن ہو گئے اور اکال تخت کو خود ہی سارے فیصلے کرنے پڑتے تھے۔ مسلوں کے شامسن کے سبب اکال تخت کی کارروائی بھاری بھرکم ہو گئی اور سنسٹا کی خواہش نے خودغرض لوگوں کے ہاتھوں میں طانت دے دی۔ یہ کیفیت رنجیت سنگھ نے آکر دور کی۔ رنجیت سنگھ کی خواہش مغلوں کی طرح ہی ایک ساروہوم سنسٹا استھاپت کرنے کی تھی۔ اس لئے انہوں نے سب فرقوں کی ملی جلی سنسٹھا کی بات سوچی۔ ان کے زمانے میں اہل نضت ایک بے جان چیز بن کر رہ گیا۔ رنجیت سنگھ کے بعد جب انگریزی شامسن قائم ہوا تو سکھوں کے نیٹا اتنے پوسرد ہو چکے تھے کہ وہ نرواچت سنسٹاؤں کی بات بھی نہ سوچ سکتے تھے۔ جب پشچمی سبھیتا کا سنسروگ ہوا اور پشچمی شکشا اور سنسٹاؤں سے لوگوں کا پرپیچے ہوا تو سکھوں نے بھی 'دیوان' بنا کر شکشا، ساماچک اور دھارمک سدھار کا کام اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ کنتو سکھوں میں گھور اشکشا ہونے کے کارن یہ پرگتی پوری طرح سمجھو نہ ہو سکی۔ پر سن 1921 سے 1926 تک ان پر جو گرو کے باغ آئی میں بھونکر ظلم ہوئے انہوں نے اس طرح انہیں سنگتیت کر دیا جیسے وہ پہلے کبھی نہ تھے۔ گرو دواروں کے پر بندہ کے لئے ان کی شرومنی پر بندھک کمیٹی قانونی سنسٹھا بن گئی ہے کنتو جیسا مینے اوپر بتایا ہے کہ وہ ابھی تک ایسی سروادھیکاری سنسٹھا نہیں بن پائی جو سارے پنٹھ کو ادھیکار کے ساتھ چلائے۔

کيا سیکھوں کو اس کام کے ليے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھانے کے ليے ہمیں سکھوں کے سہلسی سمبندھ پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گروند سنگھ نے شانتی کے سہلسی سکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دنیوی ستا سوئیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستا سوئیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتہاس کو دیکھنے سے بہت چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوئیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شاسک کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہ بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنٹھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگھرش بھی یہ شروع ہوگئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوئیکار کرلینی چاہیئے کہ یسے اُن کا سنگھیں یہ پڑانی پرپائی پر چلے تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشیئے ہی سنگھرش میں آئیں گے۔ اس ليے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلہ کی طرف وفادار ہوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا اترہ گرو گروند سنگھ کے چھلنے کو نہیچا کرنا ہوگا ! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے ليے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دنیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمہوادیوں کا سمہوگ ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسمہوگ کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سوئیھاؤں اور واپس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گروندارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھاگرھی تہدی پہلے رہا نہ کر دینے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پھدا ہو گیا۔ سکھ نہیٹا اس پرستاؤ کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُپانے کے بعد سکھ نہیٹاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چہیکہ چہیکہ صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نہیٹاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس ليے نہیں بٹائی گئیں کہ اُن کے گروست

کيا سیکھوں کو اس کام کے ليے کسی الگ سلسلہ کی ضرورت ہے؟ اس مقصد کو حاصل کرنے میں کچھ دقتیں ہیں۔ سب سے خاص دقت یہ ہے کہ اس کے دائرے میں راجنیتی کو شامل کیا جائے یا نہ کیا جائے۔ اس دقت کو ٹھیک ٹھیک سمجھانے کے ليے ہمیں سکھوں کے سہلسی سمبندھ پر ایک نظر ڈالنی ہوگی۔ گرو گروند سنگھ نے شانتی کے سہلسی سکھوں پر زور دیا تھا کہ وہ باہر کے راج کل کو اسی طرح ساروہوم دنیوی ستا سوئیکار کرلیں جس طرح انہوں نے گرو نانک کی گدی کو ساروہوم دھارمک ستا سوئیکار کیا ہے۔ کتنو سکھوں کے 300 ورشو کی پرگتی کے اتہاس کو دیکھنے سے بہت چلتا ہے کہ سکھوں نے اس سدھانت کو کبھی سوئیکار نہیں کیا۔ وہ یا تو شاسکوں کے ساتھ بدھ کرتے رہے یا خود شاسک کرتے رہے۔ بعد میں انہوں نے ہرٹش سرکار کے ماتحت کام کرنا شروع کیا۔ کتنو یہ بھی وہ کوئی اپنی راجنیتک حیثیت نہیں بدلا پائے۔ حال میں ادھر پنٹھ میں نوین جاگرتی ہوئی ہے کتنو اس کے ساتھ ہی ساتھ پڑانے سنگھرش بھی یہ شروع ہوگئے۔ سکھوں کو یہ سچائی ہمت کے ساتھ سوئیکار کرلینی چاہیئے کہ یسے اُن کا سنگھیں یہ پڑانی پرپائی پر چلے تو وہ سرکار کے ساتھ یا غیر سکھوں کے ساتھ نشیئے ہی سنگھرش میں آئیں گے۔ اس ليے کیونکہ ہر سکھ پہلے پلہ کی طرف وفادار ہوگا اور دوسروں کے سامنے سر جھکانے کا اترہ گرو گروند سنگھ کے چھلنے کو نہیچا کرنا ہوگا ! حالانکہ یہی چیز سکھوں کو شکتی دیتی ہے اور انہیں مصیبتوں کا سامنا کرنے کے ليے تیار کرتی ہے، لیکن اُنکی یہی بھاؤنا غیر سکھوں سے اُن کا سمجھوتہ نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنا ہی ہول بالا چاہتے ہیں۔ دھارمک معاملوں میں تو یہ ٹھیک ہے کتنو راجنیتی یا دوسرے دنیوی معاملوں میں سب کے ساتھ ملکر کام کرنا ہوتا ہے۔ وہاں دوسرے سمہوادیوں کا سمہوگ ضروری ہو جاتا ہے۔ راجنیتی میں اسمہوگ کی بھاؤنا سہل نہیں ہوتی۔ وہاں دوسروں کی سوئیھاؤں اور واپس کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔ دوسروں کے ساتھ صلح کرنے کو تیار رہنا پڑتا ہے۔ پچھلے کئی برس پہلے سکھوں نے 'گروست' سے یہ طے کیا تھا کہ وہ گروندارا بل پر اُس وقت تک سرکار سے سمجھوتے کی کوئی بات نہ کریں گے جب تک سب ستھاگرھی تہدی پہلے رہا نہ کر دینے جائیں۔ اسے لیکر متبہد پھدا ہو گیا۔ سکھ نہیٹا اس پرستاؤ کو فضول سمجھتے تھے پر گروست کے خلف جانے کی اُن میں ہمت نہ تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بہت تکلیفیں اُپانے کے بعد سکھ نہیٹاؤں نے دوسروں کی معرفت سمجھوتے کی بات شروع کی۔ سرکار سے جو چہیکہ چہیکہ صلح کی گئی وہ کہت رہی تھی۔ صلح کی شرطیں نہیٹاؤں کو تو معلوم نہیں پر چلتا کہ وہ اس ليے نہیں بٹائی گئیں کہ اُن کے گروست

کے بیشتر नेताओं ने सुलह की थी. सिख नेताओं में इतनी हिम्मत न थी कि वे जनता का सुलहमसुलहा सामना करते.

इस विकृत से निकलने का अब एक यही तरीका है कि मौजूदा हालत में सिक्रे धार्मिक मामलों में गुरुमत लिया जाय और राजनैतिक मामलों को सुलह सफाई से हल किया जाय. इस फैसले के लिये दो साफ बजहें हैं. एक यह कि जिन दिनों पन्थ कायम हुआ था तब से अब राजनैतिक नजरिया बिलकुल बदल गया है. तब खालसा आजाद थे. ऊपर ईश्वर था और नीचे पन्थ था, दोनों के बीच में बखल देने वाली कोई दुनियावी ताकत न थी. किन्तु आज स्वराज का मतलब खाली सिखों का राज नहीं है बल्कि कुल हिन्दुस्तानियों का राज है जिसमें हिन्दू, मुसलमान, ईसाई और सिख शामिल हैं. उस जमाने में किसी भी खिन्ते पर हिन्दू, सिख या मुसलमान आजादी से गुरुमत कर सकते थे लेकिन आज राष्ट्रीयता का अर्थ बदल गया है. आज बहुत से सवाल ऐसे हैं जो महज सिखों के नहीं रहे बल्कि सभी सम्प्रदायों के बन गये हैं. मिसाल के तौर पर पञ्जाबी भाषा का प्रश्न जिसकी हिफाजत के लिये आज हिन्दू, मुसलमान, सिख, सबको सम्मिलित प्रयत्न करना चाहिये. एक बार एक ब्रह्मण ने शिकायत की कि उसकी बीबी 'कुसूर का नवाब' हर ले गया. इस पर अकाल तख्त पर मिसल इकट्ठा हुये और इन्होंने इस अन्याय का बदला लेने और ब्रह्मणी को वापस लाने के लिये एक जत्था भेजा. आज अगर कोई ऐसी बात हो तो मामला पुलिस के सुपुर्दे करना होगा. उस तरह के मामले यदि पन्थ हाथ में लेगा तो सरकार के साथ उसके निरर्थक संघर्ष होंगे. सिख नेताओं का यह फर्ष है कि वे सिख जनता को बतायें कि अब जमाना बदल गया है और राजनैतिक आदर्श भी बदल गये हैं. इसलिए इस परिवर्तन के अनुसार सिख जनता को अपने पन्थ के सङ्गठन में भी परिवर्तन करने की जरूरत है.

کے درودہ لیڈروں نے صلح کی تھی. سکھ لیڈروں میں ایسی ہمت نہ تھی کہ وہ جنتا کا کلم کھا سامنا کرتے.

اس وقت سے نکلنے کا اب ایک یہی طریقہ ہے کہ موجودہ حالت میں صرف دھارمک معاملوں میں گرومت لیا جائے اور راجنیتک مسئلوں کو صلح صفائی سے حل کیا جائے. اس فیصلے کے لئے دو صاف وجہیں ہیں. ایک یہ کہ جن دنوں پنتھ قائم ہوا تھا تب سے اب راجنیتک نظریہ بالکل بدل گیا ہے. تب خالص آزاد تھے. اوپر ایشور تھا اور نیچے پنتھ تھا. دونوں کے بیچ میں دخل دینے والی کوئی دنیوی طاقت نہ تھی. کنتو آج سولہج کا مطلب خالی سکھوں کا راج نہیں ہے بلکہ کل هندوستانہوں کا راج ہے جس میں ہندو، مسلمان، عیسائی اور سکھ شامل ہیں. اس زمانے میں کسی بھی خطہ پر ہندو، سکھ یا مسلمان آزادی سے حکومت کرسکتے تھے، لیکن آج راشٹرنیٹا کا ارٹھ بدل گیا ہے. آج بہت سے سوال ایسے ہیں جو مختص سکھوں کے نہیں رہے بلکہ سبھی سکھ وادہوں کے بن گئے ہیں. مثال کے طور پر پنجابی بھاشا کا پرشن جس کی حفاظت کے لئے آج ہندو، مسلمان، سکھ سب کو سملت پڑیتن کرنا چاہئے. ایک براہمن نے شکایت کی کہ اس کی بیوی 'قصور کا نواب' ہر لے گیا. اس پر اکل نصت پر مسل اکتھا ہوئے اور انہوں نے اس اٹیہائے کا بدلہ اپنے اور براہمنی کو واپس لے کے لئے ایک جتھا بھیجا. آج اگر کوئی ایسی بات ہو تو معاملہ پولس کے سپرد کرنا ہوگا. اس طرح کے معاملے بدی پنتھ ہاتھ میں لیگا نو سرکار کے ساتھ اس کے نوررتیک سنگھرش ہونگے. سکھ لیڈروں کا یہ فرض ہے کہ وہ سکھ جنتا کو بتائیں کہ اب زمانہ بدل گیا ہے اور راجنیتک آدرش بھی بدل گئے ہیں. اس لئے اس پڑیورتن کے انوسار سکھ جنتا کو اپنے پنتھ کے سنگٹھن میں بھی پڑیورتن کرنے کی ضرورت ہے.

पुराने जमाने से मजहब और साइंस के बीच खींच-तान चली आ रही है। अगर धर्म और विज्ञान के बीच में यह खींचतान न होती तो आज की दुनिया जिस शकल में हमारी आँखों के सामने है, कभी न रहती। हिन्दू धर्म, ईसाई धर्म और इस्लाम धर्म के इतिहास से यह साफ़ है कि धर्म और वैज्ञानिक विचारों का संघर्ष इनमें आज तक जारी है।

फ्रांस की क्रांति के बाद यूरोप के सामाजिक, आर्थिक, राजनीतिक और धार्मिक क्षेत्रों में साइंस का एक तूफान आया था। इस वैज्ञानिक क्रांति ने तमाम दुनिया में वैज्ञानिक दृष्टिकोण को और जगाया। इस विचारधारा का मकसद था कि सामाजिक, आर्थिक और राजनैतिक क्षेत्रों में वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध जो आन्दोलन हो रहा है उसे खतम किया जाय।

लिबरलिज्म, डेमोक्रेटिक सोशलिज्म, कम्युनिज्म और अनाकिज्म की पैदाइश इसलिए हुई कि समाज का सारा काम तर्क की बुनियाद पर हो। समाज में जो अन्याय और अत्याचार हो रहे हैं, वे सब समाज में वैज्ञानिक-विचारधारा की कमी के कारण हैं।

अठारहवीं और उन्नीसवीं सदी में वाल्टेयर, डिडोरोट, रुसो, मार्क्स, एंजिल्स और लेनिन ने अपने जीवन का ध्येय, दुनिया के अंधेरे से अंधेरे कोने में वैज्ञानिक विचारधारा के प्रकाश को फैलाना बना लिया था। वैज्ञानिक-विचारधारा, के इन पैराम्बरों ने अपनी लेखनी की शक्ति से सारे संसार में उसका प्रचार भी किया और उनके अनुयायियों की संख्या भी दिन दुगुनी और रात चौगुनी बढ़ गई।

जैसे जैसे विज्ञान की उन्नति होती गयी वैसे वैसे वैज्ञानिक विचारधारा का महत्व भी बढ़ता गया। किंतु दुनिया के काने कोने में इस वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध विद्रोह छठ खड़े हुए। एक रंग, जाति, संस्कृति और ऐसे ही कुछ अंधविश्वास जिनके अस्तित्व का कोई तार्किक आधार नहीं दुनिया में फैलते जा रहे हैं। इन्हें बनाने वाले कहते हैं कि उनका विश्वास दिल की उन भावनाओं में है जो दलील पर मुनदिर नहीं।

पुर्ले जमाने से मजहब और साइंस के बीच खींच-तान चली आ रही है। अगर धर्म और विज्ञान के बीच में यह खींच-तान न होती तो आज की दुनिया जिस शकल में हमारी आँखों के सामने है, कभी न रहती। हिन्दू धर्म, ईसाई धर्म और इस्लाम धर्म के इतिहास से यह साफ़ है कि धर्म और वैज्ञानिक विचारों का संघर्ष इनमें आज तक जारी है।

नॉक्स की क्रांति के बाद युरोप के सामाजिक, आर्थिक, राजनीतिक और धार्मिक क्षेत्रों में साइंस का एक तूफान आया था। इस वैज्ञानिक क्रांति ने तमाम दुनिया में वैज्ञानिक दृष्टिकोण को और जगाया। इस विचारधारा का मकसद था कि सामाजिक, आर्थिक और राजनैतिक क्षेत्रों में वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध जो आन्दोलन हो रहा है उसे खतम किया जाय।

लेनिन ने 'डिमाक्रैटिक सोशलिज्म' कम्युनिज्म और अनाकिज्म की पैदाइश इसलिए हुई कि समाज का सारा काम तर्क की बुनियाद पर हो। समाज में जो अन्याय और अत्याचार हो रहे हैं, वे सब समाज में वैज्ञानिक-विचारधारा की कमी के कारण हैं।

अठारहवीं और उन्नीसवीं सदी में वाल्टेयर, डिडोरोट, रुसो, मार्क्स, एंजिल्स और लेनिन ने अपने जीवन का ध्येय, दुनिया के अंधेरे से अंधेरे कोने में वैज्ञानिक विचारधारा के प्रकाश को फैलाना बना लिया था। वैज्ञानिक-विचारधारा, के इन पैराम्बरों ने अपनी लेखनी की शक्ति से सारे संसार में उसका प्रचार भी किया और उनके अनुयायियों की संख्या भी दिन दुगुनी और रात चौगुनी बढ़ गई।

जैसे जैसे विज्ञान की उन्नति होती गयी वैसे वैसे वैज्ञानिक विचारधारा का महत्व भी बढ़ता गया। किंतु दुनिया के काने कोने में इस वैज्ञानिक विचारधारा के विरुद्ध विद्रोह छठ खड़े हुए। एक रंग, जाति, संस्कृति और ऐसे ही कुछ अंधविश्वास जिनके अस्तित्व का कोई तार्किक आधार नहीं दुनिया में फैलते जा रहे हैं। इन्हें बनाने वाले कहते हैं कि उनका विश्वास दिल की उन भावनाओं में है जो दलील पर मुनदिर नहीं।

اس سائنس کے خلاف جو خیالات ہم سماجی اور راجنیتک شعبہ میں دیکھ رہے ہیں انہیں کو ہم نیشنلزم، کپیٹلزم، فاسٹزم اور امپیریالزم کہتے ہیں۔ فرانس اور روس کی کثرتوں نے جس بیچارہ کو دنیا میں پھیلایا تھا، مارکس اور لنین نے جن سائنسوں کے پھیلانے میں اپنے پرانوں کو تھاک دیا تھا، انہیں نیشنلسٹ، کپیٹلسٹ اور امپیریلسٹ راج مٹانا چاہتے ہیں۔ ان کا شوالس ایسے سائنسوں میں ہے، جو نارنگ نظریہ سے پرے ہے۔ اپنی جاتی اور قوم کی اتنی اور سوارتہ سہی جس میں ہے، وہی ان کا دھرم ہے۔ اپنے راجہ کی اتنی اور اپنی جاتی کی اتنی کے لئے جو دھرم سہایتا نہیں دیتا، ان کی نظر میں وہ دھرم نہیں ہے۔

ایسے سچے میں ستیہ اور اہلسا سندھیں، اہک مہاتما بدھ اور عیسوی مسیح کی طرح گاندھی جی نے ہمارے بیچ آہاری گہن کی آنکھوں کو کھول دیا، ہمارے مسکوں کو اونچا کیا اور ہمیں صاف صاف بتایا کہ دھرم اور وگیان کا سمونہ ہونا چاہیئے۔ تہی مانو جاتی کی بھائی ہوگی۔ نہیں تو یدھوں سے ہمیں نجات نہیں ملے گی۔

گاندھی اور لنین دونوں کے آدرش بہت اچھے ہیں۔ وہ دونوں سماجک اسائنٹا اور آرٹیک اسائنٹا دور کرنا چاہتے ہیں، اور ایسے سماج کو قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں پر سوشلزم نہ ہو، اور جاتی، رنگ اور دھرم کے کارن مانو نا کے بیچ میں دیواریں نہ ہوں۔ لیکن دونوں کے راستے الگ الگ ہیں۔ سائنسوں کی تہدگی کے کارن ہی گاندھی اور لنین کہیں اتنی دھرو اور دکشنی دھرو بن جاتے ہیں۔ آجکل کے ہمارے کھونسٹوں کی طرح لنین کا بھی یہ وچار تھا کہ چاہے سادھن اچھے ہوں یا برے، پوتر ہوں یا اپوتر، ہلسا کے ہر یا اہلسا کے، اپنے آدرش کو پراپت کر لینا چاہیئے۔ لیکن گاندھی جی کا یہ سہانت تھا کہ آدرش اور سادھن میں گہرا سمبندھ ہے۔ اس لئے دونوں کو الگ نہیں کرنا چاہیئے۔ اونچے آدرش کو اونچے سادھن کے دوارا ہی حاصل کرنا چاہیئے۔ جب آدرش کے حاصل کرنے کے سادھن بھی پوتر ہونگے، تہی اُس آدرش کا مولیہ ہوگا۔

آرٹیک اور سماجک سمائنٹا کے لئے لنین نے ورگ سنگھوں کو اپنا سادھن بنا لیا۔ لیکن گاندھی جی نے ورگ - سٹوئے اور سانسرنک - سٹوئے کو اپنا مارگ بنا لیا۔ وشویشانتی کے لئے آرٹیک، راجنیتک، دھارمک اور سماجک شوشنر کا انت دونوں کا مقصد ہے۔ کنتو لنین ہلسا کے سادھن کے آپوگ سے اپنا دھینہ پراپت کرنا چاہتے ہیں تو گاندھی اہلسا کے سادھن کے آپوگ کے دوارا۔ ایک میں رکھات ضروری ہے، دوسرے میں ہردنہ پرورتن۔

ایسے سچے میں ستیہ اور اہلسا سندھیں، اہک مہاتما بدھ اور عیسوی مسیح کی طرح گاندھی جی نے ہمارے بیچ آہاری گہن کی آنکھوں کو کھول دیا، ہمارے مسکوں کو اونچا کیا اور ہمیں صاف صاف بتایا کہ دھرم اور وگیان کا سمونہ ہونا چاہیئے۔ تہی مانو جاتی کی بھائی ہوگی۔ نہیں تو یدھوں سے ہمیں نجات نہیں ملے گی۔

گاندھی اور لنین دونوں کے آدرش بہت اچھے ہیں۔ وہ دونوں سماجک اسائنٹا اور آرٹیک اسائنٹا دور کرنا چاہتے ہیں، اور ایسے سماج کو قائم کرنا چاہتے ہیں جہاں پر سوشلزم نہ ہو، اور جاتی، رنگ اور دھرم کے کارن مانو نا کے بیچ میں دیواریں نہ ہوں۔ لیکن دونوں کے راستے الگ الگ ہیں۔ سائنسوں کی تہدگی کے کارن ہی گاندھی اور لنین کہیں اتنی دھرو اور دکشنی دھرو بن جاتے ہیں۔ آجکل کے ہمارے کھونسٹوں کی طرح لنین کا بھی یہ وچار تھا کہ چاہے سادھن اچھے ہوں یا برے، پوتر ہوں یا اپوتر، ہلسا کے ہر یا اہلسا کے، اپنے آدرش کو پراپت کر لینا چاہیئے۔ لیکن گاندھی جی کا یہ سہانت تھا کہ آدرش اور سادھن میں گہرا سمبندھ ہے۔ اس لئے دونوں کو الگ نہیں کرنا چاہیئے۔ اونچے آدرش کو اونچے سادھن کے دوارا ہی حاصل کرنا چاہیئے۔ جب آدرش کے حاصل کرنے کے سادھن بھی پوتر ہونگے، تہی اُس آدرش کا مولیہ ہوگا۔

آرٹیک اور سماجک سمائنٹا کے لئے لنین نے ورگ سنگھوں کو اپنا سادھن بنا لیا۔ لیکن گاندھی جی نے ورگ - سٹوئے اور سانسرنک - سٹوئے کو اپنا مارگ بنا لیا۔ وشویشانتی کے لئے آرٹیک، راجنیتک، دھارمک اور سماجک شوشنر کا انت دونوں کا مقصد ہے۔ کنتو لنین ہلسا کے سادھن کے آپوگ سے اپنا دھینہ پراپت کرنا چاہتے ہیں تو گاندھی اہلسا کے سادھن کے آپوگ کے دوارا۔ ایک میں رکھات ضروری ہے، دوسرے میں ہردنہ پرورتن۔

آرٹیک اور سماجک سمائنٹا کے لئے لنین نے ورگ سنگھوں کو اپنا سادھن بنا لیا۔ لیکن گاندھی جی نے ورگ - سٹوئے اور سانسرنک - سٹوئے کو اپنا مارگ بنا لیا۔ وشویشانتی کے لئے آرٹیک، راجنیتک، دھارمک اور سماجک شوشنر کا انت دونوں کا مقصد ہے۔ کنتو لنین ہلسا کے سادھن کے آپوگ سے اپنا دھینہ پراپت کرنا چاہتے ہیں تو گاندھی اہلسا کے سادھن کے آپوگ کے دوارا۔ ایک میں رکھات ضروری ہے، دوسرے میں ہردنہ پرورتن۔

گاंधی جی کا یہ विश्वास था कि रक्षापात से वा युद्ध से कोई भी समस्या नहीं हल हो सकती. लेकिन उससे भीर कई बिकट समस्याएँ पैदा हो जाती हैं जिन्हें हल करना मुश्किल हो जाता है.

अगर एक युद्ध से कोई समस्या हल हो जाती तो हमारे इतिहास में इतने युद्ध क्यों होते? इनने जानलेवा हथियारों की उत्पत्ति क्यों होती? एटम बम और सुपर एटम बम की उत्पत्ति में इतनी होड़ क्यों होती?

दुनिया के किसान और मजदूर, दीन और दुखी, दलित और पतित जातियों ने गांधी और लेनिन दोनों की विचारधाराओं में अपने सारे दुखों और शोषणों का अन्त देखा परन्तु बनी और उन्नतिशील राष्ट्रों ने लेनिन के सिद्धांतों के खिलाफ अपनी आबाज बुलंद की. मगर धनिक और उन्नतिशील राष्ट्रों ने भी गांधी जी की वाणी में शान्ति और प्रगति का मार्ग देखा. लेनिन का प्रभाव किसी एक जाति, या 'बर्ग' तक ही सीमित रहा, लेकिन गांधी का प्रभाव दुनिया की समस्त जाति, समस्त बर्ग और समस्त मजहब वालों पर पड़ा.

लेनिन के जीवन में ईश्वर के लिए कहीं स्थान नहीं है वह तो मनुष्य को सर्व शक्तिमान सिरजनहार मानते हैं. उनका मत है कि ईश्वर तो एक होता है, जिसके नाम पर जुल्म और सितम, शोषण और अन्याय किये जाते हैं. धर्म का मूल ईश्वर है और आजकल की आर्थिक और सामाजिक असमानता के पीछे धर्म काम कर रहा है. इस लिए धर्म तो अक्सीम के समान है, जिसके सेबन से आदमी कमजोर हो जाता है और अपनी बुद्धि और राक्ति को खो देता है. किन्तु इसका अर्थ यह नहीं है कि वह किसी भी धर्म को न मानते हों. उनका धर्म कम्युनिज्म है, जिसके द्वारा वह ऐसा एक समाज स्थापित करना चाहते हैं, जिसमें सारी दुनिया के लोग सुखी हों.

गांधी जी तो ईश्वर को दुनिया का सिरजनहार और उसे संचालित करने वाला मानते हैं. ईश्वर की अनन्त शक्ति के सामने मनुष्य को बहुत छोटा समझते हैं. ईश्वर एक सागर है तो मनुष्य को उसके एक बिन्दु के समान मानते हैं. किन्तु आजकल के धर्मों को, जिनकी बुनियाद शोषण और असमानता पर है, धर्म नहीं मानते हैं. उनका विश्वास है कि सब धर्मों का मूल एक है. इसीपर अपने विश्व धर्म का वे निर्माण करते हैं.

आज एक तरफ नेशनलिज्म, रेशनलिज्म, केपिटलिज्म और इम्पीरियलिज्म पुरानी विचार-धारा का प्रतिनिधि कम्युनिज्म है. दोनों विचार-धाराओं में संघर्ष जारी है. एक की तरफ धर्म है और दूसरे की तरफ परिश्रम, करनेवाला बर्ग. इन दोनों विचार-धाराओं का समन्वय है गांधीवाद. इसमें सब धर्म का समुचित स्थान है. एक आदमी दूसरे

को हानि नहीं पहुँचाये. या दूसरे से हानि पहुँचाये. लेकिन अस से और कृति. रक्त. समझौते पैदा हो जाती हैं जहाँ हल होना मुश्किल होता है.

अगर एक बंद से कृति. समझौता हल होता तो हमारे इतिहास में इतने बंद क्यों होते? इतने जान लेवा हथियारों की उत्पत्ति क्यों होती? अक्सीम और सुपर अक्सीम की उत्पत्ति क्यों होती?

दुनिया के किसान और मजदूर, दीन और दुखी, दलित और पतित जातियों ने गांधी और लेनिन दोनों की विचारधाराओं में अपने सारे दुखों और शोषणों का अन्त देखा परन्तु बनी और उन्नतिशील राष्ट्रों ने लेनिन के सिद्धांतों के खिलाफ अपनी आबाज बुलंद की. मगर धनिक और उन्नतिशील राष्ट्रों ने भी गांधी जी की वाणी में शान्ति और प्रगति का मार्ग देखा. लेनिन का प्रभाव किसी एक जाति, या 'बर्ग' तक ही सीमित रहा, लेकिन गांधी का प्रभाव दुनिया की समस्त जाति, समस्त बर्ग और समस्त मजहब वालों पर पड़ा.

लेनिन के जीवन में ईश्वर के लिए कहीं स्थान नहीं है वह तो मनुष्य को सर्व शक्तिमान सिरजनहार मानते हैं. उनका मत है कि ईश्वर तो एक होता है, जिसके नाम पर जुल्म और सितम, शोषण और अन्याय किये जाते हैं. धर्म का मूल ईश्वर है और आजकल की आर्थिक और सामाजिक असमानता के पीछे धर्म काम कर रहा है. इस लिए धर्म तो अक्सीम के समान है, जिसके सेबन से आदमी कमजोर हो जाता है और अपनी बुद्धि और राक्ति को खो देता है. किन्तु इसका अर्थ यह नहीं है कि वह किसी भी धर्म को न मानते हों. उनका धर्म कम्युनिज्म है, जिसके द्वारा वह ऐसा एक समाज स्थापित करना चाहते हैं, जिसमें सारी दुनिया के लोग सुखी हों.

गांधी जी तो ईश्वर को दुनिया का सिरजनहार और उसे संचालित करने वाला मानते हैं. ईश्वर की अनन्त शक्ति के सामने मनुष्य को बहुत छोटा समझते हैं. ईश्वर एक सागर है तो मनुष्य को उसके एक बिन्दु के समान मानते हैं. किन्तु आजकल के धर्मों को, जिनकी बुनियाद शोषण और असमानता पर है, धर्म नहीं मानते हैं. उनका विश्वास है कि सब धर्मों का मूल एक है. इसीपर अपने विश्व धर्म का वे निर्माण करते हैं.

आज एक तरफ नेशनलिज्म, रेशनलिज्म, केपिटलिज्म और इम्पीरियलिज्म पुरानी विचार-धारा का प्रतिनिधि कम्युनिज्म है. दोनों विचार-धाराओं में संघर्ष जारी है. एक की तरफ धर्म है और दूसरे की तरफ परिश्रम, करनेवाला बर्ग. इन दोनों विचार-धाराओं का समन्वय है गांधीवाद. इसमें सब धर्म का समुचित स्थान है. एक आदमी दूसरे

کی محلات نہیں سماج سکتا۔ دھرم اور ایک دوسرے کو اپنے سے نیچا نہیں سماج سکتا۔ دھرم دھرم کے لئے نہیں، وگیان وگیان کے لئے نہیں، دونوں مانو سماج کے اکیان کے لئے ہیں۔ جس وگیان سے مانو سماج کی اہمیت تک اور بہر تک اُلتی نہیں ہوتی، وہ تو وگیان نہیں، لیکن ایک ایسا وسیع و وسع تک ہے جس کے پھٹ جانے سے اس کا خاتمہ ہو جائے ضروری ہے۔ اس لئے ان دونوں کا آپس کا سماج کے فائدے کے لئے ہی ہونا چاہئے۔ یہی ہمیں گاندھی داد سکھانا ہے۔

گاندھی اور لیہن آج کی پیڑت اور دیوکت مانوتا کے لئے دو امر چڑتی ہیں۔ جن چڑتیوں کے سہارے اچکل کی مانوتا ایک شاندار جکت کی کلہنا کر رہی ہے ان کے بیوتک شریز تو آج ہمارے بیچ میں نہیں ہیں، لیکن انکی امر آتما اور ان کے آدرش کی دیویہ چڑتی ہمارے سامنے ہے یہ دیویہ چڑتیاں تب تک چلتی رہیں گی جب تک زمین اور آسمان ہے اور جب تک ان کے بیچ انسان سانس لیتے رہیں گے۔

Rs. 7. 8. 0

—National Herald, Lucknow.

—Leader, Allahabad.

—Blitz, Bombay

—Bharat Jyoti, Bombay

—Indian Express, Madras

—Vigil, Delhi.

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

مَشْهُور صوفی شاہ عبداللطیف

پروفیسر جتہ مل پرنسپل گلراجانی

پروفیسر جتہ مل پرنسپل گلراجانی

ہم لوگ महापुरुषों के दिवस मनाते हैं. गु० नानक का दिवस मनाते हैं, गु० गोविन्द सिंह का दिवस मनाते हैं. आज हम सिंध के प्रसिद्ध कवि शाह अब्दुल लतीफ का दिवस मना रहे हैं. क्या इनसे हमें वर्तमान समस्याओं को सुलझाने का मार्ग मिल सकता है? जबकि चारों ओर साम्प्रदायिकता की अग्नि बंधक रही थी, हिन्दू-मुसलमान एक दूसरे को काट कर खा रहे थे उधर नानाखाली में हिन्दुओं पर विपत्ति का पहाड़ टूटा और बिहार में मुसलमानों का कतले आम हुआ, क्या ऐसी विपत्ति में हम भारत की समन्वयात्मक आत्मा को बचाकर रख सके? क्या आज इन दिवसों के मनाने से हमें लाभ हो सकता है? इन सब प्रश्नों का एक ही उत्तर है—“अवश्य”. कारण इन महापुरुषों की बाणी में न केवल अपने समय की बात कही गई है, किन्तु आज के मामलों का सुझाव भी इन से मिल जाता है.

हम देखते हैं कि प्रकृति ने सिंध को एक विशेष सौगात दी थी, वह सौगात है “सूफीवाद”. सिन्ध का प्रदेश प्राचीन आर्य-भूमि है. वहाँ वेद और उपनिषदों के मन्त्रों का उच्चारण किया गया. वहाँ पहले अरबी भाषा आई, फिर फारसी आई. उपनिषद्-पुराण आदि संस्कृत साहित्य का इन दोनों भाषाओं में अनुवाद हुआ. इस प्रकार परस्पर विचारों का आदान-प्रदान बढ़ा. फिर इस अरब, फारस और आर्यों की संस्कृति की संगम रूपी त्रिवेणी से जा एक उत्तम चीज बनी, वह है—सूफीवाद, जिसमें “नहिं हिन्दू नहिं मुसलमान” की ध्वनि गूँजी. यह वही प्रचीन वस्तु है जो सत्य है, शिव है और सुन्दर है. जिसमें ज्ञान, कम और शक्ति की त्रिपुटी है. सूफी इस का हक, हुस्न और खैर कहते हैं. शाह लतीफ के शब्दों में यह सृजन (‘खैर करने वाला’) सुरति और सुह, हुस्न यानी सुन्दरता है. यही संसार के कल्याण का मार्ग है.

एक समय की बात है, सिन्ध में बरसात अच्छी हुई थी, अन्न बहुत हुआ. काश्तकार बड़े प्रसन्न हुए और कहन लगे कि यह वर्ष बड़े आनन्द से कटेगा. उधर महाजन विचार करने लगे कि—“इस वर्ष अन्न बहुत होने से उसका भाव अवश्य मन्दा पड़ जाएगा.” इसलिये उसपर अपना क्रब्जा कर लेते हैं. शाह लतीफ ने देखा कि जिन बेचारों ने आंधी, बघा और कड़ी धूप का तनिक भी विचार न किया, बीज बाया, दिन

हम لوگ مہاجرین کے دیوس مانتے ہیں. کرو ناک کا دیوس مانتے ہیں, کرو گووند سنگھ کا دیوس مانتے ہیں. آج ہم سندھ کے پرسدہ کوئی شاہ عبداللطیف کا دیوس مانتے ہیں. کہا ان سے ہمیں درمیان سمسٹوں کو سانچالے کا مارگ مل سکتا ہے جبکہ چاروں اور سامہردائیکتا کی اگلی دھدھک رہی تھی, ہندو مسلمان ایک دوسرے کو کاٹ کر کھا رہے تھے? ادھر نوآکھالی میں ہندوؤں پر دیتی کا پہلو ٹوٹا اور بہار میں مسلمانوں کا قتل عام ہوا. کیا ایسی دیتی میں ان دیوسوں کے ملالے سے ہمیں لاہ ہو سکتا ہے? ان سب پرشوں کا ایک ہی اتر ہے—“اوشہ”, کرن ان مہاجرین کی ہائی میں نہ کھول اپنے سمہ کی بات کہی گئی ہے, کنتو آج کے معاملوں کا سچھاؤ بھی ان سے مل جاتا ہے.

ہم دیکھتے ہیں کہ پرکرتی نے سندھ کو ایک وشیش سوغات دی تھی, وہ سوغات ہے “صوفی واد”. سندھ کا پردیش پراچین آریہ بھومی ہے. وہاں وید اور اپنشدوں کے منتروں کا اچان کیا گیا. وہاں پہلے عربی بھاشا آئی, پھر فارسی آئی. آریشد پران آئی سنسکرت ساہتھ کا ان دونوں بھاشوں میں انواد ہوا. اس پرکار پرسر وچاروں کا اذان پردان ہوا. پھر اس عرب, فارس اور آریوں کی سنسکرتی کی سنگم روپی ترویجی سے جو ایک ائم چیز ہلی, وہ ہے—صوفی واد, جس میں “نا ہیں ہندو نا ہیں مسلمان” کی دھونی گونجی. یہ وہی پراچین وستو ہے جو ستھ ہے, شو ہے اور سندھ ہے, جس میں گیلان, کرم اور شکتی کی ترویجی ہے. صوفی اس کو حق, حسن اور خیر کہتے ہیں. شاہ لطیف کے شبدوں میں یہ سرجن (‘خیر رنے والا’) سورتی اور سولہ, حسن یعنی سندرتا ہے. یہی سنسار کے نکلیان کا مارگ ہے.

ایک سمہ کی بات ہے, سندھ میں برسات اچھی ہوئی تھی, ان بہت ہوا. کاشتکار بڑے پرسن ہونے اور کہنے لگے کہ یہ ورش بڑے آند سے نکلیگا. ادھر مہاجن وچار کرنے لگے کہ—“اس ورش ان بہت ہونے سے اس کا پہلو ارشہ مندرا پڑ جائیگا.” اس لہ اس پر اپنا قبضہ کر لیتے ہیں. شاہ لطیف نے دیکھا کہ جن بیچاروں نے آندھی, ورشا اور کڑی دھوپ کا تنک بھی وچار نہ کیا, بیج بھا, دن

रात जाग कर उसकी संभाल की, कसल बैयार होने पर काट कर रखा, उसका इन बेचारों को एक दाना भी न मिला और भाव गिर जाने के दर से इन मूर्जियों (व्यापारियों) ने वह सब दबा कर रख छोड़ा. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और कहा कि—

“जिनि यहां गोलही मेरियो, था इत्थ इणनि।

पंजनि यां पंद्रह थिया, ईश था बर्क वरनि।

इ कारिया ब्रेह मां, शाह मूजी सथि मरनि।”

अर्थात्—“जिन्होंने मंहगाई के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पांच से पन्द्रह रुप, इस प्रकार जिनके बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूर्जी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह साहब को साम्प्रदायिकता से बड़ी चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आखरु आदियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—

“कड़ो तू कुफर से काफरु म कोठाइ।

हिन्दू हद्रि न आहीं जिनियों तो न जुमाइ।

तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू त्रिया मुसलमान टियों बिचु विघाऊँ वेरु

अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुघाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसुक न मत्था, मां मुशरब मफि पुदासु; अदिहों इरक जो इन्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं मुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

रात जाग कर अंस की सल्लाल की, फल तैयार हुये पर लकड़कर रक्का, अंस का इन बिचाराओं को एक दाना भी न मिला और भाव गिर जाने के दर से इन मूर्जियों (व्यापारियों) ने वह सब दबा कर रख छोड़ा. तब शाह को बड़ा गुस्सा आया और कहा कि—

“जली यहाँ गोली महरिय, तहाँ इत इरुनी

पलजनी यां पल्ले तहिया, एयां तहाँ वरक वरुनी

दरा कुर्या दरिम मां, शाह मूजी सथि मरुनी.”

अर्थात्—“जन्मों ने मरगानी के ख्याल से सब अन्न इकट्ठा किया, वे सब आज हाथ मार रहे हैं. पान्च से पन्द्रह हुये, इस प्रकार जिन के बही के पन्ने उलटते रहते हैं, ऐसे अकाल को पैदा करने वाले ये सब मूर्जी (सट्टे बाज व्यापारी) ईश्वर करे मर जाय.”

शाह صاحب को साम्प्रदायिकता से बड़ा चिढ़ थी. हिन्दू और मुसलमानों का मन मलिन और बाह्य आढम्बर देखकर एक जगह कहते हैं कि—

“दया तुहिजे दिलि में शिरकु आई शैतानु मुँह में मुसलमानु अन्दारि आखरु आदियें.”

फिर हिन्दुओं को कहते हैं—

“कड़ो तू कुफर से काफरु म कोठाइ।

हिन्दू हद्रि न आहीं जिनियों तो न जुमाइ।

तिहिहु तिनिहों खेलाइ, सचा जे शिरक से ॥”

शाह सूफी को इन दोनों के आपस के झगड़ों को देखकर बड़ा गुस्सा आया और फटकारते हुये कहा कि—

पिक्क हिन्दू त्रिया मुसलमान टियों बिचु विघाऊँ वेरु

अंधनि ऊन्धहि न लहे निति खे सचु बुघाईन्दो केरु

अर्थात्—“एक हिन्दू हैं और दूसरे मुसलमान हैं. फिर जो तीसरी बात इनमें पैदा हुई वह है आपस का बैर. इस प्रकार से दोनों साम्प्रदायिकता में बिल्कुल अन्धे बन गये हैं. भला जो अन्धे हैं उन्होंने कभी अंधकार का अन्त पाया है ? कभी प्रकाश देखा है ? फिर, सत्य क्या है, प्रकाश क्या है, यह इनको कौन समझा सकता है !”

सचल—सिन्धी जिसको सिरमस्त कहते हैं—वह मस्ती में आकर नाचता है और गाता है—

“मां हिन्दू मोमिनु नाम्हां, मां जोई आम्हा सोई आहयां। मां मजहबुसुक न मत्था, मां मुशरब मफि पुदासु; अदिहों इरक जो इन्हाफु, सथेई मजहब कमाई माफु ॥”

अर्थात्—“मैं न हिन्दू हूँ न मुसलमान हूँ. मैं जो कुछ हूँ मैं मजहबों को बिल्कुल नहीं मानता. मैं मुदायर (नित्य) मुशरब (असुत) में रहता हूँ. यह तो इरक का इन्साफ है

جس نے میرے سب مصلحتوں (دشوں، بدوں) کو مٹا کر دیا ہے۔"

گو ۰ گانگیشیہ سید گو سے میں آکر کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمان باہد پڑھے، ہتھ نہا کر نیرالے بڑھے۔"

گو ۰ نانک کے بصر میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"نہا ہندو، نہا مسلمان" ۱

کبیر صاحب جو گو ۰ نانک سے 50 برس پہلے ہوئے وہی کہتے ہیں کہ—

"ہندو سڑک کھڑے سے آئے، کینے ہیں یہ بھد بنائے۔"

کبیر سے ایک سو برس پہلے سن 1310 میں کاسمیر کے ناسرودین آباد سرفیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال ماہی کہتی ہے—

"م جان ہندو مسلمان"

بھارت— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہارت کے ہر دے کی دھنن ویدانت-باری کی بھی یہ آواز ہے—

"نہا مہو، نہا دے یخو نہا براہمن کسری-بہرے شرا ۱"

بھارت— "میں مہو، دے یا یخو، براہمن، کسری، بہرے یا شرا نہیں۔ میں تا آتم بوبہ رپ ہوں۔"

اس پرکار یہ اتروید کی وائی ہے جس کی پاکستان اور ہند کو اہم سمورن سنسار کو آوشکتا ہے۔ جس سے اہم لوک اور پرلوک سم مہ بن جاتا ہے۔ یہی صوفیوں کی آواز ہے سچی سچا ہے اور یہی سچا سناتن دھرم ہے۔

جس نے میرے سب مصلحتوں (دشوں، بدوں) کو مٹا کر دیا ہے۔"

گو ۰ گورنڈ سنگھ سے میں آکر کہتے ہیں کہ—

"ہندو مسلمان بعد میں پچھے، اتنے نات نہالے پچھے۔"

گو ۰ نانک کے وشہ میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ امرتسر کے سروور میں قریبی لگا کر تین دن کے بعد باہر آئے تب ان کے جسم سے یہی آواز نکلی—

"ناہیں ہندو، ناہیں مسلمان۔"

کبیر صاحب جو گو ۰ نانک سے 50 برس پہلے ہوئے وہی کہتے ہیں کہ—

ہندو ترک کہاں سے آئے، کن لے ہیں یہ بھد بنائے۔"

کبیر سے ایک سو برس پہلے سن 1310 میں کاسمیر میں ناصرالدین آدمی صوفیوں کے گھر میں جنم لینے والی لال ماہی کہتی ہے—

"ما جان ہندو مسلمان"

ارتھات— "میں ہندو مسلمان نہیں جانتی۔"

پراچین ہارت کے ہر دے کی دھنن ویدانت وائی کی بھی یہ آواز ہے—

نہا مہو، نہا دے یخو نہا براہمن کسری-بہرے شرا ۱"

ارتھات— "میں مہو، دے یا یخو، براہمن، کسری، بہرے یا شرا نہیں۔ میں تا آتم بوبہ رپ ہوں۔"

اس پرکار یہ اتروید کی وائی ہے جس کی پاکستان اور ہند کو اہم سمورن سنسار کو آوشکتا ہے۔ جس سے اہم لوک اور پرلوک سم مہ بن جاتا ہے۔ یہی صوفیوں کی آواز ہے سچی سچا ہے اور یہی سچا سناتن دھرم ہے۔

شری ملند

شری ملند

دُنیا کی آبادی کا آدھا حصہ ان دو شمال دیشوں میں رہ رہا ہے۔ وشنو میں سب سے زیادہ آبادی انہیں دو ادھک دیشوں میں ہے اور یہاں کے واسی بھی پراچین راشٹر کے لوگ ہوں جن کی پراچین تم سہیتا کی کہانیاں آج بھی لوگ چاؤ سے پڑتے ہوں۔ ان دو دیشوں کے علاوہ کوئی ایسا تیسرا دیش نہیں ہے جو اننی بڑی آبادی اور پراچینتا کا دعویٰ کر سکے۔

ان دونوں پراچین راشٹروں کے لوگ شروع سے ہی شانتی پر رہ رہے ہیں اور سدا سے ایک دوسرے کے ساتھ مٹرنا کا دیوار کرتے آئے ہیں۔ کہیں بھی ایک نے دوسرے پر ادھکار جمائے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں، ”وچاروں ایوم سدھانتوں کا آدان پردان اوشہ ہوتا رہا ہے“ (ڈاکٹر سنہیات سین)۔

ان دونوں پراچین راشٹروں کے لوگ شروع سے ہی شانتی پر رہ رہے ہیں اور سدا سے ایک دوسرے کے ساتھ مٹرنا کا دیوار کرتے آئے ہیں۔ کہیں بھی ایک نے دوسرے پر ادھکار جمائے کی کوشش نہیں کی۔ ہاں، ”وچاروں ایوم سدھانتوں کا آدان پردان اوشہ ہوتا رہا ہے“ (ڈاکٹر سنہیات سین)۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سانسکرتی اور دیوساتھ کا اثرات سہیلہ استہاپت کرنے کا بیکھرتہ پرتین کیا ہے اور وہ سہیلتا کے بہت پاس پہنچ چکے ہوں۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سانسکرتی اور دیوساتھ کا اثرات سہیلہ استہاپت کرنے کا بیکھرتہ پرتین کیا ہے اور وہ سہیلتا کے بہت پاس پہنچ چکے ہوں۔

جہاں تک بن سکا دونوں راشٹروں نے سانسکرتی اور دیوساتھ کا اثرات سہیلہ استہاپت کرنے کا بیکھرتہ پرتین کیا ہے اور وہ سہیلتا کے بہت پاس پہنچ چکے ہوں۔

4 جنوری سن 1943 عیسوی کو پونا استھت ’بھندارکر ریسرچ سٹیڈیوٹ‘ کی رجت-جیونتی ک ابسار پر، اذکھ پد سے باطیہ دتے دھ سارپستلی راذاکھشن نے کہا تا—”مذی-ایشیا کا مکرہم سے دھکر چین کی دیوار تک ویاپاریوں کے یاٹرا-پتھ اور ہارتیوں کی نرے آبادی کا پتا سر ائیریل سٹین نے لگاایا ہے۔ ایسا سے رور دوسری راتاندری کے لگامم ہارت کی سیم پارکر منگول دیشوں میں بدھ دھرم نے دستر پایا۔ دنشک کے شامن کال سے لیکر دھرش وردھن تک (لگ بھگ 600 ورشوں تک) ہارت ایوم چین واسیوں کے بیچ سانسکرتن اپنتا کی جڑ چم رہی۔ ہارت اٹھ دھرتی پانزیوں نے اپنی یاٹرا کا ہومولہ ورنات لہ چھڑا ہے اور بہت سے بدھ دھرم سہیلہی رچنائیں—جو سولتا کو ٹٹی ہوں—انہواد کے رور میں آج بھی چین، جاپان اور تبت کی ہاشاؤں میں سرلشت ہیں۔“

4 جنوری سن 1943 عیسوی کو پونا استھت ’بھندارکر ریسرچ سٹیڈیوٹ‘ کی رجت-جیونتی ک ابسار پر، اذکھ پد سے باطیہ دتے دھ سارپستلی راذاکھشن نے کہا تا—”مذی-ایشیا کا مکرہم سے دھکر چین کی دیوار تک ویاپاریوں کے یاٹرا-پتھ اور ہارتیوں کی نرے آبادی کا پتا سر ائیریل سٹین نے لگاایا ہے۔ ایسا سے رور دوسری راتاندری کے لگامم ہارت کی سیم پارکر منگول دیشوں میں بدھ دھرم نے دستر پایا۔ دنشک کے شامن کال سے لیکر دھرش وردھن تک (لگ بھگ 600 ورشوں تک) ہارت ایوم چین واسیوں کے بیچ سانسکرتن اپنتا کی جڑ چم رہی۔ ہارت اٹھ دھرتی پانزیوں نے اپنی یاٹرا کا ہومولہ ورنات لہ چھڑا ہے اور بہت سے بدھ دھرم سہیلہی رچنائیں—جو سولتا کو ٹٹی ہوں—انہواد کے رور میں آج بھی چین، جاپان اور تبت کی ہاشاؤں میں سرلشت ہیں۔“

جگت پرسدہ بدھ دھرم کے ہی وسکار کے کن چین اور ہارت کے بیچ سانسکرتک اپنتا کا

جگت پرسدہ بدھ دھرم کے ہی وسکار کے کن چین اور ہارت کے بیچ سانسکرتک اپنتا کا

24-4-5 اگست 1943 میں پراکاشت۔

لہ۔ بی۔ آر۔ آئی۔ 24-4-24 اگست 1943 میں پراکاشت۔

سورجیات ہوا۔ چین میں سرکشت ایکہاسک سامگریوں (Records) سے پرستیت ہے کہ بودہ دھرم بھارت سے چین میں پہلے گیا تھا۔ 42 جولائی سن 42ء کی 'ہندوستان ریویو' میں پروفیسر تان یون شان نے لکھا تھا—

“According to the record of Chinese history, it is Yung-Ping tenth year of Minti of the Han-Dynesty, namely 674 A. D., when Buddhism formally reached China for the first time.”

آگے چلکر وہ پونہ لکھتے ہیں کہ ”انیہ پستکوں سے پتہ چلتا ہے کہ ’شہن راج‘ (246-227 عیسوی) سے پورہ بودہ دھرم چین پہونچ چکا تھا۔“

پروفیسر تان یون شان کا کہنا ہے کہ چین کی دراجین پستک LEITH-TZU میں ایک استہان پر کلفیسس کہتا ہے—

”میں نے ایک ایسے سادھو پرورش کے وشہ میں سن رکھا ہے جو ’پچھم‘ میں بنا قانون کے شاسن کرتا ہے۔ لوگوں کا اس پر اکھنڈ وشواس ہے۔ اس کا سروپ اتنا رات ہے کہ اس کے تھپسوتا کے سامنے کوئی نہیں ٹک سکتا ہے۔“ ہم جانتے ہیں کہ چہلی سبت کلفیسس (478-511 عیسوی) پرورہ کوتم بودہ (480-560 عیسوی) پرورہ کا سکالین تھا۔ پرانے زمانے میں ’پچھم‘ شہد کا پرہوگ چین وادی بھارت کے لئے کرتے تھے اور اسے پرانیہ ’پاشچاتیہ راجہ‘ یا ’پاشچاتیہ سورگ‘ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب کہ سویم چین دیش کے لئے ’مدھیہ راشٹر‘ یا ’سورون راشٹر‘ جیسے نام دیوہار میں آتے تھے۔ اس پرکار بہت سمیوہ ہے کہ کلفیسس کا سنکیت بودہ اور ان کی شکشا کی اور رہا ہو۔ اس کی پستک ’چن لو‘ (Chinese Records) میں لکھا ہے—”چن راج کے راجا چینگ کے شاسن کال کے چوتھے ورش میں پہلے پہلے ’آنہارہ بودہ پیکشو‘ شن - لی - فان کے نائترو میں پچھم پرانت سے چین آئے اور اپنے سنگ بودہ کی مورتیوں کے علاوہ بودہ دھرم کے گرنتم بھی لائے۔“ وہ سمیوہتہ عیسوی پرورہ 268 میں چین گئے تھے۔

چین کے دوسرے بودہ دھرم گرنتموں میں سامانیہ آئیہ پائہ سمیوہتہ گئے ہیں۔ ان سب سے ہم اس نتیجہ پر آ پہونچتے ہیں کہ چین میں بودہ دھرم سن 67 سے بہت پہلے پہونچا اور پروفیسر تان یون شان کے متانوسار دونوں راشٹروں میں سانسکرتک ایکتا کا سورجیات آج سے دو ہزار برس پہلے ہی ہو گیا تھا۔

اس وچار سے انہیک لیکھک سہمت کہ میں کہ چین میں بودہ دھرم کا پرچار عیسوی سن کی پہلی شتাবدی کے پرورہ ہی ہو گیا تھا۔ پروفیسر ویلم سرکار نے بھی یہ ثابت

پروہ تان یون شان کا کہنا ہے کہ چین کی پرانہ پستک LEITH-TZU میں ایک استہان پر کلفیسس کہتا ہے—”میں نے ایک ایسے سادھو پرورش کے وشہ میں سن رکھا ہے جو ’پچھم‘ میں بنا قانون کے شاسن کرتا ہے۔ لوگوں کا اس کے اکھنڈ وشواس ہے۔ اس کا سروپ اتنا رات ہے کہ اس کے تھپسوتا کے سامنے کوئی نہیں ٹک سکتا ہے۔“ ہم جانتے ہیں کہ چہلی سبت کلفیسس (478-511 عیسوی) پرورہ کوتم بودہ (480-560 عیسوی) پرورہ کا سکالین تھا۔ پرانے زمانے میں ’پچھم‘ شہد کا پرہوگ چین وادی بھارت کے لئے کرتے تھے اور اسے پرانیہ ’پاشچاتیہ راجہ‘ یا ’پاشچاتیہ سورگ‘ کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ جب کہ سویم چین دیش کے لئے ’مدھیہ راشٹر‘ یا ’سورون راشٹر‘ جیسے نام دیوہار میں آتے تھے۔ اس پرکار بہت سمیوہ ہے کہ کلفیسس کا سنکیت بودہ اور ان کی شکشا کی اور رہا ہو۔ اس کی پستک ’چن لو‘ (Chinese Records) میں لکھا ہے—”چن راج کے راجا چینگ کے شاسن کال کے چوتھے ورش میں پہلے پہلے ’آنہارہ بودہ پیکشو‘ شن - لی - فان کے نائترو میں پچھم پرانت سے چین آئے اور اپنے سنگ بودہ کی مورتیوں کے علاوہ بودہ دھرم کے گرنتم بھی لائے۔“ وہ سمیوہتہ عیسوی پرورہ 268 میں چین گئے تھے۔

چین کے دوسرے بودہ دھرم گرنتموں میں سامانیہ آئیہ پائہ سمیوہتہ گئے ہیں۔ ان سب سے ہم اس نتیجہ پر آ پہونچتے ہیں کہ چین میں بودہ دھرم سن 67 سے بہت پہلے پہونچا اور پروفیسر تان یون شان کے متانوسار دونوں راشٹروں میں سانسکرتک ایکتا کا سورجیات آج سے دو ہزار برس پہلے ہی ہو گیا تھا۔

اس وچار سے انہیک لیکھک سہمت کہ میں کہ چین میں بودہ دھرم کا پرچار عیسوی سن کی پہلی شتাবدی کے پرورہ ہی ہو گیا تھا۔ پروفیسر ویلم سرکار نے بھی یہ ثابت

ہندوستان ریویو—جولائی 42۔ 42 جولائی

کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ چنانچہ چانگ کاؤک کے پرتھم سمرات کا سکاؤن اشوک تھا جس کے سہ میں چین و اسی ایک لکھ دھرم (بہمہ دھرم) سے پرچت ہر تھے۔ اشوک جیسے انتہائی راجا کے سہ میں بہمہ دھرم کی گندہ چھن ہی جا پونچھی یہ بات انتہائی سہل نہیں جان پڑتی ہے۔ اس کے علاوہ پتہ چلا ہے کہ 'ہان' ہنسی سمرات (عیسوی پور 140) پچھلی ایوم مدھیہ ایشیا کا ایک مہان اتویشک تھا۔ پروفیسر سرکار کے انوسار 'ہندی و استو میں چھن میں بھارت سے ہونہ دھرم کے پرچارک نہیں گئے تھے تو یہی اتنا ماننا ہی پڑے گا کہ اس سہ بھارت اور چین کے بیچ بڑی سدھارنا تھی اور چینی لوگ اس سہ ہونہ دھرم سے پرچت تھے۔

جب چین میں بھوڈھ دھرم کا پرچار ہو گیا تب چینی مینکھو ایوم چھانر گز رشہش آدھین کے لکھ بھارت آئے اور بھارت سے چین میں ہونہ دھرم کے پرچار کے لکھ بھارتوں ایوم دیوہن کی قوی گئی۔ اتھاس سے پتا چلتا ہے کہ چین سے فامیان، ہونیسانگ، اتسنگ (جو 675 سے 685 تک نالندا میں ودیار تھے) جیسے ودوان ہاتری بھارت آئے اور بھارت سے کشپ ماتنگ، امارچوڈو جو ایوم گن رتن جیسے پرسدہ انوادک چین گئے اور سنسکرت سے چینی بھاشا میں پہلے لک بھگ 98 پستکوں اور دوسرے لک بھگ 64 پستکوں کا سہل انواد کیا۔ فامیان بھارت آیا اور 15 سال بعد جب وہ لوٹا تب بدہ کے رنگ میں وہ پوری طرح رنگ گیا تھا۔ ہونہ دھرم کے گرنٹہ تریپٹک کا پرتھم اونواد ہونینگ سانگ ایوم اتسنگ نے لیا تھا۔ اپنے ساتھ چین کو ہونینگ سانگ 67 پستکوں کے 20 پوتھے (Bundles) لے گیا تھا جس میں سے 7 پستکوں کا انواد وہ کر پایا تھا۔ اسنگ اپنے سانگ 400 پستکوں لے گیا تھا اور کل 6 پستکوں کا ہی انواد کر پایا۔ سہیتا کے اتھاس میں یہ گزرو پورن کاریہ سدا امر دھینکے۔

فو۔ تسو۔ چی نامک پستک کے نینتالیسویں آدھینے میں شرمز چی۔ پی۔ ان نے انوادک سنی کے جن نویمہہ انکوں پر روشنی دالی ہے ان کا آدھین بھی ضروری ہے۔

'پرواسی' میں پرکشت اپنے ایک ایوم 'پاچھن چین اور بھارت' میں شری سوچیت ہمار مہر پادھیانے لے جن مشہور انوادکوں کا ذکر لیا ہے وہ یہ ہیں۔

اموگہ رچر—اتری بھارت کا براہمن کلہن شرمز، جو 719 ع میں چین گیا، بھارت اور لنکا کے شاستر پر لک بھگ 500 ہست لکھت پستکوں سنکھت کرنا رہا (732-16) اور اسے چین سمرات نے 'پرگیا کھش' کی بددی لکھی۔

اموگہ رچر—اتری بھارت کا براہمن کلہن شرمز، جو 719 ع میں چین گیا، بھارت اور لنکا کے شاستر پر لک بھگ 500 ہست لکھت پستکوں سنکھت کرنا رہا (732-16) اور اسے چین سمرات نے 'پرگیا کھش' کی بددی لکھی۔

فوسو-چی نامک پستک کے تینتالیسویں آدھینے میں شرمز چی۔ پی۔ ان نے انوادک سنی کے جن نویمہہ انکوں پر روشنی دالی ہے ان کا آدھین بھی ضروری ہے۔

اموگہ رچر—اتری بھارت کا براہمن کلہن شرمز، جو 719 ع میں چین گیا، بھارت اور لنکا کے شاستر پر لک بھگ 500 ہست لکھت پستکوں سنکھت کرنا رہا (732-16) اور اسے چین سمرات نے 'پرگیا کھش' کی بددی لکھی۔

—دیکھتے چاہیئے ریلجن تھ۔ ہینڈ آف—سن 1919 میں شاکاہ سہ پرکاشت۔

دیکھتے چاہیئے ریلجن تھ۔ ہینڈ آف—سن 1919 ع میں شاکاہ سہ پرکاشت۔

—'پرواسی'—سن 1350 ع میں شاکاہ سہ پرکاشت۔

—'پرواسی'—سن 1350 ع میں شاکاہ سہ پرکاشت۔

تریفٹک-مہانت' کی بھی عطا شدہ ہے۔ اسکی
لگبھگ 108 پستکوں (انواد سہیت) کا پتا
چلا ہے۔

آنان-ش-کاشو—سن 148 میں یہ پارسیان-یوہراج
راج-نیاگ کر چین گیا۔ سوتوں کا چینی باہا میں انواد
کیا۔ اسنے لگبھگ 56 پستکوں لکھی ہیں۔

ہسٹینگ—چینی ارمی نے 671ء میں چین جوقا۔
سیلےک دہرا-ہرمی کر 695ء میں دہرا لوتا اور اپنے
سنگ 400 کے لگبھگ پستکوں لایا اور سن 713ء میں
مرا۔ اسنے تریفٹک کا شہ انواد کیا۔ اسکی
کریب 56 انواد پستکوں ملتی ہیں۔

ہ-لو-کشا—سوتان کے ہیکھ نے یو-یو-نیا سے مل
کر ایک سوت کا انواد کیا۔

ہ-ہ-ہ-ہ—(538-568ء) مہی ہارت میں اس
راجکمار کی پانچ پستکوں ملتی ہیں جن میں
نردیش بہت پرست ہے۔

کریپ ماتنگ—سن 67 میں ہیکھوں کی ڈالی
گیا، ہند دھرم کا پوجا کیا، مہی ہارت کے براہمن کل
جہم لے، چہم لے، شہیت متہ، میں مرا۔

کمار جہم—ہرم پراگت منتریوں کے کل کا ایک
جو 3838 سن میں چہم لے گیا اور جس نے 12 تک
98 پستکوں کا انواد کیا۔ چہم میں 3000 سے زیادہ
شہیت تھے۔ سہرتہ 415ء میں وہ مرا۔ لگ
ملتی ہیں۔

گوتہ دھرم گہان یا دھرم پر گیا—ہارس کے گوتہ
کا ہوا لڑکا جو 577ء میں اتری۔ چاؤ راجکمار کے
ایک ضلع کا 'وت' بنایا گیا۔ ایک پستک اس نے
گوتہ پر گیا۔

گوتہ پر گیا—سن (538-543ء) ہارس کا براہمن
کی 13 پستکوں ملتی ہیں۔

گوتہ سنگ دیو—کابل کا شرمز، جو سن 382ء
گیا۔ اس کی چار پستکوں ملتی ہیں۔

گن ہند—براہمن کلین ہارتہ شرمز جو مہابان
دھرم سے پوز پرچت تھا، سن 435ء میں چہم لے
443ء تک انواد کرتا رہا، 75 برس کی
میں مرا۔

گن رتن—ہارتہ شرمز، 64 پستکوں کا
چو-ہ-ہ-ہ—چہم میں پیدا ہوا۔ 52 پستکوں کا
گیا۔ ایک ہی نہیں ملتی۔

گن رتن—ہارتہ شرمز (676-688ء) 19 پستکوں کا
پرنتہا، سہی پراپت ہیں۔

گن رتن—ہارتہ شرمز سن 980ء میں چہم لے
چہم سمراتہ دوارا پرنتہا، 777 پستکوں
گیا۔

گن رتن—ہارتہ شرمز سن 980ء میں چہم لے
چہم سمراتہ دوارا پرنتہا، 777 پستکوں
گیا۔

گن رتن—ہارتہ شرمز، 64 پستکوں کا
چو-ہ-ہ-ہ—چہم میں پیدا ہوا۔ 52 پستکوں کا
گیا۔ ایک ہی نہیں ملتی۔

گن رتن—ہارتہ شرمز (676-688ء) 19 پستکوں کا
پرنتہا، سہی پراپت ہیں۔

گن رتن—ہارتہ شرمز سن 980ء میں چہم لے
چہم سمراتہ دوارا پرنتہا، 777 پستکوں
گیا۔

گن رتن—ہارتہ شرمز، 64 پستکوں کا
چو-ہ-ہ-ہ—چہم میں پیدا ہوا۔ 52 پستکوں کا
گیا۔ ایک ہی نہیں ملتی۔

گن رتن—ہارتہ شرمز (676-688ء) 19 پستکوں کا
پرنتہا، سہی پراپت ہیں۔

گن رتن—ہارتہ شرمز سن 980ء میں چہم لے
چہم سمراتہ دوارا پرنتہا، 777 پستکوں
گیا۔

گن رتن—ہارتہ شرمز، 64 پستکوں کا
چو-ہ-ہ-ہ—چہم میں پیدا ہوا۔ 52 پستکوں کا
گیا۔ ایک ہی نہیں ملتی۔

گن رتن—ہارتہ شرمز (676-688ء) 19 پستکوں کا
پرنتہا، سہی پراپت ہیں۔

گن رتن—ہارتہ شرمز سن 980ء میں چہم لے
چہم سمراتہ دوارا پرنتہا، 777 پستکوں
گیا۔

گن رتن—ہارتہ شرمز، 64 پستکوں کا
چو-ہ-ہ-ہ—چہم میں پیدا ہوا۔ 52 پستکوں کا
گیا۔ ایک ہی نہیں ملتی۔

گن رتن—ہارتہ شرمز (676-688ء) 19 پستکوں کا
پرنتہا، سہی پراپت ہیں۔

گن رتن—ہارتہ شرمز سن 980ء میں چہم لے
چہم سمراتہ دوارا پرنتہا، 777 پستکوں
گیا۔

گن رتن—ہارتہ شرمز، 64 پستکوں کا
چو-ہ-ہ-ہ—چہم میں پیدا ہوا۔ 52 پستکوں کا
گیا۔ ایک ہی نہیں ملتی۔

گن رتن—ہارتہ شرمز (676-688ء) 19 پستکوں کا
پرنتہا، سہی پراپت ہیں۔

گن رتن—ہارتہ شرمز سن 980ء میں چہم لے
چہم سمراتہ دوارا پرنتہا، 777 پستکوں
گیا۔

देव—जायसिंह (काश्मीर) का समय, सन् 980 में
 बाध गया, बीस वर्षों तक अनुवाद-कार्य करता रहा, सन्
 1000 में मरा. 18 पृष्ठों लिखी.

धर्मविषय—नालन्दा विहार का वह भ्रमण (973-1001 ई०) जिसे चीन-सम्राट ने 'महाधर्माचार्य' के उपनाम से विनयित किया. 118 प्रात पुस्तकों का लेखक.

धर्मकला—सन् 222 में यह भारती भिक्षु चीन गया, सन् 250 में 'प्रति मोक्ष' का अनुवाद किया जिसकी प्रति को गर्व है.

धर्मनन्दी—सन् १८८४ में यह भ्रमण चीन गया, पांच प्रत्यक्षों का अनुवाद किया जिनमें दो मिलती हैं.

धर्म प्रिय—इस भारतीय भ्रमण ने केवल एक ही सूत्र का अनुवाद किया.

धर्म रक्षा—गोबर्धन या भरत के नाम से भी प्रसिद्ध, विनय में पट्ट, भारतीय भ्रमण, कश्यप-मार्तण्ड के बाद शीन गया, मिल-जुलकर पाँचके पुस्तकों का अनुवाद किया।

कर्म रक्षा—(266-377 ई०) 36 भाषाओं का पंडित,
अनेक पुस्तकों का लेखक जिनमें 90 मिलती हैं.

धर्म रक्षा—सन् 414 ई० में यह भारतीय भ्रमण चीन गया, सन् 421 तक अनुवाद कार्य करता रहा, जिनमें एक दर्जन के लगभग पुस्तकें मिलती हैं. 49 वर्ष की अवस्था में मिथ्या सन्देश पर मार डाला गया.

धर्म रक्षा—मगध का यह भारतीय अमण सन् 1004 में चीन गया और मौत तक अनुवाद कार्य करता रहा। सम्राट द्वारा प्रतिष्ठित हुआ, 96 वर्ष की अवस्था में मरा। दर्जेनों पुस्तकें लिखीं।

धर्म रुचि—भारतीय भ्रमण, (501-507 ई०), इसकी दो प्रस्तकें मिलती हैं.

बर्म विक्रम या धर्मासुर—चीनी भिक्षु 15 मित्रों के संग सन् 420 में भारत आया। इसने सन् 453 में देश लौटने के पहले एक पुस्तक का अनुवाद किया।

नरेन्द्र व्यास—भारतीय भ्रमण, (557-589 ई०), 15
प्रस्तकें मिलती हैं,

परमार्थ—गुनरत्न एवं कुलनाथ के नाम से भी प्रसिद्ध, उज्जैन का यह भ्रमण, 548 ई० में चीन गया। इसने 557-569 ई० के अन्तर 40 पुस्तकों का अनुवाद किया जिनमें 32 मिलती हैं। 71 वर्ष की उम्र में सन् 569 में वह मरा। उसके अनुवादों में अश्वघोष की दो पुस्तकें, और आचार्य वसुबन्धु का जीवन चरित प्रमुख हैं।

प्रभाकर मिश्र—(587-589 ई०), केवल तीन
प्लेटों इस भारतीय भ्रमण की मिलती हैं ।

प्रका—(785-810 ई०), काबुल का अमरा, पुस्तकें नहीं मिलतीं.

دہر جالندھر (گٹھمیر) کا شرمیلہ سن 980 میں
چین گیا۔ بیس برس تک اٹوارا گریہ کرتا رہا۔ سن 1000
میں مرا۔ 18 ہفتے لکھیں۔

دھرم دیو—زندہ اہار کا یہ شرمز (973-1001) جسے
چین سمراٹ نے ’مہادھرماجاگیر‘ کے آپ نام سے پہچانتا تھا۔
118 درانت مسکوں کا لیکھک۔

دھرم کلہسن 222ع میں پارتیہ ہیکشو چھن کیا سن
250ع میں 'پرتی موکشہ' کا انوراد کیا جس کی یرتی کو گئی
ہے۔

دھرم نندی—سن 384 میں یہ شرمز چین گیا' پانچ
پستکوں کا انوواد کیا جن میں دو ملتی ہیں ۔

دھرم پریہ۔ اُس ہارتیہ شرمز نے کہول ایک ہی سوتر کا انبھاد کیا ۔

دھرم رکشا—گوہر دھن یا بھرت کے نام سے بھی پوسدہ
ونام میں یقو، بھارتیہ شرمز، کشیپ ماتنگ کے بعد چھن گیا،
مل جل کر ڈانچم ایک پستکوں کا انبواں کیا۔

دھرم، رکشا (377-266) 36 بھاشاؤں کا پلڈت، انیک
پستکوں کا لیکھ جن میں 90 ملتی ہیں۔

دھرم رکشا سن 414ع میں یہ بھارتیہ شرمز چھن گیا۔ سن 421ع تک انشواد گریہ کرتا رہا جن میں ایک درجن کے کے لگ بھگ پستکیں ملتی ہیں۔ 49 برس کی اوستھا میں متھیا اہیوگ کے سندھ پر مارا گیا۔

دھرم رکشا سنگھ کا یہ بھارتیہ شہرملز سن 1004ع میں
چین گیا اور موت تک انہواد کلریہ کرتا رہا۔ سمرات دیوار پر نشاۃ
ہوا۔ 96 برس کی عمر میں مرا۔ درجوں پسکھیں لکھیں۔

دھرم روجی—بھارتیہ شرمز (501-507) اس کی دو
پستکھیں ملتی ہیں۔

دھرم وکرم یا دھرماس—چینی ہیکشو . 15 متروں کے سنگ سن 420 میں بھارت آیا . اس نے سن 463ع میں دیس لوٹنے کے پہلے ایک دستک کا انبواد کیا .

نہیندر ویاس—بھارتیہ شرمز (589-587) اس کی 15
پسکوں ملتی ہیں۔

پرماتہ—گن رتن اہوم کل ناتھ کے نام سے بھی پوسیدہ۔
 اچوں کا یہ شرمز سن 544ع میں چین گیا۔ اس نے سن
 69-57ع کے اندر 4 پستکوں کا انووان کیا جن میں 32
 ملتی ہیں۔ 71 برس کی عمر میں سن 569ع میں وہ مرا۔
 اس کے انوادوں میں لشوگوش کی دو پستکیں اور آچارچ بسو
 بلدھو کا چیرن چرت پرمکھ ہیں۔

پربھاکر مٹر—(557-589ع) کیول تھیں پستکھیں اُس
بھارتیہ شرمتر کی ملتی ہیں ۔

پرگھا—(585-590) کا بل ■ شرمز، پستکیں نہیں ملتیں۔

پرمیتی—بھارتیہ شرمنز (705 ع)، اس کی ایک پستک ملتی ہے۔

فادیان—پرسیدہ چینی میٹھ، سن 399 میں بودھ بھدر کے ساتھ ساتھ اس نے انیک پستکیں لکھیں۔ اس کی پستکیں میں کھول چار ملتی ہیں۔ 86 برس کی اوستھا میں وہ مرا۔

بودھی رچی—اُتری بھارت کا شرمنز جو سن 508 ع میں چین گیا۔ اہودت گرتھوں میں لگ بھگ تیس ملتے ہیں۔

بودھی رچی کشریپ—براہمن کولین، دھیشی بھارتیہ شرمنز، پورے نام دھرم رچی تھا (684-705 ع)، 53 برتھوں کا اُترواد کیا جن میں 41 ملتے ہیں۔ ایسا وشواس کیا جاتا ہے کہ وہ 156 ورھ کی عمر میں مرا۔

بودھ بھدر—بھارتیہ شرمنز، چینی بھاشا میں 15 پستکوں کا اُترواد کیا۔ کبار چھو سے وہ برچت تھا، 91 سال کی عمر میں سن 429 میں مرا۔

بذہ شانت—اس بھارتیہ شرمنز کی (524-539 ع) 9 پستکیں ملتی ہیں۔

مہریدہ بھدر—مکھہ کا بھارتیہ شرمنز، لی آو شاہا کے راجا کا یہ گرو تھا (907-1125 ع) 5 پستکیں کا لیکھک۔

رتن مٹی—بھارتیہ شرمنز (508 ع) دو پستکیں کا لیکھک۔

رتن چنٹا—ایک شرمنز (69-727 ع) کاشمیر نولسی، سات پستکیں کا اُتروادک، 100 برس سو جیا۔

وجہ بودھی—براہمن کلین، دھن بھارتیہ شرمنز، سن 719 ع میں چین گیا اور وہیں 71 برس کی اوستھا میں مرا۔ 11 پستکیں کا لیکھک۔

واشپتیت—کا شرمنز، قبلی خان کا صلاحکار، اس نے سن 1269 ع میں منگولین بھاشا کی روپ ریکھا تیار کی۔

سلیم درمن—(506-220) شہام دیشی شرمنز، 9 گرتھوں کا اُتروادک۔

سبھاکر سنگ—بھارتیہ شرمنز، نالندا وھار سے سن 716 ع میں چین گیا، سن 815 میں 99 ورھ کی اوستھا میں مرا۔ پانچ پستکیں کا لیکھک۔

ہوئی - چی (پرگیا)—بھارتیہ شرمنز، چین میں پیدا ہوا، پتا براہمن نے، سن 692 ع میں ایک پستک کا اُترواد کیا جو ملتی ہے۔

گھان گھت—(561-600) گاندھار کا شرمنز، 38 پستکیں کا لیکھک، سبھی ملتی ہیں۔ 78 ورھ کی عمر میں مرا۔

گھان شری—سن 1053 میں یہ بھارتیہ شرمنز چین گیا۔ دو پراپت پستکیں کا لیکھک۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا بتہ وادھا کرشنن کے 'اندیا ایلڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381 ع)، گوتم سنگ دیو (384 ع)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397 ع)، بدھاشیہ (چوتھی شتھری)، وکلاش سن (406 ع) دھرم چھم (414 ع)۔

انہیں چینی بکشو، سن 399 میں بدھ بھدر کے ساتھ ساتھ اس نے انیک پستکیں لکھیں۔ اس کی پستکیں میں کھول چار ملتی ہیں۔ 86 برس کی اوستھا میں وہ مرا۔

بودھی رچی—اُتری بھارت کا شرمنز جو سن 508 ع میں چین گیا۔ اہودت گرتھوں میں لگ بھگ تیس ملتے ہیں۔

بودھی رچی کشریپ—براہمن کلین، دھیشی بھارتیہ شرمنز، پورے نام دھرم رچی تھا (684-705 ع)، 53 گرتھوں کا اُترواد کیا جن میں 41 ملتے ہیں۔ ایسا وشواس کیا جاتا ہے کہ وہ 156 ورھ کی عمر میں مرا۔

بودھ بھدر—بھارتیہ شرمنز، چینی بھاشا میں 15 پستکیں کا اُترواد کیا۔ کبار چھو سے وہ برچت تھا، 91 سال کی عمر میں سن 429 میں مرا۔

بذہ شانت—اس بھارتیہ شرمنز کی (524-539 ع) 9 پستکیں ملتی ہیں۔

مہریدہ بھدر—مکھہ کا بھارتیہ شرمنز، لی آو شاہا کے راجا کا یہ گرو تھا (907-1125 ع) 5 پستکیں کا لیکھک۔

رتن مٹی—بھارتیہ شرمنز (508 ع) دو پستکیں کا لیکھک۔

رتن چنٹا—ایک شرمنز (69-727 ع) کاشمیر نولسی، سات پستکیں کا اُتروادک، 100 برس سو جیا۔

وجہ بودھی—براہمن کلین، دھن بھارتیہ شرمنز، سن 719 ع میں چین گیا اور وہیں 71 برس کی اوستھا میں مرا۔ 11 پستکیں کا لیکھک۔

واشپتیت—کا شرمنز، قبلی خان کا صلاحکار، اس نے سن 1269 ع میں منگولین بھاشا کی روپ ریکھا تیار کی۔

سلیم درمن—(506-220) شہام دیشی شرمنز، 9 گرتھوں کا اُتروادک۔

سبھاکر سنگ—بھارتیہ شرمنز، نالندا وھار سے سن 716 ع میں چین گیا، سن 815 میں 99 ورھ کی اوستھا میں مرا۔ پانچ پستکیں کا لیکھک۔

ہوئی - چی (پرگیا)—بھارتیہ شرمنز، چین میں پیدا ہوا، پتا براہمن نے، سن 692 ع میں ایک پستک کا اُترواد کیا جو ملتی ہے۔

گھان گھت—(561-600) گاندھار کا شرمنز، 38 پستکیں کا لیکھک، سبھی ملتی ہیں۔ 78 ورھ کی عمر میں مرا۔

گھان شری—سن 1053 میں یہ بھارتیہ شرمنز چین گیا۔ دو پراپت پستکیں کا لیکھک۔

ان کے علاوہ بھارت سے چین جانے والے کچھ لوگوں کا بتہ وادھا کرشنن کے 'اندیا ایلڈ چائنا' سے چلتا ہے۔ خاص لوگوں میں سنگ بھونی (381 ع)، گوتم سنگ دیو (384 ع)، پیلے مت اور ان کا شہید دھرماشیہ (397 ع)، بدھاشیہ (چوتھی شتھری)، وکلاش سن (406 ع) دھرم چھم (414 ع)۔

ہندو جیو (433 ई०), गुण-वर्म (431 ई०), बोध
वर्म (520 ई०), विमोक्ष सेन (541 ई०) एवं धर्मगुप्त
(590 ई०) विशेष-उल्लेखनीय हैं.*

उपर्युक्त अनुवादक न केवल चीन और भारत के ही
असंख्य या गृहस्थ थे, बल्कि गांधार, खोलान, तिब्बत, श्याम
और सुदूर लङ्का तक के निवासी थे, बौद्ध-धर्म से सम्बन्ध
रखने वाले ग्रंथों के अनुवाद के अलावा भारतीय संस्कृति के
ग्रंथ भी अनुवादित हुए थे, अनुवादित ग्रंथों में दो विशेष
ग्रंथों के हैं—(1) स्वर्ण सप्तती शास्त्र और (2) वैशेषिक
दस पदार्थ शास्त्र, पहली पुस्तक 'सांख्य-कारिका' की टीका
है और दूसरी कणाद के वैशेषिक दर्शन पर लिखी गई है।

जे. एच. कजिन्स ने एक स्थान पर लिखा है—'अशांक
के समय में, चीन और भारत में, आपसी सांस्कृतिक एकता
फल फूल रही थी, भारत के पुराहित और कलाकार चीन
में आश्रय पाते थे, एक समय राजधानी लो-यांग में तीन
हजार भारतीय यागियों के अलावा दस हजार भारतीय
परिवार जीवन-यापन करते थे, ये अपने सग अजन्ता और
एलीरा की चित्र-कला के आदर्श ले गए थे, इन्होंने ही
चीनीयों का लिपि-ज्ञान कराया, बौद्ध धर्म के साथ-साथ
भारतीय कला एवं विद्या चीन पर ई० पू० पहली शताब्दी में
ही अपना प्रभाव जमा गई।

"चीन में बौद्ध-कला से हिन्दू कला गले से गले मिली,
नतीजा यह हुआ कि भारतीय शैली बदलकर चीनी ह
गयी....."†

बौद्ध-धर्म के 'सत्य' का स्वागत चीनवासियों ने खुले
दिल से किया, चीन की विचारधारा के साथ जब भारत की
सांस्कृतिक धारा मिल गयी, तब एक नये चीन देश का जन्म
हुआ जिसका अस्तित्व आज तक है, चीन पर भारतीय
अध्यापकों का कसा प्रभाव पड़ा है इसका परिचय, इन
शब्दों में मिलता है—"चीन पहले बौद्ध मिशनरियों को नहीं
भलसकता, अनुवाद और प्रचार के अति कठिन काम को
उन्होंने बड़ी सच्चाई, ईमानदारी और सफलता के साथ
किया"‡

तीसरी शताब्दी मध्यकाल में (इल्लिंग के अनुसार)
चीन से बीसेक सन्यासी भारत आये थे जिनके लिए किसी
गुप्त-सम्राट ने बोध गया के पास एक 'चीन-संचाराम'

• बद्ध ज्यो (423) कन्नड (481) बौद्ध धर्म (520)
मोक्ष सेन (541) आयु धर्म गीत से (590)
शिव अल्लेखनीय हैं.*

अपुनकत अनुवादक न केवल चीन और भारत के ही
होकर हस्त थे, बल्कि गांधार, खोलान, तिब्बत, श्याम
और सुदूर लङ्का तक के निवासी थे, बौद्ध-धर्म से सम्बन्ध
रखने वाले ग्रंथों के अनुवाद के अलावा भारतीय संस्कृति के
ग्रंथ भी अनुवादित हुए थे, अनुवादित ग्रंथों में दो विशेष
ग्रंथों के हैं—(1) स्वर्ण सप्तती शास्त्र और (2) वैशेषिक
दस पदार्थ शास्त्र, पहली पुस्तक 'सांख्य-कारिका' की टीका
है और दूसरी कणाद के वैशेषिक दर्शन पर लिखी गई है।

जे. एच. कजिन्स ने एक स्थान पर लिखा है—'अशांक
के समय में, चीन और भारत में, आपसी सांस्कृतिक एकता
फल फूल रही थी, भारत के पुराहित और कलाकार चीन
में आश्रय पाते थे, एक समय राजधानी लो-यांग में तीन
हजार भारतीय यागियों के अलावा दस हजार भारतीय
परिवार जीवन-यापन करते थे, ये अपने सग अजन्ता और
एलीरा की चित्र-कला के आदर्श ले गए थे, इन्होंने ही
चीनीयों का लिपि-ज्ञान कराया, बौद्ध धर्म के साथ-साथ
भारतीय कला एवं विद्या चीन पर ई० पू० पहली शताब्दी में
ही अपना प्रभाव जमा गई।

"चीन में बौद्ध-कला से हिन्दू कला गले से गले मिली,
नतीजा यह हुआ कि भारतीय शैली बदलकर चीनी ह
गयी....."†

बौद्ध-धर्म के 'सत्य' का स्वागत चीनवासियों ने खुले
दिल से किया, चीन की विचारधारा के साथ जब भारत की
सांस्कृतिक धारा मिल गयी, तब एक नये चीन देश का जन्म
हुआ जिसका अस्तित्व आज तक है, चीन पर भारतीय
अध्यापकों का कसा प्रभाव पड़ा है इसका परिचय, इन
शब्दों में मिलता है—"चीन पहले बौद्ध मिशनरियों को नहीं
भलसकता, अनुवाद और प्रचार के अति कठिन काम को
उन्होंने बड़ी सच्चाई, ईमानदारी और सफलता के साथ
किया"‡

तीसरी शताब्दी मध्यकाल में (इल्लिंग के अनुसार)
चीन से बीसेक सन्यासी भारत आये थे जिनके लिए किसी
गुप्त-सम्राट ने बोध गया के पास एक 'चीन-संचाराम'

*—राधा कृष्णन्—इण्डिया ऐंड चाइना, पृष्ठ 27.

†—एस. सी. गुहा—'इण्डो-चाइनीज कार्टिपलिटी थ एजेज'—जे. बी. एच. यू. भाग 89 पृष्ठ 21.

‡—एस. सी. गुहा—'इण्डो-चाइनीज कार्टिपलिटी थ एजेज'—जे. बी. एच. यू. भाग 89 पृष्ठ 21.

†—जे. एच. कजिन्स—दी कल्चरल युनिटी ऑफ एशिया, खण्ड दो, पृष्ठ 77.

‡—जे. एच. कजिन्स—दी कल्चरल युनिटी ऑफ एशिया, खण्ड दो, पृष्ठ 77.

†—रीकेल्ट (Reichelt)—दू य पेण्ड इंडियन इन चाइनीज बुद्धिधर्म.

‡—रीकेल्ट (Reichelt)—दू य पेण्ड इंडियन इन चाइनीज बुद्धिधर्म.

ہندو دھماکا تھا۔ ان کے بقول ہے ۔ ملک سن 434-104ع' سرنگ
 یں سن 530ع' وانگ عربین سن 647-634ع آدمی
 کی ہلاکت یادگار ہے کہ مہدی پورنر نہیں ہے ۔

علم طوط پر چینی میں ہودہ دھرم گرتھوں کو لوگ 'تربٹک' کے نام سے جانتے ہیں جس میں کپول ویلے'۔ 'ابھی دمم' اور سوتر ہی ہیں۔ 'چینی تربٹک' سے ایسا بھاس ہوتا ہے کہ چینی بھاشا میں وہیں دھرم گرتھ سورکشت ہیں۔ ابھی حال میں جاپان سے نانی شاؤ نامک چینی تربٹک کا ایک ٹیپا سنسکرت نکلا ہے جس میں 218½ سوتر ہیں۔ پہلے سنسکرتوں میں 2278 سوتروں کا پتا چلا ہے، پر کہو جانے کے کارن اب کپول 2184 سوتر ہی بچ رہے ہیں۔ انہاس ساکشی ہے کہ ہودہ دھرم کے ورودہ ہونے کے کارن دو ایک چینی سمرائٹن نے بہت سے مان چا دیئے تھے جہاں بھومولیت پستکیں سنکرہیت تھیں۔

بھارت کے اُن دو استھانوں، (1) چٹن بھون وشو بھارتی
 شانتی نعتیون (2) مول گلدھ کوتی وھار، سار ناتھ مہن نمانکت
 چٹنی قریبوں کے سنسکرن دیکھ جا سکتے ہیں۔ (کا) سنگ
 شام کا سنسکرن (1276-960ع) جسے قریبن ایڈیشن بھی
 کہتے ہیں، (م) چنگ شام کا سنسکرن (1641-1911ع)
 اور (کا) سنگھانی سنسکرن ایک پورک (Supplement)
 سہت۔ (کا) مہن 1921 (م) مہن 1666 اور (کا) مہن
 1916 رجناؤں کا بتہ پورک کے ساتھ چلتا ہے۔

ایک چینی ہودہ ودوان لوچینگ کے مطابق چینی تریک کے 16 سنسکرن ہوئے ہیں۔ 4 سنگ شاکھا میں، 5 یونان شاکھا میں، 8 سنگ شاکھا میں، 2 چنگ شاکھا میں اور 2 درمان پرجانتور شاکھا میں۔

بھارتیہ سنسکرتی کا پرہوار چین واسپوں کے جہوں کے ہر انکوں
پر سمان روپ سے پڑا ہے۔ یہ دھیان میں رکھنے یوگیت ہے۔ ساتھ
میں گدیہ ایوام پدیہ کے چھتر میں چن راجیہ (423-265ع)
اور تھانگ راجیہ (907-618ع) نے کمال کر دکھایا ہے۔ آگے
چلکر لنگ شاسن منں (1643-1368ع) دارشنگ رچنگوں
کا وکس ہوا۔

تھان شامیں گال میں شون دین نامک ایک ہودہ بھکشو
نے مسکرت میں ورنٹ بہارتہ لہی شاستر کے آدھار پر چٹنی
لہی کو سدھار کر چھوٹا روپ (36 ورنوں کا) دیا۔ پر کھد
کے بات ہے کہ یہ ورن ملا جن سادھارن کے بیچ پلپ نہ سکی۔

راداما کرشنن۔ اینڈھا اینڈ چاننا پرستہ 26-29 اور پرستہ 12-13 .

सहित बर्मान, भूतान, बांग्ला, क्खा आदि पर आज भी, चीन के पैगाडा आदि को देखने पर भारतीय नजर साफ साफ दिखाई देता है।

भारत के प्राचीन साहित्य की ओर, खासकर संस्कृत साहित्य की ओर नजर डालें तो सहज में ही पता चल जायगा कि हर जगह चीन के बारे में बयान भरे पड़े हैं। रामायण और महाभारत में चीनवासियों का जिक्र है। रामायण का एक उदाहरण लीजिये—

चीनानं परचीनारच तुषारान बर्बरानपि ।

काचनैः कमलैश्चैव कान्बोजानपि संवृतान् ॥३॥

महाभारत में चीनवासियों का बर्णन बहुत बार आया है। उदाहरण के लिए हम 'आदि पर्व' और 'सभा पर्व' के पन्ने उलट सकते हैं। सभा पर्व में एक जगह हम ऐसा बर्णन पाते हैं कि अर्जुन की विजयी सेना को रोकने के हेतु भागदत्त ने लड़ाई मोल ली और उस समय उसके साथ अन्य सैनिकों के अलावा चीनी सैनिक भी थे—

स किरातैश्च चीनैश्च वृतः प्रजेतिषोऽभवत्.....

उद्योग पर्व में भी दुर्योधन को भागदत्त द्वारा चीनी सैनिक दिये जाने का बर्णन है :

तस्य चीनैः किरातैश्च काचनैश्च संवृतम् ।

उद्योग पर्व में ही अन्य स्थल पर चीनी घोड़ों का बर्णन आया है :

बाजिनां च सहस्राणि, चीनदेशोद्भवानि च ।

उसी पर्व में—

अर्कजश्च बलीहानां चीनानां धौत मूलकः ।

वाय पर्व में—

हार दृणांश्च चीनांश्च तुषारान् सैन्यवां स्तथा ।

भीष्म पर्व में—

तथैव रमयाश्चीना स्तथा च देशमात्रिकाः ।

कर्ण पर्व में—

सुमानंगांश्च बगांश्च निषादान् पुरश्चीनकान् ।

इस प्रकार 'महाभारत' से हमें यह पता चलता है कि भारतीयों की क्रीड में चीनी सैनिक रहा करते थे और उनसे क्षत्रियों जैसा व्यवहार किया जाता था। वे यज्ञ में सम्मिलित होने के लिए आमंत्रित भी किये जाते थे। परन्तु 'मनुसंहिता' का लेखक अचानक उन्हें शूद्रों की श्रेणी में ले जाकर पटकता है।

हस्त तल्लिन्सिरोत्ती कः, आस्तो कः असी प्र अजि, चीन
पिकुता, असी को दिक्के प्र • भारते अरु वरु वरु दिक्की
पिता है ।

भारत के प्राचीन साहित्य की ओर, खासकर संस्कृत साहित्य की ओर नजर डालें तो सहज में ही पता चल जायगा कि हर जगह चीन के बारे में बयान भरे पड़े हैं। रामायण और महाभारत में चीनवासियों का जिक्र है। रामायण का एक उदाहरण लीजिये—

चिन्तान् पुरी नान्तिच तुषारान् बर्बरान् !

काचनैः कमलैश्चैव कान्बोजानपि संवृतान् ।

महाभारत में चीनवासियों का बर्णन बहुत बार आया है। उदाहरण के लिए हम 'आदि पर्व' और 'सभा पर्व' के पन्ने उलट सकते हैं। सभा पर्व में एक जगह हम ऐसा बर्णन पाते हैं कि अर्जुन की विजयी सेना को रोकने के हेतु भागदत्त ने लड़ाई मोल ली और उस समय उसके साथ अन्य सैनिकों के अलावा चीनी सैनिक भी थे—

स किरातैश्च चीनैश्च वृतः प्रजेतिषोऽभवत्.....

उद्योग पर्व में भी दुर्योधन को भागदत्त द्वारा चीनी सैनिक दिये जाने का बर्णन है :

तस्य चीनैः किरातैश्च काचनैश्च संवृतम् ।

उद्योग पर्व में ही अन्य स्थल पर चीनी घोड़ों का बर्णन आया है :

बाजिनां च सहस्राणि, चीनदेशोद्भवानि च ।

उसी पर्व में—

अर्कजश्च बलीहानां चीनानां धौत मूलकः ।

वाय पर्व में—

हार दृणांश्च चीनांश्च तुषारान् सैन्यवां स्तथा ।

भीष्म पर्व में—

तथैव रमयाश्चीना स्तथा च देशमात्रिकाः ।

कर्ण पर्व में—

सुमानंगांश्च बगांश्च निषादान् पुरश्चीनकान् ।

इस प्रकार 'महाभारत' से हमें यह पता चलता है कि भारतीयों की क्रीड में चीनी सैनिक रहा करते थे और उनसे क्षत्रियों जैसा व्यवहार किया जाता था। वे यज्ञ में सम्मिलित होने के लिए आमंत्रित भी किये जाते थे। परन्तु 'मनुसंहिता' का लेखक अचानक उन्हें शूद्रों की श्रेणी में ले जाकर पटकता है।

*—एस० सी० गुहा—इंडो-चाइनीज कौन्सिलिटी च एपेक्ष, पृष्ठ 22.

।सि० सी० गुहा, अन्तर जातिव्यवस्था का अर्थ, पृष्ठ 22.

३—रामायण = सं० रत्नरत्न गौरीसिंह (पेरिस 1884) 55:44:14.

।सि० सी० गुहा, अन्तर जातिव्यवस्था का अर्थ, पृष्ठ 22.

”لیفٹ وسٹر“ میں ہم چینی لکھ لکھوں کا اُلکھ پاتے ہیں۔۔۔

برائے ہی کہرو شہتم انگ لیں، ہنگ لیں، چین لیں،
چنگ لیں... چتر شہتی سہنیاں کت ماں تہن سیکھ ہس سی؟

”کتھا سرت ساگر“ میں ”چھین پشیم“ کا وزن آیا ہے جسے
سوهاگن ناری اپنے لالت پر کمک بلندو کے روپ میں لگتی ہیں ،
ہوم چندر کے ”ابھی دھان چننامنی“ میں اُسے ہی ”سندرم“ ہی
کہا گیا ہے ۔

سندھو ناگجن ناگر شرفکار ہوشم چن بشتم ۔

آج بھی چھٹا سندور عورتوں کے بھیج بہت پرچلتا ہے۔
 پانی نکست سسائیلی سے پرگشت—'اٹشلالی' میں اٹوکتا
 یا دھم سنگنی کے ہواشیہ میں ہم' یاساں واسین دسا بھاگا چین
 پچم ادھی کا ورٹن پاتے ہیں۔ سوترنہات میں ایک شبد آیا ہے
 'چنیک' جس کا ارتھ ٹوکا میں ہے—ایک پرکر کا بیان۔ وشلو
 پران میں بھی جھوں کا تینوں اہلسی پرپرک ہوا
 ہے۔ اپنے 'ابھی دھان چنکاملی' میں ہم چند بھی 'چنیک'
 کو بیان ہی بکتا ہے۔ ہومادری کی 'چتورنگ چنکاملی' میں
 بھی وہی بات ہے۔ شاید شیت کال میں زوروں سے پانی
 جانے والی 'مونگ پھلی' کا مول استھان چین ہی ہے۔ چونکہ
 دوسرے شبدوں میں 'چنیا بادام' ہمارے ہالکوں کو بہت
 پرپہ ہے۔

’راج نکہت‘ میں چین کی وہن و ستوں کا درس آیا ہے
—چین کھور‘ چین کرتی‘ چینج‘ چین ہلک آئی۔

چین کرپور کا رنن یارڈ پرکاش میں بھی آیا ہے۔ 'شوشرت سنتھا' میں 'چین پت' کا رشیش اُلکھ ہے۔ 'دش کار جرت' میں چینی وسر کا بھی وزن ہے۔

چیلہ سبز آذنان بیدھین پری مل دروینک زین، منبر و منبرچ
نوعی ہے ۔

بڑھت سہتا مہن چہن کا نام آیا ہے۔ شکتی سلگم تقرر
- مہن چہن کا ہوں ورنہ آیا ہے۔

مان بھاشاں دیکھو میں مان بھاشاں کچھ پورو چھین دیکھو

مہاچینا چار تندر ایوم چہنا چار پریوگ ودھی نامک دو
ہستکھن تندر پر لکھی گئی ہیں ۔

کالہ داس کے امر ناٹک 'شعنا' میں چھٹان شوک کا
اولیٰ ہے۔

چیلان شکریو کلیو پرتی واتن نیبه مانسه .

जनवरी '६६

’کھڑا سمجھو‘ میں مہی—

کھڑا سمجھو میں مہی—

چیناؤ کے: کلپت کتوہالام

چیناؤ شوقیہ کلپت کتوہالام

جیسا ورنن آیا ہے۔ ’مالویکاگنمتر‘ میں بھی جیہاشک
شبد کا اہم ہے۔ مہابھارت میں ایسا ورنن ہے کہ چین دیس
سے پانچ ہزار دہائیوں پہلے بودھتار کے راجہ تلک کے سے رتلانی
تھروں کی سلکھا میں اڑپہار سو روپ آئے تھے۔

چین اور بھارت دونوں راشن کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھیں پڑیم جھم اموکہ اسکر سے اتھت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

چین اور بھارت دونوں راشن کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھیں پڑیم جھم اموکہ اسکر سے اتھت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

چین اور بھارت دونوں راشن کے دیوان ملی شی ایہم
سادھو پڑھیں پڑیم جھم اموکہ اسکر سے اتھت کال میں سانسرتک
قائم کر گئے۔

ہزاروں برسوں کے بعد آج پھر دونوں راشنوں کو ایک
دوسرے کی سہانہ بھنی مائے لکی ہے۔ سن 1924 میں گرو دیو
روپندر ناتھ کی چین باترا نے سانسرتک ایٹکا کی اس نئی سٹک
میں ایک اور اٹوٹھا ادھیائے جبر دیا ہے۔ پروفیسر تان بین
شان نے رشو کوئی کے رشہ میں لکھا تھا—”چین پر گرو دیو کی
باترا کا جو پڑھنا پڑا ہے وہ اتھت میں سادھو سلکوں کا بھی
نہیں پڑا۔ چینی جلتا پڑا ہے انہیں اور مہاتما جی کو آدھونک
بدھ مائی ہے“

ہزاروں برسوں کے بعد آج پھر دونوں راشنوں کو ایک
دوسرے کی سہانہ بھنی مائے لکی ہے۔ سن 1924 میں گرو دیو
روپندر ناتھ کی چین باترا نے سانسرتک ایٹکا کی اس نئی سٹک
میں ایک اور اٹوٹھا ادھیائے جبر دیا ہے۔ پروفیسر تان بین
شان نے رشو کوئی کے رشہ میں لکھا تھا—”چین پر گرو دیو کی
باترا کا جو پڑھنا پڑا ہے وہ اتھت میں سادھو سلکوں کا بھی
نہیں پڑا۔ چینی جلتا پڑا ہے انہیں اور مہاتما جی کو آدھونک
بدھ مائی ہے“

چین اور بھارت جیسے دو دیسوں کے بیچ سانسرتک
ایٹکا کا کتہ بدھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

چین اور بھارت جیسے دو دیسوں کے بیچ سانسرتک
ایٹکا کا کتہ بدھن مضبوط سے مضبوط ہو۔

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلتے میں بدھنواد،
واہواہی یا کسی فلت کی واہ کرتا ہے وہ
بھوت ہی اہماگا ہے؛ کیونکہ وہ بھومولہ ست کو تھوڑی تھت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

جو اپنے اپنے کرموں کے بدلتے میں بدھنواد،
واہواہی یا کسی فلت کی واہ کرتا ہے وہ بہت ہی
اٹھا ہے؛ کیونکہ وہ بھومولہ ست کو تھوڑی تھت
پر بیچ ڈالتا ہے۔

—سنت باپانی

—سنت باپانی

کتابچہ



ڈارننگ فرار دی پیپل بائی دی پیپل

لکھک—آچارچ جے. سی. کمارپا، پرکاشک—بورا
پنڈ کو، 3 راونڈ بیلڈنگ، منبرہ—2؛ پننے—155؛
دام—تین روپے.

آجکل ہمارے دہرا میں سرکاری ہلائکو میں ڈارننگ یا
بوجنا بلی کا نام بہت لیا جاتا ہے۔ آگلی مارچ میں چالو
پلج سائے بوجنا ختم ہو کر دوسری شروع ہونے جارہی ہے
جس پر ان دنوں چرچا ہی چل رہی ہے۔ ہر ہمارے بوجنا
کاروں اور ان کے ہمدردوں کو ایک بات کی بڑی شکایت جنتا
سے ہے—کہ وہ بوجنا میں سرکار کو سہوگ نہیں دیتی۔ یہی
وجہ ہے کہ ہندستان میں بوجنا جس تیزی کے ساتھ چلتی ہے
اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دیہ میں پوروزگاری بڑھتی ہے۔

سوال اٹھتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا بات ہے کہ
ہندستان کی جنتا اپنی ہی سرکار کا ساتھ نہیں دیتی؟ اس
کے جواب میں ہمارے شاکس اوک ہاتھ مل کر رہ جاتے
ہیں۔ لیکن اس کا جواب سچا اور صاف ہے۔ سب مانتے
ہیں کہ ہندستان کی اسی فیصدی آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے
اور تین چوتھائی لوگ کھیتی کے سہارے کسی طرح جیتے ہیں۔
اس دیہاتی جنتا کا آمدن گڑ کا آہار—یا اس کی سواری
کھیتی—بیل گڑی ہے۔ دوسرے شعبوں میں، بیل گڑی ہندستان
کی راشنری سواری ہے۔ لیکن کھسے اچرج کی بات ہے کہ بیل
گڑی میں بیٹھ کر کوئی بھی ہندستانی اپنے ہی راشنری سے
ملنے نہیں جا سکتا! ولایت کی ہلی ٹیکسی یا موٹرکار میں جا
سکتا ہے، لیکن ہندستان کی ہی ہلی بیل گڑی میں نہیں!!
بیل گڑی تو دور، ٹانگے تک کی اجازت نہیں ہے۔ ہماری
راجدھانی، نئی دلی کی سڑکوں پر بیل گڑی چلنے کی ممانعت
ہی ہے۔

”بیل گڑی لیجانا منع ہے“—اس کا کڑا انویو آچارچ
جے. سی. کمارپار کو ہوا، جنکی گنتی دیہی کے
سچے اور تپہ ہونے سہوگوں میں ہوتی ہے اور جن کا جیون
تربانی اور تھاک کی ایک مشمل ہے۔ کمارپا جی

ڈارننگ فرار دی پیپل بائی دی پیپل

لکھک—آچارچ جے. سی. کمارپا؛ پرکاشک—بورا
پنڈ کو، 3 راونڈ بیلڈنگ، منبرہ—2؛ پننے—155؛ دام—تین
روپے.

آجکل ہمارے دیہی میں سرکاری حلقوں میں پلاننگ یا
بوجنا بلی کا نام بہت لیا جاتا ہے۔ آگلی مارچ میں چالو
پلج سائے بوجنا ختم ہو کر دوسری شروع ہونے جارہی ہے
جس پر ان دنوں چرچا ہی چل رہی ہے۔ ہر ہمارے بوجنا
کاروں اور ان کے ہمدردوں کو ایک بات کی بڑی شکایت جنتا
سے ہے—کہ وہ بوجنا میں سرکار کو سہوگ نہیں دیتی۔ یہی
وجہ ہے کہ ہندستان میں بوجنا جس تیزی کے ساتھ چلتی ہے
اس سے زیادہ تیزی کے ساتھ دیہ میں پوروزگاری بڑھتی ہے۔

سوال اٹھتا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے؟ کیا بات ہے کہ
ہندستان کی جنتا اپنی ہی سرکار کا ساتھ نہیں دیتی؟ اس
کے جواب میں ہمارے شاکس اوک ہاتھ مل کر رہ جاتے
ہیں۔ لیکن اس کا جواب سچا اور صاف ہے۔ سب مانتے
ہیں کہ ہندستان کی اسی فیصدی آبادی دیہاتوں میں رہتی ہے
اور تین چوتھائی لوگ کھیتی کے سہارے کسی طرح جیتے ہیں۔
اس دیہاتی جنتا کا آمدن گڑ کا آہار—یا اس کی سواری
کھیتی—بیل گڑی ہے۔ دوسرے شعبوں میں، بیل گڑی ہندستان
کی راشنری سواری ہے۔ لیکن کھسے اچرج کی بات ہے کہ بیل
گڑی میں بیٹھ کر کوئی بھی ہندستانی اپنے ہی راشنری سے
ملنے نہیں جا سکتا! ولایت کی ہلی ٹیکسی یا موٹرکار میں جا
سکتا ہے، لیکن ہندستان کی ہی ہلی بیل گڑی میں نہیں!!
بیل گڑی تو دور، ٹانگے تک کی اجازت نہیں ہے۔ ہماری
راجدھانی، نئی دلی کی سڑکوں پر بیل گڑی چلنے کی ممانعت
ہی ہے۔

”بیل گڑی لیجانا منع ہے“—اس کا کڑا انویو آچارچ
جے. سی. کمارپار کو ہوا، جنکی گنتی دیہی کے
سچے اور تپہ ہونے سہوگوں میں ہوتی ہے اور جن کا جیون
تربانی اور تھاک کی ایک مشمل ہے۔ کمارپا جی

دش کے سب سے بڑے گاندھی وادی آرٹ شاسٹری مانے جاتے ہیں۔ بلکہ کہنا تو یہ چاہئے کی گاندھی وادی آرٹ نہتی کے پرتھم شاسٹرکار ہی آپ ہیں۔ آرٹ شاسٹر سہلندی آپ کے کئی پرسنہ گرنٹہ ہیں۔ اس وشٹہ پر آپ کے لیکے تو پتروں میں پرانہ نکلتے ہی رتہ ہیں، وشٹہ کر۔ آپ کے اپنے ایک چھوٹے سے ماسک ”گرام ادیبوگ پتریکا“ میں۔

اس پسنک میں آچارہ کے چالیس لکھوں کا سنکرہ ہے جو 1948 سے 1953 کے بیچ پرکاشت ہوئے تھے۔ پسنک کو چھ ہاگوں میں بانٹا گیا ہے—پنج۔ سالہ یوجنا، سرکار کے کلم، کہتی اور زمین، مزدوری اور آتھان، آندھوگ نہتی، اور آپسنکار۔ لیکہ پرانے ہوئے ہوئے بھی ساماچک اور مہتو پورن ہیں۔ اس سنکے تو اور بھی زیادہ، جب یوجنا پر دیہی میں وچار چل رہا ہے۔ ہاں، زمین سہلندی والے حصہ سے کچھ لیکہ نکالے جاسکتے تھے کیونکہ اب بھارت آج کے لئے ودیشوں کا محتاج نہیں ہے۔

آچارہ کمارپیا جی کے کچھ لیکہ—جیسے یوجنا پر کچھ وچار، کرائتی کے آثار، بیل گاڑی منع ہے، آزادی کی آرٹ نہتی، محنت کرو، بے کاری—ایک روگ اور کمونٹی پروجیکٹ—تو بہت سنکر اور استھانی۔ ساہتھ کے انگ ہیں۔ محنت کرو، والے لیکہ کا ایک حصہ دیکھ بھور ہم سے نہیں رہا جاتا۔ آچارہ جی کہتے ہیں:—

”دس پندرہ سال پہلے جب ٹراونکور راجہ میں سر سی۔ راماسوامی اڈیر دیوان تھے، تو انھوں نے دھان کوٹنے کی ملیں دند کرائی تھیں اور وہاں کے ہزاروں لوگ ہاتھ سے ڈھیکی چلا چلا کر روزی کھاتے تھے اور سارا ٹراونکور پشتیکارک چاول کھاتا تھا۔ لیکن اب جب ٹراونکور بھارت میں شامل ہوا تو یہ ملیں پر پابندی مت رہی ہے۔ کیا اسی کو زیادہ آتھان کہہ سکتے یا جو ہے۔ اس کو بھی برباد کرنا کہیں کہیں؟ جب سرکار ایسی نہتی برتنی ہے تو کس منہ سے وہ لوگوں سے کہہ سکتی ہے کہ زیادہ پیدا کرو۔“

اس کے بعد آچارہ جی کہتے ہیں:—

”دس پندرہ سال پہلے جب ٹراونکور راجہ میں سر سی۔ راماسوامی اڈیر دیوان تھے، تو انھوں نے دھان کوٹنے کی ملیں دند کرائی تھیں اور وہاں کے ہزاروں لوگ ہاتھ سے ڈھیکی چلا چلا کر روزی کھاتے تھے اور سارا ٹراونکور پشتیکارک چاول کھاتا تھا۔ لیکن اب جب ٹراونکور بھارت میں شامل ہوا تو یہ ملیں پر پابندی مت رہی ہے۔ کیا اسی کو زیادہ آتھان کہہ سکتے یا جو ہے۔ اس کو بھی برباد کرنا کہیں کہیں؟ جب سرکار ایسی نہتی برتنی ہے تو کس منہ سے وہ لوگوں سے کہہ سکتی ہے کہ زیادہ پیدا کرو۔“

”رہن سہن کا درجہ ارنچا اٹھانے کے معنے کیا ہیں؟ فرش پر بیٹھنے والوں کو کرسی اور میز دے دینا؟ اس درشتی سے امریکہ کا رہن سہن سنسار میں سب سے ارنچا ہے، لیکن کیا وہاں کے لوگ سکھی اور سنتوشٹ ہیں؟ ان پر تیسری لڑائی کا ڈر سوار ہے۔ کیول بھونک سہتی سے سچا سک اور سنکوش نہیں پیدا ہو سکتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ انسان کی شخصیت کا درجہ ارنچا اٹھے اور اس کا وکس ہو۔ یہ چھڑ ملوں میں آتھان کرنے سے نہیں پیدا ہو سکتی۔ کیا

ہماری سرکار اس طرح کے کام کو بڑھاوا دیتی ہے جس سے انسانی کی شخصیت کے نکلیں کو موقع ملے؟ "اچاریہ کاریا نے یہ سہ 1950 میں کہہ دیا۔ مگر یہ آج بھی اُنہی ہی تازہ ہیں۔ اور اگر سرکار کو بچنا کی سہلٹ کی دراصل کٹنا ہے تو اس سوال کا صحیح جواب دیکر اس پر عمل کرنا ہوگا۔

ہم اس وقت کے لیے پرکار کو بڑھاتے ہیں اور چاہیں گے کہ ہمارے کی زبانوں میں بھی اس کے سہلٹ نکلیں، ہندی میں تو جلد سے جلد، انگریزی جاننے والے اور دہی کی رچنا میں دلچسپی لینے والے ہر سہلٹ آدمی کے لیے کتاب بہت ضروری اور وچار پریرک ہے۔

—دادو

سماجواदी اर्थনীتی کی اور

(انگریزی اور ہندی)

لکھک—جی جیمنٹارایان؛ پرکار—ہندی راشیہ کانپرس، 7 جنتر-متر روڈ، نئی دہلی؛ پنے—184؛ نام—سوا روپہ۔

سماجواदी ہنگ کی व्यवस्था

(انگریزی اور ہندی)

لکھک اور پرکار—بھی اوپر والے؛ پنے—12؛ نام—نہیں دیے۔

جنوری 1955 میں کانپرس نے اپنی آوازی اہمیشن کے موقع پر یہ پرستار پاس کیا کہ اس کا مقصد دیش کے اندر سوشلسٹک پیٹرن آف سوسائٹی (سماج کا سماجوادی ڈاٹا) کا نام کرنا ہے۔ تب سے کانپرس کی سہاؤں میں اور کانپرس جنوں یا اُن کے دیکھانوں یا لیکھوں میں "سماجوادی تھانچے" کی نام آپاسنا چل پڑی ہے۔ جہاں پہلے "وینٹیر اسٹیت" (کلپانکاری راجیہ) کا نام آدرش کے طور پر لیا جاتا تھا، وہاں آسے چہرہ اب سماجوادی تھانچے کی طوطی بول رہی ہے۔ چاہے کوئی ملستر کہیں دودھ کی تینری یا بسکٹ کا کارخانہ کھولتا ہو، چاہے امریکہ سے آنے والے ہنسپہی گہی کی دوکلی کا آدکھان کرنا ہو، چاہے پڑے لکھ بے کار پیدا کرنے والے کارخانے یعنی کسی اسکول یا کالج میں کی آدھار شہ رکھتا ہو، چاہے روکھوں کو پروتسامن دینے والے کسی اسپتال کی عمارت میں ایک نہا وارڈ کھولتا ہو—چاہے کوئی کچہ ہی کرے پر کہتا ہیں کہ اس کی اس رائے سے ملک "سماجوادی تھانچے" کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن جب نہا ملتر بولا جاتا ہے تو اس کے مطابق

ہماری سرکار اس طرح کے کام کو بڑھاوا دیتی ہے جس سے انسانی کی شخصیت کے نکلیں کو موقع ملے؟ "اچاریہ کاریا نے یہ سہ 1950 میں کہہ دیا۔ مگر یہ آج بھی اُنہی ہی تازہ ہیں۔ اور اگر سرکار کو بچنا کی سہلٹ کی دراصل کٹنا ہے تو اس سوال کا صحیح جواب دیکر اس پر عمل کرنا ہوگا۔

ہم اس وقت کے لیے پرکار کو بڑھاتے ہیں اور چاہیں گے کہ ہمارے کی زبانوں میں بھی اس کے سہلٹ نکلیں، ہندی میں تو جلد سے جلد، انگریزی جاننے والے اور دہی کی رچنا میں دلچسپی لینے والے ہر سہلٹ آدمی کے لیے کتاب بہت ضروری اور وچار پریرک ہے۔

—دادو

سماجواदी اर्थনীتی کی اور

(انگریزی اور ہندی)

لکھک—جی جیمنٹارایان؛ پرکار—ہندی راشیہ کانپرس، 7 جنتر-متر روڈ، نئی دہلی؛ پنے—184؛ نام—سوا روپہ۔

سماجواदी ہنگ کی व्यवस्था

(انگریزی اور ہندی)

لکھک اور پرکار—بھی اوپر والے؛ پنے—12؛ نام—نہیں دیے۔

جنوری 1955 میں کانپرس نے اپنی آوازی اہمیشن کے موقع پر یہ پرستار پاس کیا کہ اس کا مقصد دیش کے اندر سوشلسٹک پیٹرن آف سوسائٹی (سماج کا سماجوادی ڈاٹا) کا نام کرنا ہے۔ تب سے کانپرس کی سہاؤں میں اور کانپرس جنوں یا اُن کے دیکھانوں یا لیکھوں میں "سماجوادی تھانچے" کی نام آپاسنا چل پڑی ہے۔ جہاں پہلے "وینٹیر اسٹیت" (کلپانکاری راجیہ) کا نام آدرش کے طور پر لیا جاتا تھا، وہاں آسے چہرہ اب سماجوادی تھانچے کی طوطی بول رہی ہے۔ چاہے کوئی ملستر کہیں دودھ کی تینری یا بسکٹ کا کارخانہ کھولتا ہو، چاہے امریکہ سے آنے والے ہنسپہی گہی کی دوکلی کا آدکھان کرنا ہو، چاہے پڑے لکھ بے کار پیدا کرنے والے کارخانے یعنی کسی اسکول یا کالج میں کی آدھار شہ رکھتا ہو، چاہے روکھوں کو پروتسامن دینے والے کسی اسپتال کی عمارت میں ایک نہا وارڈ کھولتا ہو—چاہے کوئی کچہ ہی کرے پر کہتا ہیں کہ اس کی اس رائے سے ملک "سماجوادی تھانچے" کی طرف بڑھ رہا ہے۔ لیکن جب نہا ملتر بولا جاتا ہے تو اس کے مطابق

کتاب بھی رचना پڑتا ہے اور پورانے موشیوں اور مانیتاؤں کو بھونک کر نئے موشیوں و مانیتاؤں پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ پھر یہ کیا عمل مشک کی طرح اپنی سرنگھ چاروں اور پھیلتا ہے جس سے ہوا میں فرق پڑتا ہے اور سادھارن جنتا کا مانس بدلتا ہے۔

سرخس کی بات ہے کہ اس نئے منتر کا رائل کانگریس سنگٹن کے प्रधान-मंत्री श्री श्रीमन्नारायण अपने 'एकोनामिक रिव्यू' (یا 'आर्थिक समीक्षा') नाम के पाक्षिक पत्र से लगातार बजा रहे हैं। यह दोनों किताबें उनके फुटकर लेखों का संग्रह हैं। पहली पुस्तक में चौतीस लेख हैं और दूसरी में तीन। क्योंकि यह लेख एक पाक्षिक के लिये अखबारी समाचारों के आधार पर लिखे गये, इसलिये उनमें अक्सर बातें दुहराई हुई मिलती हैं। कहीं कहीं तो एक ही विषय पर तीन लेख हैं—जैसे 'भूदान और आर्थिक क्रान्ति', 'भूमिद यज्ञ का अर्थशास्त्र', और 'भूमिदान का अर्थ शास्त्र', इनको सहज एक में पिरोया जा सकता था। इसी तरह 'भारत और चीन' पर के लेख हैं। दूसरे, फुटकर लेख लिखते समय लेखक के सामने वह विषय ही सबसे आस मालूम होता है। लेकिन किताब के अन्दर एक सिलसिला रहता है और जिस चीज पर जितना जोर दिया जाना चाहिये उसना दिया जाता है। अब इस किताब में पन्ना 71 पर (अंग्रेजी) बाद वाले लेख में कहा गया है कि सरकार को चाहिये कि बाद रोकने के लिये युद्ध के पैमाने पर कोशिश करे। साथ ही साथ, पन्ना 48 पर बेकारी के बारे में लिखा है कि वह हमारा अव्वल नम्बर का दुश्मन है और उसका धौरन सामना किया जाये। हमारी अरज है कि अगले संस्करण में इन लेखों को लेखक एक बार देख जाये और ठीक से उनका ताल बिठा दें।

पर जिन जिन विषयों पर श्रीमन जी ने चिन्तन किया है वह सभी महत्व के हैं, जैसे प्रामोद्योग, शिक्षा, भूमि-सुधार, बाद, शराब-बन्दी, बेकारी, शासन-व्यवस्था, सरकारी योजनायें, अदालती न्याय, आदि। उनके सुझावों में दुखिया के दर्द की तरफ दृष्टि है और देश-भक्ति की लगन है। क्या ही अच्छा हो कि हमारे सार्वजनिक कार्यकर्ता और विशेष कर कांग्रेसजन इन प्रश्नों की तरफ ईमानदारी से ध्यान दें और उसके हल ढूँढने की सच्ची कोशिश करें। उससे जहां देश का भला होगा, वहां कार्यकर्ताओं की लोक-प्रियता और सेवा-शक्ति भी बढ़ेगी। इस दृष्टि से हम श्रीमन जी की रचनाओं के व्यापक प्रचार और मनन की सिफारिश करते हैं।

قدم بھی رکھا پڑتا ہے اور پرانے موشیوں اور مانیتاؤں کو بھونک کر نئے موشیوں و مانیتاؤں پر عمل کرنا ہوتا ہے۔ پھر یہ کیا عمل مشک کی طرح اپنی سرنگھ چاروں اور پھیلتا ہے جس سے ہوا میں فرق پڑتا ہے اور سادھارن جنتا کا مانس بدلتا ہے۔

خوشی کی بات ہے کہ اس نئے منتر کا شکم ٹھکرے سلنگٹن کے پردھان منتری شری شریمن ناراین اپنے 'اکنامک ریویو' (یا 'آرتھک سمیکشا') نام کے پاکشک پتر سے لگاتار بجا رہے ہیں۔ یہ دونوں کتابیں ان کے پھکر لیکھوں کا سنگرہ ہیں۔ پہلی پستک میں چونتیس لیکھ ہیں اور دوسری میں تین۔ کیونکہ یہ لیکھ ایک پاکشک کے لٹے اخباری سچاڑوں کے آدھار پر لکھ گئے، اس لئے ان میں اکثر باتیں دوہرائی ہوئی ملتی ہیں۔ کہیں کہیں تو ایک ہی وشئے پر تین لیکھ ہیں—جیسے 'بھودان اور آرتھک کرائٹی'، 'بھومی دان یکہ کا ارتھ شاستر' اور 'بھومی دان کا ارتھ شاستر'، ان کو سبج ایک میں پرویا جاسکتا تھا۔ اسی طرح 'بھارت اور چھن' پر کے لیکھ ہیں۔ دوسرے، پھکر لیکھ لکھتے سمے لیکھک کے سامنے وہ وشئے ہی سب سے خاص معلوم ہوتا ہے۔ لیکن کتاب کے اندر ایک سلسلہ رہتا ہے اور جس جھڑ پر جتنا زور دیا جانا چاہئے اتنا دیا جاتا ہے۔ اب اس کتاب میں پلٹا 71 پر (انگریزی) بازہ والے لیکھ میں کہا گیا ہے کہ سرکار کو چاہئے کہ بازہ روکنے کے لئے بدھ کے پیمانے پر کوشش کرے۔ ساتھ ہی ساتھ، پلٹا 48 پر بیکاری کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ہمارا اول نمبر کا دشمن ہے اور اس کا نوراً سامنا کیا جائے۔ ہماری عرض ہے کہ اگلے سنسکرن میں ان لیکھوں کو لیکھک ایک بار دیکھ جائیں اور ٹھیک سے ان کا تال بٹھادیں۔

وہ جن جن وشئوں پر شریمن جی نے چٹکن کیا ہے وہ سبھی مہتو کے ہیں، جیسے کرامدیوک، شکشا، بھومی سدھار، بازہ، شراب، بندی، بیکاری، شامن ویوستھا، سرکاری یوجنائیں، عدالتی نہایتی آدی۔ ان کے سچھاڑوں میں دکھیا کے درد کی طرف درشتی ہے اور دیہش بھکتی کی لکن ہے۔ کیا ہی اچھا ہو کہ ہمارے ساروجنک کاریہ کرتا اور وشیشکر ٹھکرے جن ان پر دشمن کی طرف ایمانداری سے دھیان دیں اور ان کے حل دھونڈنے کی سچی کوشش کریں۔ اس سے جہاں دیہش کا بھلا ہوگا، وہاں کاریہ کرتاؤں کی لوک پریتا اور سیوا شکتی بھی بڑھتی۔ اس درشتی سے ہم شریمن جی کی رجھاڑوں کے دیانک پرچار اور ملن کی سفارشی کرتے ہیں۔

اٹلیسک سماج واد کی اور

لیکھک: مہناز گنجی؛ مہادی: شری یار قن کاریا؛
 ہندی: انوادی: شری رام نراین چودھری؛ پرکشک: نرجین
 پرکشن مندر؛ احمد آباد؛ پہلی بار: ستمبر 1955ء؛ پنے: 204؛
 دام: دو روپے۔

مہاتما گاندھی کے ساعتیہ کی چٹان بین کر، اُس کو دیکھ کر چھٹوکر، ایک کے بعد ایک اچھی بستک نوجویں پرکشن مندر کی طرف سے سماج کو ملتی جارہی ہے۔ اُن کے سہانہ کا کام پوسٹہ گاندھی دانی لیکھک شری یارتن کارپیا کر رہے ہیں۔ اِس کتاب میں سماج واد سمبندھی بابو کے لیکھوں کا اتم ملکہ ہے، انگریزی سے ہندی انوواد کا کام شری رام نارین چوندری نے کیا ہے جو اِس کا میں ماہر ہیں۔

اِس زوردار کتاب کے گیارہ بھاگ ہیں۔ دھیمے نینک آؤشکتائیں، سان وِترن، اُن یوگ دھندے، نیوٹنم مزنوری، یونجی اور شرم، ہرقالیں، چائے کے مزنور اور کسان، ترستی کے روپ میں یونجی پتی اور زمہدار، غریب لوگ اور—آخری ہے —سامیواد۔ انت میں ہاپو کے سرنام سہوگی شری پیارے لال جی کا ایک چھوٹا سا لپک بھی ہے۔ گندھی جی کا سامیواد، اِس کے بعد اُنہ پنوں میں کتاب کی سرچی ہے جس سے وہ بہت کارآمد اور قیمتی بن گئی ہے۔

اُرتھ شاسٹر سمبندھی باپو کے لکھوں کا یہ سنگرہ بہت سامٹک
اور سنگرہ ہے۔ اُرتھ شاسٹر کے بیسھوں پہلو پر باپو کے وچار اُس
میں دیئہ گئے ہیں۔ سماج وادی تھانچہ قائم کرنا ہو یا
سامبھوادی، اُس کے لئے فوج کے جیون میں بدل کرنے کی
ضرورت ہے۔ ہم اپنی جگہ اپنے اپنے پرانے فکروں پر چلتے رہیں
اور اُسا یہ کریں، دیہی کا تھانچہ سماج وادی ہو جائیگا
تو وہ بھول ہوکر اُم کھانے کے جیسی اُسا ہوگی۔

ہم اس کتاب کے زیادہ سے زیادہ پرچار، آدھیں، چنکن اور منن کی اپیل کرتے ہیں۔ ارتھ شاستر اور راج کالج میں دلچسپی رکھنے والے ہر ویدارتھی، شمشک، کرپہ، کرتا، بھائی یا بہن کے لئے تو اسے لازمی سمجھا جانا چاہئے۔ پھر اس کے پڑھنے سے من کو بھی شانتی ملتی ہے، دماغ کے کونوں کو صاف دینے میں مدد ملتی ہے اور زندگی کے لئے روشنی ملتی ہے۔ آخر میں اس کتاب کے بارے میں زیادہ کہنا سورج کو دیکھ دیکھتے چھوٹا ہے۔

کھاوتوں کی کہانیاں

لکھک—مہار پرشاد پودار؛ پرکاشک—سستا
ساحیو مڈل، نئی دلی؛ پہلی بار 1955؛ پنے—158
دام—دو روپے.

گورکھپور کے آروکھ ملدر کے شری مہار پرشاد پودار ہمارے دہر کے پورانے اور انوبھی سہوکیں مہن مہن . پر شاید آئے والی پڑھیاں انہیں ایک سدھست لکھک کے روپ مہن یاد کیا کریںگی . پودار جی کم لکھتے مہن، لیکن جو بھی لکھتے مہن اپنے کھرے، چوکس اور پکے انوبھ کی ہلا پر لکھتے مہن . پر ہاشا بھی آپس نمل کی ہوتی ہے کہ کھر کے اندر دادی یا نانی یا سڑک کا رکشہ والا یا مہتر بھی آئے سہج جائے .

پودار جی نے اب تک آروکھ سہندھی کئی پستکیں لکھیں . ہاپو کی 'آتم کھا' کا گجراتی سے آتھا تھا . لیکن یہ بات ظاعر کم ہے کہ پودار جی کہانیاں بھی خوب لکھ لیتے مہن . کوئی بھی کہانی کار یا آپنہاس لکھنے والا ان کی شہلی یا زہان پر ایرشما کٹہ ہلا نہیں رہ سکتا .

اس کتاب مہن پودار جی کی 115 کہانیاں مہن، اور ہر کہانی کا شہرک ایک کھاوت ہے . اس طرح یہ کتاب کھاوتوں کی کہانیاں بن گئی ہے . ان کہانیوں سے ان ان کہانوں کا دھسیہ، ان کی خوبی اور ان کے استعمال کا تھلک سامنے آجاتا ہے . مہن شہ ہے کہ آچکل اسکول کالج مہن پڑھنے والے ہائی ہلن کو جو 'راشٹر ہاشا' سہائی جارہی ہے وہ کچھ آپس ہلاوٹی سی ہے کہ ان کو ہمارے اصلی جہوں سے جدا کرتی جارہی ہے . بہت سے متاورے اور کھاوتیں تو یہ پڑھے لکھے سہجیت مہن مہن . ہم نے آپس بھی شہکت دیکھے مہن جو آپس کھاوتیں نک نہیں سہجیتے—ہلی کے ہاکھ سے چھینکا ٹوٹا ! ہلہاس کے آگے بین ہجانا ! ان کے مانسک داردرقا کے بارے مہن کسے دتہ نہیں ہوگا .

اس لکھ ہم اس کتاب کا بہت سواکت کرتے مہن . کیا لکھک، کیا پرکاشک—دونوں بدھائی کے پاتر مہن . ہم چاہیںکے کہ یہ ہندی ہاشا ہاشی پرانتوں مہن—آترپردیش، بہار، مدھیہ بہارت، مدھیہ پردیش، وندھیہ پردیش، اور راجسٹھان مہن—کورس مہن شامل کی جائے اور ہندی کے ہر پستکالیہ مہن آئے دتھا جائے . ساتھ ہی ساتھ پرکاشک مہودیتھ سے ہلتی دہینکے کہ اس کا ایک سستا سلسکرن—سستہ سے سستا سلسکرن—نکالیں جس سے نہ کیول 'سستا سہتیہ ملزل' کا نام سارتھک ہو، بلکہ ست سہتیہ کی یہ دین ہو شہراتی کے کھر پورنچ جائے .

—راہ

—دایر

کھاوتوں کی کہانیاں

لکھک—مہار پرشاد پودار؛ پرکاشک—سستا
ملزل، نئی دلی؛ پہلی بار 1955؛ پنے—158؛ دام—دو
روپے .

گورکھپور کے آروکھ ملدر کے شری مہار پرشاد پودار ہمارے دہر کے پورانے اور انوبھی سہوکیں مہن مہن . پر شاید آئے والی پڑھیاں انہیں ایک سدھست لکھک کے روپ مہن یاد کیا کریںگی . پودار جی کم لکھتے مہن، لیکن جو بھی لکھتے مہن اپنے کھرے، چوکس اور پکے انوبھ کی ہلا پر لکھتے مہن . پر ہاشا بھی آپس نمل کی ہوتی ہے کہ کھر کے اندر دادی یا نانی یا سڑک کا رکشہ والا یا مہتر بھی آئے سہج جائے .

پودار جی نے اب تک آروکھ سہندھی کئی پستکیں لکھیں . ہاپو کی 'آتم کھا' کا گجراتی سے آتھا تھا . لیکن یہ بات ظاعر کم ہے کہ پودار جی کہانیاں بھی خوب لکھ لیتے مہن . کوئی بھی کہانی کار یا آپنہاس لکھنے والا ان کی شہلی یا زہان پر ایرشما کٹہ ہلا نہیں رہ سکتا .

اس کتاب مہن پودار جی کی 115 کہانیاں مہن، اور ہر کہانی کا شہرک ایک کھاوت ہے . اس طرح یہ کتاب کھاوتوں کی کہانیاں بن گئی ہے . ان کہانیوں سے ان ان کہانوں کا دھسیہ، ان کی خوبی اور ان کے استعمال کا تھلک سامنے آجاتا ہے . مہن شہ ہے کہ آچکل اسکول کالج مہن پڑھنے والے ہائی ہلن کو جو 'راشٹر ہاشا' سہائی جارہی ہے وہ کچھ آپس ہلاوٹی سی ہے کہ ان کو ہمارے اصلی جہوں سے جدا کرتی جارہی ہے . بہت سے متاورے اور کھاوتیں تو یہ پڑھے لکھے سہجیت مہن مہن . ہم نے آپس بھی شہکت دیکھے مہن جو آپس کھاوتیں نک نہیں سہجیتے—ہلی کے ہاکھ سے چھینکا ٹوٹا ! ہلہاس کے آگے بین ہجانا ! ان کے مانسک داردرقا کے بارے مہن کسے دتہ نہیں ہوگا .

اس لکھ ہم اس کتاب کا بہت سواکت کرتے مہن . کیا لکھک، کیا پرکاشک—دونوں بدھائی کے پاتر مہن . ہم چاہیںکے کہ یہ ہندی ہاشا ہاشی پرانتوں مہن—آترپردیش، بہار، مدھیہ بہارت، مدھیہ پردیش، وندھیہ پردیش، اور راجسٹھان مہن—کورس مہن شامل کی جائے اور ہندی کے ہر پستکالیہ مہن آئے دتھا جائے . ساتھ ہی ساتھ پرکاشک مہودیتھ سے ہلتی دہینکے کہ اس کا ایک سستا سلسکرن—سستہ سے سستا سلسکرن—نکالیں جس سے نہ کیول 'سستا سہتیہ ملزل' کا نام سارتھک ہو، بلکہ ست سہتیہ کی یہ دین ہو شہراتی کے کھر پورنچ جائے .

ہماری رائے

ہتھیاریوں کی پوجا

ہتھیاروں کی پوجا

ہتھیاروں میں ایک بڑی دھند خبر آئی ہے، وہ یہ کہ دہریے کے دن بھارت سرکار کے ڈیفینس منسٹر نے ہتھیاروں کی باکایدا پوجا کی اور بہت ترقی پورے کا افسوس منایا۔ ظاہر بات ہے کہ اس پوجن میں ڈیفینس منسٹر صاحب نے کسی بڑے پروہت کو بلا کر منتر پڑھائے ہونگے، ہتھیاروں پر تلک کیا ہوگا اور یہ ان پلذت جی کو چڑھاوا دیگا، ان کے اشراف لائے ہونگے۔ ہماری یاد میں آزاد بھارت میں شاید یہ پہلا موقع ہے جب ہتھیاروں کی پوجا کسی منسٹر نے کی ہو۔ یہ گھڑا ہے تو چھوٹی سی، پر ہم اسے بہت خطرناک اور تباہ کن سمجھتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ خاص دہریے کے روز، کسی پلذت کی لگرائی میں اس طرح پوجا کرنا ہمارے سیکولر اسٹیٹ (دھرم توہینیں راجیہ) کے آدرشوں کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر کیلاش ناتھ کالجی نے ہتھیار پوجا اس دہریے پر صرف اسی وجہ سے کی تھیں کہ وہ ڈیفینس منسٹر ہیں۔ پار سال جب وہ ہوم منسٹر تھے، یا اس کے پہلے جب گورنر تھے تب تو وہ ایسا نہیں کرتے رہے ہونگے۔ اور پار سال یا اس کے پہلے جو سچن ڈیفینس منسٹر رہے انہوں نے بھی اس طرح پوجا نہیں کی، کیونکہ سرکار کی طرف سے یا دھان کے اندر اس طرح کا کوئی حکم یا پابندی نہیں ہے۔ اس لئے اس پوجا کے اندر سے سہمہر دیکھنا کی گندہ صاف صاف نکلتی ہے۔ اسی طرح اگر ڈیفینس منسٹر دیوالی کے دن سرکاری بچت کے کانڈور کو لیکر پوجا کرنے لگ جائیں، ایجنٹیشن منسٹر کسی موقع پر اپنے اسلامی مذہب سے کچھ جھگڑنے ملنے لگیں، ہیلٹ منسٹر اپنے عیسائی طریقے سے کچھ ساڑے کریں، ہر کوئی اپنے اپنے دھرم کی ہتھکڑی میں جو چاہے پکالے لگے۔ تب ہمارے انیکوں دعوے غلط ثابت ہونگے اور دنیا کے سامنے ہم جڑتے قرار دیئے جائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ نجی حیثیت سے ہر ناگرک کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اس حق کی ہم قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہر ناگرک کو اس سے بھی زیادہ

ہتھیاروں میں ایک بڑی دھند خبر آئی ہے، وہ یہ کہ دہریے کے دن بھارت سرکار کے ڈیفینس منسٹر نے ہتھیاروں کی باکایدا پوجا کی اور بہت ترقی پورے کا افسوس منایا۔ ظاہر بات ہے کہ اس پوجن میں ڈیفینس منسٹر صاحب نے کسی بڑے پروہت کو بلا کر منتر پڑھائے ہونگے، ہتھیاروں پر تلک کیا ہوگا اور یہ ان پلذت جی کو چڑھاوا دیگا، ان کے اشراف لائے ہونگے۔ ہماری یاد میں آزاد بھارت میں شاید یہ پہلا موقع ہے جب ہتھیاروں کی پوجا کسی منسٹر نے کی ہو۔ یہ گھڑا ہے تو چھوٹی سی، پر ہم اسے بہت خطرناک اور تباہ کن سمجھتے ہیں۔

ظاہر بات ہے کہ خاص دہریے کے روز، کسی پلذت کی لگرائی میں اس طرح پوجا کرنا ہمارے سیکولر اسٹیٹ (دھرم توہینیں راجیہ) کے آدرشوں کے خلاف ہے۔ ڈاکٹر کیلاش ناتھ کالجی نے ہتھیار پوجا اس دہریے پر صرف اسی وجہ سے کی تھیں کہ وہ ڈیفینس منسٹر ہیں۔ پار سال جب وہ ہوم منسٹر تھے، یا اس کے پہلے جب گورنر تھے تب تو وہ ایسا نہیں کرتے رہے ہونگے۔ اور پار سال یا اس کے پہلے جو سچن ڈیفینس منسٹر رہے انہوں نے بھی اس طرح پوجا نہیں کی، کیونکہ سرکار کی طرف سے یا دھان کے اندر اس طرح کا کوئی حکم یا پابندی نہیں ہے۔ اس لئے اس پوجا کے اندر سے سہمہر دیکھنا کی گندہ صاف صاف نکلتی ہے۔ اسی طرح اگر ڈیفینس منسٹر دیوالی کے دن سرکاری بچت کے کانڈور کو لیکر پوجا کرنے لگ جائیں، ایجنٹیشن منسٹر کسی موقع پر اپنے اسلامی مذہب سے کچھ جھگڑنے ملنے لگیں، ہیلٹ منسٹر اپنے عیسائی طریقے سے کچھ ساڑے کریں، ہر کوئی اپنے اپنے دھرم کی ہتھکڑی میں جو چاہے پکالے لگے۔ تب ہمارے انیکوں دعوے غلط ثابت ہونگے اور دنیا کے سامنے ہم جڑتے قرار دیئے جائیں گے۔ یہ ظاہر ہے کہ نجی حیثیت سے ہر ناگرک کو مذہبی آزادی حاصل ہے۔ اس حق کی ہم قدر کرتے ہیں۔ لیکن ہر ناگرک کو اس سے بھی زیادہ

ہی کیلئے دہائی اور کرب ہے۔ سب جہوں کو ایک ہی نیگاہ سے دیکھنا، سب کی ایک سی ہضکت کرنا، کسی کو چوٹ نہ پہنچانا، یعنی سرو دھرم سبھاؤ۔ اس طرح کے پوجن کرنے سے وہ سبھاؤ نشٹ ہوتا ہے اور ہمارے دیہی کی ایکتا کی بنیادیں پر چوٹ پہنچتی ہے۔

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوئی کہ ہمیں صدی کے پچھلوے سال میں ہندستان جیسے دیہی کا تھیس منسٹر ہتھاروں کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوٹائیاں انسانی سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہتھاروں سے کوئی بڑے سوال ڈرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی آٹکا جب ہتھاروں کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہتھار پھٹنے کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منتری ہتھاروں کا سہارا نہ لھو شانتی اور امن کے راستے پر "پنج شیل" نام سے دیہی دیہی سے سمجھوتے یا دلفی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندستان کے تھیس منسٹر کو ہتھاروں کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھار ہیں وہ محض دکھاوے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت ہلکے اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے ملٹوں میں کاٹور ہو جائے والے ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اس کا کارن ہماری فوج یا ہتھار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلاکر ہندستان نے سنسار دیہی اندھیرے کو چیر کر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندستان میں ہتھاروں کی پوجا ہونا ہندستان کا "پنج شیل" کی جڑوں کو ہی کھود ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھاروں کی پوجا ڈاکٹر کلاش ناتھ کاتجو جیسے سنجیدہ اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کاتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے "ہریجن" میں ایک لکھ بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیشیوں میں وہ اہنسا کی شنتی اور اس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھاروں کا پوجن کرتے ہیں تو معجزاً اس کا یہی مطلب لگنا ہوا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھاروں کے ہی ذریعہ دیہی کے بہتری اور باہری سوال حل کرنے کے سہانے ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کاتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا بہکت کے دھار اس طرح بنگا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کین وشواس کریگا؟

ہم دھاروں کی سکتھوتنا یا لکھ کی فقیر پھلنے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اہنسی

مگر ہمیں زیادہ تکلیف تو اس بات سے ہوئی کہ ہمیں صدی کے پچھلوے سال میں ہندستان جیسے دیہی کا تھیس منسٹر ہتھاروں کی پوجا کرتا ہے۔ آج دنیا میں ہر جگہ آواز آ رہی ہے کہ لوٹائیاں انسانی سماج کے لئے خطرہ ہیں، ہتھاروں سے کوئی بڑے سوال ڈرا بھی حل نہیں ہوتے اور دنیا میں شانتی - امن بھی آٹکا جب ہتھاروں کا استعمال ختم ہوگا۔ چاروں طرف سے جب ہتھار پھٹنے کی آواز بلند ہو رہی ہو، ہمارے پردھان منتری ہتھاروں کا سہارا نہ لھو شانتی اور امن کے راستے پر "پنج شیل" نام سے دیہی دیہی سے سمجھوتے یا دلفی نامے کر رہے ہوں، ایسی حالت میں ہندستان کے تھیس منسٹر کو ہتھاروں کی پوجا کرنا کہاں تک شوبھا دیتا ہے۔ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی سرکار یا فوجوں کے پاس جو ہتھار ہیں وہ محض دکھاوے کے ہیں، تعداد اور اثر میں بہت ہلکے اور کسی بڑی فوجی طاقت کے سامنے ملٹوں میں کاٹور ہو جائے والے ہیں؟ کون نہیں جانتا کہ ہندستان کی آج جو دنیا میں عزت ہے اس کا کارن ہماری فوج یا ہتھار نہیں ہے؟ کون نہیں جانتا کہ پنج شیل نام کا چراغ جلاکر ہندستان نے سنسار دیہی اندھیرے کو چیر کر آجلا پھیلانے کا کام شروع کیا ہے؟ اس صورت میں ہندستان میں ہتھاروں کی پوجا ہونا ہندستان کا "پنج شیل" کی جڑوں کو ہی کھود ڈالنا ہے۔

لیکن سب سے زیادہ دکھ ہمیں اس چیز سے ہوا کہ ہتھاروں کی پوجا ڈاکٹر کلاش ناتھ کاتجو جیسے سنجیدہ اور دور درسی بزرگ کے ہاتھوں سے کی گئی۔ ہمیں یاد آ رہا ہے کہ 1946 میں ڈاکٹر کاتجو نے اہنسا کے گہرے پرچار کے لئے "ہریجن" میں ایک لکھ بھی لکھا تھا۔ اکثر اپنی اسپیشیوں میں وہ اہنسا کی شنتی اور اس کے عمل پر زور دیتے رہے ہیں۔ پر اب اچانک جب وہ ہتھاروں کا پوجن کرتے ہیں تو معجزاً اس کا یہی مطلب لگنا ہوا کہ انہیں اہنسا میں اب وشواس نہیں رہا، وہ ہندستان کو فوجی راستے پر لیجانا چاہتے ہیں اور ہتھاروں کے ہی ذریعہ دیہی کے بہتری اور باہری سوال حل کرنے کے سہانے ذریعہ ہیں۔ جب ڈاکٹر کاتجو جیسے دھرم پابند، گیتا پریمی اور اہنسا بہکت کے دھار اس طرح بنگا کھا جائیں تو کسی دوسرے پر کین وشواس کریگا؟

ہم دھاروں کی سکتھوتنا یا لکھ کی فقیر پھلنے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اہنسی

ہم دھاروں کی سکتھوتنا یا لکھ کی فقیر پھلنے کے قائل نہیں ہیں۔ دنیا پر برتن شیل ہے اور اہنسی

کھڑکی-پرسی ہے۔ اسلئے نئے نئے خیال سماج کے سامنے آتے رہیں گے اور انسانی گفتار آگے بڑھے گا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ دنیا جس دشا میں جس حد تک آگے آئنی کو چکی ہے، اُس دشا میں پھر واپس نہیں جائیگی۔ ہزاروں کے بارے میں اُس نے سمجھ لیا ہے کہ اُن کے استعمال سے اُس کی بربادی ہی ہوگی۔ یہی وجہ ہے کہ جنہوں میں امریکہ، روس، انگلینڈ اور فرانس کی سرکاروں کے سمجھا ایک ساتھ بیٹھے، ملکر باتیں کیں، ایک دوسرے کے نزدیک آئے اور امن کی طرف دنیا کو آگے لیجانے کا فیصلہ کیا۔ اُس کے کچھ عرصے بعد سب دنیا بھر کے دیوانوں جنہوں میں جمع ہوئے تو انہوں نے اِس بات پر دل کو لکر وچار کیا کہ ایٹم یا پروٹانوں کی شہتہ کی کس طرح منشاء کے صف میں کارگر بنایا جائے۔ آئے والے زمانے میں ہتیار اور دکان کی بجائے اہلسا اور دکان ملکر چلیں گے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیوکتی گت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہلد مہاساگر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے لئے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیوکتی گت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہلد مہاساگر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے لئے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

اِس لئے ہندستان کے منسکروں یا ادھوکاریوں کو زمانے کا اشارہ سمجھنے میں دیر نہیں کرنی چاہئے۔ جہاں ہزاروں سال پہلے ہندستان میں دیوکتی گت اہلسا کا جنم ہوا تھا، اُسی ہندستان میں اب بیسویں صدی میں ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کا جنم ہوا۔ اُسی راستے پر تھوڑا بہت چلکر ہندستان نے آزادی حاصل کرنے کی کوشش کی۔ اُسی راستے سے ہندستان اپنی آزادی ثابت اور سرورکشت رکھ سکتا ہے۔ اُس لئے ہندستان میں اب ہتھیاروں کی پوجا نہیں چل سکتی۔ ہندستان کو یہ ہتیار ہلد مہاساگر میں پھینک ہی دینا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ پریم، تباہ و سیاہ کے مولیہ قائم کر کے ساموہک اہلسا یا ستیاگرہ کے لئے نئے نئے روپ سنسار کے آگے پیش کرنا ہے۔

—سوریش رامپائی

14. 11. '55

بے لگام چال

دیش میں پیدار بڑھانے اور چلتا کی بہتری کی خاطر ہماری سرکاریں—کیا کینڈریہ اور کیا پرائیویٹ—طرح طرح کی پوجائیں ملک کے سامنے لا رہی ہیں۔ ان میں چلتا کا لاکھوں کروڑوں روپیہ پانی کی طرح خرچ ہوتا چلا جا رہا ہے۔ کوئی ابھی سے نہیں جتا سکتا کہ ان سے دیہی کو کیسا اور کتنا فائدہ پہونچے گا۔ لیکن ایک بات صاف ظاہر ہے۔ وہ یہ کہ سرکار اِس خرچ پر کوئی قابو نہیں رکھ پا رہی ہے اور بے لگام گھوڑے کی طرح خرچ آندا دھند ہو رہا ہے۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا بھی ہوتی ہے۔ اُن میں سے چند خاص مضمون کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچنا چاہتے ہیں۔

ہم یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں۔ سرکاری رپورٹیں اور بیان ہی اِس اندھیر کی گواہی دے رہی ہیں۔ ہمارے اخباروں میں ان کی چرچا بھی ہوتی ہے۔ اُن میں سے چند خاص مضمون کی طرف اپنے پائیک کا دھیان ہم کھینچنا چاہتے ہیں۔

سرکاری رپورٹ کا دیکھنا-کتاب دیکھنے والی پارلیمنٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیمنٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیمنٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے قفینس منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیمنٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردیوان منٹری خود ہی تھے۔ وہ کمیٹی 'قفینس منسٹر نے بتایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پابن ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بتھانا چاہتی ہے۔ قفینس منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنگین سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی، سن 1955 میں، پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفڈ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آنا کہ اس کمیٹی کی آخو ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وڑاگا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور ہنگور میں چلنے والی ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہے۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اسید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم ٹھیکیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک ہوجہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لیتی۔ اسید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک ٹرانسیسی کمپنی کی مدد سے وڑاگا پٹم میں

سرکاری رپورٹ کا دیکھنا-کتاب دیکھنے والی پارلیمنٹ کی طرف سے دو کمیٹیاں رہتی ہیں۔ ایک ایکوانٹس کمیٹی اور ایسٹیمینٹس کمیٹی۔ ان کی رپورٹیں پارلیمنٹ میں پیش ہوتی ہیں۔ حال ہی میں ایک ایکوانٹس کمیٹی کی چودھویں رپورٹ پر پارلیمنٹ میں بحث ہوئی۔ اس رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ لندن میں بھارت سرکار نے جو جیپس (Jeeps) خریدیں اور یورپ کے دیگر دیہوں سے جو دوسرا فوجی سامان لیا، اس بارے میں جانچ ضرور کی جانی چاہیے۔ کمیٹی نے کہا کہ نویں رپورٹ میں ہی اس جانچ کی مانگ کی گئی تھی، لیکن سرکار نے کوئی دھیان نہیں دیا۔ اس رپورٹ پر ہوتے ہوئے قفینس منسٹر نے 29 ستمبر کو پارلیمنٹ میں کہا کہ اس معاملے کی جانچ 1952 میں ایک اونچی کمیٹی نے کی تھی۔ اس کمیٹی کے صدر پردیوان منٹری خود ہی تھے۔ وہ کمیٹی 'قفینس منسٹر نے بتایا' اس نتیجے پر پہنچی کہ کچھ ٹیکنیکل غلطی کی گئی اور قاعدے کا پابن ضرور نہیں ہوا تھا، لیکن کسی بھی انسر وشیس کا دوش نہیں تھا۔ اس لئے سرکار نے اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتی ہے اور نہ اس کی جانچ کے لئے کوئی کمیٹی بتھانا چاہتی ہے۔ قفینس منسٹر نے یہ بھی کہا کہ یہ معاملہ اب سات برس پرانا ہو چکا اور 'ساروجنک ہٹ' کی خاطر اسے اب بند کر دینا چاہیے۔

اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کی تجویز کو سرکار نے ٹھکرا دیا۔ ظاہر بات ہے کہ معاملے کو سنگین سمجھ کر ہی اس کمیٹی نے اپنی چودھویں رپورٹ میں بھی، سن 1955 میں، پرانے معاملے پر زور دیا اور جانچ کی سفارش کی۔ لیکن اس کی رائے کی سرکار نے کوئی قدر نہیں کی اور بنا کسی معقول جواب کے اسے خارج کر دیا۔ اگر اس طرح ایکوانٹس کمیٹی کے فیصلوں کو گفڈ کے کچرے کے سپرد کر دیا جائیگا، تو پھر سمجھ میں نہیں آنا کہ اس کمیٹی کی آخو ضرورت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

اب ہم ایسٹیمینٹ کمیٹی کی رپورٹ پر آتے ہیں۔ اس میں دو کارخانوں کی حالت پر विशेष روشنی ڈالی گئی ہے۔ وڑاگا پٹم میں چلنے والا ہندستان شپ یارڈ اور ہنگور میں چلنے والی ہندستان مشین ٹولس فیکٹری۔ یہ دونوں کام بھارت سرکار خود ہی چلا رہی ہے۔ ہندستان شپ یارڈ کو تو کچھ عرصہ پہلے ہی ایک پرائیویٹ کمپنی سے سرکار نے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ اسید یہ تھی کہ سندھیا اسٹیم ٹھیکیشن کمپنی (اس کا پرانا نام) جو آرتھک ہوجہ برداشت نہیں کر سکتی تھی، اسے سرکار سنبھال لیتی۔ اسید یہ بھی تھی کہ جہاز بنانے والی ایک ٹرانسیسی کمپنی کی مدد سے وڑاگا پٹم میں

جہاز بنانے کا سلسلہ قائم ہو جائیگا اور ہندوستانی کاریگروں کو ایسی ٹریننگ بھی اس میں مل جائیگی کہ سارا کام وہ اپنے آپ چلا سکیں۔

لیکن ہوا کچھ اور ہی۔ اسٹیٹ کمیٹی کا کہنا ہے کہ کوئی بھی اہم پروجیکٹ نہیں ہوئی۔ فرانسس کمیٹی نے جو ماحول پر مبنی تھے وہ پروجیکٹ نہیں اُترے۔ جہاز بنانے کی رفتار میں تیزی آنے کے بجائے اور مندی آگئی۔ یہ نہیں کہ سرکار کے پاس جہازوں کی سہولت کی مانگ نہیں تھی۔ مانگ بھی مگر مال ہی تھا۔ اس طرح شہدول (Schedule) کے مطابق جہاز جو نہیں آئی، اس سے کارخانے کو بھاری آرتھک نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی سہولت کو دھکا لگا سوا۔ اسٹیٹ کمیٹی کی رائے ہے کہ ان نقصانوں کے لئے سرکار کے فرانسس ماحول کی ذمہ دار ہیں جنہوں نے اپنے فرض کو اٹھک سے نہیں نبھایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ بھارت سرکار فرانسس کمیٹی سے یہ گھانا وصول کر سکی یا نہیں۔ لیکن اس طرح کے ایک طرفہ ٹھیکہ دہشی کمپنیوں کو دیکر سرکار لٹی ہار دھونکا تھا چکی ہے اور جلتا کا پیسہ بڑھانے ہوا ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ ہندوستانی کاریگروں کی ٹریننگ کا کام بھی کسی حد تک آگے نہیں بڑھا۔ اسٹیٹ کمیٹی نے کہا ہے کہ اس معاملے پر فوراً دھیان دیا جانا چاہئے اور جلد سے جلد اس کا علاج کرنا چاہئے۔

یہی حال بنگلور کی مہاشین ٹولس فیکٹری میں ہوا بتایا جاتا ہے جہاں ایک سوئٹزرلینڈ کی کمپنی کی نگرانی میں کام چل رہا تھا۔ اس فیکٹری کو سرکاری ہلالوں میں بہت ہی بنیادی فیکٹری مانا جاتا ہے۔ یہ یقین دلائی گئی ہے کہ اس کی مدد سے دہلی میں آنے والے کارخانوں کے چلنے میں مدد ملے گی۔ لیکن یہاں بھی ہوا ہوا۔ نہ مال تیار ہوا اور نہ انتظام ہی ٹھیک رہا۔ اسٹیٹ کمیٹی کی رپورٹ یہ ہے کہ سوز کمیٹی کے ساتھ بھارت سرکار بہت لاپرواہی اور ڈھٹائی سے لگا کر بڑھانے کا پیسہ—جو بچایا جا سکتا تھا—ناحق لٹا کر بڑھانے کیا گیا۔ کمپنی نے تاجیہ کی ہے کہ سرکار کو چاہیے کہ اس فیکٹری کی یوجنا کی دوبارہ جانچ کرانہ اور نئے سرے سے اس کا بلڈوسٹ کرے۔

دہلی کے دہلی کی اس قبائلی پر مدارس کے ”ہندو“ نام کے سرنام اخبار نے بہت دہم ظاہر کیا ہے۔ ”ہندو“ کوئی کرائیواری یا سرکار رو دہی یا گراؤ دہی کی اخبار نہیں ہے۔ اس تک کا کہنا ہے کہ آزادی کے بعد دہشی فرسوں سے سرکار کے سینہ کا جو لکھا ہے

لیکن ہوا کچھ اور ہی۔ اسٹیٹ کمیٹی کا کہنا ہے کہ کوئی بھی اہم پروجیکٹ نہیں ہوئی۔ فرانسس کمیٹی نے جو ماحول پر مبنی تھے وہ پروجیکٹ نہیں اُترے۔ جہاز بنانے کی رفتار میں تیزی آنے کے بجائے اور مندی آگئی۔ یہ نہیں کہ سرکار کے پاس جہازوں کی سہولت کی مانگ نہیں تھی۔ مانگ بھی مگر مال ہی تھا۔ اس طرح شہدول (Schedule) کے مطابق جہاز جو نہیں آئی، اس سے کارخانے کو بھاری آرتھک نقصان اٹھانا پڑا۔ اس کی سہولت کو دھکا لگا سوا۔ اسٹیٹ کمیٹی کی رائے ہے کہ ان نقصانوں کے لئے سرکار کے فرانسس ماحول کی ذمہ دار ہیں جنہوں نے اپنے فرض کو اٹھک سے نہیں نبھایا۔ ہمیں نہیں معلوم کہ بھارت سرکار فرانسس کمیٹی سے یہ گھانا وصول کر سکی یا نہیں۔ لیکن اس طرح کے ایک طرفہ ٹھیکہ دہشی کمپنیوں کو دیکر سرکار لٹی ہار دھونکا تھا چکی ہے اور جلتا کا پیسہ بڑھانے ہوا ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات یہ ہوئی کہ ہندوستانی کاریگروں کی ٹریننگ کا کام بھی کسی حد تک آگے نہیں بڑھا۔ اسٹیٹ کمیٹی نے کہا ہے کہ اس معاملے پر فوراً دھیان دیا جانا چاہئے اور جلد سے جلد اس کا علاج کرنا چاہئے۔

دہلی کے دہلی کی اس قبائلی پر مدارس کے ”ہندو“ نام کے سرنام اخبار نے بہت دہم ظاہر کیا ہے۔ ”ہندو“ کوئی کرائیواری یا سرکار رو دہی یا گراؤ دہی کی اخبار نہیں ہے۔ اس تک کا کہنا ہے کہ آزادی کے بعد دہشی فرسوں سے سرکار کے سینہ کا جو لکھا ہے

یہ بھارت کی تاریخ کا ایک تاریخی سرگرمیوں کا لہجہ ہے۔ اور
ہرگز نہ اس کا بڑا ہیسا نالہ میں بھانا مقرر نہیں ہے تو
یہ بھارت کی تاریخ کا ایک تاریخی سرگرمیوں کا لہجہ ہے۔

15-11-55

—سوریش رامسارے

ایک خطرناک سوچاؤ

ہمارے پریشان منتری نے گت 14 نومبر کو اس دنیا میں
اپنے سفر کے 66 شاندار سال پورے کئے۔ اس موقع پر اپنے دیہی
واسطوں کے ساتھ ہم پنڈت جواہر لال کا آدر کے ساتھ ایملنڈن کرتے
ہیں۔ انٹر راشیہ چکت میں انہوں نے بھارت کا مسک اونچا
اٹھایا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ آج وہ دنیا میں
شانسی کے سب سے بڑے علم بردار اور مشعل میں اور دیہی
دیہی کے دکھی لوگ ان کی طرف بڑے اطمینان اور امداد
پوری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

بچوں سے انکو بہت پریم ہے۔ بڑے آدمیوں کو
—دیلدار آدمیوں کو—یہ سدا ہوتا ہی ہے۔ اسلئے
بچوں پر پنڈت جی ن غصا کرتے ہیں اور ن انکی
تلاشوں کا بڑا ماننے ہیں۔ انکے ہاتھ سے فیل-فیل لےنا
سند کرتے ہیں۔ پنڈت جی دو برس سے انکی سالگیرہ کے
توکے پر بچوں کے پردرشن شروع کیے گئے۔ ”چاچا نہرہ“
بھکر انکی جہ مٹائی گئی۔ اس مارتبا اس پردرشن نے
بڑا بڑا بڑی اور نوسا شکت لہی—کیونکہ اسمیں
ترکاری ہلکوں کی طرف سے بھی کافی دلچسپی لہی گئی۔

لہکن ایک خاص بات ہوئی۔ وہ یہ کہ پردھان منتری کی
سوچری نے ایک جگہ کہا کہ آگے سال سے 14 نومبر ایک
’پبلک ہالڈے‘ (ساروجنک چہٹی) ہو اور اس دن دیہی
میں ’چلڈرنس ڈے‘ (بچوں کا دن) منایا جائے۔ ان کے
اس سوچاؤ کے ادھار پر ’ہندستان ٹائمز‘ کے پردھان
نوبس ’انصاف‘ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جہاں 14 نومبر
’چلڈرنس ڈے‘ کے طور پر وہاں گاندھی جینتی یعنی 2 اکتوبر
’پرنس ڈے‘ (ماتا پتا کا دن) کے طور پر منایا جائے !

کیا خوب بات ہے—’چلڈرنس ڈے‘ الگ، ’پرنس ڈے‘
’پرنس ڈے‘ الگ۔ آگے چلکر کوئی تبلیت والا یہ سوچاؤ پورا
کرے گا کہ شریمنی انڈیا گاندھی کی سالگیرہ کو ’ہاٹس
(بہنوں کا دن) یا ’باڈیز ڈے‘ (سببوں کا دن)
منایا جائے، فیر کسی اور کا ’سنس ڈے‘ (بہنوں کا دن)
یا ’ہاٹس ڈے‘ (پتلیوں یا لالہبندوں کا دن) منایا
جائے !

وہ بہت دلچسپ آرٹیک سرگرمیوں کا لہجہ ہے۔ اور اگر دیہی
کا زیادہ ہوسہ نالہ میں بھانا منظور نہیں ہے تو یہ دکھ ادھیان
پورا ختم ہونا چاہئے۔

—سوریش رامسارے

15. 11. 55

ایک خطرناک سوچاؤ

ہمارے پردھان منتری نے گت 14 نومبر کو اس دنیا میں
اپنے سفر کے 66 شاندار سال پورے کئے۔ اس موقع پر اپنے دیہی
واسطوں کے ساتھ ہم پنڈت جواہر لال کا آدر کے ساتھ ایملنڈن کرتے
ہیں۔ انٹر راشیہ چکت میں انہوں نے بھارت کا مسک اونچا
اٹھایا ہے۔ اس سے بھی بڑھ کر بات یہ ہے کہ آج وہ دنیا میں
شانسی کے سب سے بڑے علم بردار اور مشعل میں اور دیہی
دیہی کے دکھی لوگ ان کی طرف بڑے اطمینان اور امداد
پوری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔

بچوں سے ان کو بہت پریم ہے۔ بڑے آدمیوں کو
—دیلدار آدمیوں کو—یہ سدا ہوتا ہی ہے۔ اسلئے
بچوں پر پنڈت جی ن غصہ کرتے ہیں اور نہ ان کی
زیادتوں کا برا مانتے ہیں۔ ان کے ہاتھ سے پھل پھول لینا پسند کرتے ہیں۔ پچھلے دو برس
سے ان کی سالگیرہ کے موقع پر بچوں کے پردرشن شروع کئے گئے۔
”چاچا نہرہ“ کہہ کر ان کی جے منائی گئی۔ اس مرتبہ اس
پردرشن نے بڑا زیادہ بڑی اور نمایاں شکل لی—کیونکہ اس
میں سرکاری حلقوں کی طرف سے بھی کافی دلچسپی لی گئی۔

لہکن ایک خاص بات ہوئی۔ وہ یہ کہ پردھان منتری کی
سوچری نے ایک جگہ کہا کہ آگے سال سے 14 نومبر ایک
’پبلک ہالڈے‘ (ساروجنک چہٹی) ہو اور اس دن دیہی
میں ’چلڈرنس ڈے‘ (بچوں کا دن) منایا جائے۔ ان کے
اس سوچاؤ کے ادھار پر ’ہندستان ٹائمز‘ کے پردھان
نوبس ’انصاف‘ نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جہاں 14 نومبر
’چلڈرنس ڈے‘ کے طور پر وہاں گاندھی جینتی یعنی 2 اکتوبر
’پرنس ڈے‘ (ماتا پتا کا دن) کے طور پر منایا جائے !

کیا خوب بات ہے—’چلڈرنس ڈے‘ الگ، ’پرنس ڈے‘
’پرنس ڈے‘ الگ۔ آگے چلکر کوئی طبیعت والا سوچاؤ پیش کرے کہ
شریمتی انڈیا گاندھی کی سالگیرہ کو ’ہاٹس ڈے‘ (بہنوں کا
دن) یا ’وائز ڈے‘ (سداووں کا دن) منایا جائے، پھر کسی
اور کا ’سنس ڈے‘ (بہنوں کا دن) یا ’ہزینڈس ڈے‘ (بہنوں
کا خاوندوں کا دن) منایا جائے !

باہر ہے کہ شرمیلی اندرا گاندھی اور شری "انصاف" دونوں کے سوجھاو بہت خطرناک اور نامناسب ہیں۔ اس طرح بھڑوں اور ان کے ماں باپ میں ہتھوڑا کرنا تو شاید کڑے سے کڑے مارکس وادی بھی پسند نہیں کر سکتا۔ یہ ورگیکرن وچار کے اوجھڑپ اور دل کی تنگی کا نمونہ ہے۔ پھر گاندھی جینتی کو 'پیرینٹس ڈے' قرار دینا اسے ایکدم نکما کر دینا ہے۔ گاندھی جی اسے خود ہی چرخہ جینتی نام دے گئے ہیں۔ اگر چرخہ جینتی کامیاب ہوتی ہے تو بھڑوں کو بھی روٹی نصیب ہوگی اور ان کے ماں باپ بھی اپنے بھڑوں پر کڑے رہ سکیں گے۔ اور اگر چرخہ جینتی کامیاب نہیں ہوتی تو بچے دالے دالے کو تو سینکے اور ماں باپ غلوں سے بھی بدتر ہو جائیں گے۔ اس لئے سچی گاندھی جینتی میں 'چلنڈرینٹس ڈے' اور 'پیرینٹس ڈے' دونوں سما جاتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج پڈت نہرو کے لئے جو بھٹی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نرے ایسے ہونگے جو پڈت جی کو 'پردھان منتری' کے نائے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لکھن گے اور پڈت جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھٹی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھٹی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوبھا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاموشی سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آئنا ناممکن ہے۔ اس کے لہو کے خاتمے کے بعد ہی اس کے دیکھتو کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیہ سے خالی نہیں، اس مہاروش کے پرتی اٹھاتے ہیں۔

ایک بات اور بھی ہے۔ آج پڈت نہرو کے لئے جو بھٹی دکھائی جا رہی ہے اسے ذرا ہمیں سمجھنا چاہئے۔ وچار نے کی چیز یہ ہے کہ اس میں کتنی جواہر لال کے پرتی ہے اور کتنی بھارت سرکار کے پردھان منتری کے پرتی۔ ہم جانتے ہیں کہ دیہی کے لاکھوں کروڑوں لوگ آج جواہر لال جی کے نام پر ناچ اُٹھتے ہیں۔ لیکن اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ سرکاری افسروں اور راجنیتک کارکنوں میں سو پیچھے کم سے کم نرے ایسے ہونگے جو پڈت جی کو 'پردھان منتری' کے نائے ہی پہچانتے ہیں۔ کل اگر کوئی دوسرا آدمی اس کرسی پر بیٹھ جائے تو اسی کا راگ گانے لکھن گے اور پڈت جی کو شاید پہچانیں بھی نہیں۔ ان کی بھٹی ایک طرح کی لاگت پونجی یعنی 'انویسٹمنٹ' ہے جن سے انہیں کافی دولتیں ملی ہیں۔ اس لئے ان کی بھٹی کوئی معنی نہیں رکھتی۔ یہی حال بہت سے اخباروں کا ہے۔

دوسرے کسی بھی پدا دھیکاری کے جیتے جی اس کے جنم دن کو عام چھٹی کر دینا شوبھا بھی نہیں دیتا۔ آخر وہ پدا دھیکاری بھی ایک انسان ہے۔ اور کون انسان ایسا ہے جو گلوں کا ہی پتلا ہو اور خاموشی سے پرے ہو؟ اسی لئے کسی انسان کی اصلی بلندی اس کی زندگی کے دوران میں آئنا ناممکن ہے۔ اس کے لہو کے خاتمے کے بعد ہی اس کے دیکھتو کا ٹھیک اندازہ لگایا جاسکتا ہے اور اس کی صحیح قدر ہو سکتی ہے۔ پہلے سے ہی اس کے کارناموں پر مہر لگانا جلد بازی اور شیطانیہ سے خالی نہیں، اس مہاروش کے پرتی اٹھاتے ہیں۔

تیسرے یہ دیہی ہے ہندستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں۔ جن میں ایک ہے اندھ بھٹی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے پھر جس پردھان منتری

تیسرے یہ دیہی ہے ہندستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں۔ جن میں ایک ہے اندھ بھٹی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے پھر جس پردھان منتری

تیسرے، یہ دیہی ہے ہندستان۔ یہاں بہت سی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ بے تکی باتیں بھی چلتی ہیں۔ جن میں ایک ہے اندھ بھٹی۔ اگر ایک جواہر لال کا جنم دن چھٹی کے طور پر منایا جائے تب آگے پھر جس پردھان منتری

کے جنم-دین جڑی ن کی گئی تو اس کی کسرت شان سمجھی جائیگی، اور وہ اس سے کوئی اثر لے یہ نہ لے لیکن اس کے خوشامدی اسے جوں کہل لیتے دیکھ؟ پھر، اگر جواہر لال جی کی سالگرہ کو چھٹی بھی جاتی ہے تو منجھے لوگ اس بات کے لئے زمین آسمان ایک کر دیتے کہ ڈاکٹر دھان چند رائے کی سالگرہ پر کم سے کم پچھم ہنگال میں تو چھٹی ہو، یا ڈاکٹر شری کرشن سنگھ کی سالگرہ پر بہار میں، ڈاکٹر سوہرناوند کی آثر پردیش میں، ڈاکٹر روی شکر شکل کی مدھیہ پردیش میں، ایندلی۔ یہ تو ہمیں اس ہٹا پر ہو رہا ہے کہ ہم نے اخباروں میں ان مکھیہ منتریوں پر گمبھیر لوگوں کے اس آئنے کے لہجہ دیکھے ہیں اور ایک بڑے چالو پتر نے تو ان میں سے ایک پر ویشیشٹک (سپلیمنٹ) نک نکلا ہے ایک ملسٹر نے اپنے چیف منسٹر کی تعریف کرتے ہوئے ایک بارنہاکہ آچل کے زمانے کو ان کا (چیف منسٹر کا نام) یگ کہا جائیگا! اس طرح کیندریہ اور پرانگیہ چھٹیوں کا دور چھ تو کوئی انتہا ہی نہیں رہ سکتی۔ اس وبا کو روکنے کے لئے کہیں آرڈیننس کی ضرورت نہ پوچھ جائے!

آخر میں کوئی پوچھ سکتا ہے کہ اپنے پتا، پتی، پتر یا پتری یا کسی کی درش گانتہ کو راشتریہ روپ میں منوالے کی ہمیں لاسا ہی کیوں ہو؟ ایک سے ایک بڑے رشی مئی، راجے مہاراجے، دیولن یا افسر آئے اور چلے گئے۔ ہندستان میں آج کون جانتا ہے منو یا وشیشٹو کو، جنک یا شکر اچاریہ کو، اشوک یا اکبر کو؟ اور ان کو نہیں جانتے یا ان کی سالگرہ نہیں منانے سے ان کی شان میں کوئی ہتہ بھی تو نہیں آتا۔ ان کو خوشی اس نہیں ہوگی کہ لوگ ان کا جنم دن تو منائیں پر کلم جو بھی کریں سو ان کی زندگی کے عمل کے خلاف کریں، بلکہ اس سے ہوگی کہ لوگ انہیں اتنا بھول جائیں کہ ان کے اصولوں کو ہضم کر کے انہیں انہیں انہیں انہیں۔ اور اس طرح انسانیت کی را، میں ایک سے ایک بڑھ کر منزل قدر ہو کر ہنسٹے کہلاتے اور شان کے ساتھ طے کریں۔

20. 11. '55

—سوریش رامभाई

—سوریش رام भाई

20. 11. '55

ہمارے یہاں ملنے والی کچھ اور کتابیں

نوٹ:—یہ کتابیں صرف ہندی میں ہیں۔

نام کتاب	لکھک	قیمت	نمبر	تفصیل
1. رور-بھو-سماپری	سری جیوہیا پرساد	8 0 0	1	شعر و شاعری
2. رور-بھو-سماپری	"	8 0 0	2	شعر و شاعری
3. گھرے پانی پٹ	"	2 8 0	3	گھرے پانی پٹ
4. ہمارے آلودہ	سری بنارسی داس	3 0 0	4	ہمارے آلودہ
5. سنسکرت	چترپتی	3 0 0	5	سنسکرت
6. دو ہزار ورہ پورانی کہانیاں	سری جگدیپ جین	3 0 0	6	دو ہزار ورہ پورانی کہانیاں
7. جنان گنگا	سری نارائی پرساد جین	6 0 0	7	جنان گنگا
8. پنج پینڈ	سری شانتی پریہدیدی	2 0 0	8	پنج پینڈ
9. پنج پریہ	شانتی ایم. اے.	2 0 0	9	پنج پریہ
10. آکاہ کے تارے بھرتی کے پھول	سری کلہال مسر	2 0 0	10	آکاہ کے تارے بھرتی کے پھول
11. بھرتی کے پھول	سری ویرندر کمار جین	0 0	11	بھرتی کے پھول
12. میلن پامینی	سری بکچن	4 0 0	12	میلن پامینی
13. راجت راج	ڈاکٹر رامکمار برما	2 8 0	13	راجت راج
14. میرے باپ	سری تلمس بھاریا	2 8 0	14	میرے باپ
15. بھرتی کے پھول	پنڈت سندھو لال بھگوان داس	3 0 0	15	بھرتی کے پھول
16. بھارتیہ ارتھ شاستر	سری بھگوان داس	0 0	16	بھارتیہ ارتھ شاستر
17. بھارتیہ شاستر	"	3 0 0	17	بھارتیہ شاستر
18. ناگرک شاستر	"	2 4 0	18	ناگرک شاستر
19. سامراج اور ان کی	"	2 8 0	19	سامراج اور ان کی
20. بھارتیہ स्वाधीनता	"	1 4 0	20	بھارتیہ स्वाधीनता
21. ساریہ بھارتیہ	"	1 8 0	21	ساریہ بھارتیہ
22. ہمارے آدیم جاتیوں	سری بھگوان داس	3 8 0	22	ہمارے آدیم جاتیوں
23. بھارتیہ شاستر	سری دیا شکر دوس	2 0 0	23	بھارتیہ شاستر
24. ناگرک شاستر	سری بھگوان داس	1 8 0	24	ناگرک شاستر
25. راجت راج	سری دیا شکر دوس	1 8 0	25	راجت راج
26. جہانوی	سری بھگوان داس	3 0 0	26	جہانوی
27. بھارتیہ کی ہمت !	"	1 0 0	27	بھارتیہ کی ہمت !
28. بھارتیہ کی ہمت !	"	0 8 0	28	بھارتیہ کی ہمت !
29. میرے باپ	"	1 0 0	29	میرے باپ

میلنے کا پتہ—

میلنگر 'نیا ہندی'

145, سٹیٹس, راجا رام-3.

میلنگر 'نیا ہندی' 145, سٹیٹس, راجا رام-3.

सांस्कृतिक साहित्य

سانسکرتک ساھتیہ

हजरत मोहम्मद और इस्लाम

लेखक—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इस्लाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा जरथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

मेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुर्तीव रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुन हुसैन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पते

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

14 मुट्ठीगंज, इलाहाबाद

145 मंथी गंज, अलाबाद

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इस्लाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—परिणित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

مہاتما زرتشت اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین مصر کی سبھیقتا اور سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

سمیر, بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین یونانی سبھیقتا اور سنسکرتی

لیکھک—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

گंगा سے गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुर्तीव रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग اور आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुन हुसैन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

قرآن اور دھارمک मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

हिन्दी घर

ہندی گھر

कलचर पर हर तरह की किताबें मिलने का एक बड़ी केन्द्र—पाठक हिन्दी, उर्दू, अंग्रेजी की अपनी मन-पसन्द किताबों के लिये हमें लिखें।

हमारी नई किताबें

महात्मा गान्धी की वसीयत

(हिन्दी और उर्दू में)

लेखक—गान्धीवाद के माने जानें

विद्वान : श्री मंजूर अली मोरुता

सं० 225, क्रीमन्त दो रुपया

— : ० : —

गान्धी बाबा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—कृदमिया औदी

भूमिका—पंडित जवाहरलाल नेहरू

मोटा कागज, मोटा टाइट, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

— : ० : —

पंडित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गोता और कुरान

275 सं०, दाम दस रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 सं०, दाम बारह आने

महात्मा गान्धी के बलिदान से सबक

क्रीमन्त बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

क्रीमन्त चार आने

बंगाल और उससे सबक

क्रीमन्त दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्दोगंज इलाहाबाद

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔پاٹھک 'ہندی' اُردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اُردو میں)

لیکھک—گاندھی واں کے مانے جانے

وہواں: شری منظر علی سوختہ

صفحہ 225، قیمت دو روپیہ

—: 0 :—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھک—کدسیہ زیدی

بہو کا—پندت جواہر لال نہرو

موٹا کاغذ، موٹا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویروں

دाम دو روپیہ

—: 0 :—

پندت سندرالال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قران

275 صفحہ، دाम قفائی روپیہ

هندو مسالم ایکتا

100 صفحہ دाम بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145، متی گنج آنہ آمد

اس نمبر کے خاص لیکھ
دعوم اور راجنیتی

—ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

—ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت

چینی دواخانہ کا طریقہ اور دوائیں

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

ناتن (کہانی)

ناتن (کہانی)

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

دہاتی دواخانہ (ایکاکی ناٹک)

دہاتی دواخانہ (ایکاکی ناٹک)

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

ایم. اے. ایل-ایل. بی.

ایم. اے. ایل-ایل. بی.

بھارتیہ یوگا ہندی میں

بھارتیہ یوگا ہندی میں

کا مہتر

کرلمدیوگ کا مہتر

—شہری لہ چہ - جن

—شہری لہ چہ - جن

اسکے علاوہ

اسکے علاوہ

دیس بیس کے مٹلے پر ہماری رائے میں ضروری سہادکی نوٹ

دیس بیس کے مٹلے پر ہماری رائے میں ضروری سہادکی نوٹ

کولچر سوسائٹی، ایلہاہا



کولچر سوسائٹی، ایلہاہا

1956

1956

1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. 10/- only

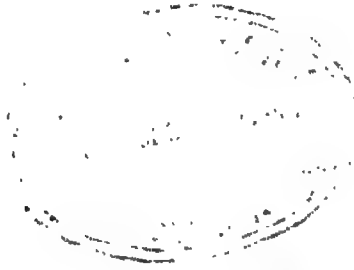
Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستانی کلاچر

نمبر 2 نمبر جلد 21 جلد



فروری 1956

ہندوستانی کلاچر سوسائٹی

145 مٹھوگج، ایلاہاباد

145 ملی گنج آباد

کتاب کس سے	صفحہ	سفر
1. دہرم اور راجنیتی
ڈاکٹر بھوپندر ناتھ دت	68	...
2. چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں
— شری لو چہ - چن	72	...
3. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں
— انورادک شری محبوب رضوی	77	...
4. روسی بچے
— انورادک شری محمد حیدر	80	...
5. نائن (نہائی)
— شری جیو وائی بوکیشو	83	...
6. دیہاتی دواخانہ (ایکائی نائک)
— شری ودیا بھوشن مصر	88	...
7. بیماری بوجنا ہندی میں گرم ادویہ کا مہم
— شری سریش رام بھائی	93	...
8. ہماری رائے—	99	...
ایشیا کی ایکتا کے لئے ہندوآباد کا کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکتا کے شہ پریتن؛ بغداد کا سچہرہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نمائش اور نرجیون؛ ایلیٹیوی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نرپندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—		
وشومہو ناتھ پانڈے .		

ایشیا کی ایکتا کے لئے ہندوآباد کا کل ہند کانفرنس؛ مانو ایکتا کے شہ پریتن؛ بغداد کا سچہرہ اور پاکستان؛ نئے چین میں زمین کی دیوشتا؛ دلی کی نمائش اور نرجیون؛ ایلیٹیوی اور دوسرے علاج کے طریقہ—سندر لال؛ آجاریہ نرپندر دیو؛ قاضی محمد عبدالغفار—

وشومہو ناتھ پانڈے .

پہلے لے کر مہنگے جو مہنگے دی گئی ہیں ان سے ہمارے
میں آسکتا ہے کہ دھرم راجنیتی کے باہر کی چیز نہیں
پولے زمانے اور پہلے زمانے میں لوگ دھرم کو راجنیتی کا
ایک آپاٹ سمجھ کر دھرم میں رہتے تھے۔ اسی لئے وجہاً لوگ
ہمارے ہوئی جاتے ہیں کے دھرم استھان اور ان کی دھرمک کتابیں
برباد کر دیئے تھے۔ ہمارے ہوئی جاتے ہیں کے دہلی سے پرانی
پادگروں کو مٹانے کا سب سے اچھا طریقہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ
ان کا مذہب تبدیل کر دیا جائے۔ عربوں دوارا جیتی ہوئی
مسلمان دنیا اپنے پرانے ایتھاس کو بھول سی گئی۔ اسی طرح
اپنے مذہب کو چھوڑ کر بھارت کی ہندو سائنس کچھ تو اینکلو
انڈین ہو گئیں اور کچھ پاکستانی بن گئیں۔ اسی طرح مدھیہ
یگ میں شیلیڈر سامراجیہ کے اندر فلیڈائن دیویپ سموہ تھا
لہذا اب فلیڈائن والہ اپنا ایتھاس بھول کر یورپیہ سمجھنے کے ساتھ
ہی اپنا تعلق جوڑتے ہیں۔ قسمت کی بات کہ جن اسپینوں
نے فلیڈائن کو جیتا تھا انہوں نے لکھا ہے کہ—”اس استھان کے
لوگوں کا دھرم، اچار دھرم، آئین، لہی وغیرہ بھارتیہ تھی۔“
آجکل کے امریکن ودوائس نے اپنی کہوچوں سے یہ ثابت کیا ہے
کہ ایک زمانے میں یہ جگہ بھارتیہ سمجھنے کے اثر کے اندر تھی۔
اس کے علاوہ منڈاناؤ (Mindanao) ٹاپو کے رہنے والے، جو
خون کے لحاظ سے شدہ بھارت و اسی ہیں، آج بھارت کے ساتھ
اپنے خون کے تعلقات بھولے ہوئے ہیں۔*

سلسلہ کے سبھی مذہبوں نے شروع میں anthropological
شکل میں جہلم لیا۔ اینتھرا پالاجیکل کا مطلب ہے کہ جائیداد
کے پیکش کے ساتھ ساتھ اس سے طرح طرح کے اعتقاد اور افسانوں
اور پرستشوں پیدا ہوتے ہیں۔ مثال کے طور پر انڈو - یورپی زبان
بولنے والے یعنی آریہ ہاشا بولنے والے پہلے ایک ساتھ رہتے تھے، سب
کی ایک ہی کلچر اور ایکسے اچار وچار تھے۔ اس
کے بعد وہ اپنی الگ الگ اینتھروپیکٹی کے لئے الگ الگ
ہو گئے۔ اسی سے الگ الگ قومیں بن گئیں اور ان

یونانیوں کے الگ الگ سماجیک آचार بیچار بن گئے۔ یونانیوں کے महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गौर क्रौम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।¹ इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल कायम किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का. उपनिषद में इसकी नई व्याख्या दी गई है।² इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृतों का संस्कार) के जरीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पेट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिलिड' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐतरेय आरण्यक' और 'आपस्तम्भ सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फरक पड़ गया है।³ अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उखाड़ दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिह्न है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तय्यार कर दी गई।

इन्तर्दाई युग में मानव समूह एक था लेकिन जैसे जैसे इनसानी समाज में तरक्की होती गई वैसे वैसे उनमें आपसी फरक भी बढ़ता गया। इसीलिये वैदिक काल, वैदिक काल के बाद के जमाने या मौजूदा जमाने के रिवाजों का हमें सनातन रिवाज नहीं समझना चाहिये। हर जमाने में सभ्यता के परिवर्तन के साथ साथ हिन्दू या अहिन्दुओं के मजहबी एतकद या धर्म-विश्वास, आचार-व्यवहार और अनुष्ठान-प्रतिष्ठान जमाने की उपयोगिता को ध्यान में रखकर तब्दील होते रहते हैं। हमारे अन्ध विश्वास के कारन ही रघुनन्दन ने ऋग्वेद के जाली श्लोक हमारे सामने रखे। इसके पीछे अर्थ नीतिक कारन थे इसीलिये इन जाली श्लोकों की रचना की गई। उसी के समर्थन के लिये ये जाली श्लोक बनाये गये। इसके चार सौ साल बाद कलकत्ते के कुछ पंडितों और राजा राममोहन राय ने

नमों के अंक अंक सनाजक आचार विचार बन गये। यूनानियों के महाकाव्य (होमर के 'इलियड' और 'ओडेसी') पढ़कर हमारे मन में यह विचार नहीं उठता कि हम किसी गौर क्रौम का महाकाव्य पढ़ रहे हैं। उनका परलोक एक हरा भरा मैदान है जहाँ प्रेतात्मा निवास करती हैं। ऋग्वेद के 'देवजन' 'पिन्ट लोक' नामक स्थान में निवास करते हैं।¹ इसके लिये पहले 'पूर्वजन्म' का उसूल कायम किया गया और तब देवजन और पिन्ट लोक का. उपनिषद में इसकी नई व्याख्या दी गई है।² इसी तरह यूनानी, रोमन और भारतवासियों की cult of the dead (मृतों का संस्कार) के जरीये नई दाह प्रथा बनाई गई जो 'urn burial' यानी मटके में अस्थियाँ रखकर मिट्टी में दफन करने की प्रथा कहलाती है। होमर द्वारा बयान की हुई 'पेट्राकोलस' (Patracolus) और 'अचिलिड' (Achilleus) शवदाह और अस्थि विसर्जन की प्रथा और वैदिक प्रथा जिसका पूरा बयान हमें 'ऐतरेय आरण्यक' और 'आपस्तम्भ सूत्र' में मिलता है उसमें कोई अन्तर नहीं दिखाई देता (इनमें वैदिक प्रथा के मुकाबले में यूनानी प्रथा आधुनिक प्रथा है)। वैदिक प्रथा और आजकल की हिन्दू दाह प्रथा में भी कितना फरक पड़ गया है।³ अस्थि सञ्चय का रिवाज अब बिलकुल उखाड़ दिया गया है। रघुनन्दन के "शुद्धि तत्त्व" में उसका बराय नाम चिह्न है लेकिन लोग उसका मतलब तक नहीं समझते। गंगाजल में अस्थि का एक टुकड़ा छोड़ कर यह समझा जाता है कि मृतात्मा के लिये स्वर्ग की सीढ़ी तय्यार कर दी गई।

अद्वैती एक में मानव समूह एक था लेकिन जैसे जैसे इनसानी समाज में तरक्की होती गئی वैसे वैसे उनमें आपसी फरक भी बढ़ता गया। इसीलिये वैदिक काल, वैदिक काल के बाद के जमाने या मौजूदा जमाने के रिवाजों का हमें सनातन रिवाज नहीं समझना चाहिये। हर जमाने में सभ्यता के परिवर्तन के साथ साथ हिन्दू या अहिन्दुओं के मजहबी एतकद या धर्म-विश्वास, आचार-व्यवहार और अनुष्ठान-प्रतिष्ठान जमाने की उपयोगिता को ध्यान में रखकर तब्दील होते रहते हैं। हमारे अन्ध विश्वास के कारन ही रघुनन्दन ने ऋग्वेद के जाली श्लोक हमारे सामने रखे। इसके पीछे अर्थ नीतिक कारन थे इसीलिये इन जाली श्लोकों की रचना की गई। उसी के समर्थन के लिये ये जाली श्लोक बनाये गये। इसके चार सौ साल बाद कलकत्ते के कुछ पंडितों और राजा राममोहन राय ने

1—देखें यजुर्वेद.

2—देखें छन्दोग्य उपनिषद और शंकराचार्य की टीका.

3—देखें अश्वलायन का 'ग्रहय सूत्र.'

देखें यजुर्वेद.

देखें छन्दोग्य उपनिषद और शंकराचार्य की टीका.

देखें अश्वलायन का 'ग्रहय सूत्र.'

भारतीय जनता के साथ किये हुये इस जल का पक्का अनुष्ठान धर्म का अंग नहीं है, राष्ट्रीय भावना के अभाव में यह बात मुश्किल हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धर्मियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत विदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

ईसा की चौथी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराजा' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्माशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अरलील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मावती बंगेश्वर वर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

कहते हैं. जल के साथ कठे हुये इस जल को पक्का धर्म का अंग नहीं है. राश्ट्रिय भावना के अभाव में यह बात मुश्किल हुई कि हम अनुष्ठान को धर्म का अंग मानने लगे. जातीय राष्ट्र के अभाव में पुरोहित वर्ग जातीय जीवन का परिचालक बन जाता है पुरोहितों के ऊपर धर्मियों के धन का असर रहता है, इसीलिये हिन्दू जाति इस दुर्दशा को पहुँची. जब एक अवर्द्ध और सामाजिक मामलों में हमदर्द हुकूमत विदेशियों द्वारा कायम हुई तब बहुत से आलिमाना रिबाज जैसे—सती दाह, गंगा-सागर में पुत्रों को जल में फेंक देना और बानों से भेदना आदि रिबाज, आर्देन के जरिये बन्द किये गये §

धर्म और समाज को चलाने वाला राष्ट्र है—यह बात पुराने जमाने के लोग बहुत अच्छी तरह जानते थे. इसीलिये महाभारत में युधिष्ठिर को 'धर्मराज' कहकर पुकारा गया है.

ईसा की चौथी सदी में बाकाटक राजाओं के नाम के पहले 'धर्म महाराजा' की पदवी हम जुड़ी हुई पाते हैं. हमें धर्माशोक के अनुशासन में दिखाई देता है कि उन्होंने धर्म और समाज का अपने आदेशों के द्वारा नियंत्रित किया. अपने एक अनुशासन में उन्होंने लिखा है कि—“स्त्रियों के सामाजिक कामों में बहुत सी अरलील बातें और कदाचार घुस गये हैं.” इसीलिये उन्होंने अपने एक आदेश के जरिये “समाज और कर्तव्य” की बात कही.* अशोक ने बहुतेरे पशुओं और पक्षियों की हत्या न करने के सिलसिले में कई आज्ञायें जारी कीं. कौटिल्य के अर्थ शास्त्र से हमें यही मालूम पड़ता है।

इसी तरह बंगाल से तांत्रिक कदाचारों को दूर करने के लिये ब्रह्मावती बंगेश्वर वर्मन राजा के मंत्री भवदेव भट्ट ने एक नया स्मृति विधान बनाया. वह विधान आज भी जारी है. इसीलिये दिग्विजयी राजा लक्ष्मण सेन ने शूलपाणी द्वारा रचे हुये 'मत्स्य सूत्र' जारी किये कि तरह तरह के तांत्रिक कदाचार दूर हों।

राजा से ही मजहब चलता है, यह हर जमाने की सचाई है. गवर्नमेंट उसकी कार्यकारी समिति है. बेशक जहाँ गणतन्त्र नहीं है वहाँ राज सत्ता चलाने वाला 'राजा' और उसकी 'मंत्रि परिषद' होती है. पुराने जमाने के हिन्दुओं का यही तरीका था. बहुत जमाने से हिन्दुओं की कोई हुकूमत नहीं रही, इसीलिये वे 'राष्ट्र' शब्द के मतलब ब माइने भूल गये हैं. वे स्वेच्छाचारी हुकूमतों के मातहत रहकर 'गणतन्त्र' का मतलब भी भूल गये हैं. महाभारत के 'शान्तिपर्व' में भीष्म ने युधिष्ठिर को 'नैराज्य' (Anarchy), 'गणतन्त्र'

§—Digby's Prospero us British India.

*—इस सिलसिले में देखें 'सुखल यजुर्वेद' में पुनर्विवाह की तफसील.

अस सلسله में देखें 'शक बजरुह' में पुरोहित की तस्विल.

(Democracy) کی پوری دنیا دیکھ کر 'ایک رات' یا 'راجتنت' کی مباحثوں کی ضرورت کی کمزوری کی مثال کے طور پر چرچا کی۔ 'کرشنا - نارد - سماد' ادبیات میں گز پریشد میں شری کرشن کی جو درشا ہوتی وہ انہوں نے نارد کو سنا یا۔ "ہندو اپنے ہی میں چور ہیں" گد (شری کرشن کا چھوٹا بھائی) اپنی کہانیا میں 'مکھوڑ ہیں' پردیمن اپنی سلدتا پر مغرور ہیں اور میں لچار ہوں۔ انرو اور اودھو کی اپنی ایک ایک پارتیاں اور دل ہیں۔ یہ جس کے کندھوں پر لڑتے ہیں اُس کا پس سوزنا ہی سمجھو اور مجھے سب کی گایاں لہانی پڑتی ہیں۔"

اس طرح راشٹر کو کھوکھو ہم اپنے بہت پرانے زمانے سے جمہوریت یعنی گزتنت کے معنی بھی بھول بیٹھے۔ سوجانی ایک رات تنت کے سرورپ کو چلنے کے بھی ہم ناقابل ہیں۔ اسی لئے ہم پڑھتوں اور لکھتوں کی 'جماعت' کو ہی اپنے سماج اور راشٹر کا چلنے والا سمجھ بیٹھے۔ لیکن ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ بعد کے نپندہ لکھنے والوں کے بعد بھی راج شکتی موجود تھی۔ شکتی والے راجاؤں کا سپہا پائر خوشامدی لوگوں کی اسمرتیاں چلنے لگتی تھیں۔ سلطنتوں کی حکومت کے سمے جو اسمرتیاں لکھی گئیں مقامی راجا لوگ اُن کو مانگتا دیتے تھے۔ راج شکتی کے بنا لوگ سماج میں کوئی ویوستھا نہیں چلتی۔ بنگال میں ہندو شاسن کال کے اوسان کے سمے جو نئی اسمرتیاں چالو ہوئیں انہیں بنگال کے کابستہ راجاؤں نے سمرتھن دیا۔ پلڈت ہر پرساد شامتری نے یہی کہا ہے۔ اسی لئے رکھو لندن کی لکھی ہوئی نئی اسمرتی بنگال میں سب جانیں اور سب استہانوں میں مانگہ نہیں ہے۔ شری ہٹ (سپاٹ) میں پرانی اسمرتی اب بھی چالو ہے۔ وہاں ہلال کی تھا کتھ پڑتا بھی پرچلت نہیں ہے۔ یروری بنگال اور وکرمپور میں بھی رکھو لندن کی اسمرتی چالو نہیں ہے۔ گوریزہ ویشنوں کے لئے چیتھہ دیو' سلطنت گرسوامی اور گوپال بھٹ نے اپنے ششویں کی علیحدہ ویوستھا کی عرض سے نئی اسمرتی لکھائی۔ یہ نئی اسمرتی ہے۔ "شری بھکتی واس"۔ بنگالہ سماج میں رکھو لندن کی "اشٹا ونشتی تلو" کی پڑتی دوندی یہ نئی اسمرتی "شری بھکت واس" ہے۔ ویشنو گروں اور ویشنو راجاؤں نے اسے ہندو سماج میں چلایا۔ بنگال کے زیادتر ہندو اسی اسمرتی کو مان کر چلتے ہیں۔

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹاویں پشچمی بنگال میں ہی مل جاتھنکی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکورس) نہتا سرگھہ گروند چندر سنگھ وغیرہ) لیکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا" ہمارے بیچ میں گرسوامی تھا کر چیتھہ دیو کا امنسارافوی مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لیکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹاویں پشچمی بنگال میں ہی مل جاتھنکی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکورس) نہتا سرگھہ گروند چندر سنگھ وغیرہ) لیکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا" ہمارے بیچ میں گرسوامی تھا کر چیتھہ دیو کا امنسارافوی مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لیکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹاویں پشچمی بنگال میں ہی مل جاتھنکی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکورس) نہتا سرگھہ گروند چندر سنگھ وغیرہ) لیکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا" ہمارے بیچ میں گرسوامی تھا کر چیتھہ دیو کا امنسارافوی مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لیکھک نے

مسلم کال میں جو جہاں کا راجہ ہوتا تھا وہی اپنے جہاں کی اسمرتی تیار کرتا تھا۔ اس کے لئے زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ اس کی مٹاویں پشچمی بنگال میں ہی مل جاتھنکی۔ ہاتھوڑا ضلع کے راجپوت ہدر جنوں نے (کاکورس) نہتا سرگھہ گروند چندر سنگھ وغیرہ) لیکھک کو ایک بار کہا تھا: "ہم راجپوت ہیں، مانس چھوڑ کر ہمارا کہانا نہیں چلتا" ہمارے بیچ میں گرسوامی تھا کر چیتھہ دیو کا امنسارافوی مت جانے کیسے چالو ہو گیا؟" لیکھک نے

اسکا اہمیت ہے۔ یہ کہتا ہے:—”جس لوگ دھرم اور سیاست کی بکری کرنے آئے ہیں اور ان کے پاس کرنے کے لئے ضرورت آپ کے آدھے ”کوئلہ سنگ کی بکری“ میں دی گئی۔“ وراثتوں کے لئے راجا اور ہندو شری نواس گوسوامی کے ملحقہ ہونے کے بعد ان کے راج میں گورنر دھرم دھرم کی پرورش ہوئی۔ وراثتوں کو ”گوت“ وراثتوں کے ”کپڑے“ کہا گیا۔ ہندو کے لئے ہندو راجہوت ہنگال کے ”دایہ بھاگ“ انہوں اور ”ہری بھگت“ دھرم کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔ وراثتوں راج وراثت کے پرہت گنگولی مہاشیہ نے لکھا ہے:—”ہندو اور کپڑوں کے جو آچار ہیں وہی آچار راج پرہت میں بھی پرچست ہیں۔“ ”ہندو راجا تھیں پرچست“ یعنی پرچست راجہوت کی پرہت ہوتی ہے۔ یہی دھرم ہے۔

یہاں یہ سوال اٹھاتا ہے کہ ہر بات میں دھرم سے جکڑے ہوئے ہیں؟ یہ بھی سچ ہے۔ چنانچہ انہوں کوئلہ کے آرتھ شاستر کے ”پدھ پرکھ“ آدھت میں انہوں نے دھرم کا اہمیت ہے۔ اسی اہمیت کے لئے سکندر کی سہا کے آرتھ شاستر میں انہوں نے لکھا ہے:—”ہندو شاستر میں دھرم کا آرتھ شاستر سے پہلے طرح طرح کی پرچست کا دھرم ہے۔ ہندو کے پرسوگال کے سب سے پہلے ہوت بھگت کا بھی دھرم ہے۔ کوئلہ سے پرچست پر وہ اس کے لئے ہندو کو دھرم دیتے ہیں لیکن آرتھ شاستر ہندو دورا ہی لکھا گیا (چھوٹا، چرک، ناگ، راجن) چکر پانی پرہت ہے۔ ہندو کی جب پرہت ہوئی تو ان کے پرہتوں کے ہاتھوں میں یہ پرہتیں ہیں اور ان کی یہ اہمیت دھرم ہے۔ آرتھ شاستر میں ہندو کی ہی پرہت دھرم دیتی ہے۔ یہ سب کتابیں پرہتوں کے ذریعہ لکھی گئیں۔ اسی لئے انہوں نے اپنے گروہ کی ان کتابوں میں ہرائی کی۔

جس دھرم میں زیادہ لوگ ہوتے ہیں اور بڑے لکھتے ہیں، جب محض پرہتوں کے دو ایک آدمیوں میں دنیا اور آرتھ کا گمان تھا، جب دھرم کے کوئی کوئی لوگوں کو شونہ کھڑے دنیا سے محروم کر دیا گیا، جب شونہ کو معمولی سے تصور میں—”اس کی چھت کٹ دو“ اس کے گل میں گرم پکھا ہوا شہت چھوڑ دو“ اس کے ٹھکانوں کا مانس کٹ کر پھینک دو“ اور اسے چٹائی میں لپیٹ کر جلا دو—ان سب کا اہمیت کوئلہ کے گرنہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ سب پرہتوں کے وید واکھ تھکر اہم ہونے۔ راجوں کو بھی ان پر عمل کرنے کے لئے انہوں نے کیا جاتا تھا۔ جب راجا اور پرہت ملکر ظالمانہ حکومت کرتے تھے تب حکومت کے خلف شونہ کو سر اٹھانے کی کھشت پر سکتی تھی؟ والہی راجہوت

اسکا اہمیت ہے۔ یہ کہتا ہے:—”جس لوگ دھرم اور سیاست کی بکری کرنے آئے ہیں اور ان کے پاس کرنے کے لئے ضرورت آپ کے آدھے ”کوئلہ سنگ کی بکری“ میں دی گئی۔“ وراثتوں کے لئے راجا اور ہندو شری نواس گوسوامی کے ملحقہ ہونے کے بعد ان کے راج میں گورنر دھرم دھرم کی پرورش ہوئی۔ وراثتوں کو ”گوت“ وراثتوں کے ”کپڑے“ کہا گیا۔ ہندو کے لئے ہندو راجہوت ہنگال کے ”دایہ بھاگ“ انہوں اور ”ہری بھگت“ دھرم کو قبول کرنے کے لئے مجبور ہوئے۔ وراثتوں راج وراثت کے پرہت گنگولی مہاشیہ نے لکھا ہے:—”ہندو اور کپڑوں کے جو آچار ہیں وہی آچار راج پرہت میں بھی پرچست ہیں۔“ ”ہندو راجا تھیں پرچست“ یعنی پرچست راجہوت کی پرہت ہوتی ہے۔ یہی دھرم ہے۔

یہاں یہ سوال اٹھاتا ہے کہ ہر بات میں دھرم سے جکڑے ہوئے ہیں؟ یہ بھی سچ ہے۔ چنانچہ انہوں کوئلہ کے آرتھ شاستر کے ”پدھ پرکھ“ آدھت میں انہوں نے دھرم کا اہمیت ہے۔ اسی اہمیت کے لئے سکندر کی سہا کے آرتھ شاستر میں انہوں نے لکھا ہے:—”ہندو شاستر میں دھرم کا آرتھ شاستر سے پہلے طرح طرح کی پرچست کا دھرم ہے۔ ہندو کے پرسوگال کے سب سے پہلے ہوت بھگت کا بھی دھرم ہے۔ کوئلہ سے پرچست پر وہ اس کے لئے ہندو کو دھرم دیتے ہیں لیکن آرتھ شاستر ہندو دورا ہی لکھا گیا (چھوٹا، چرک، ناگ، راجن) چکر پانی پرہت ہے۔ ہندو کی جب پرہت ہوئی تو ان کے پرہتوں کے ہاتھوں میں یہ پرہتیں ہیں اور ان کی یہ اہمیت دھرم ہے۔ آرتھ شاستر میں ہندو کی ہی پرہت دھرم دیتی ہے۔ یہ سب کتابیں پرہتوں کے ذریعہ لکھی گئیں۔ اسی لئے انہوں نے اپنے گروہ کی ان کتابوں میں ہرائی کی۔

جس دھرم میں زیادہ لوگ ہوتے ہیں اور بڑے لکھتے ہیں، جب محض پرہتوں کے دو ایک آدمیوں میں دنیا اور آرتھ کا گمان تھا، جب دھرم کے کوئی کوئی لوگوں کو شونہ کھڑے دنیا سے محروم کر دیا گیا، جب شونہ کو معمولی سے تصور میں—”اس کی چھت کٹ دو“ اس کے گل میں گرم پکھا ہوا شہت چھوڑ دو“ اس کے ٹھکانوں کا مانس کٹ کر پھینک دو“ اور اسے چٹائی میں لپیٹ کر جلا دو—ان سب کا اہمیت کوئلہ کے گرنہ میں پایا جاتا ہے۔ یہ سب پرہتوں کے وید واکھ تھکر اہم ہونے۔ راجوں کو بھی ان پر عمل کرنے کے لئے انہوں نے کیا جاتا تھا۔ جب راجا اور پرہت ملکر ظالمانہ حکومت کرتے تھے تب حکومت کے خلف شونہ کو سر اٹھانے کی کھشت پر سکتی تھی؟ والہی راجہوت

یہ خیال ہے کہ براہمن کے پوتے کی مائیت کی ذمہ داری خود شریک کے سر پر ڈال کر برہمنوں کو براہمن بنانا چاہیے اس کا مستند ثابت قائم ہے۔ اس ایک مثال سے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہے کہ راجہ شکتی اور پروہت شکتی کا سلجھوک کھسا بھینس روپ لے سکتا ہے۔ پروہتوں کی بے بنیاد باتیں مانو سے ظاہر ہوتی ہیں۔ "نہلک میں" صرف آدمی اور آنت ورن (یعنی براہمن اور خود) ہی دھینگے۔ یعنی سماج میں کیوں براہمن (پروہت نکلری لوگ) و خود دھینگے۔ اس شلوک کا اُلٹا کہہ نہیں ملتا ایسا شری ویدہ کہتے ہیں۔ جب کیوں براہمن اور خود یہ دو ہی ورن مانے گئے تب دھرم پسندوں کو پڑھانے لکھانے و گودھنا کرنے کا حق پھر سوائے براہمنوں کے اور کس کا ہو سکتا ہے۔ پہلے سرورپ دھرم گزرتوں میں جھوٹی باتیں پرچھت کر کے، نئے روپ سے لکھ کر اور جمل کر کے بدلنے کا کرم بنا روکے چلنے لگا۔ ویدوں میں "ہال کھلیہ سوتہ" سموہ اور "سوتہ سوتہ" سموہ یہ جمل سازی کر کے شامل کر دیئے گئے۔ بہت پرانے زمانے سے لکھ کر پڑھ کر "اللہ ہو اُپنعد" کی رچنا کے سے تک یہ جملے سماج میں پھیلے۔ عیسائی پادریوں نے بھی انہیں جعلی باتوں پر مانتینا دی۔ بائبل کی عیسائی کی کھا دوسرے روپ میں ویدوں میں ہے—یہ بتایا گیا۔ ریورینڈ سوارنٹر آدمی "شوہت دوپ میں اپنے کو براہمن کہہ کر اپنا رچا کرتے تھے۔" لہیک نے ان کی یہ گودھنا خود پڑھی ہے۔ کیوں آئیسویں صدی کے ویدیشی پندتوں نے پائوں کی تلنا کر کے ان جمل سازوں کو پڑھ لکھ بھارت واسطوں کے سامنے رکھا۔ ان یورپیہ وندوانوں نے مول پائوں کو شدہ کیا۔

ویدوں میں جس طرح مٹھا چاری پندتوں نے جمل بٹہ کیا اسی طرح اسمرتیوں میں بھی کیا گیا۔ گیارہویں صدی میں "مٹاکشرا" پستک کے لیکھک "پرہمنس کے آپاسک" مہاپرش جھوٹی وگیا نشور رکھو لندن کی طرح ہی ملزم ہیں۔ انہوں نے اپنے مت کا سمرتن کرانے کے لئے "گرم سنگھتا" سے ایک سوتہ اُدھرت کیا ہے۔ "سب سے پرانی اسمرتی میں یہ لکھا ہے کہ پیتربک سموتی میں پتا پتر کے حق برابر ہوتے ہیں۔" لیکن بھارت کے ایک پردیش بنگال میں اس سلسلے میں کافی اُلٹ وچار ہیں۔ بنگال ایسا دیس ہے جہاں کوئی کسی کی شردھا نہیں کرتا—ایسا سمجھا جاتا ہے۔ "مٹاکشرا" کا پرتی دیونسی "دائم بھاگ" گرتے کے ٹیکا شری کرشن ترکانگر اور بعد میں سواہوں شتابندی میں اچھوت نامک پندت نے یہ شلوک چالو کر دیا "امول" لڑھکات اصلی پستک میں نہیں ہے۔ پرانے زمانے میں یہ جوا چوری تھی اسے مہاسہ پادھیانے کے کان سننے کو تیار نہیں تھے۔ انہوں نے کہا—"نہلک ہی ہے کڈو منو سنگھتا کی

टीका में मेधातिथि ने इस ध्वन्या का उल्लेख किया है।” लेखक ने अर्ध-पक्षाल करके देखा है कि मनु के वचनों का खंडन करके मेधातिथि ने कहा है—“आचार्यन्य उत्तम”। किन्तु किस आचार्य ने यह कहा है इसका कहीं उल्लेख नहीं है, यह एक सबवस्ती की बात है, इस तरह के कई वचन विज्ञानेश्वर ने कहे हैं जो असली पुस्तक में नहीं हैं, इस तरह बहुत से वदमट श्लोक जो लोगों में प्रचलित थे उन्हें वेद वाक्य और स्मृति वाक्य कहकर चलाया गया, आजकल के नास्तिक खोज करने वालों ने ये सब जालसाजी पकड़ ली है, यह नई बात नहीं है, यह वैज्ञानिक खोजों का नतीजा है, श्री कानेइ ने मंजूर किया है कि गौतम संहिता का एक पूरा अध्याय बाद में जोड़ा गया,

यूरोप में भी मँकले जमाने में इसी तरह की हालत थी।
 आईन, विज्ञान, तर्कशास्त्र (मन्तक), दर्शन शास्त्र (फ़लसफ़ा)
 वगैरह को धर्म के साथ नथी कर दिया गया था। जो लोग
 इसका प्रतिवाद करते थे उन्हें शैतान कहकर या तो ज़िन्दा
 जला दिया जाता था (Auto da fa) या देश निकाला
 दिया जाता था, जर्मन अध्यापक म्याक (Mach) ने
 लिखा है अठारहवीं शताब्दी के आखीर में विज्ञान धर्म
 विश्वास की गहराइयों से बाहर आया।४४

जब समाज में सिर्फ पुरोहित वर्ग ही तालीमयाप्ता हो तब हर जगह यही होता आया है कि पुरोहित वर्ग व्यक्ति और समाज को पूरी तरह धर्म के साथ जकड़ देता है। यूरोप में मध्य युग में दर्शन शास्त्र धर्म का अङ्ग था लेकिन आज ऐसा नहीं है। आज पच्छिमी दुनिया में दर्शन (Metaphysics) और धर्म तत्त्व (Theology) अलग अलग खानों के विषय हैं। दूसरे देशों में, जैसे हिन्दुस्तान में, दर्शन शास्त्र और तर्क शास्त्र तक धर्म और राज्य कुसंस्कारों से जकड़े हुये हैं। विदेशी दर्शन शास्त्र (फिलसफ़ा) की गूँज ही बंगाल का 'नया न्याय शास्त्र है'।* उसमें भी कल्पना से गढ़ी हुई अशरीरी वस्तुओं का जैसे भूत, प्रेत रूप आदि को 'बाय बियजीव' कह कर उल्लेख किया गया है।

लेकिन आजकल जो लोग भारत में अरस्तू न्याय (Aristotelian) पढ़ते हैं, जो लोग एलोपैथी, आयुर्वेद और कविराजी शास्त्र पढ़ते हैं वे लोग भूत, प्रेत और आत्मा या प्राण को तर्क शास्त्र (मन्तव्य) या आयुर्वेद शास्त्र के अन्तर्गत गिना नहीं करते; चिकित्सा करने के समय भूत भगाने की कोई कोशिश नहीं करते, वे लोग सेहत सुधारने के लिये स्वस्थकर वातावरण (hygiene) की व्यवस्था करते हैं.

تھکا میں مودھانگی نے اُس دہشتا کا اُلیم کہا ہے۔ ”لیکھک نے
چالیس روز مال کر کے دیکھا ہے کہ منو کے چلوں کا کھلتن کر کے مودھانگی
نے کہا ہے۔ ”اچار بلکہ اُتم“ کنتو کس اچارہ نے یہ کہا ہے اُس
کا کہیں اُلیم نہیں ہے۔ یہ ایک دہرستی کی بات ہے۔ اِس
طرح کے کئی وچن وگیا نیشور نے کہہ ہیں جو اصلی دستک
میں نہیں ہیں۔ اِس طرح بہت سے اُدھت شلوک جو لوگوں
میں پرجلت تھے اُنہیں ویدواکھ اور اُسرتی واکھ کہہ کر چلایا
گیا۔ اُجکل کے نام تک کوچہ درے والوں نے بچ سب جمل سازی
پکڑ لی ہے۔ یہ نئی بات نہیں ہے یہ ویکانگ کوچوں کا نتیجہ
ہے۔ شریکینہ نے منظور کیا ہے کہ گوتم سنگھیتا کا ایک پورا
ادھتائے بعد میں جوزا گیا۔

یورپ میں بھی منجملہ زمانے میں اسی طرح کی حالت تھی۔ 'آئین' و 'گمان' ترک شاستر (منطقی) درشن شاستر (فلسفہ) وغیرہ کو دھرم کے ساتھ نہیں کر دیا گیا تھا۔ جو لوگ اِس کا پوتہواد کرتے تھے انہیں شطان کہہ کر یا تو زندہ جلا دیا جاتا تھا (Auto da fa) یا دیہی نکالا دیا جاتا تھا۔ جرمن ادھیانک میاک (Mach) نے لکھا ہے اُنہارویں شتাবدی کے آخر میں وگمان دھرم وشواس کی گہرائیوں سے باہر آیا۔

جب سماج میں صرف پروہت و رگ ہی تعلیم پانے کو
تہ ہر جگہ یہی ہوتا آیا ہے کہ پروہت و رگ دیکھی اور سماج
کو پوری طرح دھرم کے ساتھ جکڑ دیتا ہے۔ یورپ میں مذہب
نیک میں درشن شاستر دھرم کا الگ تھا لیکن آج ایسا نہیں
ہے۔ آج پچھلی دنیا میں درشن (Metaphysics) اور
دھرم تکو (Theology) الگ الگ کھوج کے وشہ ہیں۔
دوسرے دیشوں، جیسے ہندستان میں، درشن شاستر اور ترک
شاستر تک دھرم اور رائج کونسلکاروں سے جکڑے ہوئے ہیں۔
ویدیشی درشن شاستر (فلسفہ) کی کونج ہی ہنگال کا 'نہا
نہائے شاستر' ہے۔ * اُس میں بھی ٹلہٹا سے گڑھی ہوئی اشریری
وسٹروں کو جیسے 'ہوت' پریت روپ آدی کو 'وائے وئے جیو'
کہہ کر آٹھک کیا گیا ہے۔

لیکن آجکل جو لوگ بھارت میں ارسطو (Aristotelian) پڑھتے ہیں؛ جو لوگ ایلہیہ میں، آہروید اور کویراجی شاستر پڑھتے ہیں وہ لوگ بھوت، پریت اور آتما یا پران کو ترک شاستر (ملتو) یا آہروید شاستر کے انترگت شمار نہیں کرتے، چکاسا کرنے کے سہے بھوت بھگالے کی کوئی کوشش نہیں کرتے؟ وہ لوگ صحت سدھارنے کے لئے سوسائٹری (hygiene) کی دیوستھا کرتے ہیں۔

✻—Mach: History of Physics

*—See Bhasha Parichchhed.

یہ عجیب سا کہنا کبھی ہمارے دہرا میں آجائے ؟
 کبھی ہم نے کہا ہے کہ مذہب ایک مہینہ بہ کس طرح ممکن ہوا ؟ اس
 زمانے میں انگریزوں سے ہوا لڑنے کے لئے ہمارے سیدھے پریمی
 دھرم کے لئے اٹھ کرنا شروع کیا۔ ”ہم لوگ دھرم پرانے
 (مذہبی) جانتے ہیں، ہماری سہینا (تہذیب) دھرم کی
 بنیادوں پر کھڑی ہے۔ بھارت نوآسی سلسلہ کی ایک روشنی پرانیت
 جانتی ہے، اُن کی فکر معمولی خاصیتوں میں، وغیرہ۔ اس پر
 لکھک نے ایک دوسری جگہ نکتہ چینی کی ہے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہم لوگ مذہبی پاگل (Religious maniac) نہیں ہیں۔ ہماری سہینا کی تعمیر دھرم کے
 اوپر نہیں ہے؛ ہم لوگ بھگوان کے سرچھ ہوئے کوئی خاص
 انخاص (وہشتانہ پرانیت) جتو نہیں ہیں۔ ہم لوگ دنیا
 کی دوسری جاتیوں کی طرح ہمارے مانس اور رکت والے انسان
 ہیں۔ دیرگہ کال کی پرانہینتا سے پیدا ہونے والی راجنیک
 سامراج اور آرتھک گنتی اور برانڈوں کو دور کرنے کی ہماری
 سواندھین راشنریہ سرگرم دل و جان سے کوشش کر رہی ہے۔
 جب پیسے بھر کھانے کو ملیا تھے چرتہ میں آنتا اُنکی اور
 بدھی کھلیگی۔ ہمارا سواندھین راشنر اس کے لئے تیار ہے۔ اس
 سہ دنیا میں جو ترقی اور پرگتی ہو رہی ہے اُس کے ساتھ نال
 ملنے اور قدم بہ قدم چلنے کے لئے اور قومی ترقی کے لئے، صحیح
 واثاروں بنانے کے لئے ہی ہم نے اپنے دھرم میں ’دھرم نریکھس‘
 راج (Secular State) کی استہاپنا کی ہے۔ اپنے ہزاروں
 برس کے اُنہوں کے آدھار پر ہم نے سوچ بچار کر یہ صحیح قدم
 اُٹھایا ہے۔

انسان آپس میں پریم سہت کیسے مل کر ایک دوسرے
 کے ساتھ جاتی کے روپ میں رہ سکتے ہیں۔ اسی کا نام
 سامراج وکس ہے اور راشنر کے روپ میں اُن کا وکس ہی
 راجنیک وکس ہے۔ وندہ جاتیوں ایک ہی دیہی میں کیسے
 ایک راشنر کا روپ لیتی ہے، اُن کی جو ان پدھتی ہے، ایک
 دوسرے میں رل ملکر جو ایک راشنر بنانے کا اُن کا
 طریقہ ہے وہی راجنیک پرتھتھان ہے یعنی راشنر کے
 دائرہ میں ہر انسان کا یہ حق ہے کہ وہ اپنی زندگی
 میں وکس یعنی ترقی کے پورے پورے موقع حاصل کرے۔ اور
 جاتی کو پوری طرح ترقی کا آسہ ملے اسی کے لئے راشنر میں
 شاسن ویکس یعنی حکومت کی استہاپنا ہوتی ہے۔ اسی لئے
 راشنر سب سے اوپر اور سروسکھیمان ہوتا ہے۔ کسی بات کو الہانی
 ایہوریہ ویسٹھایا ویوانیہ سمجھ کر پکر کر بیٹھنے کوئی ملے نہیں۔
 موجودہ حالتوں میں کسی پرانی بات کو پکر کر بیٹھنا مناسب

नहीं है, जिससे समाज का ईश्वर प्रदत्त वा अर्थाई समझने की पहलीचल स्वाधीन राष्ट्र की उन्नति की कोशिशों के रास्ते में अड़गुन डालने के समान है, इससे समाज के शरीर में बुरे नतीजे पैदा होते हैं।

نہیں ہے۔ پرانی ریستہا کو ایشور پوریت یا خدائی سمجھا
کی فعلیت سوامہن راشتر کی آنتی کی کوششوں کے راستے
میں ایشور پوریت کے سہی ہے۔ اس سے سماج کے شریروں میں رہے
نکھتے پیدا ہوتے ہیں۔

**700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS**

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment. —National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedia...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs. —Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter... brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs. —Vigil, Delhi.

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

چینی علاج کا طریقہ اور دوائیں

شی لی شیہ-تسٹن

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

شی لی شیہ - چن

(ڈائریکٹر آف چائینی میڈیسن ریسرچ اکیڈمی)

[راجکماری ایشورکر نے چین سے لٹ کر پورانی چینی वैद्यक विद्या और उसकी तरफ नई चीनी सरकार की पालिसी पर जो बयान दिया था उस पर एक नोट और एक चीनी विद्वान का लेख इससे पहले "नया हिन्द" में प्रकाशित कर चुके हैं. यहां हम इसी विषय पर एक और चीनी विद्वान का लेख प्रकाशित कर रहे हैं जो चीन के स्वास्थ्य विभाग के एक बहुत बड़े अफसर भी हैं. इससे और भी साफ पता चलता है कि राजकुमारी का वह बयान कितना ग़लत था—मुन्दर लाल.]

[راجکمارी ایشورکر نے چین سے لٹ کر پورانی چینی वैद्यक विद्या और उसकी तरफ नई चीनी सरकार की पालिसी पर जो बयान दिया था उस पर एक नोट और एक चीनी विद्वान का लेख इससे पहले "नया हिन्द" में प्रकाशित कर चुके हैं. यहां हम इसी विषय पर एक और चीनी विद्वान का लेख प्रकाशित कर रहे हैं जो चीन के स्वास्थ्य विभाग के एक बहुत बड़े अफसर भी हैं. इससे और भी साफ पता चलता है कि राजकुमारी का वह बयान कितना ग़लत था—मुन्दर लाल.]

कई हजार वर्ष से चीन के लोगों की एक अपनी वैद्यक विद्या (मेडीकल साइन्स) चली आ रही है. सातवीं सदी ईसवी तक यह चीनी वैद्यक विद्या कोरिया, जापान, भारत, बर्मा और इंडोनेशिया तक फैल चुकी थी. सदियों उन्नति करने के बाद आज यह वैद्यक विद्या सारे चीन में चालू है और इसके पीछे दवाओं और इलाज का बड़ा लम्बा कीमती तजरबा है.

कई हजार वर्ष से चीन के लोगों की एक अपनी वैद्यक विद्या (मेडीकल साइन्स) चली आ रही है. सातवीं सदी ईसवी तक यह चीनी वैद्यक विद्या कोरिया, जापान, भारत, बर्मा और इंडोनेशिया तक फैल चुकी थी. सदियों उन्नति करने के बाद आज यह वैद्यक विद्या सारे चीन में चालू है और इसके पीछे दवाओं और इलाज का बड़ा लम्बा कीमती तजरबा है.

चीन के इतिहास में बहुत से मशहूर वैद्यों यानी उस जमाने के डाक्टरों और उनके कामों का बयान मिलता है. ईसा से चार पांच सौ बरस पहले, जब चीन की कई अलग अलग रियासतों में घरेलू लड़ाइयां जारी थीं, पीएन चुपह नाम का एक बहुत मशहूर वैद्य था जिसने पहली बार नब्ब (नाड़ी) को बाल से रोग के पता लगाने का तरीका ईजाद किया. इसमें उसे बड़ी कामयाबी हुई. बहुत से रोगों के इलाज के लिये उसने बारीक बारीक सुइयों से नसों (नर्व्ज) की हालत और उनकी गति को ठीक करना (पेक्चु पंकचर) और बुडियों को गरम करके उनसे शरीर के सास स्वास अंगों को सेकना (मोक्सी बराचन) इन दो तरीकों से बहुत बड़ा काम लिया. ईसा की पहली और दूसरी शताब्दी में चांग चुंग-चिंग नाम के एक वैद्य ने तरह तरह के बुखारों पर एक किताब लिखी जिसका नाम 'शांग हानलुन' है और वैद्यक के उसूलों और जरूरी बातों पर एक दूसरी किताब लिखी जिसका नाम "चिंग कुए युहान चिंग" है. इन दोनों किताबों में बुखारों और दूसरी बीमारियों के इलाज के लिये बहुत से सुझाव दिये हुए हैं. आज भी चीन में इन किताबों और

चीन के इतिहास में बहुत से मशहूर वैद्यों यानी उस जमाने के डाक्टरों और उनके कामों का बयान मिलता है. ईसा से चार पांच सौ बरस पहले, जब चीन की कई अलग अलग रियासतों में घरेलू लड़ाइयां जारी थीं, पीएन चुपह नाम का एक बहुत मशहूर वैद्य था जिसने पहली बार नब्ब (नाड़ी) को बाल से रोग के पता लगाने का तरीका ईजाद किया. इसमें उसे बड़ी कामयाबी हुई. बहुत से रोगों के इलाज के लिये उसने बारीक बारीक सुइयों से नसों (नर्व्ज) की हालत और उनकी गति को ठीक करना (पेक्चु पंकचर) और बुडियों को गरम करके उनसे शरीर के सास स्वास अंगों को सेकना (मोक्सी बराचन) इन दो तरीकों से बहुत बड़ा काम लिया. ईसा की पहली और दूसरी शताब्दी में चांग चुंग-चिंग नाम के एक वैद्य ने तरह तरह के बुखारों पर एक किताब लिखी जिसका नाम 'शांग हानलुन' है और वैद्यक के उसूलों और जरूरी बातों पर एक दूसरी किताब लिखी जिसका नाम "चिंग कुए युहान चिंग" है. इन दोनों किताबों में बुखारों और दूसरी बीमारियों के इलाज के लिये बहुत से सुझाव दिये हुए हैं. आज भी चीन में इन किताबों और

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سے کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیریس سرچکل آپریٹس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویز لکھ سونوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سنگ کے طریقہ (موکسی بشچن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بڑا کر دیا اور وہ نہ ہولے پارے چلے آجکل انوسٹیکس کہتے ہیں۔ عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو - ہو نام نے ایک دوا لے ناری پریمشا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی نگی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو - ہو نام کے ایک دوا لے سونوں والے علاج اور سنگ والے علاج پر "چپائی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا لے پارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لائے جانے کے یوگہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹن میں آج بھی بڑی مہتر کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا لے ناو ہنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان - فانگ نام کے ایک دوا لے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چینگ یوان ہوو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سہ سے لیکر سونگ راج کل کے سہ تک چینی دواؤں کا دنیا لے ابھوت پورو آئندگی کی۔ مشہور دواؤں میں زہ میاؤ کی پستک "چینگ یوان فاگ" ہے جس کے معنی ہیں "سنہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ مہنگ شین نام کے ایک دوا لے "شہ لہاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی لگا سے سب طرح کی کہانوں کی چیزوں کے گن دہی بیان کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدیک دوا لے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشچن کا رواج خوب بڑھا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہوتے تھے۔ آدمی کے پورے قد کی کٹس کی

نوسخوں کا बहुत بڑا مان ہے اور ان سے روگوں کا علاج کیا جاتا ہے۔ اسی سے کے تحت ایک بہت بڑا دوا "ہوا تو" ہوا ہے جو طرح طرح کے جراحی یعنی چھڑ ہار کے کاموں (دیریس سرچکل آپریٹس) میں بہت ہوشیار تھا۔ وہ علاج کرنے میں اویز لکھ سونوں کے طریقہ (ایکوپنچر) اور سنگ کے طریقہ (موکسی بشچن) کو بھی کام میں لانا تھا۔ چھڑ ہار کے لئے اُس نے ایسی دواؤں کو ایجاد کیا جس سے روگی کو بالکل بڑا کر دیا اور وہ نہ ہولے پارے چلے آجکل انوسٹیکس کہتے ہیں۔ عیسوی کے تین چار سو برس بعد وانگ شو - ہو نام نے ایک دوا لے ناری پریمشا پر "بھائی چنگ" نام کی ایک بڑی پرامانک پستک لکھی۔ شہر کے اندر خون کی نگی پر اور ندان یعنی بیماری کا ٹھوک پتہ لگانے کے طریقہ پر بھی اُس نے کئی پستکیں لکھیں۔ ہوانگ شو - ہو نام کے ایک دوا لے سونوں والے علاج اور سنگ والے علاج پر "چپائی چنگ" نام سے پہلی پستک لکھی۔ کھنگ نام کے ایک دوا لے پارے کو شونگ پر پہلی بار دوا کے طور پر کام میں لائے جانے کے یوگہ بنایا۔ اُس کی ایک کتاب "چو ہو فانگ" نسخوں کی کتاب ہے جو چھٹن میں آج بھی بڑی مہتر کی کتاب مانی جاتی ہے اور خوب کام میں آتی ہے۔ دواؤں کے تیار کرنے کے طریقوں پر سب سے پہلی کتاب 'سین لونگ پین تساو' ہے جسے چھٹی صدی کے شروع کے ایک دوا لے ناو ہنگ چنگ نے دوہرا کر اور بڑا کیا۔ سن 610 عیسوی میں چاو یوان - فانگ نام کے ایک دوا لے طرح طرح کے روگوں کے ندان اور ان کی علامتوں پر "چینگ یوان ہوو تسنگ لو" نام سے ایک کتاب لکھی جو الگ الگ بیماریوں اور ان کے ندان (ڈائگنوسس) پر ایک بہت ہی اونچے درجے کی کتاب ہے۔

اس کے بعد فانگ راج کل کے سہ سے لیکر سونگ راج کل کے سہ تک چینی دواؤں کا دنیا لے ابھوت پورو آئندگی کی۔ مشہور دواؤں میں زہ میاؤ کی پستک "چینگ یوان فاگ" ہے جس کے معنی ہیں "سنہری دوائیں" پتہ چلتا ہے کہ ان دنوں جانوروں کے اندر کی چیزیں جسے گائے یا بھڑ کا پتا یا چکر آدمی کی بیماریوں کے علاج میں کام میں آئے لگی تھیں۔ مہنگ شین نام کے ایک دوا لے "شہ لہاؤ پین تساو" نام کی ایک کتاب لکھی جس میں ویدیک کی لگا سے سب طرح کی کہانوں کی چیزوں کے گن دہی بیان کئے گئے ہیں۔ اُس زمانے میں چینی ویدیک دوا لے بہت تیزی سے ترقی کی۔ ایکوپنچر اور موکسی بشچن کا رواج خوب بڑھا۔ شہر کے الگ الگ انگوں کو سمجھنے اور ان کا ادھین کرنے کے لئے مانو شہر کو چھڑ کر دیکھا جاتا تھا۔ آدمی کے شہر اور اُس کے الگ الگ انگوں کے نقشہ تیار ہوتے تھے۔ آدمی کے پورے قد کی کٹس کی

سُرتھی بننے لگیں جن کے زریعے ویدک کے دواؤں کو شریک کے انگ، ان کے روگ اور ان پر دواؤں کے اثر سمجھائے جاتے تھے۔ انکے انگ روگوں کے لئے نسخوں کی کتابیں ان دنوں سب سے ادھک ہتی تھیں۔ عورتوں اور بچوں کی بیماریوں اور چھریار کی ویدا کے اوپر بھی خاص طور سے کتابیں لکھی گئیں۔ چینی ویدیک ویدا میں ایک نئی چیز اس سے یہ ہونی کہ ویدیک کی آنتی اور ویدیوں کی سویدا کے لئے راج کے قانون میں کیا گیا سدھار یا تبدیلیاں ہونی چاہئیں اور ویدیوں کے کیا کیا قانونی فرض ہونے چاہئیں ان باتوں پر وچار ہونے لگا اور کتابیں لکھی جانے لگیں۔

بارہویں صدی سے وینیسویں صدی تک بھی چینی ویدک ویدا، چینی دوائوں اور ان کی تھاری ہواہر ترقی کرتی رہیں۔ لی شہ جن نے سب طرح کی دواؤں کے اوپر ایک بہت بڑی کتاب ”یہن تساو کاتگ مو“ لکھ کر پوری کی۔ ووبوشنگ نے اپنی ایک کتاب میں چھوت کی یا لکھی بیماریوں اور مہاساریوں کے اوپر اپنے خاص سدھارت دنیا کے سامنے رکھے۔ وانگ جنگ جن نے شریک کے اندر کے انگ انگ انگوں کے بارے میں پہلے کچھ غلط وچاروں کو سدھارا۔ لکھی بیماریوں کا علاج انہوں اور گئے کی بیماریوں کا علاج اور چھریار کے ذریعے شریک کے انگوں کی کرڈینا یا بے قدرلین کو ٹھیک کرنا ان تھاروں میں چینی ویدیک نے خاص طور سے آنتی کی اور ان کے خاص انگ انگ جانکار پیدا ہونے لگے۔

اگر ایک بیماریوں کے انگ انگ لکھنے یا علامتوں کو بیان کرنے میں پرانی چینی ویدیک کے جانکار چینی ادھک تفصیل یعنی دستار میں جاتے ہیں آجکل کے یورپی تھلک سے بڑھ ہوئے قائلر آئی تفصیل میں نہیں جاسکتے۔ اس کے علاوہ پرانی چینی ویدیک کے نسخے ادھکتر جزوی ہوتیوں کے ہوتے ہیں اور ان سے بعد میں اس طرح کی ہائی یا برا ٹر نہیں ہوتا جیسا یورپی دواؤں سے ہوتا ہے۔ پرانے چینی علاج کے طریقہ میں دو باتوں کی طرف خاص دھیان دیا جاتا ہے سب سے پہلے اس بات کی طرف کہ روگی کے شریک کا اور انگ انگ انگوں کے کام کا جو سمتول بکر گیا ہے اسے پھر سے ٹھیک کیا جائے اور دوسرے یہ کہ روگی کی علم نسوں (نروس سسٹم) کو پھر سے درست کیا جائے۔ نسخہ لکھنے میں ان دونوں باتوں کا پورا دھیان رکھا جاتا ہے۔ پرانی چینی ویدیک ویدا کے اندر روگ کے تھڑوں کو مارنا (اینتی ہائیو ٹکس) اور دواؤں کے ذریعے مکن کپڑوں وغیرہ کو بیماری کے اثر سے پاک کرنا (ڈس-انٹیکس) دونوں شامل ہیں۔

पुराने चीनी वैद्यों ने तजुखरे से यह मालूम कर लिया कि शरीर के अन्दर के रोग के कीड़ों (bacteria) को मारने के लिये और खाल के ऊपर के कीड़ों को मारने के लिये दोनों कामों के लिये "हुआंग लीन" (*Coptis teeta*) बहुत ही उपयोगी दवा है और पूरा असर करती है, खूनी चिरा (*Amoellic dysentry*) को अच्छा करने के लिये पाई तोऊ बेंग (*Anemone*) बहुत ही कामयाब औषधि है, मलेरिया के बुखार को ठीक करने के लिये चांग तान (*Orixa japonica*) बढ़िया दवा है, खांसी के लिये सब से अच्छी दवा पाई मू (*Fritillaria Verticillata*) है, औरतों के खून को रोकने के लिये यी मुत्सामो *Leonurus Sibiricus*) बहुत लाभदायक है, रात के सीने को रोकने के लिये हुआंग चि (*Astragalus Reflexistipulus*) बहुत अच्छी चीज है, पेट के गैड़ों "कदुदानो" को साफ करने के लिये फू चीन पी *Melia Azedarath*) लासानी है, बुखार को कम करने के लिये बाइ हू (*Bupleurum Chinensis*) बहुत काम की है और खून के दबाव यानी ब्लड प्रेशर के ग्राह के लिये यू चुंग (*Eucommia Ulmoides*) बहुत हीद साबित होती है.

बहुत सी बीमारियाँ हैं जिन से यूरोपियन ढंग के पढ़े हुए डाक्टर घबरा जाते हैं और पुरानी चीनी वैद्यक विद्या को जानने वाले उनका इलाज बड़ी आसानी के साथ कर लेते हैं। मिसाल के लिये अंतर्द्वियों की पुरानी देवाही सूजन (Chronic gastro-intestinal inflammation) (गुरदे की पुरानी सूजन Chronic inflammation of the kidneys) अन्दर की खांसी (Bronchitis), गठिया के कारण जोड़ों की सूजन (Rheumatisia Arthritis), मांस की पेशाबारी (Myositis), और नसों की बीमारी Neuritis), यह सब बीमारियाँ पच्छिम के इलाज के तरीकों से बहुत ही धीरे धीरे और बहुत ही कम अच्छी होती हैं, लेकिन अगर पुराने चीनी तरीकों से इनका इलाज किया जावे तो बहुत जल्दी ठीक हो जाती हैं, खासकर जब के दवा के साथ साथ पुराने ढंग की सुइयों से नसों को भी ठीक कर दिया जावे (Acupuncture)। यह सुइयों का इलाज बहुत ही आसान, सीधा और कारामद् है। एक और मिसाल लीजिये, पाखाने के रास्ते से खून जाना और नासूर पड़ जाना (Haemorrhoids and Fistulae), इन का इलाज पुराने चीनी तरीकों से हाल में बहुत ही कामयाब साबित हुआ है। अंतर्द्वियों के नीचे के हिस्से की बीमारियाँ पुरानी दवाओं से बहुत जल्दी अच्छी होती हैं। इलाज का ढंग भी बहुत सीधा सादा है। इसमें बहुत

پورے چھائی دہائیوں نے تجربے سے یہ معلوم کر لیا تھا کہ
 ہرگز کے اندر کے روگ کے کیزوں (bacteria) کو مارنے کے لئے
 اور کھال کے آرپہ کے کیزوں کو مارنے کے لئے دونوں گاسوں کے لئے
 ہوائنگ لین (Coptis teeta) بہت ہی اچھوکی دوا ہے
 اور پورا اثر کرتی ہے، خونی پیچھی (Amoellic dysentry)
 کو اچھا کرنے کے لئے پانی توڑ وینگ (Anemone) بہت ہی
 محبوب اوشدی ہے، ملہریا کے بخار کو ٹھک کرنے کے لئے چانگ
 شان (Oriza japonica) برہیا دوا ہے، کھانسی کے لئے
 سب سے اچھی دوا پانی مو (Fritillaria Verticillata)
 ہے، عورتوں کے خوں کو روکنے کے لئے بی مو تساو (Leonurus
 Sibricus) بہت اچھا دیک ہے، رات کے پسینہ کو روکنے کے لئے
 ہوائنگ چی (Astragalus Reflexistipulus) بہت
 اچھی چیز ہے، پست کے کیزوں 'فودانوں' کو صاف کرنے کے لئے
 گوجین بی (Melia Azedarath) لٹانی ہے، بخار کو کم
 کرنے کے لئے چائی ہو (Bupleurum Chinensis) بہت
 کام کی ہے اور خوں کے دباؤ یعنی بلڈ پریشر کے علاج کے لئے تو
 چونگ (Eucommia Ulmoides) بہت مفید ثابت
 ہوئی ہے۔

بہت سی بیماریاں ہیں جن سے یورینین تھنگ کے پڑھ
 ہوئے ڈاکٹر گھبرا جاتے ہیں اور پرانی چینی ویدیک ودیا کے جاننے
 والے اُن کا علاج بڑی آسانی کے ساتھ کر لیتے ہیں۔ مثال کے لئے
 انگریزوں کی پرانی ریاحی سوچ (Chronic gastro-intestinal inflammation)
 'intestinal inflammation' گردے کی پرانی سوچ (Chronic inflammation of the kidneys)
 کی کھانسی (Bronchitis) گھبرا کے کان چیزوں کی سرچ (Rheumatsia Arthritis)
 'Rheumatsia Arthritis' انہم کی بوماری (Myositis)
 'Myositis' اور نسوں کی بوماری (Neuritis) بہ
 سب بیماریاں پچھم کے علاج کے طریقوں سے بہت ہی دھیرے
 دھیرے اور بہت ہی کم اچھی ہوتی ہیں، لیکن اگر پرانے چینی
 طریقوں سے ان کا علاج کیا جاوے تو بہت جلدی ٹھیک ہو
 جاتی ہیں، خاص کر جب کہ دوا کے ساتھ ساتھ پرانے تھنگ کی
 سونٹوں سے نسوں کو بھی ٹھیک کر دیا جاوے (Acupuncture)۔
 یہ سونٹوں کا علاج بہت ہی آسان، سہل اور کمزور ہے۔ ایک
 اور مثال لیجئے۔ پادھانے کے راستے سے خون جانا اور نسلور پڑ
 جانا (Haemorrhoids and Fistulae) ان کا علاج
 پرانے چینی طریقوں سے دل میں بہت ہی کمزور
 ثابت ہوا ہے۔ انگریزوں کے نیچے کے حصے کی بیماریاں
 پرانی دواؤں سے بہت جلدی اچھی ہوتی ہیں۔ علاج
 کا تھنگ بھی بہت سہل سا ہے۔ اس میں بہت

پہلی ڈاکٹری بیماریوں اور سامان کی ضرورت نہیں پڑتی اور یہ دوائی کے روز کے کام کاج میں کوئی فرق آتا ہے۔

لیکن پورانے چینی علاج کے طریقے میں کچھ کمی بھی ہے۔ اسکا پھیلاؤ پورے تاجزبے پر ہے، جسमें باکایاوا سائےسی سیدانٹ کی کمی ہے۔ ابھی تک جسमें کیمیاई جانکین اور پراس کے پکے طریقے نہیں ہیں۔ اسکا ایک خاص کاروبار ہے۔ چین میں کومینڈانگ سائنس کے دینوں میں ان دینوں کی سرکار پورانے چینی علاج کے طریقے کو ہی غیر سائنسی اور پچھڑا ہوا سمجھتی تھی اور اُسے حقارت سے دیکھتی تھی۔ پر چین کی کیمونسٹ پارٹی اپنے دیہی کی پرائیویٹ اور رائٹ کی بڑی قدر کرتی ہے۔ اس لئے وہ پرائیویٹ چینی ویدیک دوا کے انوسار علاج کرنے والوں کو، جن کی سیکھیا لگ بھگ تین لاکھ ہے، دیہی کے ڈاکٹروں مہدان میں ایک بہت بڑی شکتی مانتی ہے۔ کیمونسٹ پارٹی نے پورے چینی تھنگ کے ڈاکٹروں اور نئے پچھلی تھنگ کے ڈاکٹروں دونوں کو یہ ہدایت کی کہ وہ دونوں ملکر کام کریں، ایک دوسرے کی مدد کریں اور ملکر نئی اور پرائیویٹ دواؤں کی کھوج کریں جس سے لوگوں کے علاج کی شکایت اور ادھک مضبوط ہوں اور سب ملکر دیہی کی اور ادھک سہا کر سکیں۔ جولائی سن 1954 میں نئی چینی سرکار نے سب سرکاری جن سوائے سوائے محکمہ کو یہ ہدایتیں دیں کہ پورے چینی علاج کے طریقے کے ساتھ یہی نہیں ہونی چاہیے اور اس پر پورا پورا عمل کیا جائے۔ اس سہ پورے چینی علاج کے طریقے کے سائنسی اسٹرکچر کو اونچا کرنے کے لئے اور اس میں آویک سدھار کرنے کے لئے پہلا قدم یہ اٹھایا گیا ہے کہ ایک چینی میڈیکل ریسرچ اکیڈمی کھولی جارہی ہے۔ چینی ویدیک دوا کی جو دوسری کھوج سنسٹھانوں یعنی ریسرچ انسٹیٹیوٹ میں انہیں بڑھایا جا رہا ہے۔ شنکھائی، کینٹن، ناننگ اور چینگینگ میں پورانے چینی علاج کے اسپتال کھول دیئے گئے ہیں۔ پیننگ کے بہت سے اسپتالوں میں چینی ویدیک دوا کے جانکروں کو رکھ کر ان سے ملحقہ لی جاتی ہیں۔ کچھ اسپتالوں میں پورے تھنگ کے علاج کے ایک محکمہ کھول دیئے گئے ہیں۔ دیہی بزرگ کے سب میڈیکل کالجوں میں پرائیویٹ چینی دواؤں اور ان کے بنانے کے طریقوں میں کھوج کی جارہی ہے اور میڈیکل کالجوں کی پڑھائی کی پسٹوں میں چینی ویدیک اور چینی دوائیں بنانے کے طریقے شامل کئے جارہے ہیں۔ پورے چینی علاج کی بہت سی ادھک مہم کی کتابیں پورے سے پرکاشت کی جارہی ہیں اور بہت سی انہی کی جانکری۔

نیا دنیا

(News Bulletin of the Embassy of the Peoples Republic of China, New Delhi Nov. 23, 1955.)

محمّد صاحب نے کہا:—”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ موت کا فرشتہ اُس کی جان لینے کے لئے آیا۔ فرشتے نے اُس سے پوچھا: ”کیا تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے؟“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے نہیں معلوم۔“ فرشتہ نے پھر کہا:—”سوچ کر بتاؤ۔“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے اور کچھ نہیں یاد سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بدویار کرنا تھا“۔ مرنے لگے تو میں سے جو بُرا خواہش حال تھی انہیں میں چھوٹ دے دیتا تھا کہ وہ اپنی سوبدھا کے انوسار مہر و رقم ادا کریں اور جو تکلیف میں ہوتے تھے انہیں میں بالکل معاف کر دیتا تھا۔“ اِس پر اللہ نے اُس آدمی کو جنت میں داخل کر دیا۔“

محمّد صاحب نے کہا:—”پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ موت کا فرشتہ اُس کی جان لینے کے لئے آیا۔ فرشتے نے اُس سے پوچھا: ”کیا تم نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہے؟“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے نہیں معلوم۔“ فرشتہ نے پھر کہا:—”سوچ کر بتاؤ۔“ اُس آدمی نے جواب دیا:—”مجھے اور کچھ نہیں یاد سوائے اس کے کہ میں دنیا میں لوگوں سے بدویار کرنا تھا“۔ مرنے لگے تو میں سے جو بُرا خواہش حال تھی انہیں میں چھوٹ دے دیتا تھا کہ وہ اپنی سوبدھا کے انوسار مہر و رقم ادا کریں اور جو تکلیف میں ہوتے تھے انہیں میں بالکل معاف کر دیتا تھا۔“ اِس پر اللہ نے اُس آدمی کو جنت میں داخل کر دیا۔“

—دُجّیہا اور ابو مسعود البدری، بخاری: مسلم۔

—حدیث اور ’مسعود البدری‘ بخاری: مسلم۔

میں نے پیرامبر سے پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک بات ایسی بتا دیجئے کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔“ رسول نے کہا:—”کہو کہ مجھے اللہ میں وشواس ہے اور پھر نہی کی راہ پر چلتے رہو۔“

میں نے پیرامبر سے پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! مجھے اسلام کی ایک بات ایسی بتا دیجئے کہ پھر مجھے آپ کے بعد کسی اور سے کچھ پوچھنا نہ پڑے۔“ رسول نے کہا:—”کہو کہ مجھے اللہ میں وشواس ہے اور پھر نہی کی راہ پر چلتے رہو۔“

—سُفیان بن عبد اللہ الثقفی، مسلم۔

—سُفیان بن عبد اللہ الثقفی، مسلم۔

ایک آدمی نے آکر پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! اسلام کی سب سے اچھی بات کیا ہے؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”یہ کہ یہ لوگوں کو کھانا کھاؤ اور سب کو سلام کرو“۔ چاہیں تم جانتے ہو انہیں بھی اور چاہیں تم نہیں جانتے انہیں بھی۔“

ایک آدمی نے آکر پوچھا،—”اے اللہ کے رسول! اسلام کی سب سے اچھی بات کیا ہے؟“ محمد صاحب نے جواب دیا:—”یہ کہ یہ لوگوں کو کھانا کھاؤ اور سب کو سلام کرو“۔ چاہیں تم جانتے ہو انہیں بھی اور چاہیں تم نہیں جانتے انہیں بھی۔“

—ابن عمرو بن العاص، بخاری: مسلم۔

—ابن عمرو بن العاص، بخاری: مسلم۔

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

—زید بن طلحہ، مالک۔

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

محمّد صاحب نے کہا،—”ہر مصلح کی ایک خاص نہی ہوئی ہے، اور اسلام کی خاص نہی انکسار یعنی فروتنی ہے۔“

کے مضافیہ کسلا جائے گا۔" محمد صاحب نے فرمایا:—"لےکین اگھر تونہ کھان میں اس तरह کی کوئی بات نہ ملے؟" اس نے جواب دیا،—"تو میں رسول کی مینال کو سامنے رکھ کر اس کے انوسار کسلا کروں گا۔" محمد صاحب نے فرمایا:—"اور اگھر تونہ رسول کی مینال میں بھی کوئی بات نہ ملے؟" اس نے جواب دیا،—"تو میں خود اپنی سب سے کام لوٹا اور میں غلطی نہیں کروں گا۔" اس پر محمد صاحب نے شابشی دیکھ کر معاذ کی کمر تھوکی۔

—ہارن بن ابرہہ، ابو داؤد : ترمذی.

محمد صاحب نے کہا:—"جو کوئی لوگوں کے کسی سامنے میں بھی ان کا رشک یا ولی ملایا جاتا ہے وہ اگر کسی بھی مسلمان کے لئے یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جسے اس کی مدد کی ضرورت ہو اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے، اللہ اس سے اس کے لئے اپنے رحم کا دروازہ بند کر دیتا جب اسے اللہ کی مدد کی سب سے آدھک ضرورت ہوگی۔"

—ابو الشیخ ال اردی.

محمد صاحب نے ایک بار کہا:—"میں کبھی ایک آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے چہرے سے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ جن دو آدمیوں کا چہرہ سامنے آتا ہے ان میں سے ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح سامنے رکھ سکے اور دوسرا اپنی بات اُن کی اچھی طرح نہ رکھ سکے اور ایسی حالت میں میں جو کچھ سنوں اُس کے انوسار فیصلہ دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو۔ ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے اس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا۔ اس لئے جو دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اسے چاہئے کہ دوسرے فیصلہ کر دینے پر بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا حق چھوڑ دے۔"

—ام سلمہ، بخاری : مسلم : ترمذی : ابو داؤد : نسائی : مالک .

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—"پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک دیغ لگا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا،—"میں نے اپنا سونا نہیں

محمد صاحب نے کہا:—"جو کوئی لوگوں کے کسی سامنے میں بھی ان کا رشک یا ولی ملایا جاتا ہے وہ اگر کسی بھی مسلمان کے لئے یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہو یا کسی بھی ایسے آدمی کے لئے جسے اس کی مدد کی ضرورت ہو اپنا دروازہ بند کر لیتا ہے، اللہ اس سے اس کے لئے اپنے رحم کا دروازہ بند کر دیتا جب اسے اللہ کی مدد کی سب سے آدھک ضرورت ہوگی۔"

—ہارن بن عمرو، ابو داؤد : ترمذی .

محمد صاحب نے کہا:—"میں کبھی ایک آدمی ہوں۔ تم لوگ اپنے چہرے سے سامنے لاتے ہو۔ ہوسکتا ہے کہ جن دو آدمیوں کا چہرہ سامنے آتا ہے ان میں سے ایک اپنی طرف کی بات زیادہ اچھی طرح سامنے رکھ سکے اور دوسرا اپنی بات اُن کی اچھی طرح نہ رکھ سکے اور ایسی حالت میں میں جو کچھ سنوں اُس کے انوسار فیصلہ دے دوں، لیکن وہ فیصلہ غلط ہو، اصل میں حق دوسرے کا ہو۔ ایسی صورت میں جس کے حق میں میں نے فیصلہ دیا ہے اس کے حق میں وہ فیصلہ دوزخ کی آگ بن جائیگا۔ اس لئے جو دوزخ کی آگ کھانا چاہے کھائے اور جو بچنا چاہے اسے چاہئے کہ دوسرے فیصلہ کر دینے پر بھی اصلی حقدار کے حق میں اپنا حق چھوڑ دے۔"

—ابو الشیخ ال اردی.

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—"پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک دیغ لگا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا،—"میں نے اپنا سونا نہیں

—ام سلمہ، بخاری : مسلم : ترمذی : ابو داؤد : نسائی : مالک .

محمد صاحب نے لوگوں کو ایک دن یہ قصہ سنایا:—"پچھلے زمانے میں ایک آدمی تھا۔ اس نے کسی دوسرے آدمی سے کچھ زمین خریدی۔ جب اس نے زمین کو کھودا تو اس میں ایک دیغ لگا جس میں سونا بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی دیغ لیکر زمین بیچنے والے کے پاس گیا اور اس سے کہنے لگا،—"میں نے اپنا سونا نہیں

'تاس' یوگنسی نہ دیہلی سے نکلنے والے "نوجوان یوگنسی کراہ دی سوویات یونین" میں ہائی ڈیپارٹمنٹ کی کا ایک ڈیوٹا سا سوندر لکھ روسی بچوں کی سب سے بڑی سلسلہ "کیرور لنیناڈس" (Young Leninites) کے بارے میں لکھا ہے۔

بچوں کی اس طرح کی سلسلہ آجکل دنیا کے تمام سب سے زیادہ دیہوں میں موجود ہیں۔ عام طور پر انہیں "ہنگ یونینس" کہتے ہیں۔ روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

سلسلہ کے اہدے یہ ہیں:—

(1) لڑکوں اور لڑکیوں میں اپنے دیش کے لیے پرم پیدا کرنا؛

(2) انہیں سب دیشوں کی جنماتا کے لیے آواز پدا کرنا؛

(3) انہیں ہائی پیروں سے مہنت مچا داری کے لیے مان پیدا کرنا، اور

(4) انہیں جمان کی باہ کو بڈانا۔

سلسلہ کے سب ممبروں میں چار گون پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے:—(1) ایمانداری، (2) شست (ڈسپلین)، (3) اچھے سہانت، اور (4) سب کے ساتھ ہائی چارے کا باہ۔

نوی برس سے اوپر عمر کا کسی بھی اسکول کا کوئی بھی لڑکا یا لڑکی جو چاہے سلسلہ کا ممبر بن سکتا ہے۔ ہر نئے ممبر کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس آٹھ کی پرتکا کرنی پڑتی ہے:—

"میں جی لگا کر پدا لیکھ گا، سکول میں اور سکول کے باہر شست کا اچھی طرح پالان کرے گا، اپنے اچھا پکوں اور ناک کا برتاہ کرے گا، مہنت کرے گا دوسروں کی مہنت کا آواز کرے گا، جنماتا کے مال اور چیزوں کی رکھا کرے گا، سماج کے لیے کاموں میں دھس لے گا، اپنے ماں باپ کو اور اپنے بڑوں کو مہنت دے گا، ایماندار اور سچا رہے گا، اپنے ساتھیوں کے ساتھ کام کرے گا، اپنے سے بڑے بچوں کی مہنت اور سہارگری کرے گا، اور سب کے ساتھ شامیل رہے گا۔"

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں روس کے اندر نو برس کی عمر سے لے کر چودہ برس کی عمر تک کے بچے شامل ہیں۔ انہیں روس میں یہ سلسلہ 1922 میں قائم ہوا تھا اور وہاں "ہنگ یونینس" کہلاتے ہیں۔

हर सेन्सर को यहाँ में एक लाल समान बांधना होता है और एक बैज लगाना होता है जिसपर एक लाल तारा बना रहता है और हमेशा तैयार", ये राज्य लिखे होते हैं. यही संस्था का नारा है.

इस संस्था का मेम्बर बनना हर स्कूल के हर बच्चे के जीवन में एक बहुत बड़ी घटना समझी जाती है। यह पहली संस्था है जिसका कोई रुसी लड़का या लड़की मेम्बर बनता है। मेम्बर मिलकर खुद अपने अपने दल का नेता और अपनी छोटी बड़ी कौन्सिलों के मेम्बर चुनते हैं।

संस्था की सब छोटी बड़ी बैठकों और जलसों में सब मेम्बर हर विषय पर आजादी के साथ बहस करते हैं, खुद अपने सब मामलों का फैसला करते हैं, अपने दल और अपनी संस्था के मान का सब हर समय पूरा पूरा खयाल रखते हैं, हर मेम्बर यह जानता है कि अगर वह कोई बुरा काम करेगा तो उसके साथी उसे बुरा कहेंगे, इस तरह समाजी जिम्मेवारी और जनता की राय की कदर शुरू से बच्चों के दिलों में पैदा कर दी जाती है.

बैठकों और जलसों में सब मेम्बर अपने साथियों की यानी एक दूसरे की पढ़ाई लिखाई और दूसरों के साथ व्यवहार की चरचा करते हैं। क्रज कीजिये कोई लड़का या लड़की अपनी पढ़ाई में पीछे मालूम होती है, ऐसी सूरत में दूसरे उससे पूछते हैं—“क्या बात है ? क्या तुम्हें कुछ कठिनाई मालूम होती है ? या तुम सुस्त हो या परवाह नहीं करते ? किसी किशोर 'लेमिनाइट' को सुस्त या बेपरवाह तो नहीं होना चाहिये, अगर तुम्हें कहीं कठिनाई मालूम होती है तो हम तुम्हें मदद देंगे。” एक दूसरे की मदद करना संस्था का पवित्र नियम है, हर मेम्बर अपना क्रज समझता है कि अपनी पढ़ाई में पीछड़े हुए साथी की मदद करे और जो कुछ ब्रह्म जानता है वह दूसरों को सिखाए।

हर बच्चे को संस्था का मेम्बर बनने के दिन से ही इस तरह के छोटे छोटे काम सौंपे जाते हैं, जैसे मौसम, सर्दी, गर्मी बरौरा को ध्यान से देखना, समझना और नोट करना, पाखाना और गुसलखाना साफ करने वाले को पाखाने के कमरे में परसने वाले को उसके काम में मदद देना, स्कूल की दीवार पर चिपकाए जाने वाले समाचार पत्र के सम्पादन में हाथ बटाना, इत्यादि. गरमियों में स संस्था के मेम्बरों के अलग अलग कैम्प लगते हैं. उन कैम्पों में मेम्बरों को फूलों की बगियाचां बनानी होती हैं, पौधों के लिये मैदान ठीक करने पड़ते हैं, रसोई का सारा काम करना पड़ता है, बरौरा बरौरा. कभी कभी बच्चे मिल कर दूर दूर के सफर करते हैं. उन सफरों में उन्हें अपना अपना काम खुद देखना पड़ता है. उन्हें खुद अपने बटन कैंपे होते हैं, अपने बरतन साफ करने पड़ते हैं, अपने

ہر ممبر کو گئے میں ایک لال رومال ہاتھ دیا جاتا ہے اور ایک بیج لگاتا ہوتا ہے جس پر ایک لال ٹارا ہوتا ہے اور "ہمیشہ تیار" یہ شہد لکھے ہوتے ہیں۔ یہی مجلس کا نعرہ ہے۔

اس سلسلہ کا مہمبر ہلکا ہر اسکول کے ہر بچے کے چہرے
میں ایک بہت بڑی گھٹنا سمجھی جاتی ہے۔ یہ پہلی سلسلہ
ہے جس کا کوئی روسی اڑکا یا لڑکی مہمبر ہلکا ہے۔ مہمبر ملکر
خود اپنے اپنے دل کا ٹیٹا اور اپنی چھوٹی بڑی کونسلوں کے
مہمبر چلتے ہیں۔

سنسٹھا کی سب چیزوں کی بڑی ہفتوں اور جلسوں میں سب ممبر ہر وقت پر آزادی کے ساتھ بحثیں کرتے ہیں۔ خود اپنے سب معاملوں کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اپنے دل اور اپنی سنسٹھا کے مان کا سب ہر سے پورا پورا خیال رکھتے ہیں۔ ہر ممبر یہ جانتا ہے کہ اگر وہ کوئی برا کام کرے گا تو اس کے ساتھ اسے برا کہیں گے۔ اس طرح سماجی و معنوی اور جلتا کی رائے کی قدر شروع سے بچوں کے دلوں میں پیدا کر دی جاتی ہے۔

بیٹھکوں اور جلسوں میں سب میمبر اپنے ساتھوں کی پہلی ایک دوسرے کی پڑھائی لکھائی اور دوسروں کے ساتھ دودھار کی چرچا کرتے ہیں۔ فرض کیجئے کوئی لڑکا یا لڑکی اپنی پڑھائی میں پیچھے معلوم ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں دوسرے اُس سے پوچھتے ہیں۔ ”کیا بات ہے؟ کیا تمہیں کچھ گلہائی معلوم ہوتی ہے؟ یا تم سست ہو یا پرواہ نہیں کرتے؟ کسی ’کشر لیلڈاٹ‘ کو سست یا پے پرواہ تو نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تمہیں گلہائی معلوم ہوتی ہے تو ہم تمہیں مدد دینگے۔“ ایک دوسرے کی مدد کرنا سنسکا کا پوتر نہم ہے۔ ہر میمبر اپنا فرض سمجھتا ہے کہ اپنی پڑھائی میں پیچھے ہوئی ساتھی کی مدد کرے اور جو کچھ خود جانتا ہے وہ دوسروں کو سکھائے۔

ہر بچے کو سنسٹھا کا ممبر بنانے کے دن سے ہی اِس طرح
 کے چھوٹے چھوٹے کلم سونپھ جاتے ہیں، جیسے موسم، سردی، دیکھنا
 گرمی وغیرہ کو دیکھنا سے دیکھنا، سمجھنا اور ٹوٹ کرنا، پاخانہ اور
 غسل خانہ صاف کرنے والے کو یا کھانے کے کمرے میں پرسنے
 والے کو اس کے کلم میں مدد دینا، اسکول کی دیوار پر چھانٹ
 جانے والے سماچار پتر کے سپاہیوں میں ہاتھ بٹاتا، اتھادی،
 گرمیوں میں اِس سنسٹھا کے ممبروں کے ایک الگ کیسپا
 لکھتے ہیں۔ اُن کیسپوں میں ممبروں کو پلوں کی کھاریاں
 بنائی ہوتی ہیں، کھلوں کے لئے میدان ٹھیک کرتے پڑتے ہیں،
 رسوائی کا سارا کلم کرنا پڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کبھی کبھی بچے ملکر
 دور دور کے سفر کرتے ہیں۔ اُن سفروں میں اُنہیں
 اپنا سب کلم خود دیکھنا پڑتا ہے۔ اُنہیں خود اپنے ہاتھ
 لکھتے ہوتے ہیں، اپنے ہاتھ صاف کرتے پڑتے ہیں، اپنے

بیحدی نے ٹیک کرنے ہوتے ہیں، संस्था में कोई लड़का या लڑکی آرام-پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سंस्था کے लगभग سب بچے لڑکے لڑکیاں اپنے سے छोटे लड़कों और लڑکیوں کی باجائیاں کلاسوں بنا کر یا دل بنا کر انہیں پڑاتے ہیں، छुट्टیوں में या स्कूल के समय के बाद उनके लिये खेल कूद का प्रबन्ध करते हैं، उन्हें कितابें पढ़कर सुनाते हैं، कहानियाں सुनाते हैं، और उन्हें स्कूल के पाठ समझنے और یاد کرنے में मदد دیتے ہیں۔ इससे बचे लड़कों लڑکیوں का अपना लाभ भी होता है، छोटों में उनका मान बढ़ता है और उनका अपना ज्ञान भी अधिक पक्का होता है۔ संस्था में एक कहावत है—“हर ‘लेनिना-इट दूसरों के लिये आदर्श (नमूना) होता है۔”

ممبروں کی گگھ جگھ سभाएं होती हैं जिन्हें वह “مैं क्या करना जानता हूँ” कहते हैं۔ इन सभाओं में वह विद्वानों، साइन्स دانوں، लेखकों، मिलजुल कर खेती करने वाले किसानों، कारीगरों और आदर्श मजदूरों को बुलाते हैं، जो अपना अपना काम बच्चों को समझاتے ہیں، जिससे बच्चों में उत्साह और जानकारी दोनों बढ़ते हैं۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی آوازت तरह तरह سے بच्चों में पैदा کی جاتی ہے۔ گڑھ کی کلاسوں کے بچے کاراج اور گنے کے نمونے، کڑیہ، خیلینے اور مڑیہ بناتے ہیں، لڑکی کی چیڑے بنانا کڑیہ کاڈنا، خوراک کا کام، جالی بنانا وغیرہ سیکھتے ہیں۔ بچے لڑکے لڑکیاں کاراج یا لڑکی کے ڈھانچے جہاز، ریکٹوں اور ٹیلی ویژن بناتے ہیں۔ بच्चों کے अच्छے अच्छے کاموں کی ہر سال جگھ جگھ بچی بچی نمائشوں کی جاتی ہیں۔

روس کی کم్యونیست पार्टी और सोवियत सरकार दोनों बच्चों की तरफ سب سے अधिक ध्यान دیتے ہیں۔ ہر شہر، ہر کسبے اور लगभग ہر بچے گاؤں میں “کیشور لینیٹائٹوں” کے اگے مکان ہوتے ہیں جہاں تجربہ کار ادھیایک یا بڑے لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں سکھاتے ہیں، بच्चوں کی اپنی دہلیں ہوتی ہیں، اپنے تھمڑے ہوتے ہیں، اپنے پستکالہ ہوتے ہیں، اپنے میدان، پارک اور खेल-بہر ہوتے ہیں۔ गरमियों کی اور جاکے کی छुट्टیوں में देश भर में उन کے اگے اگے اگے खेल، ٹورنامنٹ اور तरह तरह کے جال سے ہوتے ہیں۔

सोवियत روس भर में लाखों नर नारी बड़े प्रेम और उत्साह के साथ उन दिनों का یاد करते हैं जब वह स्वयं लाल क्माल बांधकर और लाल तारे का बैज लगाकर फिर और काम किया करते थे۔

—انوارک شری محمد حیدر

چھوٹے ٹھیک کرتے ہوتے ہیں، سستھا میں کولی لڑکا یا لڑکی آرام پسند یا آوارہ نہیں رہ سکتا۔

سستھا کے لگ بھگ سب بڑے لڑکے لڑکیاں اپنے سے چھوٹے لڑکوں اور لڑکیوں کی باجائیاں کلاسوں بنا کر یا دل بنا کر انہیں پڑاتے ہیں، چھٹوں میں یا اسکول کے سمے کے بعد ان کے لیے کھانے کا پر بندہ کرتے ہیں، انہیں کتابیں پڑھ کر سنا دیتے ہیں، لڑکیاں سنا دیتے ہیں، اور انہیں اسکول کے پائے سمجھانے اور یاد کرنے میں مدد دیتے ہیں، اس سے بڑے لڑکوں لڑکیوں کا اپنا فائدہ بھی ہوتا ہے، چھوٹوں میں ان کا مان بڑھتا ہے اور ان کا اپنا گمان بھی ادھک پکا ہوتا ہے۔ سستھا میں ایک کہاوت ہے—“ہر لینیٹائٹ دوسروں کے لئے آدرش (نمونہ) ہوتا ہے۔”

ممبروں کی جگھ جگھ سبھاؤں ہوتی ہیں جہاں انہیں کھا کرنا جانتا ہوں، کہتے ہیں۔ ان سبھاؤں میں وہ دیوانوں، سائنسدانوں، لکھنوں، مل جل کر کھیتی کرنے والے کسانوں، کاریگروں اور آدرش مزدوروں کو بلاتے ہیں، جو اپنا اپنا کام بच्चوں کو سمجھاتے ہیں، جس سے بच्चوں میں افسانہ اور جالکاری دونوں بڑھتے ہیں۔

کام کرنے کا شوق اور کام کی عادت طرح طرح سے بच्चوں میں پیدا کی جاتی ہے۔ شروع کی کلاسوں کے بچے کھڈ اور گنے کے نمونے، کھڈے، کھلونے اور مشینوں بناتے ہیں، لکڑی کی چیزیں بنانا، کھڈے کاڈنا، کھڈائی کا کام، جالی بنانا وغیرہ سیکھتے ہیں۔ بڑے لڑکے لڑکیاں کھڈ یا لکڑی کے ہوائی جہاز، ریکٹوں اور ٹیلی ویژن بناتے ہیں۔ بच्चوں کے اچھے اچھے کاموں کی ہر سال جگھ جگھ بچی بچی نمائشوں کی جاتی ہیں۔

روس کی کمونیست پارٹی اور سوویت سرکار دونوں بच्चوں کی طرف سب سے ادھک دھیان دیتے ہیں۔ ہر شہر، ہر کسبے اور لگ بھگ ہر بڑے گاؤں میں “کیشور لینیٹائٹوں” کے اگے مکان ہوتے ہیں جہاں تجربہ کار ادھیایک یا بڑے لوگ انہیں طرح طرح کی باتیں سکھاتے ہیں، بच्चوں کی اپنی دہلیں ہوتی ہیں، اپنے تھمڑے ہوتے ہیں، اپنے پستکالہ ہوتے ہیں، اپنے میدان، پارک اور کھیل - گھر ہوتے ہیں۔ گرمیوں کی اور جاکے کی چھٹوں میں دیش بہر میں ان کے اگے اگے اگے ٹورنامنٹ اور طرح طرح کے جلسے ہوتے ہیں۔

سوویت روس ہر میں لاکھوں نورانی بڑے یریم اور افس کے ساتھ ان دنوں کو یاد کرتے ہیں جب وہ سویم لال رومال باندھ کر اور لال تلخ کا بیج لگا کر پھرا اور کام کیا کرتے تھے۔

—انوارک شری محمد حیدر

جیووانی بوکشیو

جیووانی بوکشیو

کئی شہر میں نااتن نام کا ایک بہت بڑا جرمیوار رہتا تھا۔ اس کے پاس بے شمار دھن دولت تھی۔ یورپ پشچم کے جانے-جانے والے اس کی زمینداری کے پاس سے ہی گزرتے تھے اور اس کے اپار ویہو کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ دور دور کے نامی کاریگروں کو جولا کر اس نے اپنا ایک محل بلوایا تھا جسے دیکھ کر لوگ دائنوں نے انکی دہاتے تھے۔ باغی ساندروا کے طور پر اور آرائش کے ایسے ساندروا سے اس نے اپنے محل کو سجایا تھا کہ دور دور تک اس کی مثال کا دوسرا محل نہیں ملتا تھا۔ سیکڑوں ٹوکر چاکر اس کے یہاں کم کرتے تھے۔ ہزاروں روپے مہمانوں کی آویہت میں خرچ کیائے جاتے تھے۔ کھانے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی شان شوکت سے بڑے آدمی می رہ سکتے ہیں۔

نااتن کے دولت-منہ ہونے کے ساتھ-ساتھ اس کے باریتر میں ایک ایسی بیریہتا بھی تھی جس سے اسے یرا اور ہر-بیل بکھی بھی حاصل ہوئی تھی۔ اس کے جیسے بدار بادی بڑے ہونے پر بھی مشکل سے ہی ملاتے تھے۔ کوئی بھی کسی سمی اس کے یہاں آجائے خالی ہاتھ لوکر نہیں جاتا تھا۔ ضرورت مندوں کو بڑی آداری سے اس کے یہاں دان دکھنا دی جاتی تھی۔ ان کی تکلیفوں کو دور کرنے کے لئے وہ خود ہمیشہ تیار رہتا تھا۔

اس آداری کا نتیجہ یہ ہوا کہ دور دور تک اس کی شہرت پھیلنے لگی۔ اس کی زمینداری سے تہزی دور پر دھلے والے مہریڈنس نامک ایک نوجوان نے کانوں میں جب اس کے نام اور کام کی بڑائی پڑی تو اس کے من میں نااتن کی طرف خسد کا بھاؤ پیدا ہو گیا۔ مہریڈنس بھی معمولی دھلی نہیں تھا، روپے پیسے کی اس کے پاس بھی کافی فراط تھی۔ اس کے من میں دچار آیا کہ کیا کول نااتن کو عی اتنا بھی مل سکتا ہے مجھے نہیں؟ اور اس نے بھی لاکھوں روپے خرچ کر کے نااتن کے جیسے ہی ایک محل تیار کروا لیا۔ اب اس کے یہاں بھی مہمان آئے لکے اور ان کا ہر پر سوائت ستار ہونے لگا۔ ضرورت مندوں کو دان دکھنا بھی خوب ملنے لگی۔ مطلب یہ کہ وہ ہر پرکار کی آداری میں نااتن سے برابر کی کوشش کرتے لگا۔ محض برابر کی کوشش کرتے ہی اسے تسلی نہیں ہوئی، بلکہ اس سے بھی آگے

بہتوں لوگوں پر اپنا سکہ لایم کرنے کے - میں بھی وہ

بہتوں لوگوں پر اپنا سکہ لایم کرنے کے - میں بھی وہ

ایک دن ایسا ہوا کہ جب وہ اپنے محل کے دربار ہال میں اکیلا بیٹھا تھا تو ایک بڑھیا وہاں آئی اور بھوک مانگنے لگی۔ اُسے جو کچھ چاہئے تھا فوراً دے دیا گیا۔ وہاں سے ہٹ کر وہی بڑھیا دوسرے دروازے پر پہنچتی اور بھوک مانگنے لگی۔ وہاں سے بھی اُسے جو کچھ ملتا چاہئے تھا، مل گیا۔ اس پرکار ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر، دوسرے سے ہٹ کر تیسرے پر پہنچتی ہوئی وہ بڑھیا دربار ہال کے بارے دروازوں پر پہنچتی اور پھر دروازے سے بھوک مومن کچھ نہ کچھ حاصل کرتی رہی۔ مٹھریڈنس اُس بڑھیا کو دھیان سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بارہویں دروازے سے ہٹ کر تیرھویں پر بھوک مانگنے آئی تو مٹھریڈنس سے کچھ کہہ بنا نہ رہا گیا۔ ہوا—”اے، مائی! اپنا تو تم فلک کو لے لکھیں۔“ لیکن اُس نے اس بار بھی اُسے بھوک نہ دی۔ بڑھیا کو مٹھریڈنس کے یہ لفظ پسند نہیں آئے اور وہ وہیں بڑبڑاتے لگی—”ناتن کی تو بات ہی اور ہے۔ ویسی اُدارتا ہے کس میں اہاں؟ اُس کے محل کے چونٹیس دروازوں پر میں گئی، لیکن کسی بھی دروازے پر کسی نے بھی مجھے بھوک دینے وقت ایک شبد بھی نہیں کہا۔ لیکن یہاں تو بارہویں دروازے پر ہی مجھے روک دیا گیا۔“ اور وہ پھر کبھی مٹھریڈنس کے دروازے پر بھوک مانگنے نہیں آئی۔

اس گھٹنا سے مٹھریڈنس کا من کھٹا ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ اِنلے کئے کرنے پر بھی مہروی قسمت میں ناتن کی سی لوک پرہیز نہیں ہدی۔ پھر کچھ دیر بعد ہی اُس کے من میں ناتن کے پرتی حسد کا پہلا پیدا ہو گیا اور اُس نے طے کیا کہ جب تک میں ناتن کو اس سلسلے سے بدانہ کر دوں گا، مجھے مہرے پرہیزم کا پورسکر—بھی اور لوک پرہیزم—پراپت نہیں ہو سکتی۔ وہ بڑے جوش میں اُٹھا، اور ناتن کو موت کے گھاٹ اُتار دینے کے مضبوط ارادے کے ساتھ وہ اُس کی زمینداری کی اور چل پڑا۔ ناتن کے محل کے پاس پہنچ کر اُس نے اپنے ایک دو ساتھیوں کو، جو اُس کے ساتھ آئے تھے، ہدا کر دیا اور خود ناتن سے ملنے کے لئے اُس کے محل کی اور بڑھا۔ محل کے پلس شام کے وقت، بڑھیا ناتن بہت سادھان لیس میں اکیلا ٹہل رہا تھا۔ مٹھریڈنس نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اُسے محل کا کوئی نوکر سمجھ کر اُس نے پوچھا کہ ناتن کا محل کہاں ہے؟ ناتن نے یہ نہ بتائے ہوئے کہ وہ خود ہی ناتن ہے، مٹھریڈنس کا مواکب کیا اور اُس سے کہا کہ وہ اُسے، جہاں وہ جاتا چاہتا ہے، خوشی سے پہنچا دیا۔ مٹھریڈنس نے اُس کے پرتی گہری کر لکھتا پرکت کی اور یہ بھی چاہا کہ وہ اُس کے لئے ایسا اِنظام کرنے کی کربا کرے جس سے ناتن

ایک دن ایسا ہوا کہ جب وہ اپنے محل کے دربار ہال میں اکیلا بیٹھا تھا تو ایک بڑھیا وہاں آئی اور بھوک مانگنے لگی۔ اُسے جو کچھ چاہئے تھا فوراً دے دیا گیا۔ وہاں سے ہٹ کر وہی بڑھیا دوسرے دروازے پر پہنچتی اور بھوک مانگنے لگی۔ وہاں سے بھی اُسے جو کچھ ملتا چاہئے تھا، مل گیا۔ اس پرکار ایک کو چھوڑ کر دوسرے پر، دوسرے سے ہٹ کر تیسرے پر پہنچتی ہوئی وہ بڑھیا دربار ہال کے بارے دروازوں پر پہنچتی اور پھر دروازے سے بھوک مومن کچھ نہ کچھ حاصل کرتی رہی۔ مٹھریڈنس اُس بڑھیا کو دھیان سے دیکھ رہا تھا۔ جب وہ بارہویں دروازے سے ہٹ کر تیرھویں پر بھوک مانگنے آئی تو مٹھریڈنس سے کچھ کہہ بنا نہ رہا گیا۔ ہوا—”اے، مائی! اپنا تو تم فلک کو لے لکھیں۔“ لیکن اُس نے اس بار بھی اُسے بھوک نہ دی۔ بڑھیا کو مٹھریڈنس کے یہ لفظ پسند نہیں آئے اور وہ وہیں بڑبڑاتے لگی—”ناتن کی تو بات ہی اور ہے۔ ویسی اُدارتا ہے کس میں اہاں؟ اُس کے محل کے چونٹیس دروازوں پر میں گئی، لیکن کسی بھی دروازے پر کسی نے بھی مجھے بھوک دینے وقت ایک شبد بھی نہیں کہا۔ لیکن یہاں تو بارہویں دروازے پر ہی مجھے روک دیا گیا۔“ اور وہ پھر کبھی مٹھریڈنس کے دروازے پر بھوک مانگنے نہیں آئی۔

اس گھٹنا سے مٹھریڈنس کا من کھٹا ہو گیا اور وہ سوچنے لگا کہ اِنلے کئے کرنے پر بھی مہروی قسمت میں ناتن کی سی لوک پرہیز نہیں ہدی۔ پھر کچھ دیر بعد ہی اُس کے من میں ناتن کے پرتی حسد کا پہلا پیدا ہو گیا اور اُس نے طے کیا کہ جب تک میں ناتن کو اس سلسلے سے بدانہ کر دوں گا، مجھے مہرے پرہیزم کا پورسکر—بھی اور لوک پرہیزم—پراپت نہیں ہو سکتی۔ وہ بڑے جوش میں اُٹھا، اور ناتن کو موت کے گھاٹ اُتار دینے کے مضبوط ارادے کے ساتھ وہ اُس کی زمینداری کی اور چل پڑا۔ ناتن کے محل کے پاس پہنچ کر اُس نے اپنے ایک دو ساتھیوں کو، جو اُس کے ساتھ آئے تھے، ہدا کر دیا اور خود ناتن سے ملنے کے لئے اُس کے محل کی اور بڑھا۔ محل کے پلس شام کے وقت، بڑھیا ناتن بہت سادھان لیس میں اکیلا ٹہل رہا تھا۔ مٹھریڈنس نے اُسے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس لئے اُسے محل کا کوئی نوکر سمجھ کر اُس نے پوچھا کہ ناتن کا محل کہاں ہے؟ ناتن نے یہ نہ بتائے ہوئے کہ وہ خود ہی ناتن ہے، مٹھریڈنس کا مواکب کیا اور اُس سے کہا کہ وہ اُسے، جہاں وہ جاتا چاہتا ہے، خوشی سے پہنچا دیا۔ مٹھریڈنس نے اُس کے پرتی گہری کر لکھتا پرکت کی اور یہ بھی چاہا کہ وہ اُس کے لئے ایسا اِنظام کرنے کی کربا کرے جس سے ناتن

وہ دیکھ نہیں سکے اور نہ اُس کے بازو میں کچھ چلی سکی۔ ناتن نے کوئی شکا اُٹھوا تعجب ظاہر کئے بلا اپنے سرل سر پہاڑ سے اُٹھ کر چن دیا کہ جیسا وہ چاہتا ہے، ویسا ہی انتظام کر دیا جائیگا۔ اُس کے بعد وہ اُسے محل کے اندر لے گیا۔ محل میں پہنچتے ہی اُس نے اپنے نوکر چاکروں سے کہہ دیا کہ کوئی اِس اچلی کو یہ نہ بتائے کہ ناتن کون ہے۔

محل کے ایک بڑے شاندار کمرے میں میٹیریڈنس کو ٹھہرایا گیا اور ناتن خود اپنے کو غم رکھ کر اسکی مہمائی نوازی میں لگا گیا۔ میٹیریڈنس کے بہت پوچھنے پر اسنے کہہ دیا کہ وہ ناتن کا ایک بہت پرانا نوکر ہے اور اُس کی سزا کرتے کرتے وہ بڑھا ہو چلا ہے، لیکن ناتن نے اسکی سہاویوں کے بدلے اسے اب تک विशेष ترقی نہیں دی۔ لاگ-باگ اُٹھ کر اسکی سہاویوں کا بھاننا کرے، لیکن اسکی سہاویوں کے بدلے اسے اب تک کوئی بڑا کام نہیں ملا۔ میٹیریڈنس اس بات سے بہت پریشان ہوا۔ اسنے سمجھ لیا کہ جس کام کے لیے وہ یہاں آیا ہے، اس میں اِس دیکھنے سے کافی سہاوت ملے گی۔ ایک دو دن بعد جب اُن دونوں میں کافی گفتگو ہوئی تو ناتن نے میٹیریڈنس سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور کس غرض سے یہاں آئے ہیں؟ میٹیریڈنس نے اسے پتہ چلا دیا کہ اِس کا مقصد یہاں آنا ہے اور کہہ دیا کہ اِس بات کو وہ گھٹ کر رکھے اور پتہ چلتا ہی کرے۔ ناتن اُس کے اُدیشہ کو جان کر پہلے تو کچھ چکرایا لیکن شہرہ ہی سنہل کر ہوا۔ ”میٹیریڈنس“ تم ایک بڑے باپ کے بیٹے ہو اور مجھے آشا ہے کہ تم کوئی ایسا کام نہ کرو کہ جس میں تمہیں نیچا دیکھا پڑے۔ ناتن کے پرتی تمہارا حسد ایک ساتوک حسد ہے۔ جس ادارے کو تم نے اپنا اُدیشہ بنایا ہے اُس کا میں پریشان ہوں۔ یہی دوسرے لوگ بھی تمہاری طرح، ادارے کی ادارت سے ہوا بدلتا، شرع کو دیں تو اِس دیکھ دیکھ کر بڑی راحت ملے گی۔ تم بے فکر رہو، تمہارا بھید کسی پر ظاہر نہیں ہوگا۔ اور ہاں، وہی ناتن کو سمجھ کر لے کر لے گیا۔ سو وہ تو بڑھا آدمی ہے۔ صبح کے وقت یہاں سے اُٹھا محل دور پر ایک بڑے کمرے میں وہ کھڑا ہوا۔ تم کسی دن وہاں چھوٹے سے پہنچ کر مزے میں اُس کا خاتمہ کر سکتے ہو۔ لیکن اُس کا قتل کر کے، جس راستے سے جاؤ اُسی سے مت لوٹنا۔ پورب کی اور ایک دوسرا سو رکشت راستہ ہے وہاں سے اپنے استہان کو کھسک جانا۔“ میٹیریڈنس اُس کی بات سے بہت پریشان ہوا اور اُسے دیکھو اُدیشہ دیکھ کر اپنا پروگرام بنانے میں چلتا گیا۔

دوسرے دن تڑکے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سہاوت کے میٹیریڈنس کی دی ہوئی سوچنا کے اُتار بھاگے میں

دوسرے دن تڑکے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سہاوت کے میٹیریڈنس کی دی ہوئی سوچنا کے اُتار بھاگے میں

دوسرے دن تڑکے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سہاوت کے میٹیریڈنس کی دی ہوئی سوچنا کے اُتار بھاگے میں

دوسرے دن تڑکے ناتن اُٹھا اور بنا کسی سہاوت کے میٹیریڈنس کی دی ہوئی سوچنا کے اُتار بھاگے میں

بات سے ہے کہ اپنے مہرے پرے وچار کو جاننے ہوئے بھی اس پرکار اپنے آپ کو مہرے ہاتھوں قتل کرنے کے لئے سوئپ دیا؟

ناتن نے کہا—”بھٹا، اسमें آثارچری کی کیا بات ہے۔ جو کوئی بھی مہرے پلس آتا ہے، میں پتا شکتی اس کا منورہ پورا کرنے کی چیشٹا کرتا ہوں۔ جب تم مہرے پلس آئے تو تمہوں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کیسے جانے دیتا۔ دوسرے کی پزسٹا کے لئے مجھے اپنے پران بھی دہلے پڑیں تو پوچھ نہیں سکتوں گا۔ اور پھر میں تو اب بوزھا ہوا۔ اسی سال سے زندگی کی گزی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم مہرے پران لے لو تو مجھے اس سے چھٹکارا ہی ملیگا۔ جو آیا ہے وہ جانتا ہی۔ میں دو چار سال اور زندہ رہا آیا تو کیا بلتا بکرتا ہے۔ کد تو میرا ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا نوئی موہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تم مہرے پران لے لو، اس میں تمہیں لاہی ہی ہوگا اور مجھے پزسٹا ہوگی اور سلتہس رہیگا کہ اپنے پران دیکر بھی میں دوسرے کی اچھا پورنی کر سکا۔“

میتھریڈنس لکڑا اور گلابی سے اور بھی گڑ گیا اور بولا—”نہی، نہی! اب یہ نہی ہو سکتا۔ ہتہ مویلبان پراہوں کو لینے کی ہیمت مہری نہی! آپ کی جیبن-سولا سامان کرنے کے بجائے میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-یوگو تک جیبت رہے۔“

اس پر ناتن نے دوسرا پرستار اس کے سامنے رکھا—”میں چاہتا ہوں اب تم مہرے مہل میں ہی رہو اور ناتن کے نام سے پرسید ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میتھریڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میتھریڈنس نے उत्तर دیا—”نہی یہ بھی مہرے بڑے کی بات نہی۔ آپ کی وشارتا کی پرستار کا میں آپ کی ہی طرح چالو نہیں رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور प्रतिष्ठा کو ہی کرایم رکھنے کی مومم شکتی ہے۔ یہ کام مومم جیسے ناچیخ آدمی سے پورا نہی ہو سکتا۔ مومم تو آپ چھما کر دیں۔“

ناتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میتھریڈنس نے اس کا پرستار منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل بوت آئے۔ میتھریڈنس نے ناتن کے ساتھ کچھ دن اور بتائے اور اس کے انہوں سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچے آداریا کسے کہتے ہیں۔

ناتن نے کہا—”بھٹا، اس میں آہجریہ کی کیا بات ہے۔ جو کوئی بھی مہرے پلس آتا ہے، میں پتا شکتی اس کا منورہ پورا کرنے کی چیشٹا کرتا ہوں۔ جب تم مہرے پلس آئے تو تمہوں بنا تمہاری اچھا پورا کئے میں کیسے جانے دیتا۔ دوسرے کی پزسٹا کے لئے مجھے اپنے پران بھی دہلے پڑیں تو پوچھ نہیں سکتوں گا۔ اور پھر میں تو اب بوزھا ہوا۔ اسی سال سے زندگی کی گزی کھینچتا چلا آ رہا ہوں۔ تم مہرے پران لے لو تو مجھے اس سے چھٹکارا ہی ملیگا۔ جو آیا ہے وہ جانتا ہی۔ میں دو چار سال اور زندہ رہا آیا تو کیا بلتا بکرتا ہے۔ کد تو میرا ختم ہو گیا۔ اب زندہ رہنے کا نوئی موہ نہیں ہے۔ میں کہتا ہوں تم مہرے پران لے لو، اس میں تمہیں لاہی ہی ہوگا اور مجھے پزسٹا ہوگی اور سلتہس رہیگا کہ اپنے پران دیکر بھی میں دوسرے کی اچھا پورنی کر سکا۔“

میتھریڈنس لکڑا اور گلابی سے اور بھی گڑ گیا اور بولا—”نہی، نہی! اب یہ نہی ہو سکتا۔ ہتہ مویلبان پراہوں کو لینے کی ہیمت مہری نہی! آپ کی جیبن-سولا سامان کرنے کے بجائے میں تو یہی چاہوں گا کہ آپ یو-یوگو تک جیبت رہے۔“

اس پر ناتن نے دوسرا پرستار اس کے سامنے رکھا—”میں چاہتا ہوں اب تم مہرے محل میں ہی رہو اور ناتن کے نام سے پرسید ہو جاؤ۔ اگر تم چاہو گے تو میں تمہاری زمینداری میں چلا جاؤں گا اور اپنا نام میتھریڈنس رکھ لوں گا، اس سے بھی تمہاری اچھا پوری ہو جائیگی۔“

میتھریڈنس نے اُنر دیا—”نہی یہ بھی مہرے بڑے کی بات نہی۔ آپ کی آداریا کی پرستار کو میں آپ کی ہی طرح چالو نہیں رکھ سکتا اور نہ آپ کے پد اور प्रतिष्ठा کو ہی فایم رکھنے کی مومم شکتی ہے۔ یہ کام مومم جیسے ناچیخ آدمی سے پورا نہیں ہو سکتا۔ مومم تو آپ چھما کر دیں۔“

ناتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میتھریڈنس نے اس کا پرستار منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل بوت آئے۔ میتھریڈنس نے ناتن کے ساتھ کچھ دن اور بتائے اور اس کے انہوں سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچے آداریا کسے کہتے ہیں۔

ناتن کے بہت کہنے سننے پر بھی جب میتھریڈنس نے اس کا پرستار منظور نہ کیا تو وہ دونوں محل بوت آئے۔ میتھریڈنس نے ناتن کے ساتھ کچھ دن اور بتائے اور اس کے انہوں سے لاہی اٹھایا، پھر وہ اپنے گھر چلا آیا۔ اب وہ سمجھ گیا تھا کہ سچے آداریا کسے کہتے ہیں۔

دہااتی دواخانہ

دہااتی دواخانہ

(एकांकी नाटक)

(ایک انکی ناک)

भी विद्याभूषण मिश्र, एम० ए०, एल-एल० बी०

شوئی ویدا بوشن مصر، ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی۔

[सुबह के बरफ गांव का सरकारी दवाखाना खुला है। कम्पाउन्डर आकर सब दरवाजे खोलता है और मेज पोंछकर शीशियां लगाता है। बाहर बरामदे में पहले से ही बहुत से रोगी आकर बैठे हैं और आपस में बातें कर रहे हैं।]

[صبح کے وقت گلوں کا سرکاری دواخانہ کھلا ہے۔ کمپائونڈر آکر سب دروازے کھولتا ہے اور میز پونچھ کر شیشیاں لگانا ہے۔ باہر برآمدہ میں پہلے سے ہی بہت سے روگی آکر بیٹھے ہیں اور آپس میں باتیں کر رہے ہیں۔]

पहला रोगी—बह रे बाह! गांव-गांव में दवा-दारू का परबन्ध हो गया। क्या कहें भैया, पहले तो काले कोस चलकर सहर जाते थे, तब कहीं डाक्टर बाबू से भेंट होती थी।

پہلا روگی—واہ رے واہ! گلوں گلوں میں دوا دارو کا پر بندھ ہو گیا۔ کیا کہیں بھیا، پہلے تو کالہ کوس چل کر سہر جاتے تھے، تب کہیں ڈاکٹر بابو سے بھینٹ ہوتی تھی۔

दूसरा—हां भैया, ठीक कहते हो। हमें याद है, पांच बरस हुआ हमारे नाना जी बीमार पड़े थे। बस, इसी हरखू के इक्के पर बैठकर ले चले। चलते चलते संझा हां गई, पर सहर दिखाई न पड़ा। आखिर नाना जी ने इक्के पर ही सांस छोड़ी। अब तो भैया सरकार की किरपा से इस गांव में भी दवाई-खाना खुल गया है।

دوسرا—ہاں بھیا، ٹھیک کہتے ہو۔ ہمیں یاد ہے، پانچ برس ہوا ہمارے نانا جی بیمار پڑے تھے۔ بس، اسی ہرکھو کے یکے پر بٹھا کر لے چلے۔ چلتے چلتے سناٹھا ہو گئی، پر سہر دکھائی نہ پڑا۔ آکر نانا جی لے یکے پر ہی سانس چھوڑی۔ اب تو بھیا سرکار کی کرپا سے اس گلوں میں بھی دوائی کھانہ کھل گیا ہے۔

तीसरा—यहाँ फायदा भी तो जल्दी होता है। देखो, मेरे पांव में फोड़ा हुआ था। हमने महीना भर दवा-दारू की, बराबर पान-पत्ते बांधते रहे, लेकिन रंचो फायदा न हुआ। यहाँ आकर डाक्टर को दिखाया, तो वह हंसकर कहने लगा कि इसको तुरन्त चिरवा डालो नहीं तो 'बलूड-पापनी' (Blood-poison) हो जाएगा। उसके मुसाक्या कर बोलने पर तो बड़ा गुस्सा लगा, लेकिन 'बलूड-पापनी' सुनकर डर गया। अभी चार दिन से यहाँ आ रहे हैं, लेकिन देखो, घाब भर गया है और दरद भी जाता रहा।

تیسرا—یہاں پھائدہ بھی تو جلدی ہوتا ہے۔ دیکھو، میرے پاؤں میں پھوڑا ہوا تھا۔ ہم نے مہینہ بھر دوا دارو کی، برابر پان پتے باندھتے رہے، لیکن رنچو پھائدہ نہ ہوا۔ یہاں آکر ڈاکٹر کو دکھایا، تو وہ ہلکے کہنے لگا کہ اس کو ترنت چروا ڈالو نہیں تو 'بلوڈ - پاپنی' (Blood-poison) ہو جائیگا۔ اس کے مسکھا کو بولنے پر تو بڑا گسے لگا، لیکن 'بلوڈ - پاپنی' سن کر تر گیا۔ ابھی چار دن سے یہاں آ رہے ہیں، لیکن دیکھو، کھاؤ بھر گیا ہے اور درد بھی جاتا رہا۔

पहला—यहाँ की सफाई की बलिहारी। देखो कैसे करीने से पट्टी बांधी है।

پہلا—یہاں کی سہائی کی بلماری۔ دیکھو کیسے کرینے سے پٹی باندھی ہے۔

चौथा—भैया जुग बदल गया है। क्यों, नहीं कहोगे? अरे डाक्टर ससुर परमात्मा थोड़े ही हैं। अपनी सकती भर ही तो करेंगे। पांव कट जाय तो डाक्टर के पास जाओगे, पर नजर लग जाय, सिर पर भूत आ जाय तब कहां सरन मिलेगी? तब डाक्टर क्या करेगा?

چوتھا—بھیا جگ بدل گیا ہے۔ کیوں، نہیں کہو گے؟ اے ڈاکٹر سسور پرمتما تھوڑے ہی ہیں۔ اپنی سکتی بھر ہی تو کرینگے۔ پاؤں کٹ جائے تو ڈاکٹر کے پاس جاؤ گے، پر نجر لگ جائے، سر پر بھوت آجائے تب کہاں سرن ملے گی؟ تب ڈاکٹر کیا کرے گا؟

सब—हाँ भैया, यह बात तो सच्ची है, इसमें कोई شک नहीं है।

سب—ہاں بھیا، یہ بات تو سچی ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے۔

पांचवां—अरे भैया, हम तो सहर से आज ही आए हैं, एक बार हमें भी फोड़ा हुआ था और डाक्टर को

پانچواں—اے بھیا، ہم تو سہر سے آج ہی آئے ہیں۔ ایک بار ہمیں بھی پھوڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر کو

کامپاؤنڈر—(भीतर से) —अरे ! यह क्या गुल-
झपाड़ा मचा रखा है. यह अस्पताल है या तरकारी की
सट्टी ? चुपचाप बैठना हो तो बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर
कमगो.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कमगो कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
झोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
दुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफेद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर मख मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तो नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंबूसी
करते हैं.

चौथा—(सिर हिलते हुए) : अरे ! ये क्या गलत मचा रहा
है. ये अस्पताल है या तरकारी की सट्टी ? चुपचाप बैठना हो तो
बैठे रहो नहीं तो बाहर जाकर कमगो.

सब—सरकार, हम लोग तो चुपचाप बैठे हैं. यही
कमगो कर रहे हैं.

चौथा—हां तो मैं कह रहा था कि गांव का छोटे से
झोटा वैद भी जानता है कि किस रोग की कौन सी दवा
होती है. किसी रोग में वह दवा देता है, किसी में जन्तर-
मन्तर देता है. (बच्चे को गोद में लिए एक स्त्री की ओर
संकेत करके) अच्छा तुम्हीं से पूछते हैं, बताओ इसे क्या
दुआ है ?

स्त्री—इसके सिर में आज चार दिन से दर्द है, बुखार
भी है. डाक्टर साहब ने दवाई दी थी, फिर भी फरक नहीं
माखूम हो रहा है.

चौथा—फरक कहां से माखूम होगा ? इसे तो लगी है
नजर. तुम भले ही डाक्टर को दिखाओ, पर इससे कुछ
अच्छा थाड़े ही होगा. तुम अभी जाकर राई-नोन उतारो
और ओम्हा से झड़वा लो. तुरन्त आराम न हो तो हमरा
नाँव बदल दो.

(सब रोगी ध्यान पूर्वक उसकी बातें सुनते हैं)

दूसरा—भैया, हमारे कान में दो रोज से दर्द बन्द
नहीं हो रहा है, हम क्या करें ?

चौथा—बस तुमने कोई मेंडक मार डाला होगा.

दूसरा—नहीं भैया, जानकर तो मैंने कभी हत्या नहीं
की, हां पांव के नीचे आ गया हां तो मैं नहीं जानता.

चौथा—बस यही बात है. अब तुम सैयद बाबा की
मजार पर मलीदा चढ़ाओ. अगर दिया जलाते ही न अच्छा
हो तो उलटे घड़े पानी भरूं. ये मूछे योंही सफेद नहीं की हैं.

तीसरा—बड़ा गुन है भैया, फकीरों की सेवा के बिना
यह हुनर सब का नहीं मिलता. भैया, तुमने खूब वैदक
पढ़ी है.

चौथा—पढ़ी कहां ? अगर पढ़ते तो आँख में चसमा
लगाकर मख मारते रहते, यह सब कहां पाते ? अपना भी
सब भूल जाते. हमने तो चट देखा और पट निदान किया.
अरे बाबा, जब तुम खुद अपना हाल नहीं जानोगे तब डाक्टर
बिचारा क्या करेगा ? अच्छा, देखा तुम्हें अस्पताल से दवाई
मिलती है न ? कम्पोटर साहब कहते हैं, "सीसी हिलाओ"
और "यों पीओ" और "त्यों पीओ". उस दवाई में रहता
ही क्या है ? और फिर वे पूरी दवाई देते भी तो नहीं.

तीसरा—सच है भैया ! दवाई देने में ये जरूर कंबूसी
करते हैं.

چوہا—میری کھانسی بڑھ کر آ رہی ہے۔ میں تو دوا دینی چاہتا ہوں۔
 دو ہونڈ دوائی دیجئے۔ اندھڑ ہے نا؟ سرور مہاراج نے پرچا کے
 سیم کے لئے دوا تو نہ کہلا ہے؟ ان کے باپ کا کیا جاتا ہے؟ سپرو
 منگی کو پہلے ہی ہونڈ بہر دوائی دیں، پر ہروا میں کو اس سے
 کیا پھانڈ ہوگا؟

کپاٹنڈر—(باہر آکر) دیکھو، تم سب لوگ ایک ہی جگہ
 میں بیٹھ جاؤ۔ ڈاکٹر صاحب آ رہے ہیں۔ (سب نیچے ایک
 پنکٹی بند بیٹھتے ہیں، کیول چوہا نہیں بیٹھتا۔ اُسے لکھی کر
 کے) کہوں ہی، تم وہاں کیوں کھڑے ہو؟ اندر چلو۔

چوہا—کیوں چلیں؟ ہم دوائی لینے تھوڑے ہی آئے ہیں۔
 تھکے تھے، چھایا دیکھی، تھکان مٹانے بیٹھ گئے۔

کپاٹنڈر—یہ سرائے نہیں ہے کہ آئے سستالے لگے!
 (بہتر چلا جاتا ہے)

چوہا—(دھیرے سے) بیدگی جاننے والے کو کیوں بیٹھنے
 دو؟ روٹی ماری جائیگی نا؟ بڑے سپید پس بنے ہیں!

(ڈاکٹر کا آگامن۔ سب کھڑے ہو کر اسے سلام کرتے ہیں۔ ڈاکٹر
 بھیتر پرवेश کر کے بیٹھتا ہے۔ سیر کی پیکی سے آکرائٹ
 روگی بھیتر جا کر شکرہ باہر آتا ہے)

چوہا—کھو، دوا لے آئے؟

روگی—ہاں بھئی، یہی سپید سپید چورن تو دیا ہے
 اور کھا ہے کہ اسے پانی میں گھول کر رکھنا (سہسا) ارے دام! یہ تو
 پوچھا ہی نہیں کہ اسے پی جانا ہے یا سر پر ملنا ہے۔

چوہا—باہ! اچھی دوا کہیں میں کھراب کی جاتی ہے؟ اسے
 پی جانا۔

روگی—(سوچ کر) یہ بھی پوچھ لیتا ٹھیک ہوگا۔

چوہا—(سوج کر) ہاں بھئی، پوچھ لیتا ٹھیک ہوگا۔
 چوہا—کچھ اپنا بھی دماغ لگاؤ۔ بڑا دماغ لگانے نہ اپنا
 پہل کر سکو گے نہ دوسروں کا۔ ابھی پرسوں کی بات ہے۔ میرے
 چچا کو کس آگیا تھا۔ اب میرے فب مرے کی حالت ہو
 گئی۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تازو۔ منتر پڑھ کر ایک گلاس پانی
 جو منہ میں اُردیا تو ایکدم کھڑے ہوئے ناچنے لگے۔ اب اس
 وکت اگر ہم ڈاکٹر کی تلاشی میں جاتے تو چچا صاحب سرگ
 سدھار گئے ہوتے۔ ہم اپنی اکل پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ ہم نے
 کچھ پڑھا لکھا نہیں پر سکل دیکھتے ہی روگ بتا دیتے ہیں۔

(انہی روگی دھیان پرورک اس کی باتیں سنتے ہیں اور
 اپنے اپنے روگ کا ندان کراہنے کے ابھیرا یہ سے اس کے تحت
 پہونچنے کے ہیت پر سہر دھکا دیتے ہیں)

ایک—دھکا کہیں دیتے ہو جی؟ ہم پہلے آئے ہیں۔

دوسرا—مپنی-مپنی باری سے بٹو، کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—تو مپنی-مپنی باری سے بٹو؟ میں ڈاکٹر نہیں، بھائی نہیں، بھائی نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

دوسرا—نہیں مپنی، تو مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—کرو کیا؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ بے کے پاس پتے لے کر ایک بے کے کاتے میں باندھ کر آٹھ سے چھوڑ دو۔ جیسے-جیسے پتے سڑیں گے جیسے بیلانی بھی سڑتی جائیگی۔

ڈاکٹر—(بہت کھانسی سے) ان دھاتیوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہوں اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جاتے ہیں۔

بویا—(رہنما سے) مپنی تو سبھی جانتے ہیں؟ سبھی جانتے ہیں۔ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہوں اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جاتے ہیں۔

(ایک رومی جو دوا لے کر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بڑھا کر کہتا ہے)

رومی—دیکھو مپنی، یہ مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

(بوتل پر لکھنا لگا ہے "باہر لگانے کے لیے")۔ بویا بوتل کو پرکھا میں دھان پوروک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

بویا—تو مپنی-مپنی باری سے بٹو؟ میں ڈاکٹر نہیں، بھائی نہیں، بھائی نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

رومی—دیکھو مپنی، یہ مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—میں تو پہلے ہی کچھ بککا ہوں۔ جب ٹیکس لگاتا ہوں تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اب کل دوسرا کرتا ہوں کہ آنا تب یہ تمہیں اور دوا دینگے۔ کھانسی سے تمہیں سوجھ اڑی ہو گا۔

رومی—دیکھو مپنی، یہ مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

(کولہل—پٹا پٹ)

دوسرا—مپنی-مپنی باری سے بٹو، کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—تو مپنی-مپنی باری سے بٹو؟ میں ڈاکٹر نہیں، بھائی نہیں، بھائی نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

دوسرا—نہیں مپنی، تو مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—کرو کیا؟ یہ تو سبھی جانتے ہیں۔ بے کے پاس پتے لے کر ایک بے کے کاتے میں باندھ کر آٹھ سے چھوڑ دو۔ جیسے-جیسے پتے سڑیں گے جیسے بیلانی بھی سڑتی جائیگی۔

ڈاکٹر—(بہت کھانسی سے) ان دھاتیوں کو کیا ہو گیا ہے؟ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہوں اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جاتے ہیں۔

بویا—(رہنما سے) مپنی تو سبھی جانتے ہیں؟ سبھی جانتے ہیں۔ تو ان سے کچھ کہہ دیتے ہوں اور یہ کچھ اور ہی کر بیٹھتے ہیں۔ چار دن کی دوا ایک وقت میں ہی پی کر خالی ہونے لگے جاتے ہیں۔

(ایک رومی جو دوا لے کر باہر نکلتا ہے، چوتھے کی اور دوا بڑھا کر کہتا ہے)

رومی—دیکھو مپنی، یہ مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

(بوتل پر لکھنا لگا ہے "باہر لگانے کے لیے")۔ بویا بوتل کو پرکھا میں دھان پوروک دیکھتا اور شیشی ہلاتا ہے)

بویا—تو مپنی-مپنی باری سے بٹو؟ میں ڈاکٹر نہیں، بھائی نہیں، بھائی نہیں۔ یہاں تو دیکھتے ہی کچھ کہہ دیا تو ٹھیک نہیں ہو گا!

رومی—دیکھو مپنی، یہ مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

بویا—میں تو پہلے ہی کچھ بککا ہوں۔ جب ٹیکس لگاتا ہوں تب یہ پرجا کو کیسا چوستے ہیں اور نہ دیکھتے ہیں۔ اب کل دوسرا کرتا ہوں کہ آنا تب یہ تمہیں اور دوا دینگے۔ کھانسی سے تمہیں سوجھ اڑی ہو گا۔

رومی—دیکھو مپنی، یہ مپنی-مپنی باری سے بٹو۔ کیر بککا دینے کی بات ہی نہ آئے۔

(کولہل—پٹا پٹ)

भारतीय योजनाबन्दी में प्रामोयोग का महत्त्व

بھارتیہ یोजना بندی میں گرامو دیوک کا مہتو

श्री सुरेश रामभाई

شری سریش رامभाई

नये सिरबन की योजना और कुटीर धंधे

نئے سرچن کی یोजना اور کوٹیر دھندے

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना खबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब वो महीना पड़ले 'कर्वे कमिटी' की रिपोर्ट के राया होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सठारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं समीज कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें हैं. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी बर्बाद उसके प्ले को बर्बाद देने का कमी उठता है तो वह आग बगुला हो

कॉंग्रेस के लखनऊ के इजलास (1936) में सवर के अपने भाषण में जब पंडित जवाहरलाल नेहरू ने समाजवादी विचार प्रकट किये तो हमारे देश के व्यापारी-क्षेत्र में एक खलबली सी मच गई. उससे यह साफ पता चलता था कि यहां के व्यापारियों के स्वार्थ आम जनता के हित से कितने अलग हैं. लेकिन देश की मुलामी, राजनीतिक घटना-चक्र और फिर लड़ाई छिड़ जाने के सबब इन दोनों के बीच का भेद कुछ कम हो गया और दोनों ही, थोड़ा-बहुत मिलकर, आजादी के मकसद की तरफ बढ़े. लेकिन आजादी के बाद से दोनों के बीच की खाई क्या-क्या चौड़ी होती जा रही है. हमारे बुनकरों की दुर्दशा से साफ मालूम होता था कि हवा का रुख किधर है. बल्कि कहना यह चाहिये कि उसकी स्थिति एक बैरोमीटर का काम करती थी जिससे यह अन्दाजा लग जाता था कि चंद श्रीमानों का कितना खबरदस्त दबाव देश की दुःखी जनता पर पड़ रहा है. फिर, जब वो महीना पड़ले 'कर्वे कमिटी' की रिपोर्ट के राया होने पर पूंजीपतियों की तरफ से जो तूफान उठा उससे तां अंधा भी देख सकता था कि यह दबाव कितना भयानक और बेरहम है.

आजादी के बाद से पिछले आठ साल में जो हमारी आर्थिक "प्रगति" हुई है, उसका सार यही है कि एक बेहद धनी व्यापारी वर्ग पनप गया और हमारे बाजारों व घरों पर बड़ी तेजी से हावी हो गया. इस काम में उसे सरकार की काफी मदद मिली और देश में जो विदेशी आर्थिक स्वार्थ हैं उनका तो पूरा सठारा मिला ही. हमारे प्रमुख व्यापारियों ने विदेशियों की शिरकत से काम शुरू कर दिया. इस अनोखी घटना का नतीजा यह है कि आज किसी "मेड इन इन्डिया" (भारत में बनी) चीज को देखकर कोई यह नहीं समीज कर सकता कि वह भारतीय पूंजी से ही बनी है या विदेशी हाथ भी उसमें हैं. जो भी हो, आज हमारा व्यापारी वर्ग काफी समर्थ हो गया है और वह भारत के बाजार पर ही नहीं, विदेश के बाजारों पर भी अपना सिक्का जमाना चाहता है. यही सबब है कि अगर जरा भी बर्बाद उसके प्ले को बर्बाद देने का कमी उठता है तो वह आग बगुला हो

کھاتا ہے اور جھوٹ کر کہتا ہے کہ اگر ہمارے کام میں دخل اندازی کی جائے گی تو ہمارے ملک میں بڑا اور بڑا سانحہ گراہت ہو ہی اُس سے نقصان پہونچے گا۔ عجیب تماشہ ہے—غریب کا جتنا زیادہ شوشن کرے اتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اور جتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اتنا ہی زیادہ غریب کا شوشن کرتا ہے !

ملاکاروں کی خبر ہے کہ بھاپاری-بگ کو کیتنی بھڑا دی جائے، اس پر ہمارے کنڈریک منٹریمنٹل تک میں ایک مت نہیں ہے۔ اگر اوڈیوگیکرن کے بڑھنے سے دیہی میں بیکاری بھڑتی ہوئی ہے تو کوئی سوال ہی نہیں کھڑا ہونے والا تھا اور ہر کوئی اُسے بدھائی دیتا۔ مگر آفت یہ ہو رہی ہے کہ اوڈیوگیکرن کے ساتھ ساتھ—پھر جب پلچ ورشیہ یوجنا بھی ویسٹمنٹ تھلک سے چل رہی ہو اور ویدیشیوں کی کارگو صلاح و مدد بھی مل رہی ہو—بیکاری زیادہ وکراں سو روپ لیتی جارہی ہے۔ اور تو اور، ہمارے کنڈریک منٹری روزگار دلانے کے سہیلہ میں جو وعدے کرتے ہیں اُن پر بھی قائم نہیں رہ پاتے۔ پچھلے دسمبر میں پارلیامینٹ کے کانگریسی سندھیوں کی ایک سہا میں پورہان منٹری نے کہا کہ دیہی کے اندر پورے روزگار کی وشمشکر اُتارے بڑے پیمانے پر، برداشت نہیں کی جاسکتی اور روزگار دینا ایک فرض ہی نہیں سماجک ضرورت بھی ہے۔ اِس وجہ سے سرکار ہاتھ کے دھندھوں کی طرف بھی جارہی ہے۔ لگ بھگ تین سال پہلے اُس نے ایک اُپل بھارت کھادی اور گر'مڈیوگ ہورٹ بنایا جس کی یوجنائیں کچھ چل رہی ہیں، کچھ شروع ہونے جارہی ہیں۔ اب یہ تو بھوشیہ ہی بتائیگا کہ بڑے اوڈیوگ اور کھادی ہورٹ کدے سے کدے ملاکر بیکاری دور کر سکتے ہیں یا بڑے اوڈیوگ میں ہی اتنی زیادہ سکت ہے کہ پورے روزگار ختم کر دیں یا اگر حالت اور بھی بگڑ جاتی ہے تو پھر نئے سرے سے چار کرنا ہوگا۔

بہت ہی آشادی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اوڈیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی ہورٹ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ اُن مہینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اوڈیوگیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اُنہیں سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—اُرتھک اور فوجی دونوں دہشتوں سے۔ اِس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائیں گے اور آج کے بھوتی کے دہشتوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

بھڑا ہے اور جھوٹ کر کہتا ہے کہ اگر ہمارے کام میں دخل اندازی کی جائے گی تو ہمارے ملک میں بڑا اور بڑا سانحہ گراہت ہو ہی اُس سے نقصان پہونچے گا۔ عجیب تماشہ ہے—غریب کا جتنا زیادہ شوشن کرے اتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اور جتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اتنا ہی زیادہ غریب کا شوشن کرتا ہے !

بھڑا ہے اور جھوٹ کر کہتا ہے کہ اگر ہمارے کام میں دخل اندازی کی جائے گی تو ہمارے ملک میں بڑا اور بڑا سانحہ گراہت ہو ہی اُس سے نقصان پہونچے گا۔ عجیب تماشہ ہے—غریب کا جتنا زیادہ شوشن کرے اتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اور جتنا ہی زیادہ مست مال تیار کرتا ہے اتنا ہی زیادہ غریب کا شوشن کرتا ہے !

بہت ہی آشادی نظر سے ہم یہ مان لیتے ہیں کہ بڑے اوڈیوگ خوب پھلتے پھولتے ہیں، بیکاری ہوا ہو جاتی ہے، کھادی ہورٹ کی ضرورت نہیں رہ جاتی اور دیہی میں مشینوں کی بھرمار لگ گئی۔ تب ہمارے دیہی کا سو روپ کیا ہوگا؟ اُن مہینوں کے ساتھ ساتھ ہم کو یورپ اور امریکہ کی طرح بڑے پیمانے پر فوجیں رکھنا ہونگی اور فوجی سامان جمع کرنا ہوگا۔ جتنا زیادہ اوڈیوگیکرن، اتنا زیادہ شستریکرن۔ ہمیں کیوں اُنہیں سنبھالنے کے لئے ہی سینا نہیں چاہئے، ویدیشوں کے اپنے دیہاؤں پر چوکداری کرنے کے لئے بھی سینا چاہئے۔ تب بھارت ایک پربل شکتی کے روپ میں پرکٹ ہوگا—اُرتھک اور فوجی دونوں دہشتوں سے۔ اِس طرح ہم 'پرکٹی' کرتے چلے جائیں گے اور آج کے بھوتی کے دہشتوں—انگلیڈ، امریکہ یا روس—جیسی

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہو جاتا۔
 انسان نہیں ہے۔ یہ بھی جپن کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بچہ کے دیشوں جیسا ہو جانا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمی کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کہیں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، یہ بھی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما رہا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُن مادیوں موجود ہیں، یہ بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، یہ بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور کھراہٹ ہے۔ کیا سب
 ہے کہ انہی سمیوں ہونے پر بھی آج وہ انہی بہانہ کن ہتھیاروں کی
 تباہی میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے، اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہرجن کے مقصد سے ہے۔ جو یوجنا ہندی سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ پچھلے دو مہینوں سے اور تیسرے
 کے سکھ سے یہ صاف ہے کہ سلہرجن کی پشیمانی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسہلتا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہینوں کے اَدعا پر وہ چلتا کھڑی ہے وہ مہینہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ نرواد مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سکھچھپ میں کہیں تو وہ مہینہ منٹائیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

(1) سمی اور آپادوں کے ساندھوں پر نجی یا سرکاری
 مالکیت و ادھیکار۔

(2) شادی شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
 مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسمان کا بھید کرنا۔

(3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔

(4) سماج میں بگڑ-بھد اور بگڑ-بھد کی تھاپنا۔

(5) جس کی لاٹھی اس کی مٹس—ہکھیاون کے مٹے-
 سچے ہیت میں انجاس کے ہیت کی ہلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلتا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہرجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشہ بہت ہی آندھکر مٹے ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے جائیں گے۔ پشیمانی
 راشٹروں کے۔ پشیمانی رہیں گے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ ”پچھڑے“ ہونے نہ رہیں۔
 چھتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ وہ کسی کے ایک ہی اُتم ہتھیار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چت لپٹنا

ہماری شان ہوگی۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سب ہو جاتا۔
 انسان نہیں ہے۔ یہ بھی جپن کے لئے ہم اسے مان لیتے ہیں۔
 سب سوال اٹھتا ہے۔ کیا بچہ کے دیشوں جیسا ہو جانا ہمارے
 لئے سزاؤں پر ہوتا ہے؟ کیا وہی آدش ہمارے لئے سرور پر ہے؟
 اس کے ساتھ ہی دوسرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ انہی انہا
 سمی کے باوجود آج امریکہ (یا روس) اتنا دکھی کہیں ہے؟
 وہاں ہر چیز کی افراط ہے، یہ بھی وہاں کے لوگوں کی آنکھوں
 میں تر سما رہا ہے۔ وہاں زندگی بسر کرنے کے ایک سے ایک
 اُن مادیوں موجود ہیں، یہ بھی وہاں کے لوگوں کے دلوں میں
 کھوکھلاپن ہے۔ وہاں کسی چیز کی کمی نہیں، یہ بھی وہاں
 کے لوگوں کے دماغوں میں پریشانی اور کھراہٹ ہے۔ کیا سب
 ہے کہ انہی سمیوں ہونے پر بھی آج وہ انہی بہانہ کن ہتھیاروں کی
 تباہی میں کھوٹے ہوئے ہیں؟

سوال دراصل گہرا ہے۔ اور اس سوال کا سیدھا سبب
 سلہرجن کے مقصد سے ہے۔ جو یوجنا ہندی سرکار کر رہی ہے
 اُس کا مقصد کیا ہے؟ پچھلے دو مہینوں سے اور تیسرے
 کے سکھ سے یہ صاف ہے کہ سلہرجن کی پشیمانی پدھتی میں
 بہت خرابیاں بھری پڑی ہیں۔ اُس کی اسہلتا کے معاملہ یہ
 ہیں کہ جن مہینوں کے اَدعا پر وہ چلتا کھڑی ہے وہ مہینہ
 غلط ہیں، جن اصولوں کی وہ پرستش کرتی ہے وہ اصول
 کھوٹے ہیں۔ جن سدھانتوں کو وہ نرواد مانتی ہے وہ چار
 درہی پورن ہیں۔ سکھچھپ میں کہیں تو وہ مہینہ منٹائیں
 یا سدھانت یہ ہیں:

(1) سمی اور آپادوں کے ساندھوں پر نجی یا سرکاری
 مالکیت و ادھیکار۔

(2) شادی شرم کو ہین اور مانسک شرم کو شریشتہ
 مانکر دونوں کے پورسکاروں میں زمین آسمان کا بھید کرنا۔

(3) رکشا میں ہتھیاروں کا اُپیوگ کرنا۔

(4) سماج میں بگڑ اور بھید اور درگ ودرنہش کی استھاپنا۔

(5) جس کی لاٹھی اُس کی مٹس کی بھینس۔ اکبادوں کے جھوٹے
 سچے ہیت میں انجاس کے ہیت کی ہلی دینا۔

کوئی جیوتشی نہیں، راستہ چلتا آدمی یہ بتا سکتا ہے کہ
 جب تک بھارتیہ سلہرجن ہمارے دیش کا نورمان این پانچ اَدعاوں
 پر چلتا رہیگا تب تک اُس کا بھوشہ بہت ہی آندھکر مٹے ہے۔
 اور جب تک ہم اُس سانچے کے مطابق اپنے کو ڈالتے رہیں گے،
 تب تک ہم اُس سانچے کے مول بنائے جائیں گے۔ پشیمانی
 راشٹروں کے۔ پشیمانی رہیں گے اور سارا کاریہ کرم اُن کے ہاتھ میں
 ہوگا۔ مطالب یہ ہے کہ ہم ہمیشہ ”پچھڑے“ ہونے نہ رہیں۔
 چھتر میں اُس کا اُرتہ یہ ہوگا کہ وہ کسی کے ایک ہی اُتم ہتھیار کے
 آگے جو ہمارے پاس نہیں ہیں، ہمیں چاروں خالے چت لپٹنا

پہلے—ٹیک جیسی طرح جس طرح جرمی کے آگے نرائس لٹ گیا یا امریکہ کے آگے جرمی و جاپان لٹ گئے۔ ایسی صورت میں ہم پوچھنا چاہتے ہیں کہ ہمارا سارا لوہا کس کس نقطہ نظر سے گزر رہا ہے؟

سب سے پہلے یہ کہ ہم انہیں کی روشنی میں ہوت کال پر بھی پورے طور پر اور آگے کا صاف نقشہ اپنے سامنے رکھیں۔ دوسروں کی دیکھ کر سے کوئی کامیابی نہیں۔ دوسروں کی ریس کرنے سے کوئی کامیابی نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ دوسروں سے ہم سیکھیں نہیں۔ نہیں، ضرور سیکھیں—اُن کی اچھی باتوں کے ساتھ ساتھ اُن کی بری باتوں سے بھی سیکھیں۔ یہ کسی فرد یا گروہ کی بات ہے کہ آٹھ سال سے ہمارے یہاں وکس کا کام چل رہا ہے لیکن اس عرصہ میں اپنے نئے کارناموں کا پرتیک ایک عہد بھی ہم چلتا کوٹھا نہیں دے سکے۔ کلن کیل بھی ہے کہ ہمارے چلتا کی چیزیں ابھی تک ہمارے دیہی میں ہی ہیں۔ ہمارے گن تلوکار دھان بھی انہیں پر دیکھی چیزوں کا نمونہ ہے۔ کوشش مار پور کر رہے ہیں کہ دیہی پودے کو کسی طرح اپنے دیہی میں جاسکیں۔ لیکن بڑھتی ہوئی بیکاری کے لیے چوت پر اعلان کر رہی ہے کہ وہ دیہی پودے یہاں کی دھرتی میں لگائے سے انکار کر رہا ہے۔ اس دیہی دھانچے میں گراموڈیوک کے لئے کہاں استھان ہے؟

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائی کی نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسٹیک کرنا چاہئے اور اسی کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیوں؟ انہیں پوچھنا یا پوچھنے کی بجائے اپنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے ملے موزوں۔ پونجی اور بہوٹا کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائے ہے، سادھنہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پر کار نہہ سکتے ہیں۔

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائی کی نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسٹیک کرنا چاہئے اور اسی کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیوں؟ انہیں پوچھنا یا پوچھنے کی بجائے اپنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے ملے موزوں۔ پونجی اور بہوٹا کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائے ہے، سادھنہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پر کار نہہ سکتے ہیں۔

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائی کی نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسٹیک کرنا چاہئے اور اسی کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیوں؟ انہیں پوچھنا یا پوچھنے کی بجائے اپنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے ملے موزوں۔ پونجی اور بہوٹا کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائے ہے، سادھنہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پر کار نہہ سکتے ہیں۔

اس لئے ہمت کے ساتھ کھڑے ہو کر کڑائی کی نظریہ سے کام کرنے کی ضرورت ہے۔ ہم کو اپنے سنیوچن کا لکھ اسٹیک کرنا چاہئے اور اسی کے انوسار اپنا راستہ چلنا چاہئے۔ کیوں؟ انہیں پوچھنا یا پوچھنے کی بجائے اپنا ہمارا مقصد نہیں ہو سکتا۔ کوئی یہ نہیں کہتا کہ ہم غریبی کی پوجا کریں یا سکھ کے سادھنوں سے ملے موزوں۔ پونجی اور بہوٹا کا ہمیشہ سواکت ہے—لیکن کس خاطر سے؟ سہتی ایک سادھن مائے ہے، سادھنہ نہیں۔ ہمارے سامنے سادھن کیا ہیں، تھوڑے شہدوں میں آئے اس پر کار نہہ سکتے ہیں۔

(1) سب کو روزگار کی ویسٹا، یعنی بیکاری کا آستو ہی نہ

(2) نئی سماج رجحان کی آستوہا جس کی آستوہا ہوت وہ مائیتاں نہ ہوں (جو اوپر دی جا چکی ہیں) جن کے کارن پشچیم دیکھی ہے۔

(3) شاننی مئے اور اہنسک آپاہیں کا پرتشتاہیں جس سے کہ ہمارے سبھی چھکے، راشٹریہ ہوں یا انٹراشٹریہ، بلا مار کات کے طے ہو جائیں۔

اگر ہمارے مقصد یہ ہیں تب تو گراموڈیوک کے لئے آستوہا ہے۔ بھارت جیسے وشال اور دین دیہی میں گراموڈیوک بیکاری دور کرنے میں کامیاب ہو، یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارا نہیں ہے کہ بیکاری نوارن ہی گراموڈیوک کا لکھ نہیں ہے۔ گراموڈیوک ایک جہوں پدھتی کا سکھت ہے۔ وہ ایک زندگی کا طریقہ ہے، ایک وچار جہتی کا

(1) سب کو روزگار کی ویسٹا، یعنی بیکاری کا آستوہا ہی نہ

(2) نئی سماج رجحان کی آستوہا جس کی آستوہا ہوت وہ مائیتاں نہ ہوں (جو اوپر دی جا چکی ہیں) جن کے کارن پشچیم دیکھی ہے۔

(3) شاننی مئے اور اہنسک آپاہیں کا پرتشتاہیں جس سے کہ ہمارے سبھی چھکے، راشٹریہ ہوں یا انٹراشٹریہ، بلا مار کات کے طے ہو جائیں۔

اگر ہمارے مقصد یہ ہیں تب تو گراموڈیوک کے لئے آستوہا ہے۔ بھارت جیسے وشال اور دین دیہی میں گراموڈیوک بیکاری دور کرنے میں کامیاب ہو، یہ کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔ لیکن ہمارا نہیں ہے کہ بیکاری نوارن ہی گراموڈیوک کا لکھ نہیں ہے۔ گراموڈیوک ایک جہوں پدھتی کا سکھت ہے۔ وہ ایک زندگی کا طریقہ ہے، ایک وچار جہتی کا

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سوئیکٹر ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے جائیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وگیاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکنا ہوا آجکل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردناک تینوں کا بھی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنے یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تہرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گراموادیوگ کو بے شک جگہ ہے۔ لیکن گراموادیوگ کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک آدھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گراموادیوگ نئے یک کے— شانتی، وگیاں اور اہلسا کے یک کے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گراموادیوگ پہلے پوئے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گراموادیوگ کو بھی چوبک کریں گے۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آدیوگکے پرگتی کے اندر ہوتا آ رہا ہے۔ گراموادیوگ ہنسک اور بد پرہ چترچایا میں پلنہ کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدیہی کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھی کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گراموادیوگ کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہیو سے فائدہ اٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکھانک بدی سے، نئے قہنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتھکاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلہتک تھانچے کو بنھان سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولہوں، نئے استھانوں، نئے ماتھکاؤں کو پرستھنا دیکر ان کے آدھار پر بھارت یوں کی رچنا کی تیاری کے لئے کمر کسنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتھکاری کام میں، گراموادیوگ کا برا مہتوبوں استھان ہوگا جو سور منقل میں سو رہا ہے۔

اس کا رخ سے ہم ہمارے والوں کی یہ خاص ذمہ داری ہی ہو جاتی ہے کہ جس مارگ سے ہم سوئیکٹر ہوئے، اسی مارگ پر آگے بڑھ چکے جائیں۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف سے آدھونک وگیاں، دوسری طرف سے ہماری آزادی کی منزل کا چمکنا ہوا آجکل انہماک اور تیسری طرف سے ہمارے دیہی کی آرتھک دردناک تینوں کا بھی اشارہ ہے کہ راشٹر نرمان کے لئے ہم کو نئی شہدہ کرنی ہوگی، اپنا نیا مارگ کھوجنا پڑیگا۔ اس کے معنے یہ ہو جاتے ہیں کہ ہم کو ایک نئے ساگر پر تیرنا ہوگا جس پر اب تک کوئی دوسرا نہیں گیا ہے۔ اس نئی تہرا کی میں آند اور جو ہم دونوں ہیں۔ اور اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو گراموادیوگ کو بے شک جگہ ہے۔ لیکن گراموادیوگ کو بے روزگروں، لاچاروں کا چہلک آدھار ماننا انہماک کرنا ہے۔ گراموادیوگ نئے یک کے— شانتی، وگیاں اور اہلسا کے یک کے—نودوت ہیں۔ اس لئے اگر ہم یہ کوشش کریں کہ آج کی پونجی پریرت، مشین پردھان اور شسترآستر آدھارت سماج رچنا میں گراموادیوگ پہلے پوئے تو خود بھی دھوکا کھائیں گے اور گراموادیوگ کو بھی چوبک کریں گے۔ یہی پچھلے ستراسی سال سے دیہی کی آدیوگکے پرگتی کے اندر ہوتا آ رہا ہے۔ گراموادیوگ ہنسک اور بد پرہ چترچایا میں پلنہ کے بجائے مرجھاتے ہی چلے جائیں گے۔

اوپر کی بات کا سار یہ ہے کہ بات صاف ہوئی اور کھلی چاہئے کہ راشٹر نو نرمان کے ہمارے آدیہی کیا ہیں، بھارتیہ سنیوچن کے ہمارے لکھی کیا ہیں؟ اگر ہمارا آگرہ یہ ہو کہ ہم آج یورپ و امریکہ جیسے پرگتی شیل بن جائیں تو ہم نمونہ سے کہنا چاہتے ہیں کہ تب گراموادیوگ کے لئے بھارت میں کوئی استھان نہیں ہے۔ لیکن اثر پشچم کے نہیو سے فائدہ اٹھا کر، ہم اپنے دیہی کی مٹی کے انوکول ویکھانک بدی سے، نئے قہنگ سے دیہی کا نرمان کرنا چاہتے ہیں تو آج کی چالو ماتھکاؤں کو برنام کرنا ہوگا، ورتمان سماجک، آرتھک اور آجلہتک تھانچے کو بنھان سھی بدانا پڑیگا اور نئے مولہوں، نئے استھانوں، نئے ماتھکاؤں کو پرستھنا دیکر ان کے آدھار پر بھارت یوں کی رچنا کی تیاری کے لئے کمر کسنا ہوگا۔ اور نئی سماج رچنا قائم کرتے کے لئے اسی کرانتھکاری کام میں، گراموادیوگ کا برا مہتوبوں استھان ہوگا جو سور منقل میں سو رہا ہے۔

ہمارا مادی

ایشیا کی یکتہ کے لئے ہیدرآباد کل ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے देश अभी असम्भ या अर्धसभ्य हालत में थे एशिया और अफ्रीका में बड़ी बड़ी सभ्यताएँ जन्म ले चुकी थीं. उस प्राचीन जमाने में चीन, भारत, ईरान, सुमेर, बाबुल, और मिस्र बड़ी बड़ी और ऊँची सभ्यताओं के गहवारे थे. अमरीका का उस समय की सभ्य दुनिया में कहीं नाम तक न था. इसके बाद यूनान और रोम की सभ्यताओं का समय आया. यूनान एक अर्ध एशियायी देश था और यूनानी सभ्यता अर्ध एशियाई सभ्यता थी. रोम के उभरने के साथ साथ पहली बार एक शुद्ध योरोपीय सभ्यता का आरम्भ हुआ. पर रोमन सभ्यता के अच्छे से अच्छे दिनों में भी आधे से अधिक योरप जिसमें इंग्लैंड, फ्रांस और जर्मनी सब शामिल थे सभ्यता की निगाह से बहुत पिछड़ा हुआ प्रदेश माना जाता था.

जमाने ने पलटा ख़ाया. खासकर भाप और बिजली की ईजाद के साथ साथ योरप के देशों में नई चहल पहल शुरू हुई. योरपियन कॉमों की आर्थिक और राजनैतिक लालसाएँ बढ़ीं. एशिया और अफ्रीका की हज़ारों वर्ष पुरानी सभ्यताओं में कमज़ोरियाँ आई. उन कमज़ोरियों में यहाँ जाने की ज़रूरत नहीं है. एशिया और अफ्रीका के देशों पर योरप वालों के हमले शुरू हुए. यहाँ तक कि अनेक देशों पर योरप वालों का कम या अधिक कब्ज़ा हो गया. लगभग दो सदी तक एशिया और अफ्रीका में योरप वालों का प्रभुत्व रहा.

जमाने ने फिर पलटा ख़ाया. एशिया की बड़ी बड़ी क्रौमों जागीं. चीन और भारत जैसे बड़े बड़े देश योरप वालों के पजे से आज़ाद हुए. आज़ादी की लहर और देशों में भी फैली. आज एशिया और अफ्रीका में जगह जगह इस आज़ादी की कोशिशें जारी हैं और इसके खिलाफ़ जगह जगह ही पच्छिम की क्रौमों खासकर अमरीका, इंग्लैंड, फ्रांस, बेल्जियम, हीलैंड, स्वेन और पुर्तगाल की तरफ से

ایشیا کی ایکتہ کے لئے ہیدرآباد کل ہند کانفرنس

آج سے ہزاروں برس پہلے جبکہ یورپ کے بڑے سے بڑے دیہی اسی اسبہ یا اردہ سبہہ حالت میں تھے ایشیا اور افریقہ میں بڑی بڑی سبہتائیں جنم لے چکی تھیں۔ اُس پرانے زمانے میں چین، بھارت، ایران، سمیر، بابل اور مصر بڑی بڑی اور اونچی سبہتائوں کے گہوارے تھے۔ امریکہ کا اُس سے کی سبہہ دنیا میں کہیں نام تک نہ تھا۔ اُس کے بعد یونان اور روم کی سبہتائوں کا سہہ آیا۔ یونان ایک اردہ ایشیائی دیہی تھا اور یونانی سبہتہ اردہ ایشیائی سبہتہ تھی۔ روم کے اُہلے کے ساتھ ساتھ پہلی بار ایک شدہ یورپیہ سبہتہ کا اُرمیہ ہوا۔ پر رومی سبہتہ کے اچھے سے اچھے دنوں میں بھی اُدھے سے ادھک یورپ جس میں انگریز، فرانس اور جرمنی سب شامل تھے سبہتہ کی نگاہ سے بہت پچھڑا ہوا پردیہ مانا جاتا تھا۔

زمانے نے پلٹا کھایا۔ خاصکر ہاپ اور بجلی کی ایجاد کے ساتھ ساتھ یورپ کے دیہوں میں نئی چہل پہل شروع ہوئی۔ یورپین قوموں کی آرتھک اور راجتھک لالساہیں بڑھیں۔ ایشیا اور افریقہ کی ہزاروں ورش پرانی سبہتائوں میں کمزوریاں آئیں۔ اُن کمزوریوں میں یہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ایشیا اور افریقہ کے دیہوں پر یورپ والوں کے حملے شروع ہوئے۔ یہاں تک کہ انہک دیہوں پر یورپ والوں کا کم یا ادھک قبضہ ہوگیا۔ لگ بھگ دو صدی تک ایشیا اور افریقہ میں یورپ والوں کا پرہوتو رہا۔

زمانے نے پھر پلٹا کھایا۔ ایشیا کی بڑی بڑی قومیں جاگیں۔ چین اور بھارت جیسے بڑے بڑے دیہی یورپ والوں کے پنجے سے آزاد ہوئے۔ آزادی کی لہر اور دیہوں میں بھی پھیلی۔ آج ایشیا اور افریقہ میں جگہ جگہ اِس آزادی کی کوششیں جاری ہیں اور اِس کے خلاف جگہ جگہ ہی پیچہم کی قومیں خاصکر امریکہ، انگریز، فرانس، بیلجیم، ہالینڈ، اسپین اور پرتگال کی طرف سے

ایشیا اور افریقہ کے انہک دیہوں پر ایسا پڑھو جو چاہئے رکھئے
اور دوسرے دیہوں پر سے اپنے کوٹے ہٹو پڑھو جو پھر سے قائم
کرنے کی کوششیں ہی جاری ہیں۔ توہک یہ اس سے کی
حالت ہے :

ایسی حالت میں "ایشیا کی ایکٹا" کی آواز یا "ایشیا اور انریقہ کے سب دیہوں کی ایکٹا" کی آواز اٹھتا ایک قدرتی بات ہے۔ خاصکر جبکہ "بھوت ڈالو اور شامیں کرو" کی اپنی پرانی چال کے آنسو سار پیچہم کی سامراجیتہ پریمی قومیں ایشیا اور انریقہ کی قوموں کو ایک دوسرے سے لڑنے کی بھوسک چالیں چل رہی ہیں، ایک دوسرے کا ساتھ دینے اور ملکر ٹھہرے ہوئے میں ہی ہم سب کا اور دنیا کا بھلا ہے۔

اسی لئے اپریل سن 1955 میں دلی میں سب ایشیائی
دیشوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں
ایک ”انڈین کمیٹی فار ایشین سولائزیٹی“ (ایشیا کی ایکٹا
کے لئے بھارتیہ کمیٹی) بنی۔ اس کمیٹی کی طرف سے اکتوبر
سن 1955 میں ایشیائی ایکٹا کو اور مضبوط کرنے کے لئے
حیدرآباد میں ایک آل انڈیا کانفرنس ہوئی۔ اس کانفرنس
میں یورپ سے لیکر پچھم تک اور اتر سے لیکر دکھن تک بھارت
کے سب پرائنٹوں سے ہزارہ سو سے اوپر پرنٹنگھی شامل ہوئے۔

محمد آباد کی کانفرنس ایک طرح سے جنتا اور سرکار دونوں کی ملی جلی کانفرنس تھی۔ دیہی کی سب راجا جی پارٹیوں کے لوگ اور ان سب پارٹیوں کی طرف سے چلے ہوئے پارلیمنٹ اور دھارا سبھاؤں کے ممبر، یہاں تک کہ دھارا سبھاؤں کے اسپیکر اور سرکاری وزیر بھی اس میں شامل تھے۔ ان کے ریاستوں کے گورنروں، چھٹے منسٹروں، بھارت سرکار کے منسٹروں اور یونیورسٹیوں کے وائس چانسلروں نے کانفرنس کی سہولتا کے لئے اپنے سلیبس بھیجے۔ دہلی ودھان سبھا کے لگ بھگ سب ممبروں نے اور آگر پر دیہی کی دھارا سبھا کے اسی سے اوپر ممبروں نے اپنی سہانہ دہی کے پتھر اور تار بھیجے۔

مکتورنس مہن جو پرستاؤ پلس ہوئے اُن مہن 'پنچ شیل' پر پہلی سب دیشوں کے ملکر رہنے ایک دوسرے کی اہانتا اور آزادی کی قدر کرنے اور ایک دوسرے کے اندر کے معاملوں مہن دخل نہ دینے پر زور دیا گیا، دنیا سے پرواہیلتا اور ایک جاتی پر دوسری جاتی کے پڑپوتو کو مٹانے کو ضروری بتایا گیا، ایتم ہم اور ہائی قومیں ہم جیسے ہتھاروں کی قطعی ہدائی کی مانگ کی گئی، فوجی گتہاندہوں کے خلاف اور ایشیا کے معاملوں مہن یورپ اور امریکہ والوں کی مداخلت کے خلاف آواز اٹھائی گئی، نئے چین کے راشٹر سیما مہن لٹے جانے کی مانگ کو دہرایا گیا، وغیرہ وغیرہ۔ یہ بھی اعلان کیا گیا کہ

इंडियन कमिटी ऑफ एशियन कोन्फरेंस देशों में और विदेशों में अपने अधिकार के लिए बहुत सी भाषाओं में पुस्तकें और पत्र पत्रिकाएँ निकालने वाली है।

कानफरेंस में इस बात पर भी जोर दिया गया कि एशिया के अलग अलग देशों में विजात और तरह-तरह के माल का लेन देन बढ़ाया जावे, कलचर यानी संस्कृति के मैदान में भारत की अनेक सांस्कृतिक संस्थाएँ, एशिया के अलग अलग देशों की कला और साहित्य को दूसरे देशों में पहुँचाने और फैलाने की कोशिश करें ताकि एक विशाल और सुंदर एशियाई कलचर रूप ले सके और आगे के लिये एक बड़ा कलचर यानी जग-संस्कृति की बुनियादें पक्की हों।

समाजी मामलों में औरतों और बच्चों की रक्षा और खबरगीरी पर खास जोर दिया गया। कहा गया कि साइंस की उन्नति में भी एशिया के सब देशों को अपने अपने यहाँ की सौजों और ईजावों से एक दूसरे को माला-माल करने की कोशिश करनी चाहिए। यह दिखाया गया कि दुनिया की आजादी और दुनिया की शांति के लिए पहले एशिया की एकता सब से अधिक जरूरी है।

स्वागत समिति के अध्यक्ष उसमानिया युनिवर्सिटी के बाइस-चांसलर डा० भगवतम ने अपने भाषण में बड़ी सुन्दरता के साथ कहा कि इस युग की सब से बड़ी घटना नपेटम या हाइड्रोजन बम है, और न वह राजकाजी उथल पुथल है जिसने इस समय दुनिया को हिला रक्खा है, बल्कि युग की सब से बड़ी घटना "सारे मानव समाज की बढ़ती हुई एकता" है। उन्होंने एशिया की नई जागृति पर काफी जोर दिया। विश्व शांति के लिए भारत की कोशिशों को सराहते हुए उन्होंने बताया कि अगर एशिया की क्रीमें अपने अन्दर की कमजोरियों को जीतना और अपने ऊपर काबू रखना सीख जायें तो आने वाले अमाने में वह संसार को प्रेम और शांति का सच्चा रास्ता दिखा सकती हैं।

दूसरे बोलने वालों ने कुछ एशियाई देशों के साथ अमेरिका और इंग्लैंड की फौजी गुट-बंदियों को सारी एशिया और सारी दुनिया के लिए खतरनाक बताते हुए लोगों को उनसे आगाह किया। इस बात पर जोर देते हुए कि जग को दुनिया से हमेशा के लिये ख़त्म कर देना चाहिए और दुनिया की सब कौजें धीरे धीरे ख़त्म हो जानी चाहिए, सोवियत रूस की इस बात के लिए सराहना की गई कि उसने अपनी खुशी से अपनी सारे बड़े बड़े ताकत फौज कम कर दी। पंचशील को एशियाई कौमों की एकता का आधार बताया गया। साफ़ साफ़ कहा गया कि दुनिया की जो क्रीम भी जहाँ भी अपनी आजादी के लिए कोशिश कर रही है एशिया की सब क्रीमें उस के साथ हैं। बाइंग की

अर्थों में भी एशियाई सैनिकों की लड़ाई में और देशों में अपने देशों के लिये बहुत सी बहादुरीयें और पत्र पत्रिकाएँ निकालने वाली है।

कानफरेंस में इस बात पर भी जोर दिया गया कि एशिया के अलग अलग देशों में विजात और तरह-तरह के माल का लेन देन बढ़ाया जावे, कलचर यानी संस्कृति के मैदान में भारत की अनेक सांस्कृतिक संस्थाएँ, एशिया के अलग अलग देशों की कला और साहित्य को दूसरे देशों में पहुँचाने और फैलाने की कोशिश करें ताकि एक विशाल और सुंदर एशियाई कलचर रूप ले सके और आगे के लिये एक बड़ा कलचर यानी जग-संस्कृति की बुनियादें पक्की हों।

समाजी मामलों में औरतों और बच्चों की रक्षा और खबरगीरी पर खास जोर दिया गया। कहा गया कि साइंस की उन्नति में भी एशिया के सब देशों को अपने अपने यहाँ की सौजों और ईजावों से एक दूसरे को माला-माल करने की कोशिश करनी चाहिए। यह दिखाया गया कि दुनिया की आजादी और दुनिया की शांति के लिए पहले एशिया की एकता सब से अधिक जरूरी है।

स्वागत समिति के अध्यक्ष उसमानिया युनिवर्सिटी के बाइस-चांसलर डा० भगवतम ने अपने भाषण में बड़ी सुन्दरता के साथ कहा कि इस युग की सब से बड़ी घटना नपेटम या हाइड्रोजन बम है, और न वह राजकाजी उथल पुथल है जिसने इस समय दुनिया को हिला रक्खा है, बल्कि युग की सब से बड़ी घटना "सारे मानव समाज की बढ़ती हुई एकता" है। उन्होंने एशिया की नई जागृति पर काफी जोर दिया। विश्व शांति के लिए भारत की कोशिशों को सराहते हुए उन्होंने बताया कि अगर एशिया की क्रीमें अपने अन्दर की कमजोरियों को जीतना और अपने ऊपर काबू रखना सीख जायें तो आने वाले अमाने में वह संसार को प्रेम और शांति का सच्चा रास्ता दिखा सकती हैं।

दूसरे बोलने वालों ने कुछ एशियाई देशों के साथ अमेरिका और इंग्लैंड की फौजी गुट-बंदियों को सारी एशिया और सारी दुनिया के लिए खतरनाक बताते हुए लोगों को उनसे आगाह किया। इस बात पर जोर देते हुए कि जग को दुनिया से हमेशा के लिये ख़त्म कर देना चाहिए और दुनिया की सब कौजें धीरे धीरे ख़त्म हो जानी चाहिए, सोवियत रूस की इस बात के लिए सराहना की गई कि उसने अपनी खुशी से अपनी सारे बड़े बड़े ताकत फौज कम कर दी। पंचशील को एशियाई कौमों की एकता का आधार बताया गया। साफ़ साफ़ कहा गया कि दुनिया की जो क्रीम भी जहाँ भी अपनी आजादी के लिए कोशिश कर रही है एशिया की सब क्रीमें उस के साथ हैं। बाइंग की

کون کانفرنس کے کھیلوں کو سراہا گیا جس میں ایشیا اور افریقہ کے آئٹس دیشوں کی سرگروں کے پرنسپلینوں نے مل کر ایشیا اور افریقہ کی ایکٹا کی آواز اٹھائی تھی۔ ایکسٹ سن 1955 میں جنوا کے اندر سب دیشوں کے سائنسدانوں کی ایک کانفرنس ہوئی تھی جس میں دنیا بھر کے سائنسدانوں نے اس بات پر زور دیا تھا کہ ایٹم شکنی اور ہائیڈروجن شکنی کو انسانوں کی ہتھ کے لئے استعمال نہ کیا جائے بلکہ دنیا سے غریبی کو مٹانے اور دنیا بھر کی عام جنتا کے جھپوں کو آدھک خوشحال بنانے کے لئے کام میں لیا جائے۔ دنیا کے سائنسدانوں کے اس فیصلے کی تعریف کی گئی۔ ہندوچین میں اور فارس میں پچھلی قوموں کی زبردستوں کی قندا کی گئی۔ جاپان کے پھر سے پوری طرح آزاد کیئے جانے پر زور دیا گیا۔ عرب دیشوں میں یورپ والوں کی سازشوں اور افریقہ میں کالہ گورے کے بھد پر دم پرکت کیا گیا، وغیرہ وغیرہ۔

سدر شریستی رامیشوری نہرو نے اس بات پر بھی زور دیا کہ جنتا کی پوری آزادی کے لئے بڑے بڑے اڈیوگ دھندوں کے ساتھ ساتھ چھوٹے اڈیوگ دھندوں اور گریڈو دستکاریوں کو زندہ رکھنا اور ترقی دینا ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ قوموں قوموں کے بیچ کی تجارت وہی ہونی چاہئے جس میں سب کا بھلا ہو، وہ نہیں جس میں ایک دیش دوسرے کو چوسے یا اس سے بھجا نائیدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔

کلچر یعنی سلسکرتی کے سوال پر انگ انگ کلچروں کے ساتھ ساتھ ایک ورلڈ کلچر پر یعنی جگ سلسکرتی کو روپ دینے پر کافی زور دیا گیا۔

کلچر یعنی سلسکرتی کے سوال پر انگ انگ کلچروں کے ساتھ ساتھ ایک ورلڈ کلچر پر یعنی جگ سلسکرتی کو روپ دینے پر کافی زور دیا گیا۔

ہندوستان کا شایعہ سب سے سندر پرستاب سماجی پرستاب تھا جس میں اورتوں اور بچوں کے سواستھ کی رکھا، اورتوں اور مردوں کے برابر کے ہکوں، بھشیاہوتی کے دنیا سے مٹا دینے اور ایشیائی دیشوں میں سماجی مہل آول کو بڑانے پر زور دیا گیا۔ اس پرستاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائی دیشوں کی ایکٹا کی مانگ کھول ایک راجکچی چیز ہی نہیں ہے بلکہ سچ مچ دنیا کی ایکٹا دنیائی خوشحالی اور دنیا کی شانتی میں ایک بہت بڑا حصہ لینے والی ہے۔

بھارت سے باہر چین، کو ریا اور ویت نام جیسے دیشوں سے جو سہلہوتی کے سلیش آئے تھے انہوں نے کانفرنس کی آہوکتا اور اس کی شکنی کو اور بڑھا دیا۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہر دھ سے بھائی دیتے ہیں۔

15-1-56

—سندر لال

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہر دھ سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہر دھ سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہر دھ سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہر دھ سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہر دھ سے بھائی دیتے ہیں۔

ہم ایشیائی ایکٹا کی اس لہر کا سواکت کرتے ہیں اور کانفرنس کی سدر شریستی رامیشوری نہرو کو اور کانفرنس میں حصہ لینے والے سب بھائیوں اور بھائیوں کو ہر دھ سے بھائی دیتے ہیں۔

—سندر لال

15, 1, 56

مانف ایکتا کے شعبہ پریتن

دنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تباہی کرنے والے اور سب قوموں کی باہمی دوستی کے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ایک دیہوں میں آنا جانا بڑے اور اگ اگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیہ اور ایک دوسرے کے مہاپوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے سامنے ہیں اور انجی سے اور انجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے سامنے ہیں اور انجی سے اور انجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے سامنے ہیں اور انجی سے اور انجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

امریکہ کا ایک مشہور نیکرو وڈوان آریہ پینکے ہی، جو اس سے چین کا دورہ کر رہا تھا، اس جلسہ

مانف ایکتا کے شعبہ پریتن

دنیا کے سب سے بڑے بڑے قوموں کے تباہی کرنے والے اور سب قوموں کی باہمی دوستی کے اس بات پر زور دیتی ہیں کہ اس دھرتی کے سب آدمی ایک کنبہ ہیں اور ہم سب کو ایک کنبہ کی طرح ہی مل جل کر پریم کے ساتھ رہنا چاہئے۔ اس میل جول کو بڑانے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ ایک ایک دیہوں میں آنا جانا بڑے اور اگ اگ دیہوں کے لوگ ایک دوسرے کی کلچر، ایک دوسرے کی کلا، ایک دوسرے کے ساہتیہ اور ایک دوسرے کے مہاپوروں کی قدر کرنا سیکھیں۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے سامنے ہیں اور انجی سے اور انجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے سامنے ہیں اور انجی سے اور انجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

اس اصول پر عمل کرتے ہوئے پچھلی 25 نومبر کو چین کے پکنگ شہر میں پچھم کے دو مہاپوروں کی یادگار بڑی دھم دھام کے ساتھ منائی گئی۔ ان دو مہاپوروں میں سے ایک امریکہ کا مشہور سنت، کوی اور فلاسفر والٹ وٹمین تھا جس کی کتاب ”لیو آف گراس“ (گھاس کے پتے) دنیا کے سامنے ہیں اور انجی سے اور انجی کتابوں میں گنی جاتی ہے۔ دوسرا مہاپرش ایسپن کا مشہور لیکچر سرورینٹیز تھا جس کا ایڈاس ”ڈان کونکو“ بھی دنیا کے بڑے سے بڑے گرنڈوں میں گنا جاتا ہے۔

امریکہ کا ایک مشہور نیکرو وڈوان آریہ پینکے ہی، جو اس سے چین کا دورہ کر رہا تھا، اس جلسہ

اس کے بعد پندرہویں صدی کے ہمارے اُس میں خانہ
اچھا چتر ہے۔ ہمارے اُس سے اُنک لکڑوں اور گلوں کا درخشہ
دیکھایا گیا ہے۔ اُس زمانے کا ہمارے جنوں روسی پاتری کے ساتھ
ہمارے اُسوں کا پریم ہمارے کا گانا بجالا، یہ سب چیزیں اُس
فلم میں بڑی سچائی اور سندرتا کے ساتھ دکھائی گئیں ہیں۔
اُنک چکھہ اناٹاسی نکیتن کی ہمارے اُسوں سے بات چیت
ہوتی ہے۔

آخر میں ”ہندی روسی بھائی بھائی“ سے شوختم ہوتا
ہے۔ روس میں لوگوں کو یہ فلم بہت پسند آئی۔

مانو اُنکا کو سائنات کرنے اور دنیا میں پریم بڑھانے کے
اِس طرح کے پریم بہت ہی سراہنیہ ہیں۔ ہم اُن کا ہر دھڑکے
سے سواکت کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اِسے پریم سب دیشوں
میں خوب بڑھیں!

21-12-55.

—سندرتلال

براداد کا سمجھوتہ اور پاکستان

عراق کی راجدھانی بغداد میں ترکی، عراق، ایران، پاکستان
اور انگلینڈ کے بیچ پچھلے دنوں ایک فوجی سمجھوتہ ہوا ہے
جس کا راجکاجی دنیا میں کافی شور مچ چکا ہے۔ 21 نومبر
سن 1955 کو بغداد ہی میں اُن پانچوں دیشوں کے نمائندوں
کی ایک بیٹھک ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے امریکہ ابھی اِس
سمجھوتے میں شامل نہیں ہے۔ لیکن یورپ کے اخباروں میں
برادر نکلتا رہا ہے کہ امریکہ اِس میں شامل ہوگا اور 21 نومبر
کی بیٹھک میں امریکی سرکار کے نمائندے ”آبروروس“ یعنی
دشک کی حیثیت سے موجود تھے۔

امریکہ کے مشہور اخبار ”نیویارک ٹائمز“ نے اِس فوجی
سمجھوتے کی بابت صاف لکھا ہے کہ—”یہ سمجھوتہ ہماری
(امریکہ کی) کوششوں کا نتیجہ ہے اور سوویت روس اور مصر
دونوں کے خلاف کیا گیا ہے۔“ حقیقت یہ ہے کہ یہ سمجھوتہ
اُسی سلسلے کی ایک بیچ کی کڑی ہے جس کی دوسرے کی
کڑیاں پچھم میں ”نائٹو“ اور یورپ میں ”سٹو“ ہیں۔

یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ جبکہ ترکی، عراق، ایران اور
پاکستان چاروں ایشیائی دیش ہیں جن کی سرحدیں ایک
دوسرے سے ملتی ہیں یا ایک دوسرے کے پاس ہیں، انگلینڈ
اور امریکہ دونوں ایشیا سے باہر کے دیش اور اُس سے ہزاروں
میل کی دوری پر ہیں۔

دنیا کے اخباروں اور راجکاجی نمٹاؤں کے ہفتوں میں
یہ بات بھی صاف آچکی ہے کہ اِس سمجھوتے کی
اصلی غرض یورپ کے اُن دیشوں کی سٹا کو پچھم ایشیا

بغداد کا سمجھوتہ اور پاکستان

عراق کی راجدھانی بغداد میں ترکی، عراق، ایران، پاکستان
اور انگلینڈ کے بیچ پچھلے دنوں ایک فوجی سمجھوتہ ہوا ہے
جس کا راجکاجی دنیا میں کافی شور مچ چکا ہے۔ 21 نومبر
سن 1955 کو بغداد ہی میں اُن پانچوں دیشوں کے نمائندوں
کی ایک بیٹھک ہوئی تھی۔ کہا جاتا ہے امریکہ ابھی اِس
سمجھوتے میں شامل نہیں ہے۔ لیکن یورپ کے اخباروں میں
برادر نکلتا رہا ہے کہ امریکہ اِس میں شامل ہوگا اور 21 نومبر
کی بیٹھک میں امریکی سرکار کے نمائندے ”آبروروس“ یعنی
دشک کی حیثیت سے موجود تھے۔

امریکہ کے مشہور اخبار ”نیویارک ٹائمز“ نے اِس فوجی
سمجھوتے کی بابت صاف لکھا ہے کہ—”یہ سمجھوتہ ہماری
(امریکہ کی) کوششوں کا نتیجہ ہے اور سوویت روس اور مصر
دونوں کے خلاف کیا گیا ہے۔“ حقیقت یہ ہے کہ یہ سمجھوتہ
اُسی سلسلے کی ایک بیچ کی کڑی ہے جس کی دوسرے کی
کڑیاں پچھم میں ”نائٹو“ اور یورپ میں ”سٹو“ ہیں۔

یہ بھی دھیان دینے کی بات ہے کہ جبکہ ترکی، عراق، ایران اور
پاکستان چاروں ایشیائی دیش ہیں جن کی سرحدیں ایک
دوسرے سے ملتی ہیں یا ایک دوسرے کے پاس ہیں، انگلینڈ
اور امریکہ دونوں ایشیا سے باہر کے دیش اور اُس سے ہزاروں
میل کی دوری پر ہیں۔

دنیا کے اخباروں اور راجکاجی نمٹاؤں کے ہفتوں میں
یہ بات بھی صاف آچکی ہے کہ اِس سمجھوتے کی
اصلی غرض یورپ کے اُن دیشوں کی سٹا کو پچھم ایشیا

میں فیر سے پککا کرنا ہے جینکا بکسر اس علاقے میں ہال میں کچھ کم ہونے لگا تھا۔ اصل غرض یہ ہے کہ ایشیا کے ان دیہیوں کے تیل کے ذخائر، خاص کر ان کے قیمتی تیل کے کنوئیں پر قبضہ رکھا جائے اور اس قبضہ کو مضبوط کیا جائے۔

کودر تیل پر اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ایشیا کے اس علاقے میں آزادی کی جو تحریکوں جنم لے رہی ہیں انہیں کسی طرح دبا کر رکھا جائے۔

پچھم ایشیا کے جو دیہی بغداد کے اس سمجھوتے کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں ان کے خلاف مالی اور تجارتی ہائیکٹ کی دھمکیاں دی جاتی ہیں یا ان کی سرکاروں کو یا ان کے راجگاہی نمائندوں کو ایک دینہ یا اٹھار پھینکنے کی سازشیں ہوتی لگتی ہیں۔

یورپ کے کوئی کوئی اخبار صاف کہہ رہے ہیں کہ ایشیا کے اس حصہ میں جلدی اور کھلے طور پر دخل دیا جائے۔ ”لندن ٹائمز“ نے لکھا ہے کہ—”یو۔ این۔ او۔ کی کرائی پچھم ایشیا میں بھیجی جائے اور وہاں رکھی جائیں۔“ ”انگلینڈ کے اخبار ”ٹیلی گراف“ نے لکھا ہے کہ—”یہ اعلان ہو جانا چاہئے کہ انگلینڈ فہر سوئٹزر پر پھر سے قبضہ کریگا اور کم سے کم سن 1975 تک وہاں رہیگا۔“

دنیا ابھی اس چیز کو بھی بھولی نہیں ہے کہ کچھ عرب دیہیوں کو مصیبت میں ڈال دیا اور انہیں قابو میں رکھنے کے لئے بھی یہودیوں کو دنیا بھر کے ملکوں سے لا کر اور جمع کر کے فلسطین میں ’اسرائیل‘ نام کا ایک نیا ملک بسایا گیا تھا اور آج انہیں عربوں کو ہرباد کرنے کے لئے عرب اسرائیل جھگڑے سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور اس جھگڑے کے بہانے ان ملکوں کے اندرونی معاملوں میں زبردستی دخل دیا جا رہا ہے۔

یہ بھی دھیان رکھنے کی بات ہے کہ عربوں اور یہودیوں میں سرحد کی بابت جو کچھ جھگڑے ہوئے ان سے پہلے انگریز امیروں کے ماتحت فوج نے جاکر زبردستی یورپ کے فلسطین پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس فلسطین پر قبضہ کی یہی دو ہی وجہ بتائی جاتی ہیں، ایک یہ کہ وہاں تیل کے بڑے بڑے کنوئیں ہیں جن پر انگریز قبضہ کرنا چاہتے تھے اور دوسرے یہ کہ اس حصہ سے سعودی عرب کو دبا کر رکھا جاسکتا ہے۔

عرب دیہیوں کی جلتا ان چیزوں کو خوب اچھی طرح سمجھ رہی ہے۔ لہٰذا وہاں کے الگ الگ وچاروں اور الگ الگ پارٹیوں کے لوگ بھی بغداد کے فوجی سمجھوتے کے خلاف ہیں۔

میں اس طرح کی فوجی گت بندی کے ساتھ خلاف
ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر جمال عبدال ناصر نے حال میں کہا
ہے:—”ہمارے اس ایشیائی علاقے کے ملکوں کی رکشا
ہم نے سمجھ رکھی ہے۔ یہ ہمارا کام ہے۔ ہم اس معاملے میں
کسی باہر والے کو اپنا رکشک بنانا منظور نہیں کر سکتے۔ ہم
اپنی ہی فوجوں کی مدد سے اپنی آزادی کی رکشا کر سکتے
ہیں اور کرینگے۔“

مصر کے اسٹیمٹ منسٹر انور سعادت نے وہاں کے اخبار
”الجمہوریہ“ میں لکھا ہے کہ:—”ہندوستان کا سمجھوتہ اُن ملکوں
کی جنگ کی مرضی کے خلاف کیا گیا ہے اور اسی لئے سمجھوتہ
کرنے والے اپنے اپنے یہاں کی جنگ سے ڈرتے ہیں۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ:—”پہلے ’مڈل
ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا
مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس ہائے ایشیا
کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اُس سے سب عرب ملکوں
نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہندوستان میں سمجھوتہ
ہوا ہے وہ ایک دوسرے ڈھنگ سے اُسی پرانی تجویز میں پھر
سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہندوستان کا سمجھوتہ کسی ملک
کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے
سے وہی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اُس کی رکشا کے
لئے کیا جا رہا ہے۔“

ایک اور اخبار ”ال اخبار“ لکھتا ہے کہ:—”پہلے ’مڈل
ایسٹرن کوائڈ‘ کے نام سے ایک اور تجویز کی گئی تھی جس کا
مطلب یہ تھا کہ یورپ کے ملکوں کی فوجیں اس ہائے ایشیا
کے اس حصے میں رکھی جائیں۔ اُس سے سب عرب ملکوں
نے زوروں کے ساتھ اس کا وردہ کیا۔ اب جو ہندوستان میں سمجھوتہ
ہوا ہے وہ ایک دوسرے ڈھنگ سے اُسی پرانی تجویز میں پھر
سے جان ڈالنے کی کوشش ہے۔ ہندوستان کا سمجھوتہ کسی ملک
کی رکشا کے لئے نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ ایشیا کے اس حصے
سے وہی لوگ جو فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں اُس کی رکشا کے
لئے کیا جا رہا ہے۔“

سیریا کے بہت سے بڑے بڑے لوگوں نے جن میں جنرل
راجاچی نہتا، وہاں کی پارلیمنٹ کے ممبر، پروفیسر اور مذہبی
رہنما سب شامل تھے، حال میں ایک بیان نکالا تھا جس میں
کہا گیا ہے کہ:—”ہمارے یہاں کی جنگ ہندوستان کے سمجھوتے کو
ایک اس طرح کی فوجی گت بندی ’سمجھوتہ‘ جس کی
غرض دوسروں پر حملہ کرنا ہے۔ یہ سمجھوتہ جلدی کی اسورت
کے خلاف ہے، سیریا کے اخباروں میں بھی اُسی طرح کے لیکھ
نکل رہے ہیں۔“

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا
ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ اُن کی سرکار
طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں
ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار
”النبیق“ نے لکھا ہے:—”ہم اُن کی فوجی گت بندیوں میں
شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں
اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا
نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی
دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ
ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریز زبردستی
عراق کے لڑائی جلی ولی بن بیٹھے تھے۔ ہندوستان کے فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا
ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ اُن کی سرکار
طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں
ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار
”النبیق“ نے لکھا ہے:—”ہم اُن کی فوجی گت بندیوں میں
شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں
اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا
نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی
دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ
ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریز زبردستی
عراق کے لڑائی جلی ولی بن بیٹھے تھے۔ ہندوستان کے فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا
ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ اُن کی سرکار
طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں
ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار
”النبیق“ نے لکھا ہے:—”ہم اُن کی فوجی گت بندیوں میں
شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں
اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا
نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی
دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ
ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریز زبردستی
عراق کے لڑائی جلی ولی بن بیٹھے تھے۔ ہندوستان کے فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا
ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ اُن کی سرکار
طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں
ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار
”النبیق“ نے لکھا ہے:—”ہم اُن کی فوجی گت بندیوں میں
شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں
اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا
نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی
دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ
ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریز زبردستی
عراق کے لڑائی جلی ولی بن بیٹھے تھے۔ ہندوستان کے فوجی

لبنان کی سرکار نے بھی ہندوستان کے سمجھوتے کا وردہ کیا
ہے۔ وہاں کے بڑے وزیر رشید کیرامی نے کہا ہے کہ اُن کی سرکار
طے کر چکی ہے کہ وہ کسی ایسے سمجھوتے میں شامل نہیں
ہوگی جس سے عرب دنیا کے ٹکڑے ہو جائیں۔ لبنان کے اخبار
”النبیق“ نے لکھا ہے:—”ہم اُن کی فوجی گت بندیوں میں
شامل نہیں ہونگے، کیونکہ ہم اپنی آزادی قائم رکھنا چاہتے ہیں
اور انگریزوں، ترکوں یا پاکستانیوں کو کوئی اس کا موقع دینا
نہیں چاہتے کہ وہ ہمارے یہاں کے اندرونی معاملوں میں کوئی
دخل دیں۔ سن 1930 میں انگریزوں اور عراق کے بیچ
ایک صلحنامہ ہوا تھا جس کے انہماک انگریز زبردستی
عراق کے لڑائی جلی ولی بن بیٹھے تھے۔ ہندوستان کے فوجی

سومکریٹے میں جب سے انگلینڈ شامل ہو گیا ہے بغداد کے سمجھوتے کا وہی مطلب ہے جو سن 1980 کے انگریز عراقی صلحنامہ کا تھا۔ آج سمجھوتہ کے سمجھوتے کے ایک ذریعہ ہونے کے ناطے تکنیکی اور نوجوانی معادہ دہلے کے بہانے انگلینڈ عراقی میں کس رہا ہے۔ لبنان کہی بھی دوسری حکومتوں کا پچھلا نہیں بلوگا۔“

ترکی کے پریزیڈنٹ بشار کے ساتھ وہاں کے کچھ नेता نومبر کے شروع میں جارتن گئے تھے۔ انہوں نے جارتن کی سرکار کو یہ سمجھانا چاہا کہ وہ بھی بغداد کے سمجھوتے میں شامل ہو جاوے۔ لیکن عرب اخباروں میں جو کچھ نکلتا رہا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کے نیٹاؤں کو وہاں بھی کامیابی نہیں ملی۔ وہاں کے اخبار ”الاکرم“ نے لکھا تھا کہ ترکی کے نیٹا جہاں جاتے تھے وہاں وہاں ان کے سامنے بڑے بڑے پردرشن ہوتے تھے جن میں اس طرح کے نعرے لگاتے جاتے تھے—”ترکی عراقی سمجھوتہ ختم کرو۔“ 10 نومبر کو رائٹر اخبار ایجنسی نے وہاں سے خبر دی کہ جارتن کے نیٹا سعید المفتی اور وہاں کے دوسرے نیٹاؤں نے یہ کہا کہ جارتن سب گٹ ہدیوں سے الگ رہنا چاہتا ہے اور اسی لئے بغداد کے سمجھوتے میں شامل نہیں ہو سکتا۔

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں اپنی دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے اور ہے—تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ہمارا اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے اور ہے—تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

ظاہر ہے کہ پچھم ایشیا کے دیہوں کے بارے میں انگلینڈ اور امریکہ کی پالیسی دنیا کے امن کے لئے اور خود ان دیہوں کی آزادی اور بہبودی کے لئے بہت ہی خطرناک ہے۔ عرب ملک اور عرب قومیں اپنی آزادی کی قدر کرتی ہیں اور دنیا کی سب قوموں کے ساتھ امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے اپنے بڑے پڑوسی روس کے ساتھ بھی امن سے رہنا چاہتی ہیں۔ سوویت روس کی لگ بھگ سب ایشیائی جمہوریتوں کی سرحدیں اپنی دیہوں کے ساتھ ملی ہوئی ہیں۔ اسی لئے انگریز اور امریکی ان کے ساتھ اس طرح کے سمجھوتے کرنا چاہتے ہیں۔ عرب اسے خوب سمجھتے ہیں۔

ہماری اپنی نگاہ اس سے سب سے ادھک اپنے پڑوسی پاکستان کی طرف ہے۔ ہم پاکستان کو ہمیشہ کے لئے آزاد اور خوشحال دیکھنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اگر دنیا سے محبت ہے اور ہے—تو سب سے ادھک محبت ہمیں پاکستان اور اپنے پاکستانی بھائیوں سے ہے۔ لیکن اس محبت ہی کے ناطے ہمیں یہ حق ہے اور ہمارا یہ فرض بھی ہے کہ ہم جہاں خطرہ دیکھیں وہاں جس سے محبت ہے اسے آگہ کر دیں۔ ہم کمیونسٹ نہیں ہیں۔ پر ہم چین اور روس کو آئے ہیں۔ ہم کئی کئی چکر یورپ کے بھی لگا چکے ہیں۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو سکتا کہ بغداد کے سمجھوتے میں پاکستان کا شامل ہونا اور کسی کے لئے کچھ بھی اثر رکھے یا نہ رکھے، پاکستان

اور وہاں کے لوگوں کے لئے کسی طرح اور کسی معنی میں بھی مفید نہیں ہو سکتا۔

اٹھ سال پہلے کے ملے جلے ہندوستان کو جن گناہوں کے بدلے میں دیر سے برس سے اوپر غوروں کی غلامی میں رہنا پڑا ان میں سے ایک بڑا گناہ یہ تھا کہ ہماری ہندو مسلم اور سکھ یعنی ہندوستانی فرجوں نے غوروں کے تلواردار بن کر دوسرے ملکوں میں جا کر رہاں کے بے گناہ اوگوں پر گواہی دے مانیں اور غوروں کو ان کی اس ناپاک کوششوں میں مدد دی کہ وہ دوسروں کو اپنا ظلم بنا سکیں۔ ہم سب کو اس گناہ سے یا اس کے امکان سے بھی اب کسوں دور رہنا چاہئے۔ تب سے اب تک دنیا بہت آگے بڑھ چکی ہے اور بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارا اپنا عقیدہ ہے کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی مرضی کے مطابق ہے۔ ان نازک حالات میں ہر ملک، ہر قوم اور ہر آدمی کا فرض ہے کہ دنیا کے حالات کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کی کوشش کرے اور کم سے کم یہ کہ جب کوئی قدم اٹھارے تو خود اپنے ہاتھ پیر بچا کر اٹھارے۔

12-12-'55

—سुन्दरलाल

—ساندر لال

12. 12. 55

نئے چین میں زمین کی ویوستہا

نیا چین آج کل کے لئے ایک کمیونسٹ دیس مانا جاتا ہے۔ کمیونسٹم ایک درجے تک نیا چین کا آدھار بھی ہے۔ لیکن چین کے لوگوں کے اندر چین کی کمیونسٹم سے کافی دور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کمیونسٹم یا نیا سماج-वाद ہے اور نیا چین ابھی بیس یا تیس برس کے بعد سماج-वाद کے آدھار تک پہنچ سकेگا۔ اس کے بعد سماج-वाद سے سماج-वाद تک پہنچنے میں کتنا سے لگتا ہے آگے کی بات ہے۔

اس بارے میں چین کی آج کل کی स्थिति کا खासा अच्छा चित्र हमें वहां की जमीन की व्यवस्था से मिल सकता है। नया चीन में खेती की अधिकतर जमीन की मालिक न सरकार है और न समाज, और न वहां कम्युनिस्ट डक्क की मिलकीयत है। वहां अधिकतर जमीन के मालिक बड़ी अलग अलग किसान हैं जो अपनी-अपनी जमीन में खेती करते हैं। किनोबा जी कहा करते हैं—“सबै भूमि गोपाल की。” संस्कृत की एक कहावत है—“किसान ही जमीन का मालिक है。” मुहम्मद साहब की एक हदीस है—“सारी जमीन अल्लाह की जमीन है, और सब मनुष्य अल्लाह के बन्दे हैं: जो कोई किसी परी हुई जमीन को जोखता और जोख है उसी का उस जमीन पर सबसे

नया चीन

नया चीन आम तौर पर एक कम्युनिस्ट देश माना जाता है। कम्युनिज्म एक दर्जे तक नया चीन का आधार भी है। लेकिन चीन के लोगों के अनुसार चीन अभी कम्युनिज्म से काफी दूर है। उनका कहना है कि कम्युनिज्म यानी साम्यवाद की पहली सीढ़ी सोशलिज्म यानी समाज-वाद है और नया चीन अभी बीस या तीस बरस के बाद समाजवाद के आधार तक पहुँच सकेगा। उसके बाद समाज-वाद से साम्यवाद तक पहुँचने में कितना समय लगेगा यह आगे की बात है।

नये चीन میں زمین کی ویوستہا

نیا چین عام طور پر ایک کمیونسٹ دیس مانا جاتا ہے۔ لیکن چین کے لوگوں کے اندر چین کی کمیونسٹم سے کافی دور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کمیونسٹم یا نیا سماج-वाद ہے اور نیا چین ابھی بیس یا تیس برس کے بعد سماج-वाद کے آدھار تک پہنچ سकेگا۔ اس کے بعد سماج-واد سے سماج-واد تک پہنچنے میں کتنا سے لگتا ہے آگے کی بات ہے۔

اس بارے میں چین کی آج کل کی स्थिति کا खासा अच्छा चित्र हमें वहां की जमीन की व्यवस्था से मिल सकता है। नया चीन में खेती की अधिकतर जमीन की मालिक न सरकार है और न समाज, और न वहां कम्युनिस्ट डक्क की मिलकीयत है। वहां अधिकतर जमीन के मालिक बड़ी अलग अलग किसान हैं जो अपनी-अपनी जमीन में खेती करते हैं। किनोबा जी कहा करते हैं—“सबै भूमि गोपाल की。” संस्कृत की एक कहावत है—“किसान ही जमीन का मालिक है。” मुहम्मद साहब की एक हदीस है—“सारी जमीन अल्लाह की जमीन है, और सब मनुष्य अल्लाह के बन्दे हैं: जो कोई किसी परी हुई जमीन को जोखता और जोख है उसी का उस जमीन पर सबसे

کھانا ہرگز ہے، کسی دوسرے کو ہرگز نہیں ہے کہ اسے اس کامیابی سے نیکالے۔" (ابن کثیر، تیرمیزی، مالک) آج کل کے چین کی حالت یہی ہے۔

لیکن نئے چین کے नेता اس حال سے نیکال کر پورے-پورے، بے شمار کر، اور سب-سب کر، سماج-باد کی طرف قدم بڑھاتے جا رہے ہیں۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ الگ-الگ گاؤں یا الگ-الگ علاقوں کے پورے پورے کسان ملکر اپنی-اپنی کامیابیوں اور بے بسی کے اپنے-اپنے دوسرے کامیابیوں کو ملا کر کوآپریٹو کی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ سے بڑھتی کا سارا کام کریں اور اس طرح دیہی کی پیداوار کو بھی بڑھادیں اور خود بھی ادھک کما سکیں۔ لیکن یہ چیز کسی کے لئے لڑی نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہیں۔ جو کسان چاہیں اس طرح ملکر کام کریں اور جو نہ چاہیں اپنا الگ کام کرتے رہیں۔ اس طرح کے کوآپریٹو یا سہوگ سنگھ، جو اس سیمے چین میں کام کر رہے ہیں، انہیں چینی سیمے سوشلسٹ یعنی اردہ سماج وادی کہتے ہیں۔ اسی نومبر میں اس طرح کے کوآپریٹو کو بڑھانے اور ان کا پر بندہ تھک کرنے کے لئے وہاں کی سرکار کی طرف سے کچھ نئے قاعدے تیار کر کے دیہی کے سامنے رکھے گئے ہیں اور ان پر دیہی ہر میں سب سے رائے مانگی گئی ہے۔ ان قاعدوں سے چینی نیکالوں کے اس بارے میں وجہوں اور ان کے کام کرنے کے قاعدے کا خاصہ پتہ چلتا ہے۔

چین کے سب سے بڑے دैनिक "پیپلس ڈیلی" (جن دैनिक) میں، جس کی گراہک سنکھا ایک کروڑ سے زائد ہے، ان نئے قاعدوں کی خاص خاص باتیں چھپی ہیں جن میں سے کچھ ہم نیچے دیتے ہیں:—

"نئے قاعدوں میں سب سے پہلے کسانوں کو اس بات کا پورا پورا خیال دیا گیا ہے کہ کوآپریٹو میں شامل ہونے سے ان کے اپنے-اپنے الگ-الگ دھت کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے پائے گا۔"

"انہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کے اپنے-اپنے دھت کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے پائے گا۔"

"جو باتوں کو خاص طور سے صاف کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ کوآپریٹو میں شامل ہونا کسی کے لئے لڑی نہیں ہے، یہ پوری طرح ہر ایک کی اپنی اپنی ہے، دوسرے یہ کہ کوآپریٹو میں جہاں پورے کوآپریٹو کا ملکر ہونا اور ایک ایک کے لئے ہونا ہے۔"

زبانہ حق ہے کسی دوسرے کو حق نہیں ہے کہ اسے اس کامیابی سے نیکالے۔" (ابن کثیر، تیرمیزی، مالک) آج کل کے چین کی حالت یہی ہے۔

لیکن نئے چین کے नेता اس حال سے نیکال کر پورے-پورے، بے شمار کر، اور سب-سب کر، سماج-باد کی طرف قدم بڑھاتے جا رہے ہیں۔ کوشش یہ ہو رہی ہے کہ الگ-الگ گاؤں یا الگ-الگ علاقوں کے پورے پورے کسان ملکر اپنی-اپنی کامیابیوں اور بے بسی کے اپنے-اپنے دوسرے کامیابیوں کو ملا کر کوآپریٹو کی شکل میں ایک دوسرے کے ساتھ سے بڑھتی کا سارا کام کریں اور اس طرح دیہی کی پیداوار کو بھی بڑھادیں اور خود بھی ادھک کما سکیں۔ لیکن یہ چیز کسی کے لئے لڑی نہیں ہے۔ کسی کے ساتھ کسی طرح کی زبردستی نہیں۔ جو کسان چاہیں اس طرح ملکر کام کریں اور جو نہ چاہیں اپنا الگ کام کرتے رہیں۔ اس طرح کے کوآپریٹو یا سہوگ سنگھ، جو اس سیمے چین میں کام کر رہے ہیں، انہیں چینی سیمے سوشلسٹ یعنی اردہ سماج وادی کہتے ہیں۔ اسی نومبر میں اس طرح کے کوآپریٹو کو بڑھانے اور ان کا پر بندہ تھک کرنے کے لئے وہاں کی سرکار کی طرف سے کچھ نئے قاعدے تیار کر کے دیہی کے سامنے رکھے گئے ہیں اور ان پر دیہی ہر میں سب سے رائے مانگی گئی ہے۔ ان قاعدوں سے چینی نیکالوں کے اس بارے میں وجہوں اور ان کے کام کرنے کے قاعدے کا خاصہ پتہ چلتا ہے۔

چین کے سب سے بڑے دैनिक "پیپلس ڈیلی" (جن دैनिक) میں، جس کی گراہک سنکھا ایک کروڑ سے زائد ہے، ان نئے قاعدوں کی خاص خاص باتیں چھپی ہیں جن میں سے کچھ ہم نیچے دیتے ہیں:—

"نئے قاعدوں میں سب سے پہلے کسانوں کو اس بات کا پورا پورا خیال دیا گیا ہے کہ کوآپریٹو میں شامل ہونے سے ان کے اپنے-اپنے الگ-الگ دھت کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے پائے گا۔"

"انہیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کے اپنے-اپنے دھت کو کوئی نقصان نہیں پہنچنے پائے گا۔"

"جو باتوں کو خاص طور سے صاف کر دیا گیا ہے۔ ایک یہ کہ کوآپریٹو میں شامل ہونا کسی کے لئے لڑی نہیں ہے، یہ پوری طرح ہر ایک کی اپنی اپنی ہے، دوسرے یہ کہ کوآپریٹو میں جہاں پورے کوآپریٹو کا ملکر ہونا اور ایک ایک کے لئے ہونا ہے۔"

”اگر وہ ہے تو اس کے پاس کوئی اپنے پاس سے یا اپنی پڑی یا اپنی سڑک کے بل پر کسی دوسرے کی مہنت سے اپنے لیے بے جا کامیابی نہ بٹا سکے۔“

”ان کاموں میں سب سے زیادہ توجہ دینی چاہیے۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریتو میں شامل کرنا چاہے وہ کیوں سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھائے کہ کوآپریتو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح کی فائدہ ہے، ہائی نہیں ہے، کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑتا چلتے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریتو میں شامل ہو جائیں انہیں اس بات کا بھی حق رہیگا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریتو سے ہر ایک ہو جائیں۔“

”یہ بھی دھیان رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریتو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جائیں انہیں اس کے ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا گھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریتو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق ہر ایک کو اس کا ہونا چاہیے اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایکٹو اس کوآپریتو کے اندر ہونا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”جن جن کی زمینیں ہیں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے گا اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے طور پر) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا اپنا نیچا چھوٹا موٹا دھندا بھی کر سکتا ہے تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہر ایک کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا اپنا نیچا چھوٹا موٹا دھندا بھی کر سکتا ہے تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہر ایک کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ جو کوئی دوسرے کو کسی کوآپریتو میں شامل کرنا چاہے وہ کیوں سمجھا ہو چاہے ایسا کر سکتا ہے، یا وہ مثال سے دوسرے کو یہ دکھائے کہ کوآپریتو میں شامل ہونے سے اسے ہر طرح کی فائدہ ہے، ہائی نہیں ہے، کسی پر بھی کسی طرح کی زبردستی کا اثر نہیں پڑتا چلتے۔“

”جو لوگ ایک بار کسی کوآپریتو میں شامل ہو جائیں انہیں اس بات کا بھی حق رہیگا کہ وہ جب چاہیں اپنی زمین اور اپنے کھیتی کے سامان لیکر کوآپریتو سے ہر ایک ہو جائیں۔“

”یہ بھی دھیان رکھا گیا ہے کہ جو کسان ایک بار کسی کوآپریتو کے ممبر ہو کر پھر اس سے الگ ہو جائیں انہیں اس کے ہونے کی وجہ سے کسی طرح کا گھانا یا نقصان اٹھانا نہ پڑے۔ کوآپریتو کا ممبر بننے کے بعد بھی اپنی زمین پر اور اپنے کھیتی کے دوسرے سامانوں پر ملکیت کا حق ہر ایک کو اس کا ہونا چاہیے اور اس کی ان چیزوں کا کوئی ایکٹو اس کوآپریتو کے اندر ہونا اس اصل مالک کی رضامندی کے نہیں کیا جاسکتا، تاکہ جب وہ چاہے اسے الگ ہونے میں آسانی دے۔ خاص کر کھیتی کے جانوروں اور اوزاروں کے استعمال میں اس کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”جن جن کی زمینیں ہیں انہیں زمین کے مالک کی حیثیت سے منافع کا حصہ الگ ملے گا اور ممبر کی حیثیت سے جو وہ محنت کریں گے اس کے لئے (مزدوری کے طور پر) منافع کا حصہ الگ ملے گا۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نیچا چھوٹا موٹا دھندا بھی کر سکتا ہے تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہر ایک کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”اس کا بھی خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریتو کی ترقی کے لئے پونجی بنی رہے۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نیچا چھوٹا موٹا دھندا بھی کر سکتا ہے تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہر ایک کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”کوآپریتو کا ہر ممبر کوآپریتو کے کام کے علاوہ اپنا نیچا چھوٹا موٹا دھندا بھی کر سکتا ہے تاکہ غریب کسان اور بچے کے درجے کے کسان دونوں ہر ایک کا فائدہ اٹھا سکیں۔“

”جواب ہی جاس ضرورتوں اور جاس حالاتوں کا بھی جھجکا رہا گیا ہے۔ کسی کسان کی اگر زمین ادھک اچھی ہے اور اُس کے بیل کم کڑے والے کی کسی ہے تو اُس کو زمین کے مالک کی حالت سے ملنے کا ادھک حصہ دیا جائیگا۔ ایسے ہی کہیں پر زمین کم ہے اور آدمی ادھک ہیں۔ ایک ایک حالتوں کے انوسار زمین کی ملکیت کے لئے ملنے کا حصہ کہیں مزدوری سے کم دیا جائیگا اور کہیں مزدوری کے برابر۔“

”کوئی بات ایسی نہیں کی جائیگی جس سے کسی کسان کی اپنی زمین کی ملکیت کے حق میں کوئی فرق آئے۔“

”مونا کے کی تکرسیم زمین کے چٹیا یا بڑیا ہونے کے انوسار اور اسل پداوار کے متاثر کی جائیگی۔“

”عام طور پر شروع میں کھیتی کے کوئی چانور یا کوئی اوزار جس کسان کے ہونگے۔ اُس کی ملکیت رہیگا۔ وہی اُنکے چانوروں کو کھانے پلانے کا تانہ چانور بھی ٹھیک رہ سکے اور کوآپریٹو پر بھی قرضہ نہ لے۔“

”جب بھی کوآپریٹو چانوروں کو کھانے پلانے اور ٹھیک طرح رکھنے کے قابل ہوگا تب اصل مالک کی رضامندی سے چانوروں کو مالک سے خرید کر اپنا کر لیا۔“

”اس طرح ہر ایک کی نجی ملکیت اور سب کا ملا جلا اپنی دونوں میں ایک ٹھیک ٹھیک سنبھال رہیگا۔“

”اپنی چلتی زمین کوئی کسان کوآپریٹو کو دینا اُس کے انوسار ملانے میں اُس کا حصہ سمجھا جائیگا۔“

”نل زمین اور کھیتی کے دوسرے سادھنوں کو ملا کر سب کی رضامندی سے اُن کا آپریٹو کیا جائیگا۔“

”کوآپریٹو کے ہر ممبر کی کچھ نہ کچھ اپنی انک نجی زمین رہ سکے گی جس طرح چاہے کم میں لے۔“

”نصیب کے بولے میں دیہی کی اور خاص کر اُس علاقے کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”پیداوار میں سے پہلے سرکار کا حصہ الگ کر دیا جائیگا۔“

”پیداوار کے خرچ اور لاگت کے لئے پیداوار الگ کر دی جائیگی جس میں مزدوری بھی شامل ہوگی اور پھر کچھ زر و زلف رکھا جائیگا اور کچھ سب ممبروں اور اُن کے بال بچوں کے آرام اور آسائش کے کاموں میں خرچ کیا جائیگا۔“

”ممبروں کو مونا کے کا جو کچھ حصہ ملتا ہے اُس کی کرنلی کی جائیگی اور اُس میں سے کچھ حصہ انہیں پیشگی سم دیا جائیگا۔“

”نکلی پات ایسی نہیں کی جائیگی جس سے کسان کی اپنی زمین کی ملکیت کے حق میں کوئی فرق آئے۔“

”مونا کے کی تقسیم زمین کے کھانا یا بڑیا ہونے کے انوسار اور اصل پیداوار کے مطابق کی جائیگی۔“

”عام طور پر شروع میں کھیتی کے کوئی چانور یا کوئی اوزار جس کسان کے ہونگے۔ اُس کی ملکیت رہیگا۔ وہی اُنکے چانوروں کو کھانے پلانے کا تانہ چانور بھی ٹھیک رہ سکے اور کوآپریٹو پر بھی قرضہ نہ لے۔“

”جب بھی کوآپریٹو چانوروں کو کھانے پلانے اور ٹھیک طرح رکھنے کے قابل ہوگا تب اصل مالک کی رضامندی سے چانوروں کو مالک سے خرید کر اپنا کر لیا۔“

”اس طرح ہر ایک کی نجی ملکیت اور سب کا ملا جلا اپنی دونوں میں ایک ٹھیک ٹھیک سنبھال رہیگا۔“

”اپنی چلتی زمین کوئی کسان کوآپریٹو کو دینا اُس کے انوسار ملانے میں اُس کا حصہ سمجھا جائیگا۔“

”نل زمین اور کھیتی کے دوسرے سادھنوں کو ملا کر سب کی رضامندی سے اُن کا آپریٹو کیا جائیگا۔“

”کوآپریٹو کے ہر ممبر کی کچھ نہ کچھ اپنی انک نجی زمین رہ سکے گی جس طرح چاہے کم میں لے۔“

”نصیب کے بولے میں دیہی کی اور خاص کر اُس علاقے کی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا جائیگا۔“

”پیداوار میں سے پہلے سرکار کا حصہ الگ کر دیا جائیگا۔“

”پیداوار کے خرچ اور لاگت کے لئے پیداوار الگ کر دی جائیگی جس میں مزدوری بھی شامل ہوگی اور پھر کچھ زر و زلف رکھا جائیگا اور کچھ سب ممبروں اور اُن کے بال بچوں کے آرام اور آسائش کے کاموں میں خرچ کیا جائیگا۔“

”ممبروں کو مونا کے کا جو کچھ حصہ ملتا ہے اُس کی کرنلی کی جائیگی اور اُس میں سے کچھ حصہ انہیں پیشگی سم دیا جائیگا۔“

”ممبروں کو مونا کے کا جو کچھ حصہ ملتا ہے اُس کی کرنلی کی جائیگی اور اُس میں سے کچھ حصہ انہیں پیشگی سم دیا جائیگا۔“

“کوآپریٹو اپنے ممبروں کو اس بات سے متنبہ کر رہا ہے کہ ہر ممبر اپنے گھر والوں کے ساتھ ملکر کوئی نہ کوئی ایسا کام کرے جس سے کوآپریٹو کے کام میں فرق نہ پڑے۔ کوآپریٹو کی آمدنی جتنی بڑھتی جائے گی ممبروں کے آرام اور آسائش کے سادھنوں پر اتنا ہی ادھک سے ادھک خرچ کیا جائیگا۔

”اس کا خاص خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کا پورا فائدہ اُس کے ممبروں کو پہونچے اور کوئی ایسی چیز دوسروں کی منکحات سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

”زیادہ بڑے یا امیر کسانوں کو ابھی فی الحال ان کوآپریٹو میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

”اس پر نگاہ رکھی جائیگی کہ دیہی میں پنہنی زاد گتہ اور سچا زاد بڑے۔

”کوآپریٹو کے انتظام میں سب کے یعنی چلتا کے مت کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ سارا پرہندہ ممبروں کے ہی ہاتھ میں رہیگا، کوئی باہر والا، سرکاری یا غیر سرکاری، ان کے انتظام میں دخل نہیں دے سکیگا۔

”نوآپریٹو کے انتظام میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوآپریٹو کا کوئی ادھکاری اپنے ادھکار کو اس طرح کے کام میں نہ لے سکے کہ جس سے ممبروں کے یعنی عام لوگوں کے ادھکاروں میں اور ان کی آزادی میں کسی طرح بھی کوئی فرق آسکے۔

”جو ادھکاری اس کے خلاف جائیگے ان کی خاص روک تھام کا انتظام کیا گیا ہے۔ کسان کوآپریٹو کا یہ ایک طرح سے راجکاجی پہلو ہے۔“

”نئے نئے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چمن کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

21. 12. 55.

—سुन्दरलाल

”اس کا خاص خیال رکھا جائیگا کہ کوآپریٹو کا پورا فائدہ اُس کے ممبروں کو پہونچے اور کوئی ایسی چیز دوسروں کی منکحات سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔

”زیادہ بڑے یا امیر کسانوں کو ابھی فی الحال ان کوآپریٹو میں شامل نہیں کیا جائیگا۔

”اس پر نگاہ رکھی جائیگی کہ دیہی میں پنہنی زاد گتہ اور سچا زاد بڑے۔

”کوآپریٹو کے انتظام میں سب کے یعنی چلتا کے مت کا پورا خیال رکھا جائیگا۔ سارا پرہندہ ممبروں کے ہی ہاتھ میں رہیگا، کوئی باہر والا، سرکاری یا غیر سرکاری، ان کے انتظام میں دخل نہیں دے سکیگا۔

”نوآپریٹو کے انتظام میں اس کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ کوآپریٹو کا کوئی ادھکاری اپنے ادھکار کو اس طرح کے کام میں نہ لے سکے کہ جس سے ممبروں کے یعنی عام لوگوں کے ادھکاروں میں اور ان کی آزادی میں کسی طرح بھی کوئی فرق آسکے۔

”جو ادھکاری اس کے خلاف جائیگے ان کی خاص روک تھام کا انتظام کیا گیا ہے۔ کسان کوآپریٹو کا یہ ایک طرح سے راجکاجی پہلو ہے۔“

”نئے نئے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چمن کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

”نئے نئے کسان کوآپریٹو کے ان نئے قاعدوں سے نئے چمن کی اسپرٹ کا پتہ چلتا ہے اور ہم اور دوسرے بہت سے دیہی اُس سے بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

—सुन्दरलाल

21. 12. 55

दिल्ली की नुमायश और 'नव जीवन'

दिल्ली की उस बड़ी नुमायश में, जिसे देखने को लाखों आदमी भारत के दूर-दूर के भागों से आ रहे हैं, हमें दो बार जाने का मौका मिला। दोनों बार हमने सामने घुसते ही एक ऊँची दीवार पर नागरी अक्षरों में 'नव जीवन' शब्द लिखे हुए देखे। 'नव जीवन' शब्द भारत भर में प्रसिद्ध है। प्रदर्शनी की उस दीवार पर उन्हें लिखा देखकर हम यह समझे कि वहाँ नव जीवन प्रकाशन की पुस्तकें रखी होंगी। हमें कुछ खुरशी भी हुई यह सोचकर कि सरकार ने और उस नुमायश के अधिकारियों ने महात्मा गांधी के विचारों के खास प्रचारक 'नवजीवन' को वहाँ जगह दी है

दली کی نمائش اور "نوجیون"

دلی کی اُس بڑی نمائش میں، جسے دیکھنے کو لاکھوں آدمی بھارت کے دور دور کے भागों سے آ رہے ہیں، ہمیں دو بار جانے کا موقع ملا۔ دونوں بار ہم نے سامنے کھستے ہی ایک اونچی دیوار پر ناگरी अक्षरों میں 'नवजीवन' شब्द لکھ ہوئے دیکھے۔ 'नवजीवन' शब्द भारत भर में प्रसिद्ध है। प्रदर्शनी की उस दीवार पर उन्हें लिखा देखा हमें यह समझ में आया कि वहाँ नव जीवन प्रकाशन की पुस्तकें रखी होंगी। हमें कुछ खुरशी भी हुई यह सोचकर कि सरकार ने और उस नुमायश के अधिकारियों ने महात्मा गांधी के विचारों के खास प्रचारक 'नवजीवन' को वहाँ जगह दी है

بہار ہندی بھائی بھائی ہے۔ دوسری بار جب ہم گئے اور انہیں ملے تو اس وقت کے پاس سے نکلے تو ہم نے ایک اور کی دیوار پر 'نیا دنیا' کا انگریزی انشورڈ The New Life لکھا ہوا دیکھا۔ ہم کچھ چکر لگائے، کیونکہ عام طور پر اس طرح کے انشورڈ نہیں کیا جاتا۔ ہم نے ایک درشک سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ انہیں کے اس بھائی کا 'نوجوان' پرکاشن کے ساتھ کوئی سبب نہ ہے۔ ہم نے اندر جا کر دیکھا تو دیکھا۔ اس گھر کے اندر تھوڑے سے میں بھارت کی اس رسم کی پچھلی ہوئی حالت کو دیکھا گیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس طرح بتایا گیا ہے۔ سدا کے معاملہ میں ایک ایک رائے تو میں ہی۔ وہاں میں کچھ چیزیں ٹھیک معلوم ہوئیں اور کچھ ناٹھیک بھی۔ سرکاری یوچناؤں کا پورا پرچار تھا۔ ساری پرورشانی کا ہی یہ خاص پہلو صاف چمکتا ہے۔ بھارت کے بزم سے بزم مشہور پونجی پتوں کے نوٹو بھی اس 'نوجوان' گھر میں خاص طور سے دکھائے گئے ہیں۔ ان کی طرف لوگوں کا رشک دیکھا آکشت کیا گیا ہے جو 'ہو' اچھا برا یا ملے جلا' پرورشانی کا وہ بھائی نہ کوئی گاندھی وادی چمکتا ہے نہ کوئی کمپونٹ چیز ہے، وہ ہے شدہ پونجی وادی۔ گاندھی جی کے وچاروں یا نوجوانوں کے وچاروں سے اس کا کوئی سبب نہ ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملا کر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاپور جی گاندھی کے وچار دیکھ سدا کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھ دے — "گاندھی جی کے وچار" اور اس پر بھی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی پوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چنتا ہے۔ پر نوجوانوں کے وچاروں کا 'نوجوان' نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے جو سہوہر ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کہتی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے وچار کا اور اپنے کام کے دکھانے کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آ لہنا اس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور 'جائے یا اٹھانے' جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

نماہن میں بہت سے دیکھنے کے اپنے اپنے الگ الگ 'نمائش گھر' ہیں۔ ویدیشی نماہن گھروں میں انھیں پتاری سب سے ایک تعریف چینی نماہن گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا 'چینی کہتوں کی بھادار' چینی دستکاروں نے چینی کی اودیوٹک انٹلی اور چین کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سبب پرورشانی ہے۔

یوں تو بھارت میں ہندو گاندھی اور پارسی گاندھی سب ملا کر ہزاروں ہی گاندھی ہیں۔ ہو سکتا ہے ان میں سے کسی رستم جی شاپور جی گاندھی کے وچار دیکھ سدا کے بارے میں گاندھی جی کے وچاروں کے ٹھیک آئے ہیں۔ ایسی صورت میں اگر کوئی رستم جی کا انویائی رستم جی کے وچاروں کو دستک کے روپ میں پرکشت کرے اور دستک کا نام رکھ دے — "گاندھی جی کے وچار" اور اس پر بھی نام لکھا ہو، تو کون روک سکتا ہے۔ قانونی پوزیشن کیا ہے ہم نہیں جانتے، نہ ہمیں جاننے کی چنتا ہے۔ پر نوجوانوں کے وچاروں کا 'نوجوان' نام کو اس طرح کام میں لانا بڑی غلط بات ہے جو سہوہر ہے ہماری طرح اور بہت سوں کو بھی کہتی ہو۔ اپنے وچاروں اور اپنی یوچناؤں کے وچار کا اور اپنے کام کے دکھانے کا ہر ایک کو حق ہے، پر اس طرح کسی نام کی آ لہنا اس نام کے ساتھ اٹھانے کرنا ہے اور 'جائے یا اٹھانے' جتنا کو دھوکے میں ڈالنے کی کوشش ہے۔

نماہن میں بہت سے دیکھنے کے اپنے اپنے الگ الگ 'نمائش گھر' ہیں۔ ویدیشی نماہن گھروں میں انھیں پتاری سب سے ایک تعریف چینی نماہن گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا 'چینی کہتوں کی بھادار' چینی دستکاروں نے چینی کی اودیوٹک انٹلی اور چین کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سبب پرورشانی ہے۔

نماہن میں بہت سے دیکھنے کے اپنے اپنے الگ الگ 'نمائش گھر' ہیں۔ ویدیشی نماہن گھروں میں انھیں پتاری سب سے ایک تعریف چینی نماہن گھر کی کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ وہاں چینی کا 'چینی کہتوں کی بھادار' چینی دستکاروں نے چینی کی اودیوٹک انٹلی اور چین کی بنی ہوئی کچھ نئی مشینیں سب کا بڑا سبب پرورشانی ہے۔

हसी नुमायरा घर में भी रुस की औद्योगिक और सांस्कृतिक वैज्ञानिक उन्नति का सब पर बहुत गहरा प्रभाव पड़ता है। बाक़ी घरों में से पूरबी जर्मनी के नुमायरा घर में दो चीजें लोगों को खास तौर से पसन्द आती हैं—एक शीशे का एक आदमी जिसके अन्दर की अंतर्दृष्टियाँ, फेफड़े, दिल, गुर्दा, और एक एक नस साफ दिखाई देती है और वह सब अंग काम करते हुए भी दिखाई देते हैं, और दूसरे एक अन्द अंधेरा शामियाना जिसमें तारों भरी रात का समान और तारों और गृहों का घूमना देखने को मिलता है। अमरीकी नुमायरा घर, जिसमें पेटम और बिजली अधिक है, लोगों को एक तरह का जादूघर मालूम होता है। भारत के नुमायरा घरों में कुछ घरेलू वंशों का भी अच्छा प्रदर्शन है, पर अधिकतर सरकार की पंच वर्षी योजना और भारत के बड़े बड़े पूँजीपतियों और कारखानों के मालिकों का बढ़िया विज्ञापन है।

एक अन्तर्राष्ट्रीय प्रदर्शनी की हैसियत से चीज अच्छी है, पर जहाँ तक अपने देश का सम्बन्ध है, हमने जगह जगह लोगों के मुँह से यही शब्द या इनसे मिलते जुलते शब्द सुने—“भैया, सब सरमायादारों का खेल है !” यह है जनता पर आम असर और हमें यह गलत भी नहीं साबूम हुआ.

8-12-'65

—सुन्दरलाल

पेक्षोपैथी और दूसरे इलाज के तरीके

पिछले कई लेखों में हम यह दिखा चुके हैं कि नए चीन की सरकार यूरोप के ऐलोपैथिक इलाज से पूरा पूरा लाभ उठाने के साथ साथ अपने देश के पुराने इलाज के तरीके से भी कितना लाभ उठा रही है और उसे किस तरह बढ़ावा दे रही है; सरकार ने वहां एक खास महकमा खोल रखा है जिसका काम पुराने इलाज के तरीकों की साइंसी ढंग से खोज करना है, अनेक शहरों में बड़े बड़े अस्पताल खोले गए हैं जिनमें केवल पुराने तरीके से ही सब रोगों का इलाज किया जाता है, पुरानी दवाओं को नए रोगों पर आजमाया जा रहा है, अनेक रोगों में उन्हें ऐलोपैथिक दवाओं और ऐलोपैथिक इलाज के मुकाबले में पुरानी दवाएं और पुराना इलाज अधिक सफल मालूम हुआ है।

हाल में पेकिंग के बच्चों के अस्पतालों के डिप्टी डाइरेक्टर डाक्टर शु चेंग-मेन ने कहा है कि बच्चों के लकवे की बीमारी में जिसे 'इनफेन्टाइल पैरेलिसिस' कहते हैं पिछले दो साल के अन्दर पुराने तरीके से उनके यहां डिहटर कीसरी (76%) बीमार बिलकुल अच्छे हो गए.

میں نے اس وقت تک کہ میں ہی دوسری آنسو بہا کر اور خاص کر وہاں تک
 پہنچنے کا سب سے پہلا تجربہ کر رہا ہوتا ہے۔ بالائی گھروں میں سے
 اپنی چڑھائی کے نشانیں گھر میں دو چیزیں لوگوں کو خاص طور
 پر پسند آتی ہیں۔ ایک شہسہ کا ایک آدمی جس کے اندر
 'توڑا'، 'پھینکا'، 'دل'، 'کودہ' اور ایک ایک نس صاف دکھائی
 دیتی ہے اور یہ سب ایک کام کرتے ہوئے بھی دکھائی دیتے
 ہیں اور دوسرے ایک ہلکا اندھیرا شامیانہ جس میں تاروں
 پر روشنی کا سلسلہ اور تاروں اور گروہوں کا کھمبہ دیکھنے کو ملتا
 ہے۔ امریکی نشانیں گھر، جس میں ایٹم اور بجلی ادھک ہے،
 انہیں کہ ایک طرح کا جادو گھر معلوم ہوتا ہے۔ بھارت کے
 نشانیں گھروں میں گھریلو دھندوں کا بھی اچھا پرورش ہے، پر
 دھندوں کی پینج ورشی پوجنا اور بھارت کے ہرے ہرے
 رنگی پتھروں اور کارخانوں کے مالکوں کا بوجھا دکھائیں ہے۔

ایک انور اہل عربہ پور مشی کی حیثیت سے چیز اچھی ہے ۔
و جہاں تک اپنے دیہی کا سہارا ہے ہم نے جگہ جگہ لوگوں
کے منہ سے یہی شہد یا ان سے ملے جلتے شہد سنے۔ ”یہاں !
سب سرسبز لوگوں کا گھل ہے !“ یہ ہے جنتا پر عام اثر اور
انہیں یہ غلط بھی نہیں معلوم ہوا ۔

سینڈر لال

8. 12. 55

ایلوپیتھی اور دوسرے علاج کے طریقے

پہلے کئی لکھوں میں ہم یہ دکھا چکے ہیں کہ نئے چھوٹی
نی سرکار یورپ کے ایلوپیتھک علیج سے پورا پورا لاپ اٹھا نے کے ساتھ
ساتھ اپنے دیہن کے پرانے علیج کے طریقے سے بھی کتنا لاپ اٹھا رہی
تھی اور اسے کس طرح بڑھاوا دے رہی تھی ۔ سرکار نے وہاں ایک
خاص محکمہ کھول رکھا ہے جس کا کام پرانے علیج کے طریقوں کی
سائنسی قدیم سے کھوج کرنا ہے ۔ انیک شہروں میں بڑے بڑے
اسپتال کھولے گئے ہیں جن میں کھول پرانے طریقے سے ہی سب
رگوں کا علیج کیا جاتا ہے ۔ پرانی دواؤں کو نئے روگوں پر آزمایا
جاتا رہا ہے ۔ انیک روگوں میں انہیں ایلوپیتھک دواؤں اور
ایلوپیتھک علیج کے مقابلے میں پرانی دواؤں اور پرانا علیج
لحک سہل معلوم ہوا ہے ۔

حال میں پوئنگ کے بچوں کے اسپتال کے طبی ڈائریکٹر
 شوچیونگ وین نے کہا ہے کہ بچوں کے لقوہ کی بیماری میں جسے
 'ہیپاٹائٹس پریلیکس' کہتے ہیں پچھلے دو سال کے اندر پورے طور پر
 مٹنے لگی ہے۔ یہاں چھتر فیصدی (76%) بیمار بالکل اچھے ہو گئے۔

अधुनक दवाई-आजार भाजनाई गई. इलाज में उनका दस हजार से अधिक रुपये खर्च हुआ. बजाय अच्छा होने के मर्ज बढ़ता ही चला गया. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बक्षेरा सिबाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बक्षेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें रूप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. डेढ़ महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाजुक हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें जरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और वलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

20. 12. 55

—सुन्दरलाल

अधुनक दवाई-आजार भाजनाई गई. इलाज में उनका दस हजार से अधिक रुपये खर्च हुआ. बजाय अच्छा होने के मर्ज बढ़ता ही चला गया. बचन तीस पाउन्ड घट गया. मद्रास से फिर दिल्ली लौट आए. अब किसी मित्र ने उन्हें आयुर्वेदिक इलाज कराने की सलाह दी. श्री बक्षेरा सिबाय पेलोपैथिक के और सब इलाजों को ढोंग समझते थे. आखिर मजबूर होकर मार्च सन् 1953 में उन्होंने अपने को दिल्ली ही के एक अनुभवी वैद्य के हवाले कर दिया. केवल दो दिन की दवा से उन्हें इतना फरक दिखाई दिया कि उन्होंने इलाज जारी रखा. वैद्य ने खाना उन्हें सादा बिना मान्स का दिया. बचन धीरे धीरे फिर पहला सा हो गया और श्री बक्षेरा बिलकुल तन्दुरुस्त हो गए.

राजकुमारी जी के ही ध्यान में उन्होंने वैद्य का एक और मामला आया है जिसमें रूप के पढ़े हुए श्री जी. पी. कपिल टैक्सटाइल इनजीनियर की पत्नी के एक लड़का दिल्ली के एक अस्पताल में पैदा हुआ. एक महीने के अन्दर बच्चे को बड़बुझी और दस्त शुरू हो गए. डेढ़ महीने तक तरह तरह की दवाइयाँ और इनजेक्शन दिये गए. अच्छे से अच्छे डाक्टर इलाज करने वाले थे. बच्चे की हालत नाजुक हो गई. आखिर मजबूर होकर उन्होंने दिल्ली के उन्हीं अनुभवी वैद्य का इलाज शुरू कराया. आठ दस दिन के अन्दर बच्चा बिलकुल अच्छा हो गया. अब वह बच्चा तीन बरस का हो चुका है और अपनी तन्दुरुस्ती के लिये इनाम पा चुका है.

देश भर से इस तरह के अनगिनत रोगियों का हाल बयान किया जा सकता है. हमने यह दो केस केवल इस लिये दिये हैं कि यह दोनों दिल्ली के हैं और स्वयं राजकुमारी जी के नोटिस में आचुके हैं. हमें इसमें जरा भी संदेह नहीं कि पेलोपैथी को छोड़कर इलाज के दूसरे तरीकों की तरफ भारत सरकार का रुख, तजरबा, समझ और वलील तीनों के खिलाफ है और देशवासियों की माली हालत, उनकी तन्दुरुस्ती और बिद्या की उन्नति तीनों के लिये अत्यन्त हानिकर है.

—सुन्दरलाल

20. 12. 55

पिछली 19 फरवरी को आचार्य नरेन्द्र देव की लम्बी बीमारी के बाद इरोड (दक्खिन भारत) में अचानक मौत हो गई। उनका शव लखनऊ लाया गया जहाँ हथारों रामगीन दोस्त अह्बाबों के आँसुओं के बीच उसे ठीक वही जगह आग की लपटों के सुपुर्द कर दिया गया जहाँ कुछ बरस पहले भीमती सरोजिनी नायडु और डाक्टर बीरबल साहनी के पार्श्व जित्म आग के सुपुर्द किये गये थे।

यूँ तो मौत के वक्त आचार्य जी 65 बरस के थे फिर भी उनका इस तरह आचानक चला जाना न सिर्फ उनके आत्मीयों, दोस्तों और प्रजा सोशलिस्ट पार्टी वालों को अप्सरा बल्कि हिन्दुस्तान के हर समझदार नागरिक को इससे सख्त सद्मा पहुँचा. आचार्य जी की शरसीयत में कुछ देसी बात थी जिसने उन्हें सबका प्रिय पात्र बना दिया था. वे हम राजनीति में रहते हुये भी राजनीति के तंग नजरिये से ऊपर थे. सीधा-सादा, मधुर, प्रेम से भरा हुआ उनका व्यक्तित्व था जो हर एक को उनका प्रशंसक बना देता था. उनकी नेकनीयती, ईमानदारी, कर्तव्य निष्ठा, सचाई और साफगोई सब पर असर डालती थी इसीलिये उनके चले जाने का देश के हर गिराह, हर पार्टी और हर व्यक्ति को रंज है.

भारतीय कल्चर, भारतीय सभ्यता और भारतीय दर्शन के ने बहुत बड़े विद्वान थे। बौद्ध धर्म पर उनके ग्रंथ विद्वत्ता, खोज और सरलता से भरे हुये हैं। आचार्य जी की हिन्दु-स्तान के राजनैतिक और सांस्कृतिक जीवन में एक खास जगह थी जिसे जल्द भर सकना नामुमकिन मालूम होता है। हम भी अपने इस राम में देशवासियों के साथ शरीक हैं।

क्राप्ती मोहम्मद अब्दुल गफ्फार

कुल हिन्दू अजुमन तरक्की-ए-उर्दू के जनरल सेक्रेटरी
 काजी अब्दुल गफ्फार का पिछले दिसम्बर में लम्बी बीमारी
 के बाद अलीगढ़ में इन्तकाल हो गया। काजी साहब एक
 खामोश, सीधे-सादे लेकिन बहुत ऊँचे दर्जे के आलिम,
 उर्दू ज़बान के सेवक और हिन्दुस्तान की मिली जुली कल्चर
 के प्रबर्द्धक हामी थे। उनमें आला दर्जे की संगठन की
 शक्ति थी और उसूलों के लिये तकलीफ़ बरदाश्त करने की
 शक्ति।

वे हिन्दुस्तानी कल्चर सोसायटी की 'गवर्निंग बॉडी' के मेम्बर और 'नया हिन्दू' के ड्रम बंदों में थे. उनकी मौत से जो जगह खाली हुई है उससे आसानी से नहीं भरा जा सकता. 'नया हिन्दू' की तरफ से उनके खानदान के लोगों के साथ बिली डमवर्डी का इस्तेमाल करते हैं.

25. 2. '66

—विश्वम्भरनाथ पांडे

آجاریہ نوین دیو

بچہ 19 فروری کو آجاریہ ٹریڈنگ دیو کی لمبی بیماری کے بعد ملار (دکن بھارت) میں اچانک موت ہو گئی۔ اُن کا شو نہایا گیا تھا جہاں ہزاروں غمگین دوست احبابوں کے آنسوؤں کے بیچ اُسے ٹھیک اُسی جگہ آگ کی لہٹوں کے سپرد کر دیا گیا تھا جہاں کچھ برس پہلے شریستی سوچنی ٹائڈو اور ڈاکٹر بربل سلائی کے پارتھو جسم آگ کے سپرد کئے گئے تھے۔

یوں تو موت کے وقت آچاریہ جی 65 برس کے تھے پھر بھی
 اُن کا ایس طرح اچانک چل جانا نہ صرف اُن کے اُمتوں
 دوستوں اور پرجا سوشلسٹ پارٹی والوں کو اُٹھا بلکہ ہندستان
 کے ہر مسجدار ناگرتک کو اِس سے سخت صدمہ پہونچا ۔
 آچاریہ جی کی شخصیت میں کچھ ایسی بات تھی جس
 نے اُنہیں سب کا پرہ پتھر بنا دیا تھا ۔ وہ اگر راجنیتی میں
 رہتے ہوئے بھی راجنیتی کے تنگ نظریہ سے اوپر تھے ۔ سدھیا -
 ساندہ مہر پریم سے بھرا ہوا اُن کا ویکٹو تھا جو ہر ایک کو اُن
 کا پرسنلک بنا دیتا تھا ۔ اُن کی ٹھیک بیتی، ایمانداری، کرتوبہ
 نشا، سچائی اور صاف گوئی سب پر اثر ڈالتی تھی اِسی لئے
 اُن کے چلے جانے کا دیس کے ہر گروہ، ہر پارٹی اور ہر ویکتی
 کو رنج ہے ۔

بھارتیہ کالج، بھارتیہ سبھیٹا اور بھارتیہ فزیشن کے وہ بہت بڑے دونوں تھے۔ ہندو دھرم پر اُن کے گزرتا دھوتکا، کھوج اور سولتا سے بہرے ہوئے ہیں۔ آچاریہ جی کی ہندوستان کے (راجنہ تک) اور سائنسٹوں تک جہوں میں ایک خاص جگہ تھی جسے جلد پور سکھا لے سکتا معلوم ہوتا ہے۔ ہم بھی اپنے اس غم میں دیکھیں دیکھیں کے ساتھ شریک ہیں۔

قاضی محمود عبدالغفار

کل ہند انجمن ترقی اردو کے جنرل سیکریٹری قاضی عبدالغفار کا پچھلے دسمبر میں لمبی بیماری کے بعد علیحدگی میں انتقال ہو گیا۔ قاضی صاحب ایک خاموش، سیدھے سادے لیکن بہت ارنچے درجہ کے عالم، اردو زبان کے سہوکار اور ہندوستان کی مٹی جلی کلچر کے زبردست حامی تھے۔ ان میں عالی درجہ کی سنگٹھن کی شکتی تھی اور اصولوں کے لئے تکلیف برداشت کرنے کی طاقوت۔

وہ ہندوستانی کلچر سوسائٹی کی گورنگ ہائی کے ممبر اور
نیاہند کے ہمدردوں میں تھے۔ اُن کی موت سے جو جگہ خالی
ہوئی ہے اُسے آسانی سے نہیں پورا جا سکتا۔ ہم 'نیاہند' کی
طرف سے اُن کے خاندان کے لوگوں کے ساتھ دلی ہمدردی کا
اظہار کرتے ہیں۔

— وشنهه ناتو بالقسمه .

25. 2. 56

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

सुमेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिज़वी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आज़ाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय फिराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سندھ کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سندھ لال،
عیسائی دھرم کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشاؤں میں اس سے
سندھ کوئی دوسری پستک نہیں

مہاتما زرتشت اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—دشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—دشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—دشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

سمیر، بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—دشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سبھیتا اور سنسکرتی

لیکھک—دشومہر ناتھ پانڈے،
قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنڈھ)

لیکھک—شری مجیب رضوی،
قیمت—دو روپیہ

آگ اور آنسو

(بھاؤپورن سماجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری،
قیمت—ڈیڑھ روپیہ

قرآن اور دھارمک متبھید

لیکھک—مولانا ابولکلام آزاد،
قیمت—ڈیڑھ روپیہ

جھنکار

(پرگتی شیل کہانیاں کا سنگره)

لیکھک—رگھوپتی سہائے فراق،
قیمت—تین روپیہ

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 مٹھی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی مرکز—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔ پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھکر—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈوان : श्री मंजरा अली मारुता

सफे 225, कीमत दो रुपया

हमारी नई کتابیں

महاتमा गान्धे की وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لیکھکر—گاندھی باد کے مانے جانے

بیڈوان : شری منجرا علی ماروٹا

صفحہ 225 قیمت دو روپیہ

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)

لکھیکا—کدھمیا جی دیا

بھومیکا—پنڈت جواہر لال نہرو

موٹا کاراج، موٹا ڈاڑھ، بہت سی رنگین تصویریں

دام دو روپيا

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھکر—کدھمیا جی دیا

بھومیکا—پنڈت جواہر لال نہرو

موٹا کاغذ، موٹا قاپ، بہت سی رنگین تصویریں

دام دو روپیہ

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گوتا اور کوران

275 سफे, دام ڈاڑھ روپيا

ہندو مسالم ایکتا

100 سफे, دام بارھ آنا

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گوتا اور کوران

275 سफे, دام ڈاڑھ روپيا

ہندو مسالم ایکتا

100 سफه دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیڈان سے سبک

کریمت بارھ آنا

پنجاہ ہمیں کیا سکھاتا ہے

کریمت چار آنا

بنگال اور اُس سے سبق

کریمت دو آنا

مہاتما گاندھی کے بلیڈان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کالچر سوسائٹی

145 مٹھوگنج ایلہاہاباد

ہندوستانی کالچر سوسائٹی

145 مٹھو گنج ایلہ آباد

نیا حسن

اس نمبر کے خاص لیکھ

29

1956

ہند اور ایران کا کلاسیکی میل جول
— شوشیہ ناتھ پانڈے

چینی ادب (سائنس) پر ایک
سرسری نظر
— ڈاکٹر لطیف دفتری ایم۔ اے۔
ای۔ ڈی۔ فیل (آکسفورڈ) (آکسن)

نیا مکان (کہانی)
— پروفیسر محمد محبوب

سنگم (ایک جہان کی)
— سرگیت پروفیسر سوچھیٹر

نئے ہند کی دوسری پانچ برس کی
یोजना

— شری جے۔ سی۔ کمارپا
— شری جے۔ سی۔ کمارپا

دس بیس کے مسائل پر ہماری رائے میں ضروری سمجھائی نوٹ

— ان کی پکڑ سوسائٹی، لاہور



— ستانی کلچر سوسائٹی، دہلی

1956

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

1505/1506

हिन्दुस्तानी

नمبر 3 नम्बर 21 जिल्द

मार्च 1956 ६५

हिन्दुस्तानी कलचर नोसायटी

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद

145 मनी कंज अलाहाबाद

کيا کيس سے	صفحہ سکا	کيا کيس سے
1. ہند اور ايران کا کلچری ميل جول	...	1. ہند اور ايران کا کلچری ميل جول
—ویربمبھرناتھ پاڈے	119 ...	—رشومبھر ناتھ پانڈے
2. चीनी ادب (साहित्य) पर एक सरसरी नज़र	...	2. چینی ادب (ساهتیہ) پر ایک سرسری نظر
—डाक्टर लतीफ़दस्तरी एम. ए. डी. फिल (आक्सन)	181 ...	—ڈاکٹر لطیف دستری ایم. اے. ڈی. فل. (آکسن)
3. नया مکان (कहानी)	...	3. نیا مکان (کہانی)
—प्रोफेसर मुहम्मद मुजीब	140 ...	—پروفیسر محمد مجیب
4. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसें	...	4. محمد صاحب کی کچھ حدیثوں
—अनुवादक: श्री मुजीब रिजवी	147 ...	—انوادک : شری مجیب رضوی
5. ब्लड प्रेशर का मज़	...	5. بلڈپشر کا مرض
—श्री लिओनार्ड विलियम्स	150 ...	—شری لیونارڈ ویلیس
6. सङ्गम (एक भाँकी)	...	6. سنگم (ایک جھانکی)
—स्वर्गीय प्रो० सुधीन्द्र	156 ...	—سورگیہ پروفیسر سودھیندر
7. नये हिन्द की दूसरी पांच बरसी योजना	...	7. نئے ہند کی دوسری پانچ برسی پوجنا
—श्री जे. सी. कुमारप्पा	159 ...	—شری جے. سی. کمارپا
8. हमारी राय—	170 ...	8. ہماری رائے—
शान्ति का बजट और जंग का बजट		شانٹی کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ
—मुन्दरलाल; आइजबन हावर के नाम		—مندر لال؛ آئزن ہاور کے نام
बुलगानिन का पत्र—मुन्दरलाल; इलाज		بلگانین کا پتر—مندر لال؛ علاج کا
का बेसी तरीका—मोहनलाल नेहरू.		دبسی طریقہ—موہن لال نہرو.

हिन्द और ईरान का कल्चरी मेल जोल

विश्वम्भरनाथ पांडे

ईरान में भारत के राजदूत माननीय डाक्टर ताराचन्द ने भारत और ईरान के करचरी मेल जोल पर तक्ररीर करते हुये कहा था—

“हिन्दुस्तान और ईरान एशिया के ऐसे दो देश हैं जिन्हें क़ुदरत ने एक दूसरे से पास पास बसाया है। बीच के पहाड़ी के खिलसिले और फैला हुआ समन्दर कभी भी दोनों तरफ से लोगों के मेल जोल को नहीं रोक सके। इन बीच की क़ाबटों की वजह से दोनों तरफ से साहसी और प्रेमी लोग और भी ज़्यादा एक दूसरे की तरफ खिंचते रहे हैं। जब से इन्सान की तारीख़ या इतिहास शुरू होता है उसके पहले से आज तक लगातार क़ाकिले के क़ाकिले ज़मीन के और पानी के रास्ते पहाड़ों, जंगलों, रेगिस्तानों और समन्दर को पार करते हुए इधर से उधर और उधर से इधर आते जाते रहे हैं।

“मालूम पड़ता है कि इन दो मुल्कों के लोगों ने लगभग एक साथ एक ही वक्त्र इनसानी तहजीब की उन्नति की मंखिलें तय करनी शुरू कीं. यह दोनों मुल्क अरब सागर के दो सिरों पर हैं. पच्छिम के सिरे पर क़ारू नदी दक्खिनी जागरूस में से बहती हुई और उन मैदानों में से होती हुई जहां ईरान की सबसे पहली सभ्यताओं ने जन्म लिया था, ईरान की खाड़ी में जाकर गिरती है. पूर्व में सिन्ध नदी, जिसका निकास हिमालय की बरफानी चोटियों से है, पंजाब और सिन्ध के मैदानों को सैलाब करती हुई किसी ज़माने में कच्छ की खाड़ी में जाकर गिरती थी. क़ारू और सिन्ध दोनों पहाड़ी के पथरों और तरह तरह की उपजाऊ मिट्टी को अपने साथ ढकेलती, हमेशा अपना रास्ता बदलती और इन मुल्कों के अलग अलग हिस्सों को उपजाऊ बनाती रहीं हैं.

“अरब सागर के इन दोनों सिरों पर इनसानी तहजीब साथ-साथ शुरू हुई. दोनों जगह साथ-साथ शहर आबाद हुए, खेती बाड़ी, पशु पालन और धातु की चीजों के बनने के साथ-साथ दोनों जगह इनसान एक बहुत बड़े दरजे तक क़ुरत की गुलामी से एक साथ आज़ाद हुआ, दौलत और विचारत, सामाजिक संस्थाएं, राज सरकार, इस्लम और इनर दोनों जगह फले फूले और दोनों जगह की सभ्यताओं को तरफ़की देने लगे. पच्छिम में तरते जमशीद (परसी पोलीस) शहर, आसान और निहाबन्द, बसर में अस्तुराबाद और अज़म गैरे बरत, आरिन ईरानी शहरों की आबाद से

ہند اور ایران کا کلچری میل جول

و شود بهر ناته پاتمه

ایران میں بھارت کے راجدوت منسوبہ ڈاکٹر تارا چند نے
بھارت اور ایران کے 'اچھری میل جول پر تقریر کرتے ہوئے کہا

”ہندستان اور ایرانِ ایشیا کے ایسے دو دیہی ہیں جنہیں قدرت نے ایک دوسرے سے پاس پاس بسایا ہے۔ بیچ کے پہاڑی کے سلسلے اور بھلا ہوا سمندر کہی بھی دونوں طرف سے لوگوں کے مہل جہول کو نہیں روک سکے۔ ان بیچ کی رکاوٹوں کی وجہ سے دونوں طرف سے سامی اور پوری لوگ اور بھی زیادہ ایک دوسرے کی طرف کھینچتے رہے ہیں۔ جب سے انسان کی تاریخ یا اُتھاس شروع ہوتا ہے اُس کے پہلے سے آج تک لگاناؤ قافلے کے قافلے زمیوں کے اور پانی کے راستہ پہاڑوں، جنگلوں، ریگستانوں اور سمندر کو پار کرتے ہوئے ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر آتے جاتے رہے ہیں۔“

”معاوم پوتا ہے کہ ان دو ملکوں کے لوگوں نے لگ بھگ ایک ساتھ ایک ہی وقت اِسانی تہذیب کی اُفتی کی منزلوں طے کرنی شروع کیں۔ یہ دونوں ملک عرب ساگر کے دو سرور پر ہیں۔ پچھم کے سرے پر قارون ندی دکھلی، اگروس میں سے بہتی ہوئی اور اُن مہدائوں میں سے ہوتی ہوئی جہاں ایران کی سب سے پہلی سمیٹاؤں نے جنم لیا تھا، ایران کی کھازی میں جا کر گرتی ہے، پورو میں سندھ ندی، جس کا نکاس ہمالیہ کی ہر فانی چوٹیوں سے ہے، پنجاب اور سندھ کے مہدائوں کو سبب لرتی ہوئی کسی زمانے میں کچھ کی کھازی میں جا کر گرتی تھی۔ قارون اور سندھ دونوں پہاڑی کے پتھروں اور طرح طرح کی اُپجاؤ مٹی کو اپنے ساتھ تھکولتی، ہمیشہ اپنا راستہ بدلتی اور ان ملاعوں کے الگ الگ حصوں کو اُپجاؤ بناتی رہی ہیں۔

”عرب ساگر کے این دونوں سروں پر انسانی تہذیب ساتھ ساتھ شروع ہوئی۔ دونوں جگہ ساتھ ساتھ شہر آباد ہوئے، تہذیبی باور، پیشو پالن اور دھاتوں کی چیزوں کے بننے کے ساتھ ساتھ دونوں جگہ انسانی ایک بہت بڑے درجے تک قدرت کی غلامی سے ایک ساتھ آزاد ہوا، دولت اور تجارت، سماجک منسلکاتیں، راج سرکار، علم اور ہنر دونوں جگہ پلے پھولے اور دونوں جگہ کی سہولتوں کو ترقی دینے لگے۔ پیچھے میں تخت جھینڈ (پرسی پولس) شہر، کاشان اور تہاند، آٹو میں استراباد

سونا، چاندی، کانسا، لوہا، جواہرات اور میٹھی کے بھ
 جاتے ہیں جن سے اس زمانے کی ایرانی تہذیب اور اس کی ترقی
 کی منزلوں کا پتہ چلتا ہے۔ ٹھیک اسی زمانے کی اس طرح کی
 چیزیں مہرہ جودار، ہڑپا اور سندھ ندی کے اس پاس کے
 اور مقاموں کی کھدائی میں ملی ہیں۔ دونوں طرف کی ان
 چیزوں سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں سیہیٹائیں کئی ملتی
 جلتی تھیں۔

اس کے بعد دونوں دیہوں پر آریہ حملہ آوروں نے جو
 گھوڑوں پر سوار اور لوہے کے ہتھیار لٹے ہوئے تھے، دھارا بول دیا۔
 انہوں نے ان دونوں ملکوں کو اپنے ادھیں کر لیا۔ دھیرے دھیرے
 پرانے باشندے اور نئے حملہ آور دونوں کی نسلیں ایک دوسرے
 سے مل کر ایک ہو گئیں۔ یہی آجکل کے ایرانیوں اور
 ہندوستانیوں دونوں کے پرکھے تھے۔ ان کی نسل ایک تھی
 بولی ایک تھی، دھرم ایک تھا اور کلچر ایک تھی۔

ان آریہ لوگوں کے ایران میں بس جانے کے بعد ان پر
 وہاں کے چاروں طرف کی حالتوں کا پورا असर پڑا۔ ایران میں
 سرحد-سرحد کے بڑے بڑے علاقے تھے—کھنڈ پھاڑ اور کھنڈ رےگستان،
 کھنڈ دریاؤں کی چاٹیاں اور बीच کے میدان جو آداسیوں،
 جانوروں اور हरियाली سے بھرے ہوئے تھے، اور کھنڈ رےگستان
 سفاک میدان، جن میں دور-دور تک نہ کوئی جاندار دیکھا
 جاتا تھا اور نہ کوئی پاس کا تینکا، جہاں سیلاب ہوا
 کی آواز-آواز کے کوئی آواز سنائی نہیں دیتی۔ آجکل اور اندھیرے، ٹھکی
 اور بدی کی شکایاں، وہاں صاف الگ الگ کام کرتی دکھائی
 دیتی تھیں۔

ہندستان میں اس کے خلاف پرکرتی زیادہ نرم، میٹھی،
 ملاوٹ اور رحمدل معلوم ہوتی تھی، ایک دوسرے کے بعد کھلتے
 ہوئے بڑے میدان تھے جنہیں بہت سے بڑے بڑے دریا سینچتے تھے
 اور ہر سال موسمی بارش جنہیں پھر سے شاداب کر دیتی تھی۔
 ہر سال نئی بہار وہاں آدمی کے دماغ میں یہ خیال ہی پیدا
 ہوتے نہ دیتی تھی کہ پرکرتی کی فحاشی کی کہیں حدیں بھی
 ہیں یا آبادی کے مقابلے میں کہیں ویرانہ بھی ہے۔

قدرت کی ان رنگارنگیوں نے ایران اور ہندستان، دونوں
 ملکوں میں انسان کے جذباتوں کو نئی آرائش اور نئی
 لہریں دیں، جو نہ صرف موجودہ زندگی سے انہیں نجات
 کا اطمینان دلاتی تھیں بلکہ جنم چندرت کے لئے انہیں آمیدوں
 سے بھر دیتی تھیں۔ اس آراکھن یعنی تناسخ کے بارے میں
 آپ ایران کے مہان صوفی مولانا جلال الدین رومی کا قلم
 سنیے.....

”ہم کو سب سے بڑا بارہا روئے باز،
 ہم کو سب سے بڑا بارہا روئے باز۔“

”ہم کو سب سے بڑا بارہا روئے باز،
 ہم کو سب سے بڑا بارہا روئے باز۔“

مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم

و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم
 و نملی مردم و نملی مردم و نملی مردم

یانی—”میں سب سے پہلے یانی کا نام لیتا ہوں۔ میں نے سات ستر جتنی دیکھے ہیں۔ میں پہلے جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ کی حالت میں تھا۔ اُس کے بعد نباتات یعنی ونسہتی بنا۔ نباتات سے نکل کر میں پشویوں میں آیا۔ پھر یونی سے نکل کر میں آدمی بنا۔ آدمی کے بعد فرشتہ بنوگا اور فرشتہ کے بعد جس اُنچی حالت کو پہونچوگا وہ اُس وقت گمان سے باہر ہے۔“

یعنی—”میں سب سے پہلے یانی کا نام لیتا ہوں۔ میں نے سات ستر جتنی دیکھے ہیں۔ میں پہلے جمادات یعنی مٹی پتھر وغیرہ کی حالت میں تھا۔ اُس کے بعد نباتات یعنی ونسہتی بنا۔ نباتات سے نکل کر میں پشویوں میں آیا۔ پھر یونی سے نکل کر میں آدمی بنا۔ آدمی کے بعد فرشتہ بنوگا اور فرشتہ کے بعد جس اُنچی حالت کو پہونچوگا وہ اُس وقت گمان سے باہر ہے۔“

دونوں دیشوں کی مژدہ کی عکرتا

ایران کے پیرامبروں میں سب سے چمکتا ہوا نام زرتشت کا ہے۔ زرتشت کی پیدائش کے وقت ایران بہت گری ہوئی حالت میں تھا۔ اگنی پوجا نے نراکر ایشور کی جگہ لے لی تھی۔ زرتشت کی ایکشور کی پوجا کا پروہتوں نے پرچند درود کہا۔ لیکن انہیں اپنے مشن پر اٹھنے و شولس تھا۔ انت میں انہیں کھیابی حاصل ہوئی۔ انہوں نے ایران کو قبیلوں کے جھگڑوں سے اٹھانے ایک و شو آنا، سرو شکیمان ارمزد کی ایسا کا ایدھی دیا۔ رویندرناق تھا کر کے مطابق زرتشت پہلے پھسپر تھ جنہوں نے دھرم کو قبیلے کے دیوتا کے بد سے اڑیر اٹھانے اے مانوتا کی رستو بتایا۔

زرتشت نے ایرانی مژدہ کو جو نیا رپ دیا وہ اپنے ہر پہلو میں سا ف سا ف یہ بتا رہا ہے کہ ایرانی اور ویدک دھرم دونوں ایک ہی خاندان سے ہیں۔ رگوید میں لکھا ہے کہ ”ایشور ایک ہے، ودوان لوگ اُسے طرح طرح سے بنان کرتے ہیں۔“ ایرانی دھرم پستک اوستا کے مطابق ”اھرمزد ہی اِس ساری دنیا کا بنانے والا اور ساری زندگی کا مالک ہے۔“

زرتشت نے ایرانی مژدہ کو جو نیا رپ دیا وہ اپنے ہر پہلو میں صاف صاف یہ بتا رہا ہے کہ ایرانی اور ویدک دھرم دونوں ایک ہی خاندان سے ہیں۔ رگوید میں لکھا ہے کہ ”ایشور ایک ہے، ودوان لوگ اُسے طرح طرح سے بنان کرتے ہیں۔“ ایرانی دھرم پستک اوستا کے مطابق ”اھرمزد ہی اِس ساری دنیا کا بنانے والا اور ساری زندگی کا مالک ہے۔“

تین ہزار برس پہلے کے ایرانی اور ہندوستانی ورتنر (اندر) اگنی، سوم اور متر جیسے دیوتاؤں کی ایسا کرتے تھے، ناموں میں بے شک تھوڑا بہت فرق ہو چلا تھا جیسے اوستا میں ”ورنتر“ کا نام ”ورنتر“ ہے۔ اوستا اور رگوید دونوں میں ورتنر کو اِس ساری دنیا کا بنانے والا قائم رکھنے والا اور رکشا کرنے والا بتایا گیا ہے۔ وہی سورگہ یعنی علم ہے، وہی زمین اور آسمان کا بنانے والا ہے۔

تین ہزار برس پہلے کے ایرانی اور ہندوستانی ورتنر (اندر) اگنی، سوم اور متر جیسے دیوتاؤں کی ایسا کرتے تھے، ناموں میں بے شک تھوڑا بہت فرق ہو چلا تھا جیسے اوستا میں ”ورنتر“ کا نام ”ورنتر“ ہے۔ اوستا اور رگوید دونوں میں ورتنر کو اِس ساری دنیا کا بنانے والا قائم رکھنے والا اور رکشا کرنے والا بتایا گیا ہے۔ وہی سورگہ یعنی علم ہے، وہی زمین اور آسمان کا بنانے والا ہے۔

इसने प्राणमान के अन्दर सारी और उनकी गति को कायम किया और जल और थल को फैला कर उनमें प्राणियों को बसाया है, वही सब कुछ जानने वाला और सब का हाकिम है.

वेदों में इसी वदण को 'असुर विश्व देवस' या असुर मेधा कहा गया है. अथस्ता में उसे 'अहुरमज्द' के नाम से पुकारा गया है. अथस्ता का 'अहुर' वेदों का 'असुर' है. ऋग्वेद की गुरु की रिचाओं में 'असुर' ईश्वर के अर्थ में ही आया है. ईरानी 'मज्दा' के वही मानी हैं जो संस्कृत 'मेधा' के. ऋग्वेद के मुताबिक वैदिक काल में 'देवगण' और 'पितृगण' सभी 'मेधा' की उपासना करते थे.

‘मित्र’ का नाम अबस्ता में ‘मिथ’ है, संस्कृत में मित्र का अर्थ सूर्य भी है, ईरानी भी सूर्य के रूप में मित्र की पूजा करते थे, वैदिक वायु ईरानी वयु, वैदिक अग्नि अबस्ता का ‘आतरे’ है, जो बाद में फारसी में आतश हो गया, दोनों में अग्नि देवता की पैदाइश बादलों के अन्दर की बिजली से बताई गई है, इन्द्र का नाम ज्यों का त्यों अबस्ता में मौजूद है, वेदों में इन्द्र का नाम ‘वृत्रहन’ है और अबस्ता में ‘वृथहन’ है, यम अबस्ता का ‘यिम’ है, अप्सरा ईरान में ‘पेरिका’ हो गई, दोनों का काम तपस्वियों का योग प्रष्ट करना है.

ईरानी और हिन्दुस्तानी दोनों ऐसे लोगों में से हैं जो जीवन को झुरी और उमंग के साथ देखते थे, दोनों ऊँची खिन्वगी और नेकी के उसूलों के सच्चे खोजी थे. दोनों ने इस उसूल को पा लिया था कि सब का खुदा यानी ईश्वर एक है. दोनों यह मानते थे कि दुनिया एक ऐसे अच्छे कानून के सहारे चल रही है जो हमेशा से है और हमेशा तक रहेगा.

इसी ख्याल को ईरान के मशहूर सूफी हाफिज़ ने किस
अवसर की साथ अदा किया है—

‘‘झुर्रम आ रोज कर्मी मंजिले बीरा बेरबम्
 राहले आ तखबम् बज पप जाना बेरबम्
 ब हवादारिये ऊ जरा सिकल रक्त कुनम्
 ब खवे परमप झुर्रमि दरग्या बेरबम्
 फ्राश भी गोयसो अज गुफतप ह्रुद दिख शादम्
 बन्दप हरकमो अज हरवो जहाँ आज़ादम्
 नेस्त बर खीहे दिखल जूज फलिके फामते बार
 ने कुनम् हकें दिगार बाद नवाड उस्तावम्’’

बानी मुबारक बह बकी होगी जब मैं दुनिया की इस उजड़ी
मर्राय से बिदा होऊंगा, उस दिन मैं कहानी मुक्त की खोज में अपने
जीवन को दूँगा.

اُس نے کھنکھائی، اُس نے ہنسی اور اُن کی گلی کو قائم کیا اور
جل اور جل کر پتھر کی سہلی پر انہیں کو ہسایا ہے، وہی سب
یکم چاند، رات اور سب کا حاکم ہے۔

ویدوں میں اسی درونقر کو 'اسور' و 'دیوس' یا 'اسور
 مہدھا' کہا گیا ہے۔ اوستا میں اُسے 'اُہورمزد' کے نام سے پکارا گیا
 ہے۔ اوستا کا 'اُہور' ویدوں کا 'اسور' ہے۔ رگوید کی شروع کی
 رچاؤں میں 'اسور' ایشور کے ارتھ میں ہی آیا ہے۔ ایرانی
 'مزدہ' کے وہی معنی ہیں جو سنسکرت 'مہدھا' کے۔ رگوید
 کے مطابق ویدک کل میں 'دیوگنز' اور 'پتر گنز' سبھی 'مہدھا'
 کی آپاسنا کرتے تھے۔

’متر‘ کا نام اوستا میں ’متھر‘ ہے سنسکرت میں متر کا ارتھ سورہ بھی ہے، ایرانی بھی سورہ کے روپ میں متر کی ہوجا کرتے تھے۔ ویدک واپو ایرانی وپو، ویدک اگنی اوستا کا ’آترے‘ ہے، جو بعد میں فارسی میں آتھس ہو گیا۔ درنوں میں اگنی دیوتا کی پودا یہی بادلوں کے اندر کی بجلی سے بتائی گئی ہے۔ اندر کا نام چھوٹوں کا تھیوں اوستا میں موجود ہے۔ ویدوں میں ’اندر‘ کا نام ’ورترھن‘ ہے اور اوستا میں ’ورترھدن‘ ہے۔ یم اوستا کا ’اُم‘ ہے، اپسرا ایرانی میں ’پیڑیکا‘ ہو گئی۔ درنوں کا کام تپسیوں کو یوگ پھرشت کرنا ہے۔

ایرانی اور ہندوستانی دونوں ایسے لوگوں میں سے ہیں جو جنہیں کو خوشی اور اُمنگ کے ساتھ دیکھتے تھے، دونوں اُونچی زندگی اور تھکی کے اصولوں کے سچے کھوجی تھے۔ دونوں نے اِس اصول کو پا لیا تھا کہ سب کا خدا یعنی ایشور ایک ہے۔ دونوں یہ مانتے تھے کہ دنیا ایک ایسے اچھے قانون کے سہارے چل رہی ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ تک رہے گا۔

اِسی خیال کو ایران کے مشہور صوفی حافظ نے کس خوبصورتی کے ساتھ ادا کیا ہے۔

خرم آن روز کزین منزل ویران بدم
راحت جان طلبم روز پیم جانان بدم
به هواداریه او ز مصفت رقص کنم
به لب چشمنه خورشید دخیلش بدم
فانی می گویم و از گفته خود دل شادم
بنغمه مشقم و از هر دو جهان آزادم
نهست در لوح دلم جز آنف قامت یار
چه کنم حرف دیگر یاد ندان استقام

یعنی ”مبارک وہ گھڑی ہوگی جب میں دنیا کی اس آخری سرائے سے جدا ہوں گا۔ اُس دن میں روحانی سکھ کی گھڑی میں اپنے پروردگار کے قدموں پر ہوں گا۔“

”ہند کے ہندوستان میں کبھی کسی اور ملک سے نہیں آئے۔
 ہند کے ہندوستان میں کبھی کسی اور ملک سے نہیں آئے۔
 میں اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں اور اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں۔
 میں اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں اور اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں۔
 میرے دل کی لگتی ہے کہ میں اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں۔
 میں اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں اور اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں۔
 میں اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں اور اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں۔

۱۱۱ اور اساتذہ

ہند ایرانی भाषा समूह में कुछ समान खासियतें हैं।
 اسकी वजह سے हिन्द ایرانی भाषा गिरोह अन्य भाषा
 गिरोहों से एक अलहदा इस्ती रखता है۔ हिन्द ایرانی
 गिरोह में तीन बुनियादी स्वरों की जगह सिर्फ एक अकार
 दोनों में उदासीन स्वर की जगह इकार है۔ अन्तस्थ
 ल का हिन्द ایرانی गिरोह में अभेद मिलता है۔ भाषा
 शेषों का विचार है कि ये दोनों अन्तस्थ हिन्द ایرانی
 और लु हो गये हैं۔ पहली ओं की कंठ्य स्पर्श हिन्द
 रानी गिरोह में क, ख, ग, घ, से श, ष, ज, ञ, में
 दल गये۔

प्राचीन ایرانی और वेदों की भाषा में इतना साम्य है
 थाड़ी सी तबदीली से एक दूसरे में बदल जाती है۔
 लगी के तौर पर अवस्था की एक पंक्ति सुनें...

“यों यथा पुथम् तडनम् हओमम बन्दएता मन्वो।”

اب इसका संस्कृत रूपान्तर सुनें:

“यो यथा पुथम् तद्वन्म सोमं बन्दैत मर्त्यः।”

इरानी की दो उप शाखायें प्राचीन काल में मिलती हैं۔
 क ‘परशि’ और दूसरी ‘अवस्ती’۔ इसी भाषा का कई
 ताब्दी बाद वाला रूप पहलवी है۔ इसकी एक शैली में
 ामी लफ्जों की भरमार है۔

ईरान के साथ हिन्दुस्तान के गहरे कल्चरी सम्बन्धों
 की वजह से भारत की सूबाई अबानों के और खास तौर
 र हिन्दी के बहुत से शब्द फ़ारसी अबान में दाखिल हो
 गये हैं। फ़ारसी में हिन्दी शब्दों को मिताबट महमूद राजनवी
 ६ जमाने से शुरू हुई। उस जमाने के कवियों और लेखकों
 जैसे फ़िरदौसी, उन्सरी, फ़रखी, असदी और सनाई ने
 गोतवाल, नौबहार, लगन, कतारा, कटार, चन्दन और
 ानी—शब्दों का प्रयोग किया है। दूसरे ईरानी शायरों ने
 गो हिन्दी लफ्ज इस्तेमाल किये हैं जरा उनकी बानगी देखिये:
 अगर, राबत, प्रायक, सेबती, मीलभी बघैरह۔

फ़ारसी अबान के सबसे पहले रूप देने वाले इंसल-
 वादकी है। रोदकी को सुस्तान-बस-शोरा कहा जाता है۔

”ہند کے ہندوستان میں کبھی کسی اور ملک سے نہیں آئے۔
 ہند کے ہندوستان میں کبھی کسی اور ملک سے نہیں آئے۔
 میں اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں اور اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں۔
 میں اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں اور اس کا کبھی نہیں سمجھتا ہوں۔

میں عشق کا بندہ ہوں اور دونوں جہان سے آزاد ہوں
 میرے دل کی تختی پر سوائے میرے پریم پرمانا اف
 کے سوا کوئی دوسرا اکثر نہیں لکھا۔
 میں کیا کروں میرے گرد نے مجھے کوئی صومرا اکثر سکھایا
 ہی نہیں۔“

بہاشا اور سامیتہ

ہند ایرانی بهاشا سمودہ میں کچھ سلمان خاصیتیں ہیں جس
 کی وجہ سے ہند اور ایرانی بهاشا گروہ آریہ بهاشا گروہوں
 سے ایک علیحدہ ہستی رکھتا ہے۔ ہند ایرانی گروہ میں تین
 پہلوانی سوروں کی جگہ صرف ایک آکر ہے۔ دونوں میں
 آداسین سور کی جگہ اکر ہے۔ اکتسم ر ل کا ہند ایرانی گروہ
 میں ابھن ملتا ہے۔ بهاشا وشیشکوں کا وچار ہے کہ یہ دونوں
 اکتسم ہند ایرانی میں رو اور لو ہو گئے ہیں۔ پہلی شریلی کے
 کتھہ اسرہ ہند ایرانی گروہ میں کا، کھا، کا، کھا سے ہی، شہ، ز
 وہ میں بدل گئے۔

پراچین ایرانی اور ویدوں کی بهاشا میں اکتا سامیتہ ہے کہ
 تھری سی تبدیلی سے ایک دوسرے میں بدل جاتی ہے۔
 ہالگی کے طور پر اوستا کی ایک ہلکتی سنیں...

”ہوں یگھا پوتھرم تو روئم ہوئم بندایتا مشہور“

اب اس کا سنسکرت روپا قدر سنیں :

”یوتھا پترم کووئم سوئم ونڈیت متریہ۔“

ایرانی کی دو آپ شاخائیں پراچین کال میں ملتی ہیں
 —ایک ‘پرش’ اور دوسری ‘اوستی’۔ اسی بهاشا کا کئی
 شاخائی والا روپ پہلوی ہے۔ اس کی ایک شیلی میں سلمی
 لفظوں کی بھرمار ہے۔

ایران کے ساتھ ہندوستان کے گہرے کلتجری سمبندھوں کی
 وجہ سے بھارت کی صوبائی زبانوں کے اور خاص طور پر ہندی
 کے بہت سے شبد فارسی زبان میں داخل ہو گئے ہیں۔
 فارسی میں ہندی شبدوں کی ملاوت محمود غزنوی کے زمانے
 سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے وہیں اور لکھنؤ جیسے فردوسی
 عنصری، فرخی، اسدی اور ثنائی نے —‘نوتوال’، ‘نوبہار’، ‘اکن’، ‘کزار’
 ‘کزار’، ‘چندن اور پانی’—شبدوں کا پروک کیا ہے۔ دوسرے ایرانی
 شاعروں نے جو ہندی کے لفظ استعمال کئے ہیں ذرا ان کی
 ہانگی دیکھئے : ساگر، راوت، پاک، سیوتی، مونشوی وغیرہ۔

فارسی زبان کے سب سے پہلے روپ دینے والے حلزل
 ہانسی ہے۔ رووکی کو ‘سلطان احمدہ’ کہا جاتا ہے۔

ہزار کے ہزاروں میں جس نام دہائی 'عصری' لکھی ہے
 پورچوئی اور لکھی کے ہیں۔ اس زمانے کا سب سے بڑا فارسی
 نام 'فرہوسی' تھا جس نے پراچین ایران کی شان کو پہر سے چمکا
 کر رکھا ہے۔

प्राचीन ईरानी कलचर की यह बेदारी महज शेर-शायरी तक ही मझपूष नहीं रही. फाराबी, इब्न सीना, अबुरेहान, अकबरेल्लनी जैसे बड़े बड़े फिलासफर इसी जमाने के थे. तसन्नूफ के फूल सबसे पहले ईरान में ही खिले. शुरु के सूक्तियों में इशाहीम अजम, अहमद खजबिया, अबुअली शकीक, यहिया बिन मआज, फुजैल बिन अयाज, मारूफ करखी, अबुल हुसेन नूरी और बायजीद विस्तामी के नाम इफजत से याद किये जाते हैं.

रुदियों और कर्मकांड के बन्धनों से मुक्त इन सदियों की आजाद ख्याली की बानगी देखिये:

**"दिल बहस्त आवर कि हउजे अकरस्त
अबु हजारों काबा यक दिल बेहतरस्त!"**

**“काबा बुनगाहे जल्लोले बाजरस्त
दिख गुजरगाहे जल्लोले चकवरस्त !”**

“दिया तबालो दिखो कुन कि काबए मझक्रीस्त
कि जाँ पखीख बिना कहीं ई’ कदा ज़द साफ़त।”

यानी—“किसी के दिल को हाथ में ले,
क्यों कि यही सबसे बड़ी हज़म है
हज़ारों कार्यों से एक दिल बढ़कर है।”

“काबा तो आज़र के बेटे बलील का कायम किया हुआ है और दिस अस्ताह के भाने जाने की जगह है।”

“ए मेरे दिल ! दिलों की परीक्षा कर, उनमें ही काबा
 छिपा हुआ है, वह पत्थर का काबा तो खलील का बनाया
 हुआ है और यह दिल के अन्दर का काबा खुद खुद का
 बनाया हुआ है,”

तसञ्चुक्र और वेदान्त

आइये इस तसव्वुक्त या वेदान्त के नये दौर पर ज़रा हम-गौर करें. यह दौर ज्ञान की खोज का दौर था. भारत के छे वैदिक दर्शनों में से आखिरी दर्शन उत्तर मीमांसा यानी वेदान्त है. वेदान्त के मुताबिक यह सारा विश्व माया से पैदा हुआ. यह सब एक भोखा है. परमात्मा यानी ब्रह्म ही असल हकीकत है. शुरू में वही वह था और अपनी ही जोत यानी अपने ही जूर से रोशान था. उसी से यह क्रूरत बजूद में आई और लाखों करोड़ों रूप बने. पर है यह सब माया यानी फरेक, और असल बजूद यानी असलियत एक ही है.

پراچین ایرانی کلچر کی یہ بھاری محض شعروشاعری تک
 ہی محدود نہیں رہی۔ ناری، ابن سینا، ابو یحیٰ، ابودونی
 جیسے بڑے بڑے فلسفہ ہی اسی زمانے کے تھے۔ تصرف کے
 پہل سب سے پہلے ایران میں ہی کہلے۔ شروع کے صوفیوں میں
 ابراہیم اعظم، احمد خروہ، ابو علی شافعی، ابن سینا، قنبل
 بن ایاز، معروف کرخی، عبدالحسین نوری، اور بایزید بسطامی
 کے نام عزت سے یاد کئے جاتے ہیں۔

روز بھریں اور گرم کantz کے ہلدھنوں سے مکت !ن صدیوں کی
آزان خیالی کی ہانگی دیکھئے :

دل بدست آورد که حج اکبرست
از هزاران کعبه یک دل بدست

کعبه ہنگامہ خلیل آذیت
دل گذرگاہ جلیل اکبریت !

دلا طواف دلائل کن کہ کعبہ مفہمیت
کہ اُس خلیل بنا کردہ اہن خدا خود ساخت

یعنی۔ ”کسی کے دل کو ہاتھ میں لے“
کیونکہ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔

ہزاروں کمپوں سے ایک دل بڑھکر ۛ

”کعبہ تو آذر کے بیٹے خلیل کا قایم کیا ہوا ہے

اور دل اللہ کے آنے جانے کی جگہ ہے۔“

”اے میرے دل داؤں کی پریکڑما کر: اُن میں ہی کعبہ چھپا ہوا ہے، وہ پتھر کا کعبہ تو خلیل کا بنایا ہوا ہے اور یہ دل کے اندر کا کعبہ خد خدا کا بنایا ہوا ہے۔“

تصوف اور ویدانت

آئندہ اس تصوف یا ویدانت کے نشہ دور پر ذرا ہم غور کریں۔ یہ دور گیان کی کھوج کا دور تھا۔ بھارت کے چھ ویدک درشنوں میں سے آخری درشن اُتر مہمانسا یعنی ویدانت ہے۔ ویدانت کے مطابق یہ سارا رشتہ مایا سے پیدا ہوا۔ یہ سب ایک دھوکا ہے۔ پرمانیا یعنی برہم ہی اصل حقیقت ہے۔ شروع میں وہی وہ تھا اور اپنی ہی جدت یعنی اپنے ہی نور سے روشن تھا۔ اُسی سے یہ قدرت وجود میں آئی اور لاکھوں کروڑوں روپ بنے۔ پھر یہ سب مایا یعنی فریب اور اصل وجود یعنی اصلیت ایک رہی ہے۔

ہندوستان کی ویدانت کیساتھ یہی اصول سے شروع ہوتی ہے کہ آدھی کی آتما ہی بہم ہے۔ وہی وہ ہے، وہی وہی تو ہے، وہی میں ہوں، وہی سب کچھ ہے۔ مایا میں ہمیں کر کے آتما اپنے کو بھول جاتی ہے اور یہ چاہتی ہے اور اپنے کو پہچانتی ہے۔ اسی کا نام تصوف ہے۔ تصوف کے مطابق خدا ایک اور سائن ہے۔ اُس کا نہ کوئی پیدا کرنے والا ہے اور نہ اُس نے کوئی پیدا ہونا ہے۔ وہ غنی ہے۔ یعنی اُس کو نہ کوئی مدد دیتا ہے اور نہ وہ کسی کی مدد چاہتا ہے۔ وہ آگے ہے نہ پیچھے ہے، نہ نیچے ہے نہ اوپر، وہ نزدیک سے نزدیک ہے اور دور سے دور۔ پھر بھی نہ اُس کی کوئی کیفیت بیان کی جا سکتی ہے اور نہ وہ قبض میں آسکتا ہے۔

اُس پرمانا میں فنا ہو جاتا ہے مومن یعنی نصیحت ہے۔ اُس کا ایک ہی راستہ ہے جسے ہوگ یعنی سلوک کہتے ہیں۔ جس ہوگ کے راستے میں بہت سے مقام ہیں۔ ویدانت میں بن مقاموں کو ہم، نہم، نپ، چت، پرسنام، چت پرنام، اُس، پرنایام، پرنایام، دھیان، دھارنا، تروکپ اور سمدھی کہتے ہیں۔ ہمیں کو نصوف کی اصطلاحوں میں تہذیب، آلتھر، نصفی دل، نفس کشی، ریاضت، منقہہ قلب، ذکر، فکر، مجاہدہ، اشغال، حسب دم، مراقبہ، مکاشفہ، مشاہدہ، حال، دیداد اور وجد کہتے ہیں۔ تصوف کہتا ہے—اپنے ہونٹوں کو بند کرو، اپنی آنکھوں کو بند کرو، اپنے کانوں کو بند کرو اور تب تمہیں اپنے اندر حق کی صورت دکھائی دے گی۔ ویدانت کہتا ہے—جب آدمی کی سب بندیاں یعنی اُس کے سب حواس باہر کی تمام چیزوں سے اپنے سے کھینچ کر اپنے اندر کی طرف مڑے ہیں اور من پورو طرح ثبات اور تسخیر ہو جاتا ہے تب آتما اپنے کو دیکھ پاتی ہے، تب وہ دیکھتی ہے کہ سب کچھ وہی وہ ہے اور کچھ ہے ہی نہیں، تب آدمی کی آتما پرمانا یا روح کل کے ساتھ مل کر ایک ہو جاتی ہے، تب کوئی غیر نہیں رہ جاتا۔

جب ایرانی تصوف اور ہارتیہ ویدانت ہندستان کی سرزمین پر ملے تو ہندو اور مسلمان دونوں میں تلاش حق کے لئے ایک نیا جوہر پیدا ہوا۔ دونوں میں اتنی صاف سمجھنا یعنی مشابہت تھی کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ تصوف کے دائرے میں کفر اور اسلام کے فرق مست کئے۔ اُس مہل کو پرم صوفی نوید الدین عطار نے اُن پہاڑوں میں ادا کیا ہے :

”کفر و اسلام در رخت بویاں
وحدہ لشریک لاویاں
کفر کفر را و دین دیندار را
خبر و در دل عطار را۔“

”کفر اور اسلام دونوں اُسی ایک اللہ کی راہ میں دوڑ رہے ہیں۔ دونوں میں کفر ہے کہ وہ اللہ ایک ہے، اُس سا کوئی

جب ایرانی تصوف اور भारतीय ویدانت ہندوستان کی سرزمین پر ملے تو ہندو اور مسلمان دونوں میں تلاش حق کے لئے ایک نیا جوہر پیدا ہوا۔ دونوں میں اتنی صاف سمجھنا یعنی مشابہت تھی کہ دونوں نے ایک دوسرے کو پہچان لیا۔ تصوف کے دائرے میں کفر اور اسلام کے فرق مست کئے۔ اُس مہل کو پرم صوفی نوید الدین عطار نے اُن پہاڑوں میں ادا کیا ہے :

”کفر و اسلام در رخت بویاں
وحدہ لشریک لاویاں
کفر کفر را و دین دیندار را
خبر و در دل عطار را۔“

”کفر اور اسلام دونوں اُسی ایک اللہ کی راہ میں دوڑ رہے ہیں۔ دونوں میں کفر ہے کہ وہ اللہ ایک ہے، اُس سا کوئی

میں نے یہی سوچا کہ اگر وہ حقیقی رہے تو وہی دیندار ہو۔
 ان کے دل کے لیے جو دین داری کا ایک ذریعہ ہے۔“

مجاہدین اور پریم دھرم

آپس کے ایسی ملاپ سے وہ گہری دھارا بہ نکلتی
 جسے دنیا مچا دے ہرک یا پریم دھرم کے نام سے
 پکارتی ہے اور یہ مچا دے ہرک یا پریم دھرم ہے کیا؟
 دنیا کی خواہشوں سے دل کو ہٹانا، جو مل گیا وہ
 پر سنبھال کر، آدمی آدمی سے سنبھال کر،
 ہرک یا پریم دھرم سے لے لگانا، جنہوں نے دنیا کو
 سنبھال دیا ہے ان کا سب سے بڑا کام، گورو یا پیر کی ہرک
 کرنا، یہی پریم دھرم کا نچوڑ تھا۔

ان پریم دھرمی صوفیوں کے سرور مصلوب تھے، جو ایک
 ایسے مقام پر پہنچ گئے تھے جہاں سے وہ کہہ سکتے—”انالہی
 یعنی میں ہی دھرم ہوں۔“ ایسی مقام پر پہنچ کر ہائیزد بطلانی
 نے کہا تھا۔ ”سیکسٹی ما اعظم شانی۔“ ایران کے مشہور صوفیوں میں
 نربادین عطار، ابولمؤد صناعی اور سب میں بزرگ اور پریم
 دھرم کے سرتاج مولانا جلال الدین رومی ہوتے تھے۔ ہندستان
 میں کبیر، نانک، دادو، تکارام، مہین الدین چشتی، بابا فرید
 رجب، سرمد اور داراشکوہ نے اور باہر سے آئے شمس تبریز نے
 اس پریم دھرم کو پہنچایا۔ اس سے سب سے شوم، سندرم کے وہ
 پائے تیار ہوئے جن کو دیکھ کر آج بھی ہماری رگوں میں خون
 نیزی سے دوڑنے لگتا ہے۔ ایسی دل سے وہ جذبہ، وہ وچار
 (وہ بھاؤناہیں پیدا ہوئیں جنہوں نے کچھ دنوں کے لئے کروڑوں
 ہندستانوں کے دلوں سے دوزی کو مٹا دیا۔

دوسرا پہلی دھرمی کو مچا دے رہے اور جنہوں نے دھرم
 عطار کے دل کے لیے جو دین داری کا ایک ذریعہ ہے۔“

مذہب عشق اور پریم دھرم

اپس کے ایسی ملاپ سے وہ گہری دھارا بہ نکلتی
 دنیا مذہب عشق یعنی پریم دھرم کے نام سے پکارتی ہے اور یہ
 مذہب عشق یا پریم دھرم ہے کیا؟ دنیا کی خواہشوں سے دل
 کو ہٹانا، جو مل گیا اسی پر سنبھال کر، آدمی آدمی سے
 سنبھال کر، ہرک یا پریم دھرم سے لے لگانا، جنہوں نے دنیا کو
 سنبھال دیا ہے ان کا سب سے بڑا کام، گورو یا پیر کی ہرک
 کرنا، یہی پریم دھرم کا نچوڑ تھا۔

پریم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم فرماتے
 ہیں :

”موسم آداب داناں دیکراند

عاشقان سوز دروہاں دیکراند

”ہلداں را اصطلاح دادہ اند

سلاہیاں را اصطلاح دیکراند

”نو ہوائے وصل کردن آمدی

لے ہوائے فصل کردن آمدی

”مذہب عشق ازہمہ ملتحد است

عاشقان ازہمہ ملتحد است“

”اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا لفظ کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پریمی، جن کے اندر ہرے کی آگ لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔“

”ہم نے ہندستان کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے اور سندھ کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے۔“

پریم دھرم کے اس دھرم کو بیان کرتے ہوئے مولانا روم
 فرماتے ہیں :

”موسیٰ آداب داناں دیکراند

عاشقان سوز دروہاں دیکراند

”ہلداں را اصطلاح دادہ اند

سلاہیاں را اصطلاح دیکراند

”نو ہوائے وصل کردن آمدی

لے ہوائے فصل کردن آمدی

”مذہب عشق ازہمہ ملتحد است

عاشقان ازہمہ ملتحد است“

”اے موسیٰ! آداب یعنی کرم کا لفظ کے جاننے والے اور ہوتے
 ہیں اور وہ پریمی، جن کے اندر ہرے کی آگ لگی ہوئی ہو
 دوسرے ہوتے ہیں۔“

”ہم نے ہندستان کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے اور سندھ کے رہنے والوں کو دوسری طرح کا کرم لفظ
 بتا دیا ہے۔“

हुके का जो अर्थ है कि प्रेम का अर्थ है...

एक को दुसरे से कलने के लिए नहीं वेस गया था.

प्रेम बर्न सब बर्नो' से अलग है.

प्रेमी के लिए एक खुदा ही उसका दीन और खुदा ही उसका धर्म है."

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के ए प्रोत्साहन दिया. प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर कुरबान हो गया.

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था:—

"आशिको इश्क बुतो बुतगरो अरधारे कीस्त काबजो दैरो मसजिद हमजा तारीकीस्त !
गर दरवाई व चमने बहदते बकरंगी बी गौर कुन आशिको माशूको गुलोज़ार बकीस्त !
तर्क करदम काराहाए जुमला अज माबाए खेश नरे इकरा दीदाअम अज जेर ता बाबाए खेश !
गर तू भी प्रवाही बुनी हमशाँ जुदा अज जाए खुद ता बबीनी मजदरे हक जुम्ला सर ता पाए खेश !"

"आशिक और इश्क, मूर्ति और मूर्तिकार कौन है ?

काबा, बुतखाना और मसजिद सब जगह अंधेरा है.

अगर तू बहदत की बकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पावेगा कि आशिक और माशूक, फूल और कटि सब एक है'.

मैं कवियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सबई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो कवियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सबई के ज़हर को देख सके."

न्द-ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया. सबसे ले मशहूर ईरानी शाहनशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं. चन्द्रगुप्त मौर्य कई ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए. ईरान असर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाहने से बाएँ को लिखी जाती है. सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें त से ईरानी शब्द आते हैं. पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों लेख खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

सब को मारने के लिये भेजा गया था.

अब को दूसरे से मारने के लिये नहीं भेजा गया था.

"प्रेम हम सब धर्मों से अलग है.

प्रेमी के लिये एक-खुदा ही अस् का दीन और खुदा ही अस् धर्म है."

प्रेम के इसी धर्म ने प्रेम के देवता सरमद को लखपती कलीर बनाकर ईरान से हिन्दुस्तान की खाक छानने के ए प्रोत्साहन दिया. प्रेम का यह निर्भीक देवता इसी दिखी सूली पर नहीं बल्कि प्रेम की बेदी पर कुरबान हो गया.

सूली के तख्ते से प्रेम धर्मियों को दावत देते हुए सरमद कितने इतमीनान के साथ कहा था:—

"عاشقو عشق بت و بتگرو عیاره کیست

کعبه و دیر و مسجد همه جا تاریکست !

گر در آئی به چمن وحدت یکرنگی بین

غور کن عاشق و معشوق گل و خار یکست !

"ترک کردیم چارهائے جمله از ماوائے خویش

نور حق را دیده ام از زیر تا بالائے خویش !

گر تو می خواهی چنیں همه شاں جدا از جائے خون

قابه بینی مظهر حق جمله سر تا پائے خویش !"

"عاشق और عشق, मूर्ती और मूर्तिकार कौन है ?

कعبे, बंदिर, और مسجد सब जगह अंधेरा है.

अगर तू وحدत की यकरंगी के चमन में आकर देखे

तो तू पायेगा कि आशिक और माशूक, फूल और कटि सब एक है."

"मैं कवियों और कर्म कांड सब को तर्क करता हूँ,

मैं सर से पैर तक सबई की रोशनी को देख रहा हूँ,

अगर तू भी मेरी तरह होना चाहता है तो कवियों का त्याग कर,

ताकि तू भी मेरी तरह सबई के ज़हर को देख सके."

हंद ईरानी कला

ईरान और हिन्दुस्तान के हजारों बरस के आपसी लाप का नतीजा यह निकला कि दोनों मुल्कों ने एक दूसरे कला और संस्कृति की दौलत से मालामाल किया. सबसे ले मशहूर ईरानी शाहनशाह द्वारा के जमाने में भारत की कला के मेल के नमूने हमें मिलते हैं. चन्द्रगुप्त मौर्य कई ईरानी तौर तरीके अपने दरबार में जारी किए. ईरान असर से ही भारत में वह खरोष्टि लिपि चली थी जो रूसी की तरह दाहने से बाएँ को लिखी जाती है. सम्राट गोक के बहुत से शिलालेख इसी खरोष्टि में हैं और उनमें त से ईरानी शब्द आते हैं. पहाड़ों, चट्टानों और स्तम्भों लेख खोदने का रिवाज भी सम्राट अशोक ने द्वारा से

سلسلہ۔ भारत کی مूर्तिकلا پر بھی ایرانی असर साफ़ दिखाई देता है, भारत में सूर्य की जो सब से पुरानी मूर्ति मिलती है वह पहली सदी ईस्वी की बनी हुई है। उसके शरीर पर ईरानी कुरता, चौड़ीदार पाजामा, पांव में ऊंचे पशियाई जूते, सिर पर इरानी टोपी और कमर से इस्फ़हानी खंजर लटकता हुआ दिखाया गया है। उससे पहले किसी भी हिन्दुस्तानी देवता का यह लिबास नहीं पाया जाता। हिन्दुस्तान की सरजमीन पर सदियों के बिछड़े ईरानी और हिन्दुस्तानी भाई फिर एक साथ प्रेम और मुहब्बत से गले मिले।

मुरालों के जमाने में ईरानी कलाकारों ने हिन्दुस्तान की कौमी चिन्द्गी के सब अंगों को अपनी कला के तोहफे में दे दिए। इस ईरानी और हिन्दुस्तानी कला के संगम के शानदार नतीजे हमें हिन्दुस्तान की फ़ने तामीर (निर्माण कला) तस्वीर साजी, (चित्र कला), साहित्य और संगीत में देखने को मिलते हैं। ईरानी और भारतीय निर्माण कला ने मिलकर दुनिया की सब से खूबसूरत इमारत ताजमहल को तामीर किया। भारतीय इमारतों में सरो के पेड़, फूलों के गमले, फल, मधु के प्याले, गुलाबजल की सुराहियां सब ईरान की देन हैं। अंगूरी बेल का डिजाइन भी ईरानी है। राजपूत चित्रकला पर हमें बहुत साफ़ ईरानी असर दिखाई देता है। हिन्दी और फ़ारसी के मेल से एक नई ख़बान उर्दू पैदा हुई। हिन्दुओं और मुसलमानों ने मिलकर इसके साहित्य का चमकाया। मुरालों के जमाने में ईरानी संगीत भी भारत आया। दोनों संगीतों के मिलन से नई नई राग रागनियां पैदा हुईं। ईरानी और भारतीय कलाकारों ने मिलकर रागों का तरतीब और स्थान मुक़रर किया—मैरां, परच, सोहनी, सिन्धी, पीलू और मैरवी आदि राग धार्मिक भजनों के लिए और दरबारी, मालकोष, मल्हार और दुर्गा राज दरबारों में गाए जाने के लिए तय हुए। अकबरी दरबार में नृत्य और गान विद्या के अनेकों ईरानी कलाकार थे। भारतीय सप्तक में—सा, रे, ग, म, प, ध, नी हैं तो ईरानी सप्तक में—यक, दो, से, चहार, पंच, शष, हफ़्त हैं। गायन में ईरानी स्वर माधुर्य पर जोर देते थे तो भारतीय लय पर। दोनों की मिलाबट से भारत के संगीत में लय और स्वर माधुर्य दोनों चमक उठे।

संगीत के इस आपसी मेलजोल ने ईरानी संगीत पर भी काफ़ी असर डाला।

ईरान का राजकाजी सिलसिला

जिस तरह आध्यात्मिक, सांस्कृतिक, साहित्यिक और दार्शनिक क्षेत्रों में बड़ी से बड़ी हस्तियाँ ईरानी आकाश में चमकी, उसी तरह राजकाजी क्षेत्र में भी अशोक, हर्ष और अकबर की तरह ईरान में कुब, दारा और अबुसीरवा

। भारत की मूर्तिकला पर भी ایرانی असر واضح دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے میں سورج کی جو سب سے پुरانی مورتی ملتی ہے وہ پہلی صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہے۔ اس کے شہر پر ایرانی کورتا، چوڑیدار پاجامہ، پاؤں میں اُرنچے ایشیائی جوتے، سر پر ایرانی ٹوپی اور کمر سے ایشیائی خنجر لٹکتا ہوا دکھایا گیا ہے۔ اس سے پہلے کسی بھی ہندوستانی دیوتا کا یہ لباس نہیں پایا جاتا۔ ہندوستان کی سرزمین پر صدیوں کے بچھے ایرانی اور ہندوستانی بھائی پر ایک ساتھ پریم اور محبت سے گلے ملے۔

منہوں کے زمانے میں ایرانی کلاؤں نے ہندوستان کی قومی زندگی کے سب اکنوں کو اپنی کلا کے تحت ہیفت کئے۔ اس ایرانی اور ہندوستانی کلا کے سنگم کے شاندار نتیجے ہیں ہندوستان کی فن تعمیر (نرمان کلا) تصویر سازی (چتر کلا) سادھتہ اور سنگیت میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ ایرانی اور ہارتیہ نرمان کلا نے ملکر دنیا کی سب سے خوبصورت عمارت تاج محل کو تعمیر کیا۔ ہارتیہ عمارتوں میں سروں کے پتے، پھولوں کے گلے، پل، مچھو کے پیالے، گلاب جل کی صراحیاں سب ایران کی دیں ہیں۔ انگریزی بیل کا ڈیزائن بھی ایرانی ہے۔ راجپوت چتر کلا پر ہمیں بہت صاف ایرانی اثر دکھائی دیتا ہے۔ ہندی اور فارسی کے میل سے ایک نئی زبان اردو پیدا ہوئی۔ ہندوؤں اور مسلمانوں نے ملکر اس کے سادھتہ کو چمکایا۔ منہوں کے زمانے میں ایرانی سنگیت بھی ہمارے آیا۔ دونوں سنگیتوں کے ملن سے نئی نئی راگ راگنیاں پیدا ہوئیں۔ ایرانی اور ہارتیہ کلاؤں نے ملکر راگوں کی ترتیب اور استھان مقرر کیا—بھدروں، پوچ، سوہلی، سندھی، پھلو اور بھدروی اسی راگ دھارمک بھجनों کے لئے اور درباری، مالکوہ، ملہار اور درگا راج درباروں میں گائے جانے کے لئے طے ہوئے۔ اکبری دربار میں نرتیہ اور گن ودیا کے انیکوں ایرانی کلاکار تھے۔ ہارتیہ سہتک میں—سا، رہ، گا، ما، پا، دھا، نی، ہیں تو ایرانی سہتک میں—یک، دو، سه، چہار، پنج، شش، ہفت ہیں۔ گین میں ایرانی سر مادھوریہ پر زور دیتے تھے تو ہارتیہ نے پر۔ دونوں کی ملورت سے ہمارے سنگیت میں لہ اور سر مادھوریہ دونوں چمک اٹھے۔

سنگیت کے اس آپسی میل جول نے ایرانی سنگیت پر بھی کافی اثر ڈالا۔

ایران کا راجکاجی سلسلہ

جس طرح آدھتاک، سانسکرتک، سادھتک اور دارشک چیتروں میں بڑی سے بڑی ہستیاں ایرانی آکھ میں چمکیں، اسی طرح راجکاجی چیتروں میں بھی اشوک، ہرہ اور اکبر کی طرح ایران میں کرد، دارا اور انشورول

नाम अपने नाम की शक्ति, राजाओं की दूरदृष्टी, स्थापना और संरक्षण के लिए इतिहास में हमेशा याद किए जायेंगे। कुछ ईसा से अ. बी. वरस पहले पैदा हुआ। ग्रीकनी के साइरस कहते हैं, उसने उदारता और प्रेम की बुनियादों पर अपनी हुकूमत कायम की। वह खुद अग्नि पूजक था। उसने जेरुसलम में यहूदियों के मन्दिर और बाबुल में तबूक के मन्दिर फिर से बनवाए। खुद जीते हुए देशों के तबूक का बर्ताव इतने रहम और मोहब्बत का होता कि जिसकी मिसाल उससे पहले के किसी बादशाह की हुकूमत में नहीं मिलती।

کے نام اپنے ماتروی سائنس، راجگنجی دیوار آدھی، ہوا کے پرکھ اور
ساتھ نکلنے کے لئے انہاس میں ہوشہ یاد کئے جاتے تھے۔ کرو
عہسی سے چہ سو برس پہلے پیدا ہوا۔ یونانی اے سائرس
کہتے ہیں۔ اُس نے اُدارتا اور پریم کی بنیادوں پر اپنی حکومت
قائم کی۔ وہ خود اگنی بوجک تھا۔ پر اُس نے جیروسلم میں
یہودیوں کے مندر اور بابل میں دوک کے مندر پر سے ہوائے۔
خود جیتے ہوئے دیش کے ساتھ کرو کا ہوتاؤ اتنے رحم اور محبت
کا ہوتا تھا کہ جس کی مثال اُس سے پہلے کے کسی بادشاہ
کی حکومت میں نہیں ملتی۔

عہدوں سے 522 برس پہلے دارا ایوان کے تخت پر بیٹھا ۔ یونانی اُسے قیروس کہتے ہیں ۔ وہ دیاران اور رحمدل بادشاہ تھا۔ راجکالج میں وہ بہت ہرشمار تھا۔ راعیا کا وہ سچا ہتھکنک تھا ۔ اُس نے بڑی بڑی عمارتیں اور تھریں ہلوائیں ۔ مہنہ کی نہر سب سے پہلے دارا نے ہی تیار کرائی ۔ کک کا وہ زہرست پوشک تھا ۔ اُس کی حکمت میں سب کو پوری پوری آزادی تھی ۔ یریم کی وہ موتی تھا ۔ زرتشت کا وہ سچا انویانی تھا ۔

عیسائی کی چہیتی مدھیٰ سن 531ع میں سامسامانی خاندان کا مشہور بادشاہ انوشیرواں جسے نوشیرواں بھی کہتے ہیں نصرت پر بیٹھا۔ انوشیرواں ایک ہوشیار سپہ سالار، رحمدل حاکم چتر راجہ تھیہ اور انصاف پسند بادشاہ تھا۔ یونان اور ہندستان کے بڑے بڑے عالم اُس کے دربار میں رہتے تھے۔ وہ مذہب والوں کے ساتھ وہ بڑی اُدلرتا سے پیش آتا تھا۔ کلیسیا کی وھارت کے مطابق انوشیرواں کا دربار زرتشتی، بودھ اور عیسائی دھرموں کا ایک سنذر ملاپ گھر تھا۔ اسلام کے پیغمبر حضرت محمد بڑے فخر کے ساتھ کہا کرتے تھے کہ ”میں عدل پسند انوشیرواں کی شہنشاہیت کے زمانے میں پیدا ہوا ہوں۔“

632ع میں ایران پر عربوں کی حکومت قائم ہوئی۔ سیاسی طور پر ایران کی آزادی چلی گئی مگر علمی اور کلمچری نگاہ سے ایران اپنے حملہ آوروں کے اوپر چھا گیا۔ ایران کے عالموں نے اسلام کو اپنی آوازنا، اپنے فلسفہ اور یریم دھرم سے چار چاند لگانے۔ سائنس، حکمت، منکیت، ادب، دھرم شاستر، گنوت، دیاکرن سب میں ایرانی ودوان تھوڑے ہی دنوں میں عربوں سے بڑھ گئے۔ ابوسینا، عمرخھام، فردوسی، شیخ سعدی، حافظ، سہروردی، جامی اور روہی جیسے مہاپرش اسی زمانے میں پیدا ہوئے۔ سن 1500 میں مغوی خاندان کے جھانڈے کے نیچے ایران میں ایرانیوں کی آزاد حکومت قائم ہوئی۔ سن 1907 میں ایران میں جن تتر حکومت کے ماتحت ایک پارلیمینٹ ملی۔ سن 1921 میں رضا شاہ پہلوی نے ایران میں اپنی آزاد

ہندوستان کا نام کی۔ ایران کے مہمندر شاہنشاہ مودھنمدر
 راجا شاہ پہلوی انہی کے بے ہیں۔ دو کروڑ بیس لاکھ
 آبادی والا یہ۔ وہاں پرانی 80 فیصدی کسانوں کی آبادی کو
 ترقی کے راستے پر آگے بڑھا رہا ہے۔ اس کے ریکسٹنی علاقوں
 میں نیل کاغذ، زعفران، ہندستان کی طرح یورپ کی
 سامراجی طاقتوں نے اسے جھڑپ اور پریشان کر رکھا ہے۔ لیکن
 ہزاروں ورہوں کی شاندار زندگی کے قیمتی تجربے اس کے پاس
 ہیں، جنکی روشنی میں وہ اپنے لئے صحیح اور مناسب راستہ
 نکال رہا ہے، اور ضرور نکالے گا۔ ایران اور ہندستان دونوں کو
 اپنی قدیم محبت اور دوستی کو پھر سے مضبوط اور تازہ کرنا ہے۔
 شاہ ایران کی آمد کے موقع پر ایران کے مشہور عالم اور آجکل
 ہندستان میں ایران کے راجہ دوت ہز ایکسائینسی ڈاکٹر علی اسمر
 حکمت کے پیغام کا ایک جز ہم آپ کے سامنے پیش کر رہے
 ہیں۔

”پچھلی صدیوں میں اگرچہ ہندستان میں ایرانی کلا
 اور سادھت کی آواز بدقسمتی سے خاموش ہو کر کسی درجہ یاد سے
 باہر ہو گئی تھی، خدا کا شکر ہے کہ ہندستان کے اکراؤں کی
 کوششوں سے اس میں پھر سے ایک جان دہائی دے رہی ہے۔
 ہندستان آج پھر سے ایک آزاد اور طاقتور دیہ ہے۔ غلامی کی
 زنجیروں کو توڑ کر وہ پھر سے اپنی پرانی پرہیزوں، اپنے پراچین
 ایشوریہ اور اپنی پڑائی مترا کو نئے سرے سے حاصل کر لے کی
 پوش کر رہا ہے۔“

ایران کے مانندیہ راجہ دوت ڈاکٹر علی اسمر حکمت کے اس
 بیان سے ہم پوری طرح سہمت ہیں۔ شہنشاہ ایران کی اس
 ملک میں مہتری پاترا کا ہم دل سے سواکت کرتے ہیں۔ ہم
 اس دن کے انتظار میں ہیں جب ہماری پرانی دوستی
 گہری، مضبوط اور تازہ ہوگی اور بھارت اور ایران کی محبت کے
 تارے ایران کی 19 ہزار فیٹ اونچی دیہاں کی چوٹیوں اور
 ہماہ کے گن چوٹیوں پر گونجیں گے اور اس فی دھونی
 پرنی دھونی ساری دنیا کو سنائی دیگی۔

شاہنشاہ ایران اور ملکا سوریہ کی مہتری-پاترا کے موقع پر
 کے مہتری پر 15 فروری کو دہلی اور کراچی کے ریڈیو
 سٹیشنوں سے پراساریت۔

(آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کے سرجلیہ سے)

شاہنشاہ ایران اور ملکہ ذبیہ کی مہتری-پاترا کے موقع پر
 15 فروری کو دہلی اور کراچی کے ریڈیو سٹیشنوں سے پراسار۔

(آل انڈیا ریڈیو نئی دہلی کے سرجلیہ سے)

چینی ادب (ساختہ) پر ایک سرسری نظر

چینی ادب (ساختہ) پر ایک سرسری نظر

ڈاکٹر لطیف دنگری ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ (ایکس)

ڈاکٹر لطیف دنگری ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ (ایکس)

پچھلے 15 برس سے ایشیائی ملکوں کے لوگ چین کی سیاحتی (سائنسی) کتب کو ہمدردی کے ساتھ دیکھتے رہے ہیں۔ چینی آزادی کی جنگ کے ساتھ ہم یورپ والوں نے ہمیشہ سے ایک اپنا محسوس کیا ہے۔ سن 1857 میں چین کی ٹیپو سٹریک کی جنگ، ہندوستان کی انگریزوں کی بغاوت اور ان میں لکھنؤ کی سازشیں سامراجیوں کی مختلف کڑیوں میں جس طرح ایشیا کو غلامی کے بندھنوں میں باندھ لیا گیا۔ یہ تینوں ہی ملک ہزاروں برس پرانی تہذیب کے حامی ہیں۔ تینوں نے ہی ہزاروں برس تک ایک دوسرے کے ساتھ کلچرل لین دین کیا ہے۔ اس لیے میں چینی کلچر، چینی ادب (سائنس) چینی جنگ اور چینی علم کے بھارت پر ایک وسیع (سائنس) نظر ڈالنا چاہوں گا۔ ایشیائی ممالک کے ساتھ یہ اعتقاد (شواہد) ہے کہ ہندوستان، چین اور ایران کی ایک ایشیائی کلچر کی وہ ترویج ہے کہ جس کی دھارا میں نہ صرف ایشیا کو بلکہ جہلی ہوئی دنیا کو راحت ملے گی۔ آج دنیا کی کلچرل (سائنس) ہاگڈور پیچھے کے خود غرض سامراجی دیشوں کے ہاتھوں میں چلی گئی ہے اور ہمیں یہ نہ بھولنا چاہئے کہ ہزاروں برس تک ہندوستان، چین اور ایران دنیا کے اربوں لاکھوں آدمیوں کو راستہ دکھاتے رہے ہیں۔ یہ جو راستہ ایقہم کا نہیں بلکہ آتما کو شانتی دینے والا روحانی راستہ تھا۔ چین کے ساتھ آج ہمیں ٹوٹی ہوئی کلچرل کڑی کو پھر سے جوڑنا ہے اور اس کی تہذیب کی وسعت آمیز شکل (روپ) کے درشن کرنے ہوں۔

چینی بولی اور لکھاوت

ایشیائی زبانوں میں چینی اُس گروہ کی زبان ہے کہ جس کا ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ میں ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے۔ چینی زبان دو صنف الگ الگ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ بولنے کی الگ، لکھنے کی الگ۔ چینی بولی کوئی اپنے آپ الگ الگ بولی نہیں ہے بلکہ کئی صوبوں کی بولوں کی ملاوٹ ہے۔ حالانکہ ان میں بولوں کا لکھاوت ایک ہی ہوتا ہے۔

چینی بولی اور لکھاوت

ایشیائی زبانوں میں چینی اُس گروہ کی زبان ہے کہ جس کا ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے اور ایک ہی جگہ میں ہر حرف ایک الگ معنی رکھتا ہے۔ چینی زبان دو صنف الگ الگ حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔ بولنے کی الگ، لکھنے کی الگ۔ چینی بولی کوئی اپنے آپ الگ الگ بولی نہیں ہے بلکہ کئی صوبوں کی بولوں کی ملاوٹ ہے۔ حالانکہ ان میں بولوں کا لکھاوت ایک ہی ہوتا ہے۔

دکن میں عربی کے ساتھ ساتھ عربی بولی جاتی ہے۔ اس کے پڑوسی عرب میں لوگ 'عرب' بولتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے اتر کی طرف بڑھتے ہیں عربی 'نکھو' بولتے ہیں اور 'نکھو' بولتے ہیں۔ اور زیادہ اتر میں 80 فیصدی چینی 'مندان' زبان بولتے ہیں۔ مندان کی دو خاصیتیں ہیں—(1) یہ کہ 15 ویں صدی سے یہ چینی راجدھانی کی زبان رہی ہے اور (2) سرکاری خط و کتابت میں یہ زبان استعمال کی جاتی رہی ہے۔

اپنے پرانے دین کے لحاظ سے کھیتی زبان بہت اہم ہے ۔ لیکن سرکاری زبان رہنے کی وجہ سے ملتان نے بے حد ترقی کر لی ہے ۔ یہ بات فور کرنے لائق ہے کہ کھیتی زبان اُس بہت شروع کی ' ہا ہا آدم کے زمانے کی ' چینی زبان سے نکلی ہے کہ جس نے موجودہ زمانے کی بول چال کی اور لکھی جانے والی چینی کو جنم دیا۔ چینی زبان میں پہلے ہر خیال کو ظاہر کرنے کے لئے الگ الگ حروف تہہ ۔ کلفوسیس کے زمانے میں یہ کوشش کی گئی کہ لکھات (لپی) کی ایک چھوٹے دائرے میں حد بندی کی جائے ۔ اُسی زمانے میں کتابی زبان کے بھیج ہوئے گئے ۔ لیکن اِس سے اصل مقصد پورا نہیں ہوا ۔ اِس کوشش سے ایک ایسی بھاری بھر کم لکھات نکلی کہ جس میں چھ گئے دھرم گرتہ پوتہ کے پوتہ بن گئے ۔ مگر پھر بھی چینی ادب (سائنس) کی ترقی میں کلفوسیس کے زمانے کی یہ کوشش بڑے کلم کی ثابت ہوئی ۔

لکھاوت کی اس ترقی کے بعد اردو چین میں چھپائی کے لئے لکڑی کے چھاپوں کی ایجاد کے بعد ادب (ساختہ) ہمسکاور ہو گیا، اس میں ایک پھیلو اور چستی آگئی مگر اس کے ساتھ ہی ساتھ دھرم گرنہوں کی طرف لوگوں کی عزت (شردھا) اس قدر بڑی کہ ساختہ اور معمولی بول چال کی زبان میں کوئی واسطہ ہی نہیں رہ گیا۔

اسب (دین مالا)

چھنی لکھاوت باوجود اپنے نہ تھے نشانوں اور لگانا، سدھار کے ایک تصویر لکھاوت ہی کہی جاسکتی ہے۔ کسی حرف کے ٹھیک معلوم نہیں بتائے جاسکتے ہیں جب اُسے بعد کے حروف کے ساتھ جوڑ کر پڑھا جائے۔ ردیشہوں کو یہ ایک بڑی دقت کی بات معلوم ہوتی ہے کہ بہت سے حروف کی بالکل یکساں آوازیں ہیں پر اُن کے مطلب علیحدہ ہیں۔ اُس طرح کے لفظوں کی تعداد پچاس ہزار ہے اور تلفظ (آچان) میں ہی اُن کے مطلب میں فرق آتا ہے۔ مرنے طور پر چھنی حروف کو ہم پانچ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں—(1) خالص گو ظاہر کرنے والے، (2) آوازوں کو ظاہر کرنے والے، (3) جن سے

کچھ عرصہ تک رہی، (4) دوسری بات یہ ہے کہ، (5) یہی ہرکھ جو کسی دینی پویشی کے دوسرے لفظوں سے ملتا ہو۔

قریب 25 برس پہلے ان ہزاروں چینی حروف کے جن کو لوگوں نے ان کی جگہ دھاریوں کے حساب کی نہیں تھی وہ ملا جانے لگے کی زوردار کوشش شروع ہوئی، مگر وہ اس وجہ سے انتہائی تھوڑی سی تھی کہ چینی لفظوں کی آواز کی بنا پر جو حروف بنائے جاتے ان کی تعداد بچانے کم ہونے کے اور بھی بڑھ رہی تھی۔ چینی کے پہلے ہونے پر حصہ کے نشان ان حروف میں شامل ہیں اور جس کی وجہ سے ان حصوں میں کسی ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے بھی چینی لکھتے ہوئے رومن لکھتے کو نہیں اپنایا۔

چینی ادب (ساختہ)

اور دوسرے پوری ادب (ساختہ) کی طرح چینی کے اپنے ساختہ کی بھی کوئی تاریخ (انتہا) نہیں ہے۔ لیکن ادبی تاریخ اور تفہیم (آپنا) کو چھوڑ کر چینی ساختہ نے ہر جانب (دشا) ترقی کی ہے۔ چینی ساختہ کو ہم چھ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مثلاً شاعری (کویتا) جس میں پوہ (سالمون) فلسفہ (دشمن) اور مذہبی چیزیں شامل ہیں، انتہا جس میں ہر طرح کا انتہا سرکاری اور غیر سرکاری، سوانح عمری (آتم کشا) اور ہونگول شامل ہیں، آرٹ (کلا) اور سائنس (دیکھنا) تھا زبان کا علم (بھاشا شاستر) جس میں انسائیکلوپیڈیا (وشو کوش) اور لغت (شبد سنکرہ) آتی شامل ہیں۔ اب ہمیں اس پر ایک سرکاری نگاہ ڈالکر یہ دیکھنا ہے کہ چینی عالم اور ساختہ کیوں نے اس میدان میں کس درجہ ترقی کی۔

شاعری (کویتا)

شاعری (کویتا)

دوسری پرانی زبانوں کی طرح چینی ساختہ میں بھی گیت اور گانوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ چینی تہذیب ہزاروں برس پرانی ہونے پر بھی چینی زبان میں کوئی گیتوں کا پوتھا (مہاکاویہ) نہیں ہے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے گیتوں کے علاوہ لمبی لمبی نظموں (کویتائیں) بھی، جنہیں ہم مثلاً (کھنڈ کاویہ) کہہ سکتے ہیں، چینی زبان میں ملتی ہیں۔ قدرتی نظموں کی تصویر کھینچنے والی بہت سی نظمیں چینی کاویہ میں ملتی ہیں جن میں مسکن اور آئسو دونوں کی چھٹی دکھائی دیتی ہے۔ چینی ادب کی یہ ایک خاص بات ہے کہ سیکس سے تعلق کھنڈ والی شاعری میں بھی اس میں کہیں بے دایہ دیکھنے تک کو نہ ملے گا۔ ایک دوسری خاص بات یہ ہے کہ مذہبی شاعری چینی زبان میں بالکل نہیں ہے۔ یہ تکی شاعری (آلوکات کویتا) بھی چینی زبان میں نہیں ملتی۔ چھانوں

قریب 25 برس پہلے ان ہزاروں چینی حروف کے جن کو لوگوں نے ان کی جگہ دھاریوں کے حساب کی نہیں تھی وہ ملا جانے لگے کی زوردار کوشش شروع ہوئی، مگر وہ اس وجہ سے انتہائی تھوڑی سی تھی کہ چینی لفظوں کی آواز کی بنا پر جو حروف بنائے جاتے ان کی تعداد بچانے کم ہونے کے اور بھی بڑھ رہی تھی۔ چینی کے پہلے ہونے پر حصہ کے نشان ان حروف میں شامل ہیں اور جس کی وجہ سے ان حصوں میں کسی ایک ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جاپانیوں نے بھی چینی لکھتے ہوئے رومن لکھتے کو نہیں اپنایا۔

اور دوسرے پوری ادب (ساختہ) کی طرح چینی کے اپنے ساختہ کی بھی کوئی تاریخ (انتہا) نہیں ہے۔ لیکن ادبی تاریخ اور تفہیم (آپنا) کو چھوڑ کر چینی ساختہ نے ہر جانب (دشا) ترقی کی ہے۔ چینی ساختہ کو ہم چھ حصوں میں بانٹ سکتے ہیں۔ مثلاً شاعری (کویتا) جس میں پوہ (سالمون) فلسفہ (دشمن) اور مذہبی چیزیں شامل ہیں، انتہا جس میں ہر طرح کا انتہا سرکاری اور غیر سرکاری، سوانح عمری (آتم کشا) اور ہونگول شامل ہیں، آرٹ (کلا) اور سائنس (دیکھنا) تھا زبان کا علم (بھاشا شاستر) جس میں انسائیکلوپیڈیا (وشو کوش) اور لغت (شبد سنکرہ) آتی شامل ہیں۔ اب ہمیں اس پر ایک سرکاری نگاہ ڈالکر یہ دیکھنا ہے کہ چینی عالم اور ساختہ کیوں نے اس میدان میں کس درجہ ترقی کی۔

دوسری پرانی زبانوں کی طرح چینی ساختہ میں بھی گیت اور گانوں کا خزانہ بھرا پڑا ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب و غریب بات ہے کہ چینی تہذیب ہزاروں برس پرانی ہونے پر بھی چینی زبان میں کوئی گیتوں کا پوتھا (مہاکاویہ) نہیں ہے۔ یہ بھی چھوٹے چھوٹے گیتوں کے علاوہ لمبی لمبی نظموں (کویتائیں) بھی، جنہیں ہم مثلاً (کھنڈ کاویہ) کہہ سکتے ہیں، چینی زبان میں ملتی ہیں۔ قدرتی نظموں کی تصویر کھینچنے والی بہت سی نظمیں چینی کاویہ میں ملتی ہیں جن میں مسکن اور آئسو دونوں کی چھٹی دکھائی دیتی ہے۔ چینی ادب کی یہ ایک خاص بات ہے کہ سیکس سے تعلق کھنڈ والی شاعری میں بھی اس میں کہیں بے دایہ دیکھنے تک کو نہ ملے گا۔ ایک دوسری خاص بات یہ ہے کہ مذہبی شاعری چینی زبان میں بالکل نہیں ہے۔ یہ تکی شاعری (آلوکات کویتا) بھی چینی زبان میں نہیں ملتی۔ چھانوں

کے کاموں کو توڑ کر آج شاعری لکھی جاتی ہے وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی ہے۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ (پروہ) ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 لی۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلیمنس نے (551 ای۔ یو۔ - 479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت لکھا گئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانٹ کر 311 گیتوں کا ایک سندر مجموعہ (سنگرہ) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب سے مشہور شاعر ای۔ ٹائی یو (762 ع۔ - 705 ع۔) اور نو۔ نو (770 ع۔ - 712 ع۔) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ ٹائی۔ یو۔ کو اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹے فرشتے' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شہ لکھوں) پر اُتاری گئیں۔

سورنگ حکومت میں راجاؤں کا بڑھاپا پاکر شاعری نے بہت زیادہ ترقی کی۔ یہ زمانہ 960 عیسوی سے شروع ہو کر قریب 300 برس رہا۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے کی شاعری ہر رنگ اور ہر تہلک کی ہے مگر پھر بھی اس وقت شاعری کے جو کچھ قاعدے قانون بن گئے تھے ان کی وجہ سے اس میں جدت پسندی (موانکا) کی کسی دکھائی دیتی ہے۔

قدردانوں کے لحاظ سے سورنگ - ٹونگ - یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پرہ) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلچسپ (اکرشک) مضامین نگار (نہندہ - لیکھک) تھا۔ منگول اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (پرنبھا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں ٹنگ - ہی اور چئین - ٹونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

انسائے (اینگلاس)

افسانے (آپنیاس)

شاہسکی چینی سائنس کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (آپنیاسوں) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گھریلو زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واہمالین) اپنی زندگی شکل میں درج (چکرت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینا) کے اس میں انسانوں (آپنیاسوں) کا لکھا جانا توڑ پھوس صدی سے

کے کاموں کو توڑ کر آج شاعری لکھی جاتی ہے وہ ٹھیک نہیں سمجھی جاتی ہے۔

جس زمانے میں شاعری نے جنم لیا اور ترقی کر کے بالغ (پروہ) ہوئی وہ زمانہ سن 1800 ای۔ یو۔ سے لے کر 600 لی۔ یو۔ تک کا ہے۔ چوتھیں اور پانچویں صدی کے قریب کلیمنس نے (551 ای۔ یو۔ - 479 ای۔ یو۔) اپنے زمانے تک کے قریب 3000 گیت لکھا گئے جنہیں شہ چن کہا جاتا تھا اور ان میں سے چھانٹ کر 311 گیتوں کا ایک سندر مجموعہ (سنگرہ) تیار کیا۔ لیکن شاعری کی اصلی ترقی آٹھویں صدی عیسوی سے شروع ہوئی۔ اس زمانے کے دو سب سے مشہور شاعر ای۔ ٹائی یو (762 ع۔ - 705 ع۔) اور نو۔ نو (770 ع۔ - 712 ع۔) سمجھے جاتے ہیں۔ لی۔ ٹائی۔ یو۔ کو اس کی بہت عالی شاعری کی وجہ سے اور اس کے راج سے نکالے جانے کے سبب سے 'چھوٹے فرشتے' (نرواست سرگ دوت) کہتے تھے۔ ان دونوں شاعروں سے اثر کر یو۔ جو۔ ای۔ 772-849 ای۔ سمجھا جاتا ہے۔ سرکاری حکم سے اس کی بہت سی نظمیں پتھروں (شہ لکھوں) پر اُتاری گئیں۔

سورنگ حکومت میں راجاؤں کا بڑھاپا پاکر شاعری نے بہت زیادہ ترقی کی۔ یہ زمانہ 960 عیسوی سے شروع ہو کر قریب 300 برس رہا۔ یہ صحیح ہے کہ اس زمانے کی شاعری ہر رنگ اور ہر تہلک کی ہے مگر پھر بھی اس وقت شاعری کے جو کچھ قاعدے قانون بن گئے تھے ان کی وجہ سے اس میں جدت پسندی (موانکا) کی کسی دکھائی دیتی ہے۔

قدردانوں کے لحاظ سے سورنگ - ٹونگ - یو سب میں زیادہ پسندیدہ (لوک پرہ) چینی کوئی ہوا ہے۔ وہ جتنا چمکتا ہوا کوئی تھا اتنا ہی دلچسپ (اکرشک) مضامین نگار (نہندہ - لیکھک) تھا۔ منگول اور مانچو بادشاہوں کے زمانے سے انقلابی دور کے پہلے تک کوئی خاص خوبی والے (پرنبھا سپن) شاعر نہیں ہوئے حالانکہ مانچو بادشاہوں میں ٹنگ - ہی اور چئین - ٹونگ اوسط درجے کے شاعر تھے۔ ان پر شک اس زمانے میں شاعری کافی مقدار میں لکھی گئی۔

انسائے (اینگلاس)

شاہسکی چینی سائنس کی خاصیت ہے۔ مگر جہاں تک انسانوں (آپنیاسوں) کا تعلق ہے ان میں اس کی بالکل کمی ہے۔ انسانوں میں گھریلو زندگی کا سچا خاکہ درج ہوتا ہے جن میں نفرت اور نفسی محبت (واہمالین) اپنی زندگی شکل میں درج (چکرت) ملتی ہیں۔ باوجود چینی ادب کی قدامت (پراچینا) کے اس میں انسانوں (آپنیاسوں) کا لکھا جانا توڑ پھوس صدی سے

शुरू होता है। 17 वीं सदी में अफसाना नबीसी अपनी
 बाँदी पर पहुँची जब 'दुख-लोभ-मेरु' और 'लिआओ चल'
 जैसे महाभार अफसाने लिखे गये। इनमें से पहले उपन्यास के
 लिखनेवाले का पता नहीं चलता मगर वह कला के लिहाज
 से अच्छा लिखा गया है। प्रेम और पश्यन्त्र, दोस्त और
 गुरबब, सादगी और कमीनेपन आदि मुक्तलिफ़ कैफियतों
 की इतनी खूबसूरती के साथ कहानी में झलक दिखाई गई
 है कि पढ़कर लेखक की कलम घूमने की तबियत होती है।
 उपन्यास में करीब 400 पात्र हैं जिनके चरित्र को बड़ी
 खूबसूरती के साथ पेश किया गया है। उपन्यास में जगह
 जगह सतही गंवइयत (धामीखता) जरूर दिखाई देती है पर
 आजकल के उपन्यासों में जो एक जानलेवा सुभाव (पातक
 ब्यंजना) होता है वह उनमें न मिलेगा। 'लिआओ चल' का
 लेखक पु सुन लिख है जिसने उसे सन् 1679 ई० में लिखा।
 साहित्यिक लॉग इसे साहित्यिक स्टाइल के लिये एक अत्रली
 चीज (बिचार कृति) समझते हैं। इसमें बेहती पात्रों की
 घरेलू चिन्दगी का सुन्दर और सही (वास्तविक) स्त्राका है।

नाटक

चीन में उपन्यासों के साथ साथ ही नाटकों का लिखा जाना भी शुरू हुआ। नाटकों का दौर मंगोलों का वक्त (1260-1368 ई०) समझा जाता है हालांकि मामूली रूप में नाटक पुराने अदब (प्राचीन साहित्य) में भी मिलते हैं। एक बात यह कही जाती है कि चीनी साहित्य में मंगोल बादशाहों ने नाटकों का रिवाज डाला और इसलिये चीनी नाटकों की मध्य एशियाई बुनियाद है, लेकिन इस वक्त चीनी जनता नाटकों को बेहद पसन्द करती है। शायद दुनिया में चीनी जनता के बराबर दूसरी जनता नाटकों को इतना पसन्द नहीं करती। मंगोलों के जमाने के लिखे हुये करीब 100 नाटकों का एक मजमुआ सन् 1615 ई० में शायी हुआ था। एक दूसरा बड़ा (बृहत) संग्रह सन् 1845 में निकला जिसमें नाटकों को सरतीबवार (बर्गीकरण) करके उन्हें शाय किया गया।

तारीख (इतिहास)

प्राचीन (प्राचीन) जमाने के लिखे हुये चीनी इतिहासों में सबसे खास कन्फ्यूसियस का लिखा हुआ इतिहास है। यह पौराणिक राजा याओ (1357 ई० पू०-2205 ई० पू०) से शुरू होता है। यह बात क्राबिले गोर है कि उस वक्त भी चीन में लोग सिर्फ एक अस्ताह (एकेश्वरवाद) का मानते थे। याओ के आठ बरस बाद इमारत बनाने वाला राजा यु हुआ जिसने अव्यस्त बाद आने के कारण राज भर में हथारों मील के दायरे में जो पाना भर गया था उसे बड़ी परकीश से बाहर निकाला। पच्छिमी लेखक इस क्रिस्ते को बाइबिल के Deluge (प्रलय) की कहानी से मिलाते हैं।

شرح ہوتا ہے۔ 17 ویں صدی میں افسانہ نویسی اپنی چوٹی پر پہنچی جب 'ہن لوسٹن' اور 'لہاؤ چل' جیسے مشہور افسانے لکھے گئے۔ ان میں سے پہلے اہلیاس کے لکھے والے کا بکتہ نہیں چلتا مگر وہ ناک کے لحاظ سے اچھا تھا تھا ہے۔ پریم اور شریمنتر، دولت اور غریب، سادگی اور کھلمہ بن آدمی مختلف کیفیتوں کی اتنی خوبصورتی کے ساتھ کہانی میں چمک دکھائی گئی ہے کہ پڑھکر لپٹک کی قلم چومنے کی طبیعت ہوتی ہے۔ اہلیاس میں قریب 400 پاتروں ہیں جن کے چرترو کو بڑی خوبصورتی کے ساتھ پڑھ کر کیا گیا ہے۔ اہلیاس میں جگہ جگہ سطحی گفتگویت (گرامینتا) ضرور دکھائی دیتی ہے پر آجکل کے اہلیاسوں میں جو ایک جان لہوا ۔ جھاؤ (گھاتک و بلیچنا) ہوتا ہے وہ ان میں نہ ملیگا۔ 'لہاؤ چل' کا لپٹک پو سن لن ہے جس نے اسے سن 1679ع میں لکھا۔ سائیک لوگ اسے سائیک اسٹائل کے لئے ایک عقلی چیز (وچار کرتی) سمجھتے ہیں۔ اس میں دیہاتی پاتروں کی گھریلو زندگی کا سندر اور صحیح (واستوک) خاکہ ہے۔

نای

چین میں آپنیاسوں کے ساتھ ساتھ ہی نائٹوں کا لکھا جانا بھی شروع ہوا۔ نائٹوں کا دور منگولوں کا وقت (1260-1368ع) سمجھا جاتا ہے حالانکہ معمولی روپ میں نائٹ پرانے ادب (پراچین سائٹھ) میں بھی ملتے ہیں۔ ایک بات یہ کہی جاتی ہے کہ چینی سائٹھ میں منگول بادشاہوں نے نائٹوں کا رواج ڈالا اور اس لئے چینی نائٹوں کی مدھیہ ایشیائی بنیاد ہے۔ لیکن اس وقت چینی، چنگا نائٹوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ شاید دنیا میں چنگو، چنگا کے برابر دوسری چنگا نائٹوں کو اتنا پسند نہی کرتی۔ منگولوں کے زمانے کے لکے ہوئے قریب 100 نائٹوں کا ایک مجموعہ سن 1615ع میں شائع ہوا تھا۔ ایک دوسرا ہوا (ورہت) سنکرہ سن 1840 میں نکلا جس میں نائٹوں کو ترتیب وار (ورگیکرن) کر کے انھیں شائع کیا گیا۔

تاریخ (اقتباس)

قدیم (پراچین) زمانے کے لکھے ہوئے چینی ایتھاسوں میں سب سے خاص کنفیوسیس کا لکھا ہوا ایتھاس ہے ۔ وہ پورانک راجہ یاؤ (2205 ای۔ پو۔ — 1357 ای۔ پو۔) سے شروع ہوتا ہے ۔ یہ بات قابل غور ہے کہ اُس وقت بھی چین میں لوگ صرف ایک اللہ (ایکشور وان) کو مانتے تھے ۔ یاؤ کے آٹھ برس بعد عمارت بنائے والا راجہ یو عوا جس نے زبردست بارش آنے کے کلن راج ہر میں ہزاروں میل کے دائرے میں جو پانی بھر گیا تھا اُسے بڑی ترکیب سے باہر نکالا ۔ پچھلی لیبیک اِس قصہ کو ہائل کے Deluge (پرلہ) کی کہانی سے ملاتے ہیں ۔

دوسری عمر (جینی)

دوسری عمر (جینی) سے ملتی جلتی چیزیں جینی میں ہی لکھی گئی ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں نے جینوں پر بڑے بڑے پوتے لکھے ہیں۔ جینی جینوں میں پودا کی تاریخ اور سن کا اکثر ذکر نہیں ہوتا۔ موت کی تاریخ سے پودا کی وقت نکالنا پوتا ہے۔ جینی جینوں کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے بزرگوں اور سرکاری زندگی کا مفصل بیان ہوتا ہے۔

جغرافیہ (ہوگول)

جغرافیہ پر جینی میں بہت سی کتابیں ہیں لیکن باہری ملکوں کا بیان بہت کم پایا جاتا ہے۔ 16ویں صدی میں پہلی بار جغرافیہ پر جینی میں ایسی کتاب لکھی گئی جس میں دنیا کے ملکوں کی سرحدوں کا بیان ہے۔ سن 1745 میں ہوگول پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی گئی جس میں ہولڈ (ہولڈ) کے ساتھ دنیا کا بیان ملتا ہے۔ اس کے بعد سن 1794 میں ایک دوسری کتاب لکھی گئی جس میں موسم، سمندری راستے، آب و ہوا وغیرہ کا ذکر ہے۔

یاترا ورتانت

ملکی حیثیت سے جینی ہمیشہ سے یاترا کے شوقین رہے ہیں۔ اس قومی خواہش کو سب میں زیادہ بڑاوا اس وقت ملا جب کچھ بڑے بھائیوں کے من میں اپنا مذہبی وطن دیکھنے کی آہ تھی۔ اس آہنگ کو پورا کرنے کی غرض سے سن 399ء میں فادیان گوبی کے رینگستان کو پار کرتا، مध्य ایشیا کے سونسان بیابان سے گزرتا، ہندوکش پہاڑ کو لایا ہوا ہندوستان کے آس پاس رہتا، ایک دو برس لکھا میں لیے رہا ہوا اور بہت سی کتابیں، تصویروں لیے سن 414ء میں جہاز سے چین واپس پہنچا۔

ہندوستانیوں کے نکتہ نظر سے ہونے والی یاترا نہیں زیادہ پر اثر تھی۔ وہ چین میں سن 629ء میں رہا ہوا اور 15 برس کے بعد سن 645ء میں چین واپس پہنچا۔ اپنے ساتھ وہ 700 بڑے بھائی، تصویروں اور یادگاروں کے ساتھ آیا۔ واپس پہنچ کر وہ تمام بڑے بھائیوں کا چین میں تاراج کرنے میں لگا پڑا اور اپنی دلچسپی یاترا کو اس کے بچے کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

راجنیک (راجنیک)

سن 700ء سے 700ء کے درمیان میں چین کے وزیر اعظم کو ان کی چوکی کا دیکھنے کے لختی (آرتھک) سوالی کی

راجنیک (راجنیک)

دوسری عمر (جینی) سے ملتی جلتی چیزیں جینی میں ہی لکھی گئی ہیں۔ سرکاری اور غیر سرکاری لوگوں نے جینوں پر بڑے بڑے پوتے لکھے ہیں۔ جینی جینوں میں پودا کی تاریخ اور سن کا اکثر ذکر نہیں ہوتا۔ موت کی تاریخ سے پودا کی وقت نکالنا پوتا ہے۔ جینی جینوں کی خاصیت یہ ہے کہ اس میں اپنے بزرگوں اور سرکاری زندگی کا مفصل بیان ہوتا ہے۔

جغرافیہ (ہوگول)

جغرافیہ پر جینی میں بہت سی کتابیں ہیں لیکن باہری ملکوں کا بیان بہت کم پایا جاتا ہے۔ 16ویں صدی میں پہلی بار جغرافیہ پر جینی میں ایسی کتاب لکھی گئی جس میں دنیا کے ملکوں کی سرحدوں کا بیان ہے۔ سن 1745 میں ہوگول پر ایک بہت بڑی کتاب لکھی گئی جس میں ہولڈ (ہولڈ) کے ساتھ دنیا کا بیان ملتا ہے۔ اس کے بعد سن 1794 میں ایک دوسری کتاب لکھی گئی جس میں موسم، سمندری راستے، آب و ہوا وغیرہ کا ذکر ہے۔

یاترا ورتانت

ملکی حیثیت سے جینی ہمیشہ سے یاترا کے شوقین رہے ہیں۔ اس قومی خواہش کو سب میں زیادہ بڑاوا اس وقت ملا جب کچھ بڑے بھائیوں کے من میں اپنا مذہبی وطن دیکھنے کی آہ تھی۔ اس آہنگ کو پورا کرنے کی غرض سے سن 399ء میں فادیان گوبی کے رینگستان کو پار کرتا، مध्य ایشیا کے سونسان بیابان سے گزرتا، ہندوکش پہاڑ کو لایا ہوا ہندوستان کے آس پاس رہتا، ایک دو برس لکھا میں لیے رہا ہوا اور بہت سی کتابیں، تصویروں لیے سن 414ء میں جہاز سے چین واپس پہنچا۔

ہندوستانیوں کے نقطہ نظر سے ہونے والی یاترا نہیں زیادہ پر اثر تھی۔ وہ چین میں سن 629ء میں رہا ہوا اور 15 برس کے بعد سن 645ء میں چین واپس پہنچا۔ اپنے ساتھ وہ 700 بڑے بھائی، تصویروں اور یادگاروں کے ساتھ آیا۔ واپس پہنچ کر وہ تمام بڑے بھائیوں کا چین میں تاراج کرنے میں لگا پڑا اور اپنی دلچسپی یاترا کو اس کے بچے کے نام سے شائع (پرکشت) کیا۔

راجنیک (راجنیک)

سن 700ء سے 700ء کے درمیان میں چین کے وزیر اعظم کو ان کی چوکی کا دیکھنے کے لختی (آرتھک) سوالی کی

کارڈ تھا۔ اس کا نام 21 دیکھ کر میں 21 دیکھ کر
 سرکاری سرکاری اور فیکٹریوں کے دھانے کرنے کی بات
 کی اور یہ دیکھ کر آپاٹریوں اور کام بننے والوں کے۔
 اس کی اسے انجینیئر کی پختگی اس بات میں تھی کہ ایک
 خلیفہ خلیفہ ملک کے سامنے ہمیشہ راری کا مسالہ
 (مسئلہ) رہتا ہے جبکہ ایک کارخانہ دار ملک کو
 لیک لگا کر کے ملک میں ہی رہا کر سکتی ہے۔ فیر
 یہ وہ اس بات کے خلاف تھا کہ خلیفہ ملک میں باہر
 سے بنے مال کے بنانے پر کسی کسٹم کی بندش لگائی
 جائے۔ اس کی اس دیریا دیرلی کی وجہ یہ تھی کہ
 اس کے اپنے دیکھ کے ملک کی عسکری پر پورا پڑتا تھا۔

چوتھی صدی عیسوی کے آخر میں مینیسٹرس نامک
 ایک مشہور چینی فلاسفر ہوا ہے۔ اس نے حقوق تجارت پر ٹیکس
 لگانے کی صلاح دی۔ لیکن اس سے اس کی مراد کچھ راج کی
 آمدنی بڑھانا نہیں تھا بلکہ لوگوں کی کفلی ہٹا کر ان کی
 فیک اور آرتھک حالت کو سدھارنا تھا۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لائوتزے کا نام سب
 سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھلائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاسکار کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاسکار کے مقابلہ میں
 ایک دھرموپدیشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھ کر اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیشوں کے
 مطابق وہ وشوالی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لائوتزے کا نام سب
 سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھلائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاسکار کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاسکار کے مقابلہ میں
 ایک دھرموپدیشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھ کر اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیشوں کے
 مطابق وہ وشوالی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لائوتزے کا نام سب
 سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھلائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاسکار کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاسکار کے مقابلہ میں
 ایک دھرموپدیشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھ کر اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیشوں کے
 مطابق وہ وشوالی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

پرانے زمانے کے چینی دارشمنوں میں لائوتزے کا نام سب
 سے پہلے آتا ہے۔ وہ غالباً چوتھیں صدی عیسوی میں ہوا ہے۔
 اس کی کہانوں اور آپدیشوں کا ایک بڑا سنگرہ کر دیا گیا ہے
 مگر یہ کہا جاتا ہے اور غالباً صحیح تھا جاتا ہے کہ اس میں
 یہاں وہاں کئی چیزیں بعد میں جوڑ دی گئیں۔ عمل (کرم)
 اس کے فلسفہ کی بنیاد تھی اور وہ اس بات کا بھی پرچار کرتا تھا
 کہ اگر توئی تمہارے ساتھ برائی کرے تو تم اس کا جواب بھلائی سے
 دو۔ مینیسٹرس کے بعد جو انگنت چینی دارشمن ہوئے ان میں
 کنفیوسیوس (کن فوٹزے) کا نام سب سے خاص ہے۔ اس کا لہجہ
 ہوا 'لوراجیہ کا انتہاس' ہی اسے انتہاسکار کی حیثیت سے اس پر
 دینے کے لئے کافی تھا۔ لیکن کنفیوسیوس انتہاسکار کے مقابلہ میں
 ایک دھرموپدیشک کی حیثیت سے زیادہ مشہور ہے۔ اپنے
 شہریوں کو دیکھ کر اس کے سنگرہ آپدیش اور اس کی نجی
 زندگی کے واقعات کنفیوسیوس کے دھرم کی چار کتابوں میں سے
 ایک میں درج ہیں۔ کنفیوسیوس کے اصولوں کے مطابق ہر
 انسان بلادی طور پر اچھا ہوتا ہے اور اس کے چاروں طرف کی
 حالت اس میں برائی پیدا کر دیتی ہے۔ اپنے آپدیشوں کے
 مطابق وہ وشوالی کے مقابلہ ایک ناسک زیادہ لکھا ہے۔ اس
 کا آپدیش تھا—اس دنیا کے یا بہشت کے لچ میں نیک چلن
 نہ ہو بلکہ اس لئے اچھی چال چلن رکھو کہ وہ خود اپنے آپ میں
 ایک انعام ہے۔ وہ کہتا تھا کہ ملے ملے کی خدمت اور پروری
 کے دکھوں کو ہٹانا انسان کی سب سے بڑی خوبی ہے۔

چینی طب میں ویدیک شاستر کے اوپر بہت سی کتابیں ہیں۔ ان تمام کتابوں کا مجموعہ (سنگرہ) 'سن شون' کے نام سے سن 2598-2698 ع. یو کے بیچ میں کیا گیا۔ چینی میں نیپاسی (ناری پریشا)، و صغرا، سودا، بانم (ہات، پت، کف) آدمی گلوں، مختلف طرح کے بخاروں (جوروں) اور دل کی حرکت (ہرڈنہ گئی) پر بہت سی پستکیں ہیں۔ چینی اہل برد شاستر 'سہترپا مہدیکا' اٹلا پوانا ہے کہ لوگ اُسے تاریخ سے ہی پوانا (پراگ ایتھاسک کال کا) مانتے ہیں۔ 26 درشوں کی گٹانار اٹھک محنت کے بعد اُس کا موجودہ ایڈیشن سن 1578 ع میں 'یہن تساو' کے نام سے پراکٹ ہو گیا۔ یہ ایک اہل غور ہات ہے کہ چینی یہن تساو میں اصل (مولک) دواؤں 365 ہیں اور ان میں ایک ایک دوا سال کے 365 دنوں میں سے ایک ایک دن کے ساتھ منسوب (سمبندیت) ہے۔ ان میں 120 وشادی (سنگھیا، کچلا آدو، زہریلی دواؤں) ہیں، 120 سورن آدمی (سونا، چاندی، تانبہ، موتی مرنکا نی کی ہسم) اور 120 کشتادی (جڑی بوٹیاں) ہیں۔

پیتی

حالاتہ واجلیتھک ارتھ شاستر کے اصولوں پر چینی میں حضرت عیسیٰ کی پیداہش سے صدیوں پہلے چرچا ہوتی تھی پر پیتی کے اوپر چینی ساتھ ساتھ میں کوئی مسند (پرامانک) کتاب 1200 ع سے پہلے نہیں نکلی۔ سن 1200 ع میں چینی نو نے ہای ہار کھیتی، جانوروں کا پالان اور ریشم کے ٹیڑوں کے اوپر بک بڑی سی کتاب لکھی۔ پر کھیتی پر ویکیانک اور اسٹینڈرڈ کتاب بہنو سمرات ہوئوآن چی (1562-1634) نے لکھوائی۔ اس پستک کا نام نون-چین-چوآن-شو ہے اور یہ چہ حصہ ہن ہلتی ہوئی ہے۔

چترکا

بہت شروع زمانے سے ہی چینی چترکا کے نمونے ملتے ہیں۔ خوشخطی (شوہن لیکن) کی بھی چترکا کے ساتھ ہی ساتھ رقی ہوئی۔ چترکا پر جو کتابیں ہیں ان میں خوشخط پر ہی ادھیانہ ہیں۔ سن 1119 اور 1126 ع کے بیچ چینی سمرات نے چترکا کے اوپر ایک 'ہوآن ہو ہو' نامک گرنتھ ہوایا۔ اُس کے مصلف (لیکھک) کے نام کا پتہ نہیں چلتا مکن اس میں 236 چینی چترکاروں کا ذکر ہے اور ان کے 6000 چتروں کا اس میں سنگرہ ہے۔

شو کھی

چینی ساتھ ساتھ کی چوطرنہ ترقی نے یہ ضروری کر دیا، حوالہ (الکیم) کی کتابیں اور انسائیکلوپیڈیا (شو کھی) کی رچنا کی جائے۔ نائی بن یوئی

تبیات (تبیات)

چینی ساہتیہ میں वैद्यکशास्त्र के ऊपर बहुत सी किताबें हैं। इन तमाम किताबों का मजमुआ (संग्रह) 'सुन वेन' के नाम से स 2598-2698 ई० पू० के बीच में किया गया। चीनी में नंबाजी (नाकी परीक्षा), व सफरा, सौदा, बलराम (बात, पित्त, कफ) आदि गुणों, मुख्यलिफ तरह के बुखारों (ज्वरों) और दिल की हरकत (हृदयगत) पर बहुत सी पुस्तकें हैं। चीनी आयुर्वेद शास्त्र 'मेदीरियामेडिका' इतना पुराना है कि लोग उसे तारीख से भी पुराना (प्राग ऐतिहासिक काल का) मानते हैं। 26 वर्षों की लगातार अनथक मेहनत के बाद उसका मौजूरा एडिशन स 1578 ई० में 'वेन-त्साओ' के नाम से प्रकाशित हुआ। यह एक क्रायिले और बात है कि चीनी पेन त्साओ में असल (मौलिक) दवाएं 365 हैं और इनमें एक एक दवा साल के 365 दिनों में से एक एक दिन के साथ मन्सूब (सम्बन्धित) है। इनमें 120 विषादि (संख्या, कुचला आदि जहरीली दवाएं) हैं, 120 स्वर्णादि (सोना, चाँदी, ताँबा, मोती, मूंगा, आदि की भस्म) और 120 काष्टादि (जड़ी बूटियाँ) हैं।

खेती

हालांकि राजनैतिक अर्थ शास्त्र के उसूलों पर चीन में इश्वरत ईसा की पैदायश से सदियों पहले चर्चा होती थी पर खेती के ऊपर चीनी साहित्य में कोई मुस्तनद (प्रामाणिक) किताब 1200 ई० से पहले नहीं निकली। सन् 1200 ई० में वेन फु ने पहली बार खेती, जानवरों का पालन और रेशम के काँवों के ऊपर एक बड़ी सी किताब लिखी। पर खेती पर वैज्ञानिक और स्टैन्डर्ड किताब भिक्खु-सम्राट हु कुआक चि (1562-1634) ने लिखवाई। इस पुस्तक का नाम नु-वे-चुआन-शु है और यह छे हिस्सों में बंटी हुई है।

चित्रकला

बहुत शुरू थमाने से ही चीनी चित्रकला के नमूने मिलते हैं। खुशखती (शोभनलेखन) की भी चित्रकला के साथ ही साथ तरक्की हुई। चित्रकला पर जो किताबें हैं उनमें खुशखत पर भी अध्याय हैं। सन् 1119 और 1126 ई० के बीच चीनी सम्राट ने चित्रकला के ऊपर एक 'हुआन हो हुआ पु' नामक ग्रंथ लिखवाया। इसके मुसफ (लेखक) के नाम का पता नहीं चलता लेकिन इसमें 236 चीनी चित्रकारों का जिक्र है और उनके 6000 चित्रों का इसमें संग्रह है।

विश्वकोष

चीनी साहित्य की चौतरफा तरक्की ने यह जरूरी कर दिया कि इबाले (एन्सैक्ल) की किताबें और इनसाइक्लोपीडिया (विश्वकोष) की रचना की जाय। 'साइ पिक यु लान'

एक इसी समय का निबन्धकोष है (शाब्दिक कहता हूँ) और वह 1000 ई० में लिखा गया, करीब चार सौ बरस के बाद एक दूसरा विश्वकोष 'यु ज्ञान लो ता टिएन' सन 1408 ई० में शाही हुकुम से लिखा गया। इसमें कन्फ्यू-सियस के उपदेशों, इतिहास, दर्शन और आम साहित्य पर मुफ्तिसल (विस्तृत) हवाले मिलते हैं। तीसरा बड़ा विश्व-कोष 'तु शि पि चाक' सम्राट काऊ हि ने तैयार कराया पर उसके बारिस (उत्तराधिकारी) सम्राट युऊ चेऊ (1723-1736 ई०) ने उसे शायी (प्रकाशित) किया। इसमें हर तरह के इस्लामी हवाले देने की कोशिश की गई है, जैसे—तारा मन्जल, पृथ्वी, मनुष्य, कला, विज्ञान, फलसफा (दर्शन), सियासत (राजनीति) वगैरा।

चीनी साहित्य पर एक सरसरी नज़र डालने से ही चार बातें खास तौर पर दिखाई देंगी (1) उसकी क्रदाभंग (प्राचीनता), (2) इख्तलाफ़ (विभन्नता), (3) मुस्तानद होना (प्रामाणिकता) और (4) ऊँचे उसूल (उच्च सिद्धांत-वादिता). चीन में साहित्य की इज़ारों बरस के दौर में जो लगातार तरक्की हुई है, मुख्तलिफ़ विषयों पर जिस वैज्ञानिक तरीक़े से किताबें लिखी गई हैं, ऐतिहासिक बाक़यात का जिस सही सही तरीक़े से बयान किया गया है और हर तरह के साहित्य को भेइपन से जिस तरह बचाया गया है—ये सब ऐसी बातें हैं जिनकी मिसाल दूसरे देशों की अब्दी तारीख़ (साहित्यिक इतिहास) में नहीं मिलती.

لیکن اسی طرح ا رشونش (حاکم ہوا میں)
 اور وہ 1000 ع میں لکھا گیا . قریب چار سو برس کے
 بعد ایک دوسرا رشونش 'یونان لونا تین' سن 1408ع
 میں شامی حکم سے لکھا گیا . اس میں کتبہ سوس کے آبدیہوں
 'اتھاس' درشن اور عام سامعہ پر مفصل (و سرت) حوالہ
 ملے ہیں . تیسرا بڑا رشونش توشی چی چان ' سرات کان
 ہی نے تیار کرایا پر اس کے وارث (آزادہ کاری) سرات میں
 چھن (1736-1722 ع) نے اُسے شائع (پرکاشت) کیا . اس
 میں ہر طرح کے علمی حوالے دیئے کی کوشش کی گئی ہے
 جیسے — 'تاراسندل' پرتھور ' ملہیہ' کا ' وگیان' فلسفہ (درشن)
 مہاست (راجلہتی وغیرہ)

چھٹی سہتیہ پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ہی چار باتیں خاص طور پر دکھائی دینگی (1) اُس کی قدامت (پراچینتا) (2) اختلاف (ویہنتا) (3) مستند ہونا (پراسانکتا) اور (4) اُنچھے اُصول (اُچ سدانوادیتا)۔ چھن مہن سہتیہ کی ہزاروں برس کے دور مہن جو لگاتار ترقی ہونی ہے، مختلف وشہوں پر جس ویہانک طریقہ سے کتابیں لکھی گئی مہن، اپتہاسک وافسات کو جس صحیح صحیح طریقہ سے بیان کیا گیا ہے اور ہر طرح کے سہتیہ کو ہمدہین سے جس طرح بتایا گیا ہے۔ سب ایسی باتیں مہن جنکی مثال دوسرے دیشوں کی لکھی تاریخ (سہتیک اُنہاس) مہن نہی ملے گی۔

پروفیسر محمد محبوب

پروفیسر محمد محبوب

انسان کو خدا اسی وقت یاد آتا ہے جب اس پر کوئی آنت نازل ہوتی ہے۔ ایوب خاں تعلقہ دار کے پورے کئی برس سے سنبھلا رہے تھے، لیکن اس نے اپنی زندگی کا قعنگ بدلنے کا ارادہ اسی وقت کیا جب اس کی جوان لڑکی اور دس برس کا لڑکا ایک ہی ہفتے کے زبرد انتقال کر گئے اور اسے اپنی داہی میں سفید بال نظر آئے تھے۔

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

پرانے مکان میں اس نے رات گزارنا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایہ پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورت شکل پر انفا بھروسہ نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اس پر راضی ہو گئی اور ’چھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اسے معلوم ہوتا کہ جیسے اس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اسے اکثر تعجب ہوتا تھا! لیکن وہ اسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

مکان کا بنوانا اس نے اپنے مختار مومد میاں کے سپرد کیا اور وہ روز جاکر اس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کرادو۔

’مومد میاں! ہمارے کا بیکار کھانا نہ کرو، جیتنے بچنے پر تیار ہو۔ ضرورت ہو تو قرض لینے پر تیار ہو۔ میرا ارادہ اب سبھی سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومد میاں، تم میری سے کام کرو، مزدور بہت سے لگا دو۔ میں نئے مکان کی ترس میں مرنے لگا ہوں۔‘

ہر شام کو ایوب خاں اور مومد میاں میں وہی سوال و جواب ہوا کرتے تھے۔

انسان کو خدا اسی وقت یاد آتا ہے جب اس پر کوئی آنت نازل ہوتی ہے۔ ایوب خاں تعلقہ دار کے پورے کئی برس سے سنبھلا رہے تھے، لیکن اس نے اپنی زندگی کا قعنگ بدلنے کا ارادہ اسی وقت کیا جب اس کی جوان لڑکی اور دس برس کا لڑکا ایک ہی ہفتے کے زبرد انتقال کر گئے اور اسے اپنی داہی میں سفید بال نظر آئے تھے۔

’نئی زندگی، نیا مکان!‘—اس نے اپنے دل میں سوچا—’جس گھر میں سات پشتوں سے عیاشی ہو رہی ہو، وہاں ایک اللہ والا کیسے بسر کر سکتا ہے۔ یہاں رہا تو میں دن بہ دن میں اپنے نیک ارادے سب بھول جاؤنگا۔‘

پرانے مکان میں اس نے رات گزارنا بھی پسند نہ کیا۔ فوراً ایک کوٹھی کرایہ پر لی اور خاندانی گھر اپنی آخری طوائف نجیہ کو بخش دیا۔ نجیہ کو بھی اب اپنی صورت شکل پر انفا بھروسہ نہیں رہا تھا۔ وہ خوشی سے اس پر راضی ہو گئی اور ’چھلی کو جال سے چھوڑ دیا۔ ایوب خاں کا نیا مکان بننے لگا۔ اس کے دل پر دوزخ کا خوف چھایا تھا، مگر جب نماز پڑھتے پڑھتے ٹانگیں تھک جاتیں، تو جی بھلنے کے لئے وہ اپنے نئے مکان کو دیکھنے چلا جاتا۔ مکان بننے اور بڑھنے دیکھ کر اسے معلوم ہوتا کہ جیسے اس کی دعائیں قبول ہو رہی ہیں اور اس کے کندھوں سے گناہوں کا بوجھ ہلکا ہوتا جاتا ہے۔ مکان اور اس کی روحانی زندگی میں ایک رشتہ سا پیدا ہو گیا جس پر اسے اکثر تعجب ہوتا تھا! لیکن وہ اسے کبھی سمجھ نہ سکا۔

مکان کا بنوانا اس نے اپنے مختار مومد میاں کے سپرد کیا اور وہ روز جاکر اس سے کہتا تھا کہ جتنی چاہی ممکن ہو مکان تیار کرادو۔

’مومد میاں! روپیہ کا بالکل خیال نہ کرو، جتنے مزدور ملیں اس پر لگا دو۔ ضرورت ہو تو قرض لینے پر تیار ہو۔ میرا ارادہ اب سبھی سادی زندگی بسر کرنے کا ہے، جتنا بھی قرض ہو، سب ادا ہو جائیگا۔ مومد میاں، تم میری سے کام کرو، مزدور بہت سے لگا دو۔ میں نئے مکان کی ترس میں مرنے لگا ہوں۔‘

ہر شام کو ایوب خاں اور مومد میاں میں وہی سوال و جواب ہوا کرتے تھے۔

अध्यापक को यह, यह समझता और पहचानता था, क्या इसी दौरान
 ने एक नया कम लेकर उस घर हमला किया था ? नहीं, वह एक नहीं
 था, वहाँ न हुसम था, न तलब. घर पहुँचते-पहुँचते अग्रदूतों को
 विशुद्ध बलीन हो गया था कि वह आशिक नहीं हुआ है; मगर
 फिर वह बरगहट क्यों ? वह लाचारी क्यों ?

पर पहुँचते ही अप्सूवर्मा ने दो रकसत नमाऊ पढ़ी। खुदा की आज्ञा में वह कभी इतना न हुआ था जितना इस नमाऊ में, और यह असीब बात थी कि हरबस उस नौजवान मजदूरेनी की शोक आँखों से ताकती रही, उसका दिल चढ़कता रहा, तबीयत कुछ परेशान रही, लेकिन श्वास्त में कोई फर्क न आया, खुदा खफा न हुआ, कज़ीबे के बीच-बीच में वह खुरी की आँखें भरता जाता था, उसकी आँखों में आंसू आ रहे थे, उस मरीज़ की तरह जो किसी लम्बी बीमारी से जम्झा होकर अपनी आफ़ियत की खुरी मना रहा हो।

‘अजीब बात है... अजीब बात है...’—इसके सिवा अयूब का
के मुँह से कुछ न निकला.

सँवैरे जब सोकर ठठा तो अपने-आपको उसने एक बिलकुल दूसरा आदमी पाया, वह सादा लिबास जिसे वह रोज़ा, नमाज़ और बज़ीरों की ज़मीनों की कड़ी और अपने लिये एक सज़ा समझता था, उसे बहुत पसन्द आया, नौकर जब नाश्ता खाया तो उससे वह बहुत प्यार से बोला, इस तरह कि नौकर चबरा गया; क्योंकि वह एक सूखा पेहरा और दुर्लभ आँखें देखने का आदी था, दो-चार लोग मिलकर आये, वह भी ख़ुश हुए और वह राम बापस लेकर गये कि तासुकेदार साहब वाकई अन्तःहाइ वाले हो गये हैं, अबूबक़ा जब मक़ान देखने गया, तो उसने बज़ाय मुक़तार के साथ घूमने के मज़दूरों से बातें केलीं, बिलकुल इस तरह गोया वह खुद मज़दूर है, एक मुठ्ठा मिला, जिसे उसने पहले कभी नहीं देखा था, उसे उस दिन बहुत पसन्द आया, यहाँ तक कि वह उसके पास बैठ गया और बैतकम्बूफी से बातें करने लगा.

‘भई क्या तुम आज से काम कर रहे हो ?’

‘जाही हज़ूर, हम तो बहुत दिनन से हियां हन.’—मिर्जा ने जवाब दिया. ‘हज़ूर गरीब आदमिन का कौन देखत है. ग़दकी का ज़ख़राबत है ?’—मिस्त्री ने मसकरा कर कहा.

“हां भाई, ठीक कहते हो।”—अयूब खां बजाय इस ताने पर साराफ होने के और सारा हुआ, उसके दिल में खुदहिसा पैदा हुई कि अपने और मिर्जा के दरमियान जो फासला है वह कम हो जाय, जो बंदीर है वह गिर जाय, पहले अगर वह इसकी कोशिश करता तो उसकी समस्त काम न देती, आज उसे सब साफ दिखाई दे रहा था,

‘हां माई, ठीक कहते हो।’—उसने ठण्ठी सांस भरकर कहा—
‘मुझ-सा कोई एक महीने से काम कर रहे हो और मुझे वह भी
नहीं पता कि मुझ को भी या नहीं... लेकिन अब धीरे-धीरे मेरी
कमीशन बढ़ रही है, अब मुझे भावस्य हुआ कि हमारे राष्ट्र ने
मेरी कमीशन दे कि भारतीयों के विरुद्ध अंगरेजों में आना डरना ही मुश्किल

انداؤ کو وہ عجب سمجھتا اور پہچانتا تھا۔ کیا ایسی شہنائی ہے
ایک تھا روپ، لہو اُسی پر حنا کیا تھا؟ نہیں، یہ عشق نہیں
تھا، یہیں نہ حسن تھا، نہ طلب۔ گھر پہنچتے پہنچتے
ایک خان کو بالکل یقین ہو گیا تھا کہ وہ عاشق نہیں ہوا ہے،
مگر پھر یہ گھر اُٹھ کبھی؟ یہ لجاری کہیں؟

گھر پہنچتے ہی ایوب خاں نے دو رکعت نماز پڑھی ۔
خدا کی یاد میں وہ کبھی اِلا نہ کہتا تھا جتنا اس نماز میں
اور یہ عجیب بات تھی کہ ہر دم اُس نوجوان مزدور کی
روح اُنکھوں اُسے ٹانگی رہیں، اُس کا دل دھڑکتا رہا، طبیعت
کچھ پریشان رہی؛ لیکن عبادت میں کوئی فرق نہ آیا، خدا
خفا نہ ہوا، دھیمے کے بیچ بیچ میں وہ خوشی کی آہیں بہتا
جاتا تھا، اُس کی آنکھوں میں آنسو اُڑھتے تھے، اُس مریض کی
طرح جو کسی لمبی بیماری سے اچھا ہو کر اپنی عاقبت کی
خوشی منا رہا ہو ۔

عجیب بات ہے.....عجیب بات ہے۔ اس کے سوا
ایک خاں کے منہ سے کچھ نہ نکلا۔

سویرے۔ جب سوکر اُٹھا تو اپنے آپ کو اُس نے ایک بالکل دوسرا آدمی پایا، وہ سادہ لباس جسے وہ روزہ نماز اور وظیفہ کی زنجیروں کی کڑی اور اپنے لئے ایک سزا سمجھتا تھا، اُسے بہت پسند آیا۔ نوکر جب ناشتہ لایا تو اُس سے وہ بہت پیار سے بولا، اس طرح کہ نوکر کھدرا گیا؛ کیونکہ وہ ایک سوکھا چہرہ اور سرخ آنکھیں دیکھنے کا عادی تھا۔ دو چار لوگ ملنے آئے، وہ بھی خوش ہوئے اور یہ رائے واپس لیکر گئے کہ تعلقہ دار صاحب واقعی اللہ والے ہو گئے ہیں۔ ایوب خان جب مکان دیکھنے گیا تو اُس نے بچائے مختار کے ساتھ گھومنے کے مزدوروں سے باتیں چھڑیں، بالکل اِس طرح گویا وہ خود مزدور ہے۔ ایک بدھا مستری، جسے اُس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا، اُسے اُس دن بہت پسند آیا، یہاں تک کہ وہ اُس کے پاس بیٹھ گیا اور بے تکلفی سے باتیں کرنے لگا۔

’بھئی کیا تم آج سے کلم کر رہے ہو؟‘

’ناہیں مجھ پر‘ ہم تو بہت دنوں سے یہاں ہیں؛ مستری نے جواب دیا۔ ’مجھ پر گریب آدمی کا کہن دیکھت ہے۔ دھکی کا نچوڑات ہے‘۔ مستری نے مسکرا کر کہا۔

’ماں بھائی‘ ٹھہک کہتے ہو۔ ایوب خاں بچانے! اس طعنہ پر ناراض ہونے کے اور خوش ہوا۔ اُس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ اپنے اور مستری کے درمیان جو فاصلہ ہے وہ کم ہو جائے، جو دیوار ہے وہ گر جائے۔ پہلے اگر وہ اُنس کی کوشش کرتا تو اُس کی سمجھ کام نہ دیتی۔ آج اُسے سب صاف دکھائی دے رہا تھا۔

”ہاں بھائی، تھیک کہتے ہو؟۔ اُس نے قہقہے سانس پیر کر کہا۔ ”تم یہاں کوئی ایک مہینہ سے کام کر رہے ہو اور مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ تم ہر بھی یا نہیں..... لیکن آپ دھیرے دھیرے میری طبیعت بدل رہی ہے۔ آپ مجھے معلوم ہوا کہ ہمارے رسولؐ کیسے مٹا دیے گئے۔“

है, जिसका नाम तो मैं भी नहीं जानती। मैंने कहा था, मैंने अपनी बचपनी वाली घुरी खरीदी मुकुंदजी, उसकी कुछ दिनों दूर जब मैंने दो बरसों एक ही हफ्ते के अन्दर घर गये, तब मुझे खयाल आया कि 'सुधा' भी एक चीज है, और जो 'सुधा' को भूल जाता है, उसका मुकुंदजी ही उद्धारण है।'

‘हां बख्तर ! जब सारी दुनिया खुदाई की है, तो खुदाय को भूलने के दुनिया कैसे मिले ?’—मिस्त्री ने इतमीनाय से कहा.

‘हां ब्रीक कहते हो.....इसलिये मैंने इरादा कर लिया है कि अपना पुराना मकान, जहां मैं अपनीसे की तरह रहता था, खोख दूंगा, और इस नये मकान में बैठकर अपने खुदा की इबादत करूंगा।’

मिस्त्री कुछ कहना चाहता था अगर रुक गया। जयबन्का ने शिला-
हिला जारी रखी—‘मैं अब यहाँ बिल्कुल गरीबों की ज़िन्दगी बसर
करूँगा....गरीबों के साथ रहूँगा...सबका दोस्त, सबका भाई...’

अयूबकों कुछ देर तक खामोश बसा खोचता रहा. दिल की बात ब्रह्मन पर इतनी आसानी से नहीं आती. मिस्त्री ने एक ठंडी साँभ ली और काम शुरू कर दिया; लेकिन दोनों को यह माखम हो गया कि हममें दोस्ती हो गई है, और दोनों इससे बहुत चुरा हुए. अयूबकों में अब किसी क्रिस्म की मित्रता बाकी नहीं रही.

धूमते-धूमते वह उस जगह पर भी पहुँचा जहाँ वह नौजवान पग्लूरनी काम कर रही थी, जिसकी आँखों और मुसकराहट ने प्रयूबखों में यह नया जोश पैदा कर दिया था, लखकी ने प्रयूबखों और सिर्फ एक सरसरी नज़र बाली और अपने काम में लगी रही; लेकिन प्रयूबखों को यह नज़र भी बहुत प्यारी 'मालूम हुई, वह रातों की मुहब्बत, हमदर्दी, दिली दोस्ती से भरी थी, उसने एकदम रँ ज़हिर बर दिया, जो महीनों की दोस्ती में नहीं बताया जा सकता और फिर ज़बान में वह कूबते अवा कहाँ जो निगाहों में हुआ करती है, कम-से-कम प्रयूबखों इसे यों ही समझा, उसने यह नहीं सोचा के मज़दूरनी उसकी राज़दर क्यों बनने लगी, ऐसी बात आज उसके देमाग में समा ही नहीं सकती थी, आज वह सच्चा भाई, सब का हस्त था, उसे एक तरह से आशा थी कि हर भई और औरत उससे अपनी मुहब्बत का इज़हार करेगी, और इसमें उसे निराशा नहीं है.

मिस्त्री उसके बेतक़्क़ुकी से बातें करने लगे और हर रोज़ उनसे
पातें करने में अग्रगण्य को नया आनन्द आता था; हर रोज़ वह
ये जज़्बात दिल में खमेड कर घर बापस जाता, जैसे लोग कोई
प्रीमती चीज़ बग़ल में दबाकर ले जाते हैं और इस दीसत को अपने
हृदय के सामने पैश करता। इबादत उसके लिए एक मुलाक़ात-खी हो
गई, जिसकी वह विश्वास्य और पुरख़क़ बनाने के लिए हर दिन
ई ईता ईसता और नये आँख़ रोता। मिस्त्रियों से बातचीत करते
ए उसे हमेशा ईई-क-कोई ऐसी बात सुनाई देती जो उसे लम्बाई और
हृष्यत से लगी हुई आसन्न होती। इस आसन अज़दरगी की आँखों

ہر جگہ اپنی تاسلی کے غلام سے نکلا۔ میں نے اپنی
جگہ پر ہی طرح گزار دی۔ اسی کچھ دن بعد
جب میرے دو بچے ایک ہی ہفتے کے اندر مر گئے تب
میرے خیال آیا کہ خدا بھی ایک چیز ہے اور جو خدا کو
پہل جاتا ہے اس کا نقصان ہی نقصان ہے۔

’ہاں ہجور! جب ساری دنیا کھدائی کی ہے تو کھدائے کو بھولے سے دنیا کیسے ملے؟‘ مسکری نے اطمینان سے کہا۔

’ہاں تو یہ کہتے ہو..... اس لئے میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اپنا پرانا مکان، جہاں میں اُمیدوں کی طرح رہتا تھا، چھوڑ دوں گا اور اس نئے مکان میں بیٹھ کر اپنے خدا کی عبادت کروں گا۔‘

مستری کچھ کہنا چاہتا تھا مگر رک گیا۔ ایوب خاں نے سلسلہ جاری رکھا۔ ’میں اب یہاں بالکل غریبوں کی زندگی بسر کروں گا۔ غریبوں کے ساتھ رہوں گا... سب کا دوست، سب کا بھائی...‘

ایوب خان کچھ دیر تک خاموشی بھرا سوچتا رہا۔ دل کی بات زبان پر انہی آسانی سے نہیں آتی۔ مستری نے ایک ٹھنڈی سائس لی اور کام شروع کر دیا؛ لیکن دونوں کو یہ معلوم ہو گیا کہ اُن میں دوستی ہو گئی ہے، اور دونوں اُس سے بہت خوش ہوئے۔ ایوب خان میں اب کسی قسم کی جھجک باقی نہیں رہی۔

گھومتا گھومتا وہ اُس جگہ پر بھی پہنچا جہاں وہ نوحوان مزدورنی کلم کر رہی تھی، جس کی آنکھوں اور مسکراہٹ نے ایوب خاں میں یہ ٹہا جوہی پیدا کر دیا تھا۔ لڑکی نے ایوب خاں پر صرف ایک سو سوری نظر ڈالی اور اپنے کام میں لگی رہی؛ لیکن ایوب خاں کو یہ نظر بھی بہت پیاری معلوم ہوئی۔ وہ بوسوں کی محبت، ہمدردی، دلی دوستی سے بڑی تھی؛ اُس نے ایک دم میں ظاہر کر دیا، جو سہیلیں کی دوستی میں نہیں بتایا جاسکتا اور پھر زبان میں وہ قوت ادا کہلی جو نگاہوں میں ہوا کوئی ہے۔ کم سے کم ایوب خاں اُسے یہیں ہی سمجھا اُس نے یہ نہیں سوچا کہ مزدورنی اُس کی راؤدار کہوں بلکہ لگی، ایسی بات آج اُس کے دماغ میں سا ہی نہیں سمیٹی تھی۔ آج وہ سب کا بھائی، سب کا دوست تھا۔ اُسے ایک طرح سے آشنا تھی نہ ہو مرد اور عورت اُس سے اپنی محبت کا اظہار کر رہی، اور اِس میں اُسے نراشا نہیں ہوئی۔

مستری اُس سے بے تکلفی سے باتیں کرنے لگے اور ہر روز اُن سے باتیں کرنے میں ایوب خاں کو نیا اُنند آتا تھا؛ ہر روز وہ نئے جذبات دل میں سمیٹ کر گھر واپس جاتا، جیسے لوگ کوئی قیمتی چیز ہتل میں دبا کر لے جاتے ہیں اور اُس دولت کو اپنے خدا کے سامنے پیش کرتا۔ عبادت اُس کے لئے ایک ملاقات سی ہو گئی، جسکو وہ دلچسپ اور پر لطف بنانے کے لئے ہر دن نئی نئی مہاسا، نئے اُنس، نئے رومان، مستریوں سے بات چیت کرتے ہوئے اُسے ہمیشہ کوئی نئی کوئی ایسی بات سنائی دیتے جو اُسے سچائی اور مصیبت سے بھری ہوئی معلوم ہوتی۔ اُس چاروں مہدوری کی آنکھیں

میں نے ایک ایسا خواب دیکھا تھا کہ ایک خال کے دل میں ہر روز ایک نیا منظر پیدا ہوتا اور اسے سب کو دیکھنا پڑتا تھا۔ وہ عبادت میں اپنے خدا کو سارا حال سنا دیتا۔ ایک روز جب مکان بیکار ہو چکا تھا اور مستری اندر دیواروں پر چونا لگا رہے تھے تو بڑے مستری نے جو ایک خال سے بالکل آدھی سے لٹک کر کھڑا تھا، منکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہے؟'

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور میلی باندھ رہی تھیں تو بڑے مستری نے، جو ایک خال سے بالکل آدھی سے لٹک کر کھڑا تھا، منکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہے؟'

'کب؟'

'ہم کہا کہ پانچ گھرے ہیں، اور اس کون رہے؟' آپ تو دن رات نچلے پڑے ہیں۔'

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور میلی باندھ رہی تھیں تو بڑے مستری نے، جو ایک خال سے بالکل آدھی سے لٹک کر کھڑا تھا، منکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہے؟'

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور میلی باندھ رہی تھیں تو بڑے مستری نے، جو ایک خال سے بالکل آدھی سے لٹک کر کھڑا تھا، منکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہے؟'

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور میلی باندھ رہی تھیں تو بڑے مستری نے، جو ایک خال سے بالکل آدھی سے لٹک کر کھڑا تھا، منکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہے؟'

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور میلی باندھ رہی تھیں تو بڑے مستری نے، جو ایک خال سے بالکل آدھی سے لٹک کر کھڑا تھا، منکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہے؟'

ایک روز جب مکان تیار ہو چکا تھا اور میلی باندھ رہی تھیں تو بڑے مستری نے، جو ایک خال سے بالکل آدھی سے لٹک کر کھڑا تھا، منکرا کر کہا: 'کہو صاحب، یہاں کب رہے؟'

इस वृत्त में जो भी शक्ति होती उसका नाम है। फिर अमृतकी मजदूरी की तारीफ़ करता कि वह आध्यात्मिक होती होगी। मजदूरानी की लक्ष्मी, नरकको भीक्षणम्, इसकी सुखवस्तु बर्ती-निग्राहें। घर में सजाने और जिन्दगी के सुखा करने के लिए इससे ज्यादा किस कोश की जरूरत थी? फिर देखा से वह कहानी लगाव, गरीबों से वह दोस्ती, जिसका उठने कुछ दिन पहले ही इफ्तार किया था, उन सबके क्लायम रखने की और कौन-सी तरकीब हो सकती थी? अय्यबख्शी का जी बाढ़ने लगा कि किसी तरह वह कुद-फांदकर अपनी मौजूदा हालत से उस जिन्दगी तक पहुँच जाय जिसकी एक फलक अभी उसे नज़र आई थी, अपनी उम्मीदें पूरी करे और दिल की बेचैनी दूर करे; लेकिन जब वह घर पहुँचा और खाने के बाद आराम करके नमाज़ पढ़ना चाहा, तो उसे एक अजीब सुस्ती-सी महसूस हुई। जहाँ वह सोक़ से जाता था वहाँ आज माख़ूम होता था कि कोई ज़बरदस्ती लिये जा रहा है। नमाज़ तो उठने किसी तरह से ख़त्म कर ली, अगर उसे इस तन्दीली पर डेरत हुई.

ہم اس کے ساتھ رہے اور دونوں خاصوں میں یہ کویں تھی
موجودگی کی طرف دیکھتا کہ یہ خلیفہ کی کسی ہوگی ؟ موجودگی کی
حالت کی ؟ اس کا پہلا بین ، اس کی صحبت بھری نگاہیں ! کھو گئے
جائے اور زندگی کے خروار کرنے کے لئے اس سے زیادہ کس چیز کی
ضرورت تھی ؟ یہ دیکھ سے وہ روحانی لگاؤ، غریبوں سے وہ
ہوسنی جس کا اس نے کچھ دین پہلے ہی اقرار کیا تھا ! ان سب
کے قایم رکھا کی اور کون سی ترکیب ہو سکتی تھی ؟ ابوب
جہاں کا جی چاہنے لگا کہ کسی طرح سے وہ کون پھاند کر اپنی
موجودہ حالت سے اس زندگی تک پہنچ جائے جس کی ایک
چٹان ابھی اُسے نظر آئی تھی ، اپنی آمدین پوری کرے اور دل
کی بے چینی دور کرے ، لیکن جب وہ کھر پر نچا اور کھانے کے
بعد آرام کر کے نماز پڑھنا چاہا ، تو اُسے ایک عجیب سستی سی
محسوس ہوئی ، جہاں وہ شوق سے جاتا تھا وہاں آج معلوم
ہوتا تھا کہ کوئی زبردستی لٹے جا رہا ہے ۔ نماز تو اس نے کسی
طرح سے ختم کر لی ، مگر اُسے اس تبدیلی پر حیرت ہوئی ۔

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”پہلی بیوی جیسے کسی سے کوئی عبادت نہ پہنچے اس حوالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”بڑے سے بڑے لوگ وہ ہیں جو دینوں ہوتے ہوئے بھی پرائی کرتے ہیں اور اس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”سب سے زیادہ قیمتی چیزیں وہ ہیں جو دینوں ہوتے ہوئے بھی پرائی کرتے ہیں اور اس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی ایسا آدمی ہے جس کی دنیا میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی ایسا آدمی ہے جس کی دنیا میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو آدمی (دین کو) ٹیک کر سمجھتا ہے وہ ہزاروں عبادت (پوجا) کرنے والوں کے مقابلے میں شیطان کے زیادہ مشکل سے قابو میں آتا ہے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”پہلی بیوی جیسے کسی سے کوئی عبادت نہ پہنچے اس حوالے کی طرح ہے جس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابو ہریرہ، احمد، دارمی۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”بڑے سے بڑے لوگ وہ ہیں جو دینوں ہوتے ہوئے بھی پرائی کرتے ہیں اور اس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”سب سے زیادہ قیمتی چیزیں وہ ہیں جو دینوں ہوتے ہوئے بھی پرائی کرتے ہیں اور اس میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی ایسا آدمی ہے جس کی دنیا میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”جو کوئی ایسا آدمی ہے جس کی دنیا میں سے کچھ بھی اللہ کی راہ میں خرچ نہ کیا جاوے۔“

— ابن عباس، ترمذی، ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو آدمی اپنے ہاتھ سے زمین کو آباد کرتا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

—آیہا، ابو داؤد: نسائی: ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا: — "ساری زمین اللہ کی ہے اور سب مخلوق اللہ کی مخلوق ہے: جو کسی زمین پر جوت کرے اس کا اس زمین پر سب سے زیادہ حق ہے۔"

—عروہ، ابو داؤد۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو آدمی اپنے ہاتھ کی مزدوری سے زمین کو آباد کرتا ہے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—عروہ، ابو داؤد: ترمذی: مالک۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—عروہ، ابو داؤد۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—عروہ، ابو داؤد: ترمذی: مالک۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

—مسند امام بخاری۔

محمّد صاحب نے کہا: — "جو کسی زمین پر جوت کرے وہ اس کی مالک ہے۔"

ہے، لوگوں کے دلوں کے پاس رہتا ہے، اور ہوشیار کی آماج سے دور رہتا ہے، اور کبھی کبھی اللہ سے دور رہتا ہے، جنت سے دور رہتا ہے، لوگوں کے دلوں سے دور رہتا ہے اور ہوشیار کی آماج کے پاس رہتا ہے، اللہ عبادت یا نبی پڑا کرنے والے کبھی کبھی اللہ کے مبارک ہاتھ میں جاہل دان دینے والے اللہ کی پیروی کرتا ہے۔"

—ابو ہریرہ، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم: ابوداؤد: ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:—"اے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم لوگ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ تم ایمان والے نہ ہو گے، اور تم ہرگز ایمان والے نہ ہو گے جب تک کہ تم ایک دوسرے کو پیار نہ کرو گے۔"

—ابو ہریرہ، مسلم۔

آئی لیونارڈ ویلیامس

شری لیونارڈ ویلیامس

مہاتما گاندھی دُنیا کے ان بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خیر کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا خون کا دباؤ کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لکے میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

مہاتما گاندھی دُنیا کے اُن بڑے سے بڑے لوگوں میں سے تھے جو بہت کم عمر میں اپنی طاقت کو خیر کرتے تھے۔ اس پر ہی اُن کا خون کا دباؤ بڑھ جاتا تھا۔ انہوں نے دل میں یہ جاننے کی ہمت کی کہ 'بلاڈ پریشر' یا خون کا دباؤ کیا ہوتا ہے؟ اور اسے کس طرح قابو میں کیا جاسکتا ہے؟ یہ سب باتیں شری لیونارڈ ویلیامس کے اس لکے میں اچھی طرح سمجھائی گئی ہیں۔

❀

❀

❀

❀

❀

❀

بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کی شکایت آجکل ایک فیشن میں ہو گئی ہے۔ یہ فیشن خاص طور سے اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شامل ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک یوں کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سیکھ سکتے ہیں کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلیں سبیں اور ڈرائنگ سے کیا کیا کیا مگر وہ اپنے دانت کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کر سکتے اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اس سے کہتے ہیں کہ وہ کچھ بڑے ہیں۔ کسی ایکسیڈنٹ یا درگت کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھڑکنا یا بھڑکنا ہی ہے لیکن دانت یا پیٹ کے درد کی وجہ سے اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گتھیا کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے وہ پرکھ جو خوب کھاتے پیتے تھے اور خوب بچے پیدا کرتے تھے، گتھیا کے بیمار ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گتھیا کا گھنٹا ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرد سے کہہ سکتے ہیں کہ 'بلاڈ پریشر' وہ اتنی ہی سچائی اور زور کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھیں میں خون چلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چلائیں ہوں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کے ساتھ میں خون کا اُن نالیوں کی

بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کی شکایت آجکل ایک فیشن میں ہو گئی ہے۔ یہ فیشن خاص طور سے اُن لوگوں میں ہے جو اپنی تندرستی کے بارے میں بہت سوچا چار کرتے ہیں اور لوگوں سے کہتے رہتے ہیں۔ کسی بیماری کے فیشن میں شامل ہونے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ وہ کسی حد تک یوں کی چیز ہو۔ پڑھے لکھے لوگوں میں ایسے آدمی کم ملتے ہیں جو اس بات کو خوشی سے مان لیں کہ وہ کسی معمولی بیماری کے شکار ہیں۔ آپ سیکھ سکتے ہیں کہ کسی موٹر درگت میں انہوں نے کس طرح نکلیں سبیں اور ڈرائنگ سے کیا کیا کیا مگر وہ اپنے دانت کے درد جیسے معمولی درد کی بات بھی نہ کر سکتے اور نہ اپنے پیٹ کے درد کے بارے میں کچھ کہہ سکتے ہیں۔ اس سے کہتے ہیں کہ وہ کچھ بڑے ہیں۔ کسی ایکسیڈنٹ یا درگت کے بارے میں ہمیشہ کچھ نہ کچھ بھڑکنا یا بھڑکنا ہی ہے لیکن دانت یا پیٹ کے درد کی وجہ سے اس کی حالت کا سب کو پتہ ہے۔ گتھیا کی بیماری اب فیشن میں نہیں شامل کی جاتی کیونکہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ہمارے وہ پرکھ جو خوب کھاتے پیتے تھے اور خوب بچے پیدا کرتے تھے، گتھیا کے بیمار ہوتے تھے۔ وہی آدمی جنہیں پہلے اپنی گتھیا کا گھنٹا ہوتا تھا اب آپ سے بڑے گرد سے کہہ سکتے ہیں کہ 'بلاڈ پریشر' وہ اتنی ہی سچائی اور زور کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ 'میری ناکھیں میں خون چلتا ہے' کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے دوسری ہو ہی نہیں سکتی اور اُن کی زندگی کے لئے یہ ضروری ہے کہ انہیں یہ دیکھیں چلائیں ہوں۔ بلاڈ پریشر تو ہر ایک کو ہوتا ہے بلاڈ پریشر یا خون کے دباؤ کے ساتھ میں خون کا اُن نالیوں کی

ہیڈروں پر دباؤ ڈالنا جن میں سے ہونکو، خوں کے شریروں میں چکر لگانا ہے۔ یہ شریروں کا ایک ایسا کام ہے جس میں کوئی بھید کی یا اثر کوئی بات نہیں ہے۔ بھید کی بات اگر ہو بھی تو تب ہو سکتی ہے جب ہم اس دباؤ کے پتہ بڑھانے اور اس کے کارروں کی جانچ کرنے لگے۔

بلاڈ پریشر کا ناپنا

بلاڈ پریشر کے ٹوک ٹوک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کلائی کے کپڑے کی ناڈی میں، خوں کے پال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتا لگایا کرتے تھے اور معمولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی اُن کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنکلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خوں کسی طرح دوڑ رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں مانتے۔ مانتے ہیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خوں کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے بلٹر ایجاد کئے گئے جن سے خوں کا بالکل صحیح دباؤ نکلوا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خوں کی کسی بھی نازی کی ماپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ بلٹر ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمسٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا ہے مثیلے ہے اسی طرح ہمارے بلٹر کے بلڈ پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا ہے۔

بلڈ پریشر کا ناپنا

بلڈ پریشر کے ٹھیک ٹھیک ناپنے کے طریقے ابھی حال ہی میں ایجاد ہوئے ہیں۔ اس کے پہلے ڈاکٹر لوگ کتنی کے اوپر کی نازی میں خوں کے چال کی جانچ کر کے اس کے دباؤ کا پتہ لگایا کرتے تھے اور معمولی طور پر جب وہ مریضوں کی نبض دیکھتے تھے تو یہ بات بھی اُن کے دھیان میں رہتی تھی۔ پر آدمی کی اُنکلیاں چاہے کتنی ہی نازک اور تجربہ کار کہوں نہ ہوں یہ تو معلوم کر سکتی ہیں کہ خوں کسی طرح دوڑ رہا ہے مگر اس چیز کو ٹھیک ٹھیک نہیں مانتے۔ مانتے ہیں کہ بدن کی سطح کے ایک خاص حصے پر خوں کا کتنا دباؤ ہے، اس لئے ایسے بلٹر ایجاد کئے گئے جن سے خوں کا بالکل صحیح دباؤ نکلوا جاسکے۔ اب سب مانتے ہیں کہ خوں کی کسی بھی نازی کی ماپ الگ الگ آدمیوں اور الگ الگ پرستہوں میں بدلتی رہتی ہے۔ کسی کی نازی موٹی ہوتی ہے اور کسی کی پتلی۔ اس لئے یہ بلٹر ہمیشہ استعمال نہ جاتے ہیں۔ سر کلرڈ آلبٹ (Sir Clifford Allbutt) کا یہ کہنا ٹھیک ہے کہ جس طرح ہمارے تھرمسٹر کے آدمی کے بدن کی گرمی پر بحث کرنا ہے مثیلے ہے اسی طرح ہمارے بلٹر کے بلڈ پریشر کے بارے میں بات چیت کرنا ہے۔

پہلے تجربہ

پہلا تجربہ

بلاڈ پریشر کو ٹوک ٹوک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے کیسی سائنس والے یا ڈاکٹر نے کیسی سائنس کے کمرے میں نہیں کیے تھے، بلکہ ایک انگریز پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چوڑ پناز کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورینڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سینٹ میری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک چوڑی پر نیچے لٹھا تجربہ کیا—

چوڑی کو اس کی کمر زمین سے ملتا ہوا کھٹک سے بٹھایا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نالی کو اس کی بائیں پیر کی، خوں کی ناڈی میں ڈھونڈ دیا گیا۔ پھر نالی میں، خوں 8 فٹ 3 انچ کی کھنڈی تک بڑھ گیا اور جب تک خوں جم نہیں گیا تب تک برابر

بلڈ پریشر کو ٹھیک ٹھیک ناپنے کے سب سے پہلے تجربے کیسی سائنس والے ڈاکٹر نے کسی سائنس کے کمرے میں نہیں کیے تھے، بلکہ ایک انگریز پادری نے یہ تجربہ سب سے پہلے گلوں کے ایک کھیت میں کیا تھا۔ اب آگے کی بات سنکر ہمارے اُن بھائیوں کو صدمہ ہوگا جو زندہ جانوروں پر کسی طرح کی چوڑ پناز کے خلاف ہیں، لیکن بات سچ ہے۔ ریورینڈ اسٹیفن ہیلس ڈی۔ ڈی۔ وکار آف سینٹ میری، ڈیڈنگٹن (Rev. Stephen Heles, D. D., Vicar of St. Mary, Teddington) نے ایک چوڑی پر نیچے لٹھا تجربہ کیا—

چوڑی کو اس کی کمر زمین سے ملتا ہوا کھٹک سے بٹھایا گیا اور پھر ایک لمبے شیشے کی نالی کو اس کی بائیں پیر کی، خوں کی ناڈی میں ڈھونڈ دیا گیا۔ پھر نالی میں، خوں 8 فٹ 3 انچ کی کھنڈی تک بڑھ گیا اور جب تک خوں جم نہیں گیا تب تک برابر

خون کے بہانے اور دھوکے کے ساتھ ساتھ نلی میں کمر بڑھاتا اور بڑھتا رہا۔ ظاہر ہے کہ جتنی اونچائی تک خون نلی میں اُپر چڑھا یا وہی اس جانور کے خون کا دباؤ تھا۔

بلاڈ پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تنب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے یانٹر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا بلاڈ پریشر بیلک ٹھیک بٹھایا جاسکتا ہے۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلاڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔

اگر کسی بھی جلدی سے گھبرائے والے آدمی کا خون کا معلوم پریشر محض اُس کے اِس خیال سے بڑھ جائیگا کہ 'میرا پریشر ناپا جا رہا ہے' اور یلتر میں اُس کا بلاڈ پریشر جو جائیگا وہ اُس کے اصلی بلاڈ پریشر سے کہیں زیادہ ہوگا۔

بہرہٴ اُلبت ایک مریض کا قصہ بتلاتے ہیں جس کا بلاڈ پریشر لی سے بہت ہی زیادہ نکلا کیونکہ وہ آدمی بلاڈ پریشر والے یلتر کو بجلی کی بیٹری سمجھ بیٹھا تھا اور اُسے یہ ذرا تھا کہ 'مجھے ایک زور کا دھکا لگنے والا ہے' اُسے سمجھا گیا کہ ذرا غلط ہے اور جب اُس کی سمجھ میں پکی طور آگیا کہ وہ بجلی کی بیٹری نہیں ہے تب اُس کا بلاڈ پریشر لیا اور معمولی نکلا۔ عام طور پر بلاڈ پریشر کے تھروے سے بڑے پر آدمی کو بہت ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کھانا کھانے بعد معمولی طور پر بلاڈ پریشر بڑھتا ہے اور اُس لٹم ہورے، آدمی کے دماغ میں جو مستی اور خوشی ہوتی ہے اُس ایک وجہ پریشر کا بڑھنا بھی ہے۔ اُنہم، ناک، کان کسی اندریہ کے جوش میں آئے سے بھی پریشر بڑھتا ہے۔ زور کی یا خوشبو سے خون کا دباؤ بڑھ جائیگا۔ اِسی طرح غیر لی نظارے، چائے اچھے ہوں یا برے، پریشر کو بڑھا دینگے۔ جانا ہے کہ سڑک پر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے آدمی اُٹھتا ہو جاتے ہیں وہ لوگوں کی ایک کمزوری یا بیماری ہے۔ درجہ تک یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں بارے میں ہوتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات دیکھنے سے، مگر جب وہ قزاقی بھی ہو، لوگوں کا بلاڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ رومانچ کہتے ہیں اور رومانچ عام طور پر لوگوں کو اچھا لگتا جس کے لئے لوگ ہمیشہ اُتسک رہتے ہیں۔ اِس لئے زیادہ تر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔

تب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے یلتر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا پریشر بالکل ٹھیک بٹھایا جاسکتا ہے۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلاڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔

پریشر بڑھانے کے کچھ سبب

تب سے اب تک بہت ترقی ہو چکی ہے اور اب ہمارے پاس ایسے یلتر ہیں جن کی مدد سے ہم کسی بھی آدمی کا پریشر بالکل ٹھیک بٹھایا جاسکتا ہے۔ شاید سب سے دلچسپی بات جو لوگوں کے بلاڈ پریشر ناپنے کے دوران میں معلوم ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح کا ذرا سا بھی جوش پریشر کو بڑھا دیتا ہے۔ یہ بات دھیان دینے کے قابل ہے۔

اگر کسی بھی جلدی سے گھبرائے والے آدمی کا خون کا معلوم پریشر محض اُس کے اِس خیال سے بڑھ جائیگا کہ 'میرا پریشر ناپا جا رہا ہے' اور یلتر میں اُس کا بلاڈ پریشر جو جائیگا وہ اُس کے اصلی بلاڈ پریشر سے کہیں زیادہ ہوگا۔

بہرہٴ اُلبت ایک مریض کا قصہ بتلاتے ہیں جس کا بلاڈ پریشر لی سے بہت ہی زیادہ نکلا کیونکہ وہ آدمی بلاڈ پریشر والے یلتر کو بجلی کی بیٹری سمجھ بیٹھا تھا اور اُسے یہ ذرا تھا کہ 'مجھے ایک زور کا دھکا لگنے والا ہے' اُسے سمجھا گیا کہ ذرا غلط ہے اور جب اُس کی سمجھ میں پکی طور آگیا کہ وہ بجلی کی بیٹری نہیں ہے تب اُس کا بلاڈ پریشر لیا اور معمولی نکلا۔ عام طور پر بلاڈ پریشر کے تھروے سے بڑے پر آدمی کو بہت ہی اچھا معلوم ہونے لگتا ہے۔ کھانا کھانے بعد معمولی طور پر بلاڈ پریشر بڑھتا ہے اور اُس لٹم ہورے، آدمی کے دماغ میں جو مستی اور خوشی ہوتی ہے اُس ایک وجہ پریشر کا بڑھنا بھی ہے۔ اُنہم، ناک، کان کسی اندریہ کے جوش میں آئے سے بھی پریشر بڑھتا ہے۔ زور کی یا خوشبو سے خون کا دباؤ بڑھ جائیگا۔ اِسی طرح غیر لی نظارے، چائے اچھے ہوں یا برے، پریشر کو بڑھا دینگے۔ جانا ہے کہ سڑک پر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے آدمی اُٹھتا ہو جاتے ہیں وہ لوگوں کی ایک کمزوری یا بیماری ہے۔ درجہ تک یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے لیکن زیادہ تر لوگوں بارے میں ہوتا ہے کہ کوئی غیر معمولی بات دیکھنے سے، مگر جب وہ قزاقی بھی ہو، لوگوں کا بلاڈ پریشر بڑھ جاتا ہے۔ رومانچ کہتے ہیں اور رومانچ عام طور پر لوگوں کو اچھا لگتا جس کے لئے لوگ ہمیشہ اُتسک رہتے ہیں۔ اِس لئے زیادہ تر کسی بھی درگھٹنا کو دیکھنے کے لئے بڑے شوق سے جمع ہو جاتے ہیں۔

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بلڈ پریشر ہے، ان کا اصلی مطلب یہ ہوتا ہے کہ ان کا بلڈ پریشر معمولی سے زیادہ ہے۔ یہ سچ سچ اچھی چیز نہیں ہے۔ کوئی پتلی چیز نالیوں میں ہو کر بہ رہی ہو اور ان نالیوں پر بیجا دباؤ ڈال رہی ہو تو نلی کے ٹٹ جالے یا پھٹ جالے گا تو رہتا ہے اور اگر نلی کی دیوار میں نہیں پر کوئی کمزور جگہ ہو تو وہیں پر پھٹے گا تو رہتا ہے۔ آدمی کی نالیوں میں ایسی ایک کمزور جگہ ہے اور دیکھئے کہ وہ جگہ دماغ میں ہے۔ اونچے بلڈ پریشر والے آدمی کے کسی بھی جگہ سے خون گرنا شروع ہو سکتا ہے لیکن سب سے زیادہ تو دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کا ہوتا ہے۔ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کے پہلے ایک دو دمہ شاید آدمی کی ناک سے خون گره۔ اس لئے ذرا سے بھی چرھ سے کسی اندھڑ آدمی کی ناک سے پانی خون گرنا شروع ہو جائے تو اس آدمی کو ڈاکٹر سے صلاح لینی چاہئے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنا خطرناک ہو سکتا ہے۔ عام طور سے اسے لقمہ کا دورہ کہتے ہیں۔ انگریزی میں اسے اسٹروک یعنی یکایک چوٹ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ ہاتھوں یکایک ہوتی ہیں، بالکل جیسے کسی چہرہ عورت آدمی نے پدھلے سے زور کا کھرسہ مار کر گرا دیا ہو۔ اگر مریض بچ جاوے تو اس کا اثر بعد میں ہوشیہ بہ ہوتا ہے کہ ایک طرف کے بدن کے حصے میں لقمہ مار جاتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آدمی کا پرانا بالکل بند ہو جائے۔ یہ سب چیزیں آدمی کو بے حد کمزور بنا دیتی ہیں اور مریض کو زیادہ دن تک نہیں چلنے دیتیں۔ روگی کی نالیاں ایسی کمزور ہوتی ہیں کہ وہ دماغ سے خون پھوٹ نکلنے کو برداشت نہیں کر پاتیں اور آدمی کی زندگی کو بہت جلد ختم کر دیتی ہیں۔ اس طرح آدمی بہت سی نگاہوں سے بچ جاتا ہے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ بلڈ پریشر کا اونچا جانا شیطان کا ایک بہانا ہے۔ یہ پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ جب بلڈ پریشر کچھ اونچا جاتا ہے تو ندرستی اچھی لگتی ہے اور 'کچھ نہ کچھ کرنے یا سوچنے' کو جی چاہتا ہے۔ اس لئے اونچے بلڈ پریشر والا آدمی ضرورت سے زیادہ خوش معلوم ہوتا ہے اور یہ ممکن ہے کہ کوئی بھی ایسی آپری حالت نہ پیدا ہو یا نہ دکھائی دے جس سے اسے اپنے خطرے کا پتہ آسانی سے لگ جاوے۔ یہ ایک اور زبردست وجہ ہے کہ ہر سال ہمیں اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا کہ اسے درست رکھنا چاہئے۔ اس چیز کے لئے ہمیں جانتے جانتے اپنے جسم کی اچھی طرح جانچ کرنا ہے۔ جہاں تک نالیوں کا تعلق ہے کسی بھی

اپنے جسم کی اچھی طرح جاننے والے لوگ جانتے ہیں کہ اگر وہ اپنے جسم کی جانچ کر لیں گے، اسے بہت سے لوگ جن جو اپنے دانت کے ڈاکٹر کے پاس سال ہر سال سے کم ایک بار آکر جاتے ہیں، اسے بہت سے لوگ جانتے ہیں لیکن بہت سے کم لوگ اسے ملایم طور پر جانچ کر لیں گے۔ اس کی اچھی طرح جانچ کر لیں گے اسے درست دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پچاس برس کے خوب تندرست آدمی کے لئے، جسے اس بات کا گمان ہے کہ وہ زندگی میں کبھی بھی ایسا اچھا نہیں رہا، اس کا بہت بڑا فرق ہے کہ کہیں وہ اسے روک کے نزدیک نہ ہو۔

سوسٹ بلیڈ پریشر

جس یونٹ سے بلیڈ پریشر ماپا جاتا ہے اسے سفاگنومانیومیٹر (Sphygmomanometer) کہتے ہیں۔ جو لوگ اس یونٹ سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اسے سفاگنومانیومیٹر (Manometer) بھی کہتے ہیں۔ लाखों آدمیوں کا بلیڈ پریشر اس یونٹ سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا سوسٹ بلیڈ پریشر کیا ہونا چاہیے۔ یہاں پر سوسٹ بلیڈ پریشر اس یونٹ سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا اوسط بلیڈ پریشر کیا ہونا چاہیے۔ یہاں پر اوسط دباؤ کا مطلب تھیک یعنی تندرست آدمی کا بلیڈ پریشر نہیں ہے۔ اگرچہ جو تجربے بتاتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کسی تندرست بزرگ کے جوان آدمی کا بلیڈ پریشر عام طور پر 120 ملی میٹر ہوتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں یہ اوسط بلیڈ پریشر اور مناسب بلیڈ پریشر دونوں بتاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی بلیڈ پریشر عام طور پر اس طرح بڑھتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی عمر میں 100 چورس دیں تو اس کا بلیڈ پریشر معلوم ہو جائیگا۔ اگر ہم سفاگنومانیومیٹر میں دیکھیں تو یہی بلیڈ پریشر اس میں بھی نکلیگا۔ اس کے مطابق 40 برس کی عمر میں بلیڈ پریشر 140 ہوگا اور 60 برس کی عمر میں 160 ہوگا۔ حال کے ڈاکٹر اس بات سے متاثر نہیں ہیں کہ عمر کے ساتھ ساتھ جو بلیڈ پریشر بڑھتا جاتا ہے وہ مناسب بلیڈ پریشر ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جیسے جیسے نایاں پرانی ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے وہ کمزور بھی ہوتی جاتی ہیں، اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی دیواروں پر برابر دباؤ بڑھتا ہی چلا جائے اور وہ اسے برداشت کرتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس برابر بڑھتا رہنے والے بلیڈ پریشر کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ فی الحال اس حد کو 150 کے قریب رکھا گیا ہے۔ اگر 150 سے زیادہ کسی کا بلیڈ پریشر ہو تو اسے بہت زیادہ تندرست نہیں سمجھا جائیگا۔ اس کا بلیڈ پریشر کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اسے حالت میں آئے بڑھنے نہیں دینا چاہئے۔

اوسط بلیڈ پریشر

جس یونٹ سے بلیڈ پریشر معلوم کیا جاتا ہے اسے سفاگنومانیومیٹر (Sphygmomanometer) کہتے ہیں۔ جو لوگ اس یونٹ سے اچھی طرح واقف ہیں وہ اسے سفاگنومانیومیٹر (Manometer) بھی کہتے ہیں۔ लाखों آدمیوں کا بلیڈ پریشر اس یونٹ سے پڑا گیا ہے۔ اس سے یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ آدمی کا اوسط بلیڈ پریشر کیا ہونا چاہیے۔ یہاں پر اوسط دباؤ کا مطلب تھیک یعنی تندرست آدمی کا بلیڈ پریشر نہیں ہے۔ اگرچہ جو تجربے بتاتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ کسی تندرست بزرگ کے جوان آدمی کا بلیڈ پریشر عام طور پر 120 ملی میٹر ہوتا ہے۔ اس طرح کی حالت میں یہ اوسط بلیڈ پریشر اور مناسب بلیڈ پریشر دونوں بتاتا ہے۔ تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جیسے عمر بڑھتی جاتی ہے ویسے ہی بلیڈ پریشر عام طور پر اس طرح بڑھتا ہے کہ اگر کسی آدمی کی عمر میں 100 چورس دیں تو اس کا بلیڈ پریشر معلوم ہو جائیگا۔ اگر ہم سفاگنومانیومیٹر میں دیکھیں تو یہی بلیڈ پریشر اس میں بھی نکلیگا۔ اس کے مطابق 40 برس کی عمر میں بلیڈ پریشر 140 ہوگا اور 60 برس کی عمر میں 160 ہوگا۔ حال کے ڈاکٹر اس بات سے متاثر نہیں ہیں کہ عمر کے ساتھ ساتھ جو بلیڈ پریشر بڑھتا جاتا ہے وہ مناسب بلیڈ پریشر ہوتا ہے۔ ان کا خیال ہے کہ جیسے جیسے نایاں پرانی ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے وہ کمزور بھی ہوتی جاتی ہیں، اس لئے یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی دیواروں پر برابر دباؤ بڑھتا ہی چلا جائے اور وہ اسے برداشت کرتی رہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس برابر بڑھتا رہنے والے بلیڈ پریشر کی کوئی حد ہونی چاہئے۔ فی الحال اس حد کو 150 کے قریب رکھا گیا ہے۔ اگر 150 سے زیادہ کسی کا بلیڈ پریشر ہو تو اسے بہت زیادہ تندرست نہیں سمجھا جائیگا۔ اس کا بلیڈ پریشر کم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور اسے حالت میں آئے بڑھنے نہیں دینا چاہئے۔

स्वर्गीय प्रो० सुधीन्द्र

سرگتھ پرورنسر سوधेन्द्र

[स्थान—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

[अवतार—रामानन्द स्वामी का मठ, काशी]

(भक्त कबीर, घन्टा जाट, रैदास चमार, वैष्णव ब्रह्मचर्य भगवान् रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है।)

कीर्तन

बिसर गई सब तात पराई जब से साधू संगत पाई !
ना कोई बैरी ना बेगाना सकल संग हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !

[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द:—कितने आनन्द का मौका है आज ! गुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—रांकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास:—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर भाल-फस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द:—राम ! राम !! राम ! राम !!

सब भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके भव में अटक है सोई अटक रहा ?

(भक्त कबीर, देहा जाट, रैदास चमार, वैष्णव भक्त रामानन्द के दोनों ओर बैठे हैं। एक ओर सादी पोशाक पहने गागरोन गढ़ के राजा भी हैं। करताल और मंजीरों के बीच कीर्तन हो रहा है।)

कीर्तन

बस गयी सब तात पराई जब से साधु संगत पाई !
ना कोई बैरी ना बेगाना सकल संग हमरी बन आई !
सब में रम रहिया प्रभु एकै देखि देखि मनुआ मुसकाई !
[कीर्तन बन्द हो जाता है]

रामानन्द—कितने आनन्द का मौका है आज ! गुरु राघवानन्द के मठ को छोड़ते समय जो इरादा लेकर चला था, उसे आज पूर्ण होते हुए देख रहा हूँ। द्रविड़ देश की कुमारी, वह भक्ति आज उत्तरापथ की रानी हो गई है, क्यों कबीर ?

कबीर—रांकर का अद्वैतवाद—'ब्रह्म सत्यं जगन्मिथ्या' नाम का मायावाद आज आपकी भक्ति की गङ्गा में डूब गया है, गुरुदेव !

हमरा भरमु गवा भऊ भागा !

जब राम नाम चित लागा !

रामानन्द—भगवान् रामानुजाचार्य की आत्मा भगवद् भक्ति की इस गङ्गा को बहते देखकर कितनी रम हो रही होगी कबीर ! गुरु राघवानन्द के आशीर्वाद से ही 'राम' का सन्देश मैं घर घर में पहुंचा सका हूँ; क्यों रैदास ?

रैदास:—गुरुदेव, मैं तो जब देखता हूँ कि सारा देश आज भगवान् के प्रेमानन्द में मग्न हो रहा है तो सारे दुःख दुःख को भूल जाता हूँ। भगवन् ! राज मंदिरों से लेकर भाल-फस की कुटियों तक आपने भक्ति का गीत गुँजा दिया है। अटक से लेकर कटक तक आज ईश्वर के नाम का असर फैल गया है।

रामानन्द:—राम ! राम !! राम ! राम !!

सब भूमि है राम की तामें अटक कहा ?

जाके भव में अटक है सोई अटक रहा ?

कबीर—धन्य है प्रभु ! सभी तो रागरौन गढ़ के राजा प्रतापसिंह आज उस राम-नाम के राज्य में अपने राज को मिलाने के लिए यहाँ आये हैं, इससे बढ़कर भगवान्, आपकी विजय और क्या होगी ?

रैदास—महाराज ! राजा प्रतापसिंह को भी-चरणों की सेवा और 'राम' नाम का मंत्र दीजिए.

राजा प्रतापसिंह—(स्वामी रामानन्द के चरणों में प्रणाम कर) यह तुच्छ सेवक भगवान् रामानन्द के चरणों में अपना राजमुकुट रखकर प्रणाम करता है. राज सिंहासन में वह परमानन्द कहाँ जो आज रामानन्द के चरणों में है ?

(स्वामी रामानन्द आशीर्वाद का हाथ देते हैं)

रैदास—तुम धन्य हो राजा प्रतापसिंह !

प्रतापसिंह—अब राजा नहीं हूँ भगत ! अब तो मैं रामानन्द महाराज के दरबार में एक चाकर हूँ.

रामानन्द—इस दरबार में राम को छोड़ और कोई राजा नहीं. आज से तुम पीपा भगत हुए राजा प्रताप !

पीपा—महाराज ! मेरे साथ आया हुआ एक युवक सेना भी, श्री चरणों का स्पर्श पाना चाहता है. परन्तु वह तो नाई है महाराज ! यदि कदमों को न छू सके तो दूर से ही दर्शन की भीक दें. बाहर ही ठहरा है.

रैदास—रामानन्द भगवान के यहाँ कोई छोटा बड़ा नहीं है पीपा भगत ! यहाँ तो प्रताप राजा भी पीपा भगत बनकर सेना भगत के साथ बैठकर भगवान के प्रेम का पान कर सकता है.

कबीर—देखते हो (धन्ना भगत की ओर इशारा करके), वे धन्ना भगत जाट हैं.

धन्ना—हाँ पीपा भगत !

कबीर—और जानते हो मैं कौन हूँ ?

तनना बुनना तज्या कबीर

राम नाम लिखि लिया सरीर

जाति जुलाहा, मति को धीर

हरषि हरषि गुन रमै कबीर

रैदास—और पीपा भगत ! जानते हो मैं कौन हूँ ? मैं वह हूँ जिसकी छाया तक से तिलकधारियों को छूत लग जाती है.

जाति भी ओछी करम भी ओछा

ओछा कसब हमारा ।

जीवै तै प्रभु कँच कियो है

कह रैदास हमारा ।

कबीर—देखते हो प्रभु ! नहीं तो लाजों गन्ध के राजे प्रतापसिंह आज अस् राम नाम के राजे में अपने राज को मिला के लगे हैं। इससे बढ़कर भगवान्, आप की विजय और क्या होगी ?

रैदास—महाराज ! राजे प्रतापसिंह को भी-चरणों की सेवा और 'राम' नाम का मंत्र दीजिए.

राजे प्रतापसिंह—(स्वामी रामानन्द के चरणों में प्रणाम कर) यह तुच्छ सेवक भगवान् रामानन्द के चरणों में अपना राज मुकुट रखकर प्रणाम करता है. राज सिंहासन में वह परमानन्द कहाँ जो आज रामानन्द के चरणों में है ?

(स्वामी रामानन्द आशीर्वाद का हाथ देते हैं)

रैदास—तुम धन्य हो राजे प्रतापसिंह !

प्रतापसिंह—अब राजा नहीं हूँ भगत ! अब तो मैं रामानन्द महाराज के दरबार में एक चाकर हूँ.

रामानन्द—इस दरबार में राम को छोड़ और कोई राजा नहीं. आज से तुम पीपा भगत हुए राजा प्रताप !

पीपा—महाराज ! मेरे साथ आया हुआ एक युवक सेना भी, श्री चरणों का स्पर्श पाना चाहता है. परन्तु वह तो नाई है महाराज ! यदि कदमों को न छू सके तो दूर से ही दर्शन की भीक दें. बाहर ही ठहरा है.

रैदास—रामानन्द भगवान के यहाँ कोई छोटा बड़ा नहीं है पीपा भगत ! यहाँ तो प्रताप राजा भी पीपा भगत बनकर सेना भगत के साथ बैठकर भगवान के प्रेम का पान कर सकता है.

कबीर—देखते हो (धन्ना भगत की ओर इशारा करके), वे धन्ना भगत जाट हैं.

धन्ना—हाँ पीपा भगत !

कबीर—और जानते हो मैं कौन हूँ ?

तनना बुनना तज्या कबीर

राम नाम लिखि लिया सरीर

जाति जुलाहा, मति को धीर

हरषि हरषि गुन रमै कबीर

रैदास—और पीपा भगत ! जानते हो मैं कौन हूँ ? मैं वह हूँ जिसकी छाया तक से तिलकधारियों को छूत लग जाती है.

जाति भी ओछी करम भी ओछा

ओछा कसब हमारा ।

जीवै तै प्रभु कँच कियो है

कह रैदास हमारा ।

کبیر—بمبارے کے ٹکڑوں کو رام نام کے باغوں سے
جوڑ کر ایشم پر پھرنے لایا تو بناوے ہو توم رے واس !

धन्ना—भगवान रामानन्द के कदमों का अमृत पीकर
तो अपवित्र भी पवित्र बन जाता है पीपा भगत !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दर-
बार तो सबके लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई ।

हरि को भजै सौ हरि का होई ।

आज तो धन्ना चाहे जाट हों तो भी भगत हैं, सेना
माई हों तो भी भगत हैं, कबीर मुसलमान हों तो भी भगत
हैं, रैदास बमार हों तो भी भगत हैं और पीपा राजपुत्र हैं
तो भी भगत हैं. यहाँ सब एक हैं. रामानन्द का यही सन्देश
है भगवान रामानुज ने जो नहीं किया वह मैं आज कर
रहा हूँ. मेरा यह सन्देश तुम सब घर-घर पहुँचा दो. हिंदू
और मुसलमान कबीर के शब्दों में दो आँखें हैं—दो आँखें
भगवान का रूप तो अलग-अलग नहीं देख सकतीं और
हिन्दुओं ! यह ऊँच-नीच का भेद यदि राम का नाम भी न
मिटा सके तो फिर वह नहीं मिटेगा ! मुसलमानों के खुदा
के दरबार में भी तो सब एक हैं और राम और खुदा तो
एक ही हैं. नाम के भेद के पीछे लड़-लड़ कर मरते हैं.
कबीर, तुम गाओ तो अपना वह पद—सन्तो, देखत जग
बौराना !

(कबीर पद गाते हैं)

सन्तो देखत जग बौराना ।

सौँच कहौ तौ मारन धावै, भूटे जग पतियाना ।

हिन्दु कहै मोहि राम प्यारा, तुलुक कहै रहमाना ।

आपस में दोउ लरि लरि मूये, मरम न काहू जाना ।

कहत कबीर सुनो हो सन्तो, ई सब भरम भुलाना ।

केतिक कहौ कहा नहिं मानै, आपुहि आप समाना ।

(पटाक्षेप)

کبیر—چہرے کے ٹکڑوں کو رام نام کے باغوں سے
جسم پر پہنائے گئے تو پہنائے ہو تم ریداس !

धन्ना—भगवान रामानन्द के कदमों का अमृत पीकर
तो अपवित्र भी पवित्र बन जाता है पीपा भगत !

रामानन्द—इन सबने सब कहा पीपा ! राम का दर-
बार तो सबके लिये खुला है.

जाति पाति पूछै नहिं कोई ।

हरि को भजै सौ हरि का होई ।

آج تو دھنا چاہے جات ہو تو بھی بھکت ہیں، سینائی
ہوں تو بھی بھکت ہیں، کبیر مسلمان ہوں تو بھی بھکت ہیں،
ریداس چمار ہوں تو بھی بھکت ہیں اور پیپا راج پتر ہوں تو
بھی بھکت ہیں. یہاں سب ایک ہیں. راما نند کا یہی
سندیش ہے. بھگوان رامانج نے جو نہیں کیا وہ میں آج کر
رہا ہوں. میرا یہ سندیش تم سب کو گھر پہنچا دو. ہندو
اور مسلمان کبیر کے شبدوں میں دو آنکھیں ہیں—دو آنکھیں
بھگوان کا روپ تو الگ الگ نہیں دیکھ سکتیں اور ہندو ! یہ
اُنچ نیچ کا بھید ہی رام کا نام بھی نہ مٹا سکے تو پھر وہ نہیں
مٹے گا ! مسلمانوں کے خدا کے دربار میں بھی تو سب ایک ہیں
اور رام اور خدا تو ایک ہی ہیں. نام کے بھید کے پیچھے لڑ لڑ
کر مرنے ہیں. کبیر، تم گلو تو اپنا وہ پد—سنتو، دیکھت جگ
بورا نا !

(کبیر پد گاتے ہیں)

سنتو دیکھ جگ بورانا .

سانج کہو تو مارن دھارے، چھوٹے جگ پتیا نا .

ہندو کہہ موئیں رام پھارا ترک کہہ رحمانا .

آپس میں دوڑ لڑی لڑی موئے، مرم نہ کھو جانا .

کہت کبیر سنو ہو سنتو، ای سب भरम भुलाना .

کینک کہیں کہا نہیں مانے، آپوہی آپ समाना .

(پٹاکشیپ)

नये हिन्दू की दूसरी पांच बरसी योजना

نئے ہند کی دوسری پانچ برسوں کی یوجنا

श्री जे. सी. कुमारप्पा

شری جے . سی . کماریا

दूसरी पांच बरसी योजना का मसौदा देश के सामने है, उसके मतलब को पूरी तरह समझने के लिये उसे ध्यान से पढ़ने की जरूरत है.

हमारा देश एक गरीब खेतीहर देश है इसलिये हम यह धम्भीद कर रहे थे कि इस योजना में सबसे ज्यादा खयाल किसानों की जरूरतों और उनकी भलाई का किया गया होगा, बाकी सब बातों को इसी लिहाज से देखा गया होगा कि उनसे किसानों की तरक्की में मदद मिले, यदि ऐसा किया जाता तभी हम इसे अपने देश की योजना कह सकते थे, लेकिन हम देखते हैं कि इसके खिलाफ यह सारा मसौदा बड़े बड़े पूँजी पतियों और बड़े बड़े फल कारखाने वालों की जरूरतों से ही रेंगा पड़ा है, देश के बाकी लोगों की जरूरतों का भी वहाँ तक ही खयाल रखा गया है जहाँ तक कि वह इस पूँजीवादी व्यवस्था को फलने-फूलने में मदद दे सकें, इस तरह के मसौदे को हम एक 'तरकीब' या 'तद्बीर' कह सकते हैं, देश की योजना नहीं कह सकते, इस सारे मसौदे में इसी बात की तद्बीरों की गई हैं कि किस तरह देश का अधिक से अधिक माल बाहर के देशों में बेचा जा सके, बाहर के देशों से अधिक से अधिक धन मिल सके जिससे देश के कारखानों के मालिकों की जरूरतें पूरी हों और किस तरह देश में अधिक बड़े से बड़े कारखाने खुल सकें,

कम्यूनिटी प्राजेक्ट्स यानी सहकार योजनाओं, कम्यूनिटी डेवलपमेंट यानी सहकार उन्नति या नेशनल एक्शन-प्लान यानी क्रांती कैलाश के रूप में जो कुछ थोड़ा बहुत पेश किया गया है वह सब दिल बहलाने की बीज है। बच्चा जब दूध माँगता है तो रबर की चुसनी उसके मुँह में दे दी जाती है। बच्चा उसे चूसता रहता है लेकिन उससे बच्चे का पेट नहीं भरता, हमारा देश बिछा बिछा कर यह माँग रहा है कि हमारे देहातों का फिर से संगठन किया जायें। इस गाँव के जवाब में कुछ थोड़े से चुने हुये इलाकों में यह रहेगी “कल्याणकारी” योजनाएँ पेश की जाती हैं जिनसे कोई अच्छा नतीजा नहीं निकल सकता। इस तरह की योजनाओं को बुनियादी तौर पर खेती के काम के साथ और खेती-किसानी के दूसरे अंशों-बन्धों के साथ इस तरह जोड़ना चाहिये कि जिससे गाँव वालों की जन पैदा करने

دوسری پانچ برس یوجنا کا مسودہ دیہی کے سامنے ہے ۔
 اُس کے مطالب کو پوری طرح سمجھنے کے لئے اُسے دھیان سے
 پڑھنے کی ضرورت ہے ۔

ہمارا دیہی ایک فریب کھیت پر دیہی ہے اُس لئے ہم یہ
 اُمید کر رہے تھے کہ اِس یوجنا میں سب سے زیادہ خیال کسانوں
 کی ضرورتوں اور اُن کی پہچان کیا گیا ہوگا۔ باقی سب باتوں
 کو اِسی لحاظ سے دیکھا گیا ہوگا کہ اُن سے کسانوں کی ترقی
 میں مدد ملے۔ یہی ایسا کیا جانا چاہیے کہ اُنہی دیہی کی
 یوجنا کم سکتے تھے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اِس کے خلاف یہ
 سارا مسودہ بڑے بڑے یونجی پتوں اور بڑے بڑے کل کارخانے
 واپس کی ضرورتوں سے ہی رنگا پڑا ہے۔ دیہی کے ہائی لوگوں
 کی ضرورتوں کا بھی وہاں تک ہی خیال رکھا گیا ہے جہاں تک
 کہ وہ اِس یونجی وادی وپوستہ کو پہلے پہلے میں مدد نہ
 سکیں اِس طرح کے مسودے کو ہم ایک مرکب یا 'تدبیر'
 کہہ سکتے ہیں، دیہی کے یوجنا نہیں کہہ سکتے۔ اِس سارے مسودے
 میں اِسی بات کی تدبیریں کی گئی ہیں کہ کس طرح دیہی
 کا ادھک سے ادھک مال باہر کے دیہیوں میں بیچا جاسکے،
 باہر کے دیہیوں سے ادھک سے ادھک دھن مل سکے جس سے
 دیہی کے کارخانوں کے ماتموں کی ضرورتیں پوری ہوں اور کس
 طرح دیہی میں ادھک بڑے سے بڑے کارخانے کھل سکیں۔

کہہ دیتی پروجیکٹس یعنی سپارک یوجنائس' کیہ دیتی
ٹیولہمیات یعنی سپارک آنلئی یا نیشنل ایکسپلینیشن یعنی قومی
پھیلاؤ کے روپ میں جو کچھ تھوڑا بہت پھیل گیا تھا وہ سب
دل بہلانے کی چیز ہے۔ بچہ جب دودھ مانگتا ہے تو رہبر کی
چوسلی اُس کے منہ میں دے دی جاتی ہے۔ بچہ اُسے چوستا
رہتا ہے لیکن اُس سے بچے کا پیٹ نہیں بھرتا۔ ہمارا دیس
چلا چلا کر یہ مانگ رہا ہے کہ ہمارے دیہاتوں کا پھر سے سنگتون
کیا جائے۔ اِس مانگ کے جواب میں کچھ تھوڑے سے چلے
ہوئے علاقوں میں یہ مہنگی "کلیانکاری" یوجنائس پھیل کی
جاتی ہیں جن سے کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکل سکتا۔ اِس
طرح کی یوجنائس کو بلیدائی "طور پر کھیتی کے کام کے ساتھ اور
کھیتی کسان کے دوسرے ادویگ دھندوں کے ساتھ اِس طرح
چھوڑنا چاہئے کہ جس سے گلوں والوں کی زمین پیدا کرنے

چلتی ہوئے ہمارے اس سونے میں یہ نہیں کہا گیا۔ دھبی
 فوراً اس بات کی ہے کہ دیہات کی ترقی کا ایک چال
 ہزاروں طرف پور دیا جاوے جس میں گلوں کے اچھی طرح
 ہونے علم کوئے والے ہوں اور اُن کی مدد کے لئے ایک
 ہرے اندھیکر والی سرکاری کمپنی ہو جس کے اوپر ایک پوجنا
 مٹروی ہو۔ آجکل کی یہ پوجنائیں کھول راجکائی پوجنائیں
 ہں۔ اُن کی غرض راجکائی پوریہکھتا ہے۔ اُن میں گلوں کی
 ہائی کے لئے جو کچھ کہا جا رہا ہے وہ کھول آنسو پوجنے والی
 ہیز ہے۔ چنتا کا دھوچ اور چنتا کا صبر دھوہ دھوہے اِس
 ہ ٹوٹ سکتا ہے۔

ہم پہلے بھی کئی بار تم چکے ہیں کہ ہمارے دیہے کا بڑی
زی ندیوں کے بہاؤ کے حساب سے پھر سے بتوڑا ہونا چاہئے اور
ان ندیوں سے ایسی نہریں نکلتی چاہئیں جو عمالہ کے برساتی
انی کو سونکھ ہوئے کھیتوں میں سے لے جاتی ہوئی کلیا کماوی
ک پہونچا دیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کسی بھی پارٹی
ورسٹمنٹ یا ان کے مددگروں اور نیتاؤں کے مقابلے میں کسانوں
ی مالی ضرورتوں کا کہیں ادھک خیال رکھا جاوے۔ راجکاج
مارے لئے اب ایک دوسرے درجے کی چیز ہونی چاہئے۔ پہلے
رجہ ہمیں جلتا کی مالی ضرورتوں کو دینا چاہئے۔ ہمیں اپنے
مذری منڈاؤں کو بھی اسی طرح نئے سرے سے بدلنا چاہئے جس
عام جلتا کی مالی حالت کو ہم سمجھ بوجھ کے ساتھ اوپر لے
ہاسکیں اور سارے راشنر کا نئے سرے سے سلکھیں کر سکیں۔

ہم اب بھی آشا کرتے ہیں کہ اسی دوسری پانچ دہری
وجہ پر بحثیں ہونگی اور ان میں ان باتوں کا خیال کیا جائیگا
ہر اسی مسئلہ کو اس طرح بدل دیا جائیگا کہ جس سے عالم
مفتا کی ضرورتیں اور ان کی ترقی پر پورا پورا دھیان دیا
جاسکے۔

نئی بیوجنا کے اس مسودے میں ضلع کو کام کی اگلی مائٹا گیا ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ اگلی بہت چھوٹی ہونی چاہئے تھی۔ یک کام کرنے والا ایک گاؤں کو یا اس پاس کے تھوڑے سے گاؤں کو زیادہ اچھی طرح سنبھال سکتا ہے۔ تھوڑے سے علاقہ میں وہ سب کو سمجھ سکتا ہے اور سب سے میل جول رکھ سکتا ہے۔ لڑ والوں کے بچے کے لئے بہ ضروری ہے۔ اس میں بہت سے نیچے ہونے گرام سبوں کی ضرورت ہوگی۔ پڑ پڑی ہیں بارت کی دروہا جنتا کو اور اٹھانا ہے تو یہ کرنا ہی ہوتا۔

اس بیچلا میں یہ مان لیا گیا ہے کہ اگر ہرے ہرے آدمیوں
 کو ہرے ہرے گزشتوں کو بھٹایا جاوے تو ہوس پر یعنی کھٹی
 کے آدھ جو گزشتوں آدمیوں کا ہرچہ پڑتا ہے وہ کم ہو جائیگا۔
 اس کے خلاف ہم سب کا پیڑھوں کا تجربہ یہ ہے کہ اس طرح کے
 ہرے آدمیوں کے چلنے سے انکس چھوٹے بھانڈے ٹوٹے رہتے ہیں۔

जाते हैं।
 इस योजना में यह मान लिया गया है कि गाँव
 में आला है जो कम दिन के काम है और वह यह है कि गाँव
 में छोटे-छोटे बच्चे बढ़ाये जायें और उन्हें सरकारी ही जाय.
 इसीसे मैं भी अनुमान इस बात को मान लिया गया है पर
 इसीसे के बचाने वाले इस अनुसूल पर अमल करने के लिये
 खलिये तैयार नहीं हैं कि इससे आये दिन की जरूरत की
 चीजों को पैदा करने वाले बड़े बड़े कारखानों के रूप में
 बल सकेंगे और बड़े पूँजी पतियों का काम कम हो
 जायगा.

हम अपने देश की समस्याओं को और बढ़ाकर या
 इसे भाम कर उन्हें हल नहीं कर सकते. हमें देश से
 बेकारी मिटानी है जो हमें गाँव के धन्धों और गाँव के कारी-
 गरों को बड़े पूँजी पतियों और बड़े बड़े कारखानों की बातक
 हाँ से बचाना ही होगा.

इस योजना में यह मान लिया गया है कि आये दिन
 की जरूरत की चीजों को पैदा करने के लिये बड़ी बड़ी पूँजी
 लगाकर जो कारखाने खोले जायेंगे उनसे जो बहुत सा
 माल पैदा होगा उस माल से लोगों के रहन सहन का ढंग
 और ऊँचा हो जायगा. रहन सहन का ढङ्ग जनता का तब
 ऊँचा होता है जब वह मजदूर या वह कारीगर जो मेहनत
 मजदूरी करता है ज्यादा माल खरीद सके. बड़ी पूँजी वाले
 कारखाने से धन का फैलाव बन्द हो जाता है और वह
 पूँजी बनकर थोड़े से हाथों में जमा हो जाता है. इससे
 करोड़ों जनता के रहन सहन का ढङ्ग और नीचे जाता है.
 कपड़ा, तेल, चमड़े का सामान, शक्कर और ऐसी चीजों
 हैं जिनकी पैदावार में ज्यादा से ज्यादा आदमियों को काम
 मिलना चाहिये और जिनसे पैदा हुआ धन ज्यादा से
 ज्यादा लोगों तक फैल जाना चाहिये. हम अपने धन्धों को
 इस तरह चलायें तो कारखाने के माल की हमें जरूरत ही
 नहीं रहेगी, न कारखानों में पूँजी लगाने की जरूरत रहेगी
 और जनता का रहन सहन का ढङ्ग अपने आप ऊँचा चला
 जायगा. सबके पास पैसा होगा और सब उससे अपने
 सुख का सामान खरीद सकेंगे.

इस योजना में उन पूँजी पतियों को मदद देने के लिये
 जो अपने निजी कारखाने चला रहे हैं या चलाना चाहते
 हैं 60 करोड़ रुपया रखा गया है. इसके मुकाबले में गाँव
 के धन्धों को मदद देने के लिये, जिनका तात्कालिक करोड़ों
 जनता से है, सिर्फ 200 करोड़ रखा गया है, यानी उसके
 आधे से भी कम. लगभग तीन-चौथाई में कुछ हजार पूँजी
 पति और एक चौथाई में करोड़ों छोटे बच्चे वाले. इससे
 सादिर है कि अमीरों और सरीखों, पैसे वालों और नौदारों
 के बीच की खाई और बढ़ती चली जायगी.

हम अपने देश की समस्याओं को और बढ़ाकर या
 इसे भाम कर उन्हें हल नहीं कर सकते. हमें देश से
 बेकारी मिटानी है जो हमें गाँव के धन्धों और गाँव के कारी-
 गरों को बड़े पूँजी पतियों और बड़े बड़े कारखानों की बातक
 हाँ से बचाना ही होगा.

हम अपने देश की समस्याओं को और बढ़ाकर या
 इसे भाम कर उन्हें हल नहीं कर सकते. हमें देश से
 बेकारी मिटानी है जो हमें गाँव के धन्धों और गाँव के कारी-
 गरों को बड़े पूँजी पतियों और बड़े बड़े कारखानों की बातक
 हाँ से बचाना ही होगा.

इस योजना में यह मान लिया गया है कि आये दिन
 की जरूरत की चीजों को पैदा करने के लिये बड़ी बड़ी पूँजी
 लगाकर जो कारखाने खोले जायेंगे उनसे जो बहुत सा
 माल पैदा होगा उस माल से लोगों के रहन सहन का ढंग
 और ऊँचा हो जायगा. रहन सहन का ढङ्ग जनता का तब
 ऊँचा होता है जब वह मजदूर या वह कारीगर जो मेहनत
 मजदूरी करता है ज्यादा माल खरीद सके. बड़ी पूँजी वाले
 कारखाने से धन का फैलाव बन्द हो जाता है और वह
 पूँजी बनकर थोड़े से हाथों में जमा हो जाता है. इससे
 करोड़ों जनता के रहन सहन का ढङ्ग और नीचे जाता है.
 कपड़ा, तेल, चमड़े का सामान, शक्कर और ऐसी चीजों
 हैं जिनकी पैदावार में ज्यादा से ज्यादा आदमियों को काम
 मिलना चाहिये और जिनसे पैदा हुआ धन ज्यादा से
 ज्यादा लोगों तक फैल जाना चाहिये. हम अपने धन्धों को
 इस तरह चलायें तो कारखाने के माल की हमें जरूरत ही
 नहीं रहेगी, न कारखानों में पूँजी लगाने की जरूरत रहेगी
 और जनता का रहन सहन का ढङ्ग अपने आप ऊँचा चला
 जायगा. सबके पास पैसा होगा और सब उससे अपने
 सुख का सामान खरीद सकेंगे.

इस योजना में उन पूँजी पतियों को मदद देने के लिये
 जो अपने निजी कारखाने चला रहे हैं या चलाना चाहते
 हैं 60 करोड़ रुपया रखा गया है. इसके मुकाबले में गाँव
 के धन्धों को मदद देने के लिये, जिनका तात्कालिक करोड़ों
 जनता से है, सिर्फ 200 करोड़ रखा गया है, यानी उसके
 आधे से भी कम. लगभग तीन-चौथाई में कुछ हजार पूँजी
 पति और एक चौथाई में करोड़ों छोटे बच्चे वाले. इससे
 सादिर है कि अमीरों और सरीखों, पैसे वालों और नौदारों
 के बीच की खाई और बढ़ती चली जायगी.

اس योजना میں اس بات کی سب سے زیادہ چلتا دکھائی گئی ہے کہ ہمارے دیہی سے بہت سا مال دوسرے دیہوں کو پہنچا جاوے۔ اس طرح کے ویپار سے زیادہ تر فائدہ یونٹھی پنوں اور بڑے کارخانے والوں کو ہی ہوتا ہے۔ انہیں کو اپنے کارخانوں کی ضرورت کا مال اور اپنے عیسی آرام کا مال دیشوں سے خریدنے کے لئے ویدیشی سکوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس طرح کے ویپار سے کسی دیہی میں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی طاقت نہیں آسکتی۔ دنیا میں شانتی نہیں قائم ہو سکتی ہے اور کروڑوں چلتا نہیں خوشحال ہو سکتی ہے جب ہر دیہی کم سے کم اپنی آئے دن کی ضرورتوں کی چیزیں خود بناوے اور اس معاملے میں اپنے پیروں پر کھڑا ہو۔ ہم اپنے دیہی سے اندھکڑ کچا مال باہر بھیجتے ہیں۔ اگر ہمیں اپنے یہاں سے پے درپے دور کرلی ہے تو ہمیں اس طرح کے سب کچھ مال کو اپنے یہاں روک کر خود اس سے اپنی ضرورت کی چیزیں تیار کرنی چاہئیں۔ جب تک ہم کچا مال باہر بھیجتے رہیں گے اور ہلی ہوتی چیزیں باہر سے منگاتے رہیں گے تب تک دیہی میں پے درپے پے رہیں گی۔ اس سلسلے تو ہماری یہ حالت ہے کہ ویدیشوں میں بنی چیزوں اور ویدیشی یونٹھی سے ہلی چیزوں سے ہمارے بازار بھرے ہوئے ہیں۔ ”لکس“ جیسے ویدیشی صاحب ہمارے دور دور کے گاؤں گاؤں تک پہنچ گئے ہیں۔ کیا پاکستان کے کسی گاؤں میں ہندستان کا ہلا صاحب آپ بومل سکتا ہے؟ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اپنے گاؤں کے چیلوں کو پھر سے اوجھلے جانیں، اسے سولولیمی بنائیں اور اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کا موقع دیں تو ہمیں ہمت سے کم لہنا ہوگا۔ دیہی کی چلتا کو دوسرے دیہوں کے سکوں کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کی گڑھی محنت کی پیداوار کا ہمیں اس طرح کا آپہنگ نہیں کرنا چاہیئے کہ جس سے یونٹھی پنوں کو ویدیشی مال خریدنے کے لئے ویدیشی سکے مل سکیں۔

کھیتی

یہ ٹھیک ہے کہ کھیتی ہمارے یہاں اتھارہ فیصدی بڑھ گئی ہے۔ لیکن یہ پیداوار ان چیزوں کی بڑھی ہے جنہیں ویدیشوں میں بیچ کر دھن کمایا جا سکتا ہے۔ ناچ یا ان چیزوں کی پیداوار جن سے پیٹ بھرا جا سکتا ہے بڑھی نہیں بلکہ اور گھٹی ہے۔ یہ ہم اگلی طرف جا رہے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں لوگوں کو شکی ہڈائے رکھنے کے لئے جیسا چاہیئے بوجھ نہیں ملتا۔ بہترے لک بھگ بڑے رہتے ہیں۔ ایسی صورت میں ہمیں ناچ کی پیداوار پر سارا زور دینا چاہیئے۔ ہمیں یہ نہیں ہونے دینا چاہیئے کہ ہمارے کھانے کے لئے ناچ

تکلی علیٰ سبکی کے لیے اس طرح کی فصلیں پیدا کر دیں کہ
ایک طرح کے پودے جیسا کہ سب کو مل سکے جگہ جگہ کی
مٹی اور پانی کی ایک ایک سائنسی پروم کے لئے ہی اسی ہمارے
پس ساتھ نہیں ہیں۔ یہ ہو جائے تب ہی ہم ایک کھان
سب جگہ پہنچا سکتے ہیں۔ کیوں ہلاوتی کھیتی کھان
سب جگہ پہنچا دینا جیسا کہ سرکاری پوجنا کے مسودہ
میں تھا کہا ہے، بلا جگہ جگہ کی مٹی اور پانی کی کھیتی
پروم کے، اور آٹا کھانک ہوگا۔ اس کے لئے وکیان مندر کی کھلا
لیکھ ہے۔

ہماری بوجھنا ایسی ہوئی چاہیئے کہ جس سے کھیتی کی پیداوار اُن کے فیصدی یا اُن کے فیصدی نہیں، بلکہ اُن کے گنا یا اُن کے گنا بڑھ سکے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہمیں کھیتی سے سمبندہ رکھنے والے اُدیوگ دھندوں اور گلوں کی دستکاروں کو بھی بڑھانا چاہیئے جس سے زبردستی کی بے کاری متہ اور سب کو کام اور روزگار مل سکے۔

سید

اجکل کسانوں کو اپنی محنت کے پورے پورے دام وصول نہیں ہوتے۔ اُس کے پیداوار کی قیمتیں کو گھٹانا بڑھانا ودیشی ملذبیوں اور ودیشی دہپاداریوں کے ہاتھ میں ہے۔ یہ نہیں رہنا چاہئے۔ اپنی پیداوار کی قیمتیں ملے کر ملے میں خود کسان کی آواز سب سے زوردار رہنی چاہئے۔ قیمت کا بہت ہوا بھاک جکل بیج کے لوگ کھا جاتے ہیں۔ ان دلاؤں کا ایک لمبا سلسلہ بن گیا ہے۔ یہ سلسلہ گھٹنا چاہئے۔ قیمت کا ادھونکائی بھاک کسان اور مزدور کو ملنا چاہئے۔

۱۰۰

نئی یوجنا میں پڑھ لکھ بے روزگاریوں کے لئے کچھ فنڈ قائم کر دیا گیا ہے۔ پروگرام کا ایسا حصہ جن سے دیہی کی پیداوار یا دیہی کا دھن نہیں بڑھتا، خرچ ہی خرچ بڑھتا ہے۔ روز روزگاری دور کرنے کے لئے ہمارے فنڈ کا ایسا حصہ ہونے چاہیے جن سے پیداوار بڑھ سکے۔

اگر ہم ان طریقوں سے کام کریں تو ہمیں دوسرے دیشوں کے سامنے مدد کے لئے ہاتھ پیراں کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر ہم اپنی چاندی دیکھ کر پاؤں پسراریں، فضول خرچی نہ کریں، اپنی ضرورت کا لاکھتہ سامان خود پیدا کریں، تو جن آٹھ سو کروڑ روپے کے باہر سے لینے کی ضرورت اس بوجھ میں ہٹتی گئی ہے ان کی جگہ باہر سے لینے کی ہرگز ضرورت نہ پڑے۔ اگر ہم اپنی پیداوار پر اتنے پھل کی کھیت دونوں کو دھیان سے ٹھیک رکھیں اور اپنی زمینوں کا ٹھیک ٹھیک آپریٹ کریں تو جتنا بھی

میں نے پہلے وہ سب سے دیکھی تھی کہ میں نے اس کے
 ہاتھ کے ساتھ ہر دم باہر کی بند کے ساتھ رکھنا اور
 ان کے اندر چھڑوں کی کہت تو مسجداری کے ساتھ
 ان میں نہیں رکھنا تو اس دیکھ میں جہاں لوگوں کے
 ہاتھ کا تھک اب یہی معمولی آدمی کی ضرورتیں
 میں گرا ہوا ہے اور ہم مہنگی اور بڑھا دینا اور پس کے دام
 رکھنا کہتا دینا ۔

ہر آپ بیتی

شراب باندی کے ساتھ ساتھ ہمیں خاصہ کو تازی تیار کرنے والی کر
 تم دینے کا بھی پروا پر بندہ کر دینا چاہئے۔ اس کے لئے ہمیں
 پٹا کر اور چینی فار کے رص سے تیار کرنی چاہئے۔ تاز سے
 ہمیں اپنی ضرورت کا پیرا کر اور پوری چینی مل سکتی ہے۔
 کٹا ہوئے میں بھی ہم کھیتی کے سادھنوں کا غلط آپدک کرتے
 ہیں۔ شکر یا چینی ادھنکر ہوا اور پانی سے ہلتی ہے، زمین سے
 کھڑی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کلمہ کی زمین کو ہمیں دوسری
 فصلوں پیدا کرنے کے کام میں لانا چاہئے۔ جو لوگ کلمہ کی
 چینی کی مٹیوں سے لاکھوں روپے کماتے ہیں وہ اس کے لئے
 انہیں سے واقعی نہ ہونگے کہ ہم اسی زمین کا آپدک ادھک
 سمجھداری کے ساتھ دوسرے کاموں کے لئے کریں۔ چینی کی
 مٹیوں کی پیداوار پر اگر ہم حد باندھ دیں کہ وہ ایلہ سے زیادہ
 چینی پیدا نہ کریں تو اس سے بھی ہمارے سمسما حل نہ
 ہوگی۔

شراب بندی اگر ہم سمجھداری کے ساتھ کریں تو اس سے ہمیں بچت میں گھانا نہیں ہونا چاہئے۔ ویدیشی سولانیوں یا خاص سرکاری ملازموں وغیرہ کے لئے چھوٹ کی شکل میں بھی کوئی کمزوری ہمارے شراب بندی کے پروگرام میں نہیں ہونی چاہئے۔ شراب سب کسی کے لئے قانوناً بند ہونی چاہئے اور اس کے ساتھ سماج میں ہر طبیح کی شراب کے پینے کو برا سمجھا جاتا چاہئے، چائے کوئی کم پینے اور چائے ابھک۔ قدرے چھوٹے شراب بندی کرنے سے ہماری کلڈیاں بڑھ جائیں گی، جیسا کہ آجکل کہیں کہیں دیکھتے ہیں آرہا ہے۔

پیشی سے

ویدھی سکوں کے لوہے میں ہی ہم دیہیوں میں ویدھیوں کی خاطر داری ضرورت سے زیادہ کرتے ہیں۔ انگریزی محاورہ ہے کہ بھرت گھر سے شروع ہوتی چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ خاطر داری بھی گھر سے شروع ہوتی چاہئے۔ ہم جو دیہیوں کی خاطر داری کرتے ہیں اُس کی جڑ میں ہمارا دیہی سکوں کا لوہہ ہے اور ویدھی مکہ میں کھول مکہ کھول مکہ کی ضرورت کا سامان خریدنے کے لئے چاہتیں۔

کا اسی طرح کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

ہم انسانی ہمدردی کے لئے ہیں وہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

ہم انسانی ہمدردی کے لئے ہیں وہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

ہم انسانی ہمدردی کے لئے ہیں وہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

آج کے دور کے ساتھ

آج کے دور کے ساتھ

مکان

ہر کارخانے کے مکانوں کے لئے یہی جیسا کہ

ہم انسانی ہمدردی کے لئے ہیں وہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

ہم انسانی ہمدردی کے لئے ہیں وہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

ہم انسانی ہمدردی کے لئے ہیں وہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

ہم انسانی ہمدردی کے لئے ہیں وہ کسی طرح سے یہی جیسا کہ

آج کے دور کے ساتھ

آج کے دور کے ساتھ

مکان

ہر کارخانے کے مکانوں کے لئے یہی جیسا کہ

100

بیماریوں کی دیکھ بھال میں آکر سہکار
 ناہی (کمیونٹی ڈیولپمنٹ) اور راشیہ کلائنک
 نل ڈسپنسری) کے روپ میں، شیدی پجنٹوں کی
 مدد کے سارے کھج بھری اور رکھی رکھی کانشیوں
 دہا کے سامنے رکھی جا رہی ہیں۔ اس طرح کی کانشیوں
 بھیکار کلاس کلاس بنے ہوئے ہلاکوں یا کینڈوں میں کی
 جا رہی ہیں۔ ان کانشیوں اور یोजनाہوں سے سمی کی
 کھرت پوری نہیں ہو سکتی۔ یک تو سیکھے ہوئے کام کرنے
 والوں کی کمی ہے اور دوسرے دن کی بھی بھد کمی رہتی
 ہے۔ اس کام میں بھر لیتی کو اور لیتی سے اور گاں
 سے سمبندھ رکھنے والے سب وڈوگ بھندوں کو بڈانے اور
 بھکائی دینے کا پورا پورا کھال رکھا جاوے اور بھنے
 بڈے کام کے لیے کافی بھن لگایا جائے اور کام
 کرنے والوں کو ڈیک ڈیک بھیکار ملے ہوئے تو کھج
 ڈیک کام ہو سکتا ہے۔

یک یोजना مینسٹری ہمارے بھان مایڈ ہے۔ اسکے
 ساڈھ یک بھلگ ڈیڈی مینسٹر ہونا چاہیے جو سب
 پھلوں کو بھان میں رکھکر اس کام کو پورا کرے۔
 اس ڈیڈی مینسٹر کو پورا بھیکار ہونا چاہیے کی
 جن جن سرکاری بھکموں کا اس کام سے باسٹا پڈسا
 ہے ان سب کے اس طرح کے کاموں کو ملاکر ڈیک
 طرح بھلا سکے۔ سماج سبکوں کا اس طرح کا کام
 جیسا سرکاری مسیڈے میں بھایا گیا ہے کھل کھل سے
 لیا پوٹی اور بھوٹا ہے۔ ہمیں کرنا بھ ہے کی گاں
 والوں کی مالی ہالک کو پوری طرح بھبھوت بنا دے۔ بھ کام
 بھسبھ سماج سبک نہیں کر سکتے۔ بھ پوری بھبھواری
 کا کام ہے۔ سرکار کو بھپنا پورا اور اس کام میں
 لگانا چاہیے۔

سب بھروہی کی ہے۔ اب بھیر میں آکر سیکر بھوٹوں
 (کمیونٹی ڈیولپمنٹ) اور راشیہ بھوٹ (بھیکار بھیکار)
 کے روپ میں، وڈی بھیکاروں کی مدد کے سارے کھج
 بھری اور رکھی رکھی کانشیوں کے سامنے رکھی جا رہی
 ہیں۔ اس طرح کی کانشیوں بھیکار کلاس کلاس بنے ہوئے
 ہلاکوں یا کینڈوں میں کی جا رہی ہیں۔ ان کانشیوں اور
 یोजनाہوں سے سمی کی ضرورت پوری نہیں ہو سکتی۔ ایک تو
 سیکھے ہوئے کام کرنے والوں کی کمی ہے اور دوسرے دن کی بھی
 بھد کمی رہتی ہے۔ اس کام میں بھر لیتی کو اور لیتی سے اور
 گاں سے سمبندھ رکھنے والے سب وڈوگ بھندوں کو بڈانے اور
 بھکائی دینے کا پورا پورا کھال رکھا جاوے اور بھنے
 بڈے کام کے لیے کافی بھن لگایا جائے اور کام
 کرنے والوں کو ڈیک ڈیک بھیکار ملے ہوئے تو کھج
 ڈیک کام ہو سکتا ہے۔

ایک یोजना مینسٹری ہمارے بھان مایڈ ہے۔ اس کے ساتھ
 ایک الگ ڈیڈی مینسٹر ہونا چاہیے جو سب پھلوں کو دھیان
 میں رکھ کر اس کام کو پورا کرے۔ اس ڈیڈی مینسٹر کو پورا
 بھیکار ہونا چاہیے کہ جن جن سرکاری بھکموں کا اس کام سے
 واسطہ پڑتا ہے ان سب کے اس طرح کے کاموں کو مل کر بھیک
 طرح بھلا سکے۔ سماج سبکوں کا اس طرح کا کام جیسا سرکاری
 مسیڈے میں بھایا گیا ہے کھل کھل سے لیا پوٹی اور بھوٹا ہے۔
 ہمیں کرنا چاہیے کہ گاں والوں کی مالی حالت کو پوری طرح
 بھبھوت بنا دیں۔ یہ کام انھ سبکے سماج سبک نہیں کر سکتے۔ یہ پوری
 بھواری کا کام ہے۔ سرکار کو اپنا پورا زور اس کام میں لگانا
 چاہیے۔

ہماری رائے

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس زمانہ دنیا میں دو طرح کی کوششیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر بیرواں بڑانے اور دنیا کے سانہوں کو کروڑوں چننا کی پھائی کے کاموں میں لگانے کی کوششوں میں ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، اوشواس اور فرتوں کو بڑانے اور جنگ کی تیاریوں میں اربوں ٹریوں خرچ کرنے میں لگے ہیں۔ سوویت روس میں اور امریکہ میں سن 1956-57 کے جو نئے سالانہ بجٹ تیار ہونے میں ان سے یہ بات اچھی طرح چمک اٹھتی ہے کہ کین کس کوشش میں ہے۔

سوویت روس میں جو نئے سال کا بجٹ بنا ہے اسے اس دہا میں "شانیتامی تاملری بجٹ" کہا جا رہا ہے اور بہت سے دوسرے دہوں کے لوگ بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ بجٹ میں اگلے سال کا کل خرچ 56,960 کروڑ روپل رکھا گیا ہے۔ ایک روپل موٹے طور پر ایک روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کل رقم میں سے 10,250 کروڑ روپل یعنی کل بجٹ کا اٹھارہ فیصدی سے کچھ کم فوج اور ہتیاروں پر خرچ ہوا۔ بچنے سال روس میں فوج کے اوپر جو خرچ ہوا تھا اگلے سال اس سے 1,000 کروڑ روپل کم خرچ کیا جائیگا۔ بجٹ کی باقی رقم اسے تعمیراتی کاموں میں خرچ کی جائیگی جن سے چننا کا سم اور ان کی خوشحالی بڑھے۔ اس میں لوگوں کی سماجی اور تلمیمی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کھیتی کی ترقی پر مال کو لانے لیجانے کی ادھک سوویتہ یں پر، ادھک دھندوں پر، نئے مکانات پر اور روشنی کے ادھک پر بندہ پر 23,730 کروڑ خرچ کیا جاوےگا۔ اس کے اولاہا 10,970 کروڑ نئے بائیک یोजनाؤں میں لگایا جاوےگا۔ تاملیم پر، سائیکس کے تلمروں پر، پستکالوں، کیتابوں، اسخواروں، اساتھروں، مکتا کی تلمدوستی کے دوسرے کاموں اور بڑے اور اساتھ لوگوں کی پتھاروں پر سال میں 16,150 کروڑ خرچ ہوا۔

شانیت کا بجٹ اور جنگ کا بجٹ

اس سم دنیا میں دو طرح کی کوششیں ساتھ ساتھ چل رہی ہیں۔ ایک طرف کچھ لوگ دنیا کو جنگ سے بچانے، ایک دوسرے پر اوشواس بڑانے اور دنیا کے سانہوں کو کروڑوں چننا کی پھائی کے کاموں میں لگانے کی کوششوں میں ہیں۔ دوسری طرف کچھ لوگ بار بار اوروں کو جنگ کی دھمکی دینے، اوشواس اور فرتوں کو بڑانے اور جنگ کی تیاریوں میں اربوں ٹریوں خرچ کرنے میں لگے ہیں۔ سوویت روس میں اور امریکہ میں سن 1956-57 کے جو نئے سالانہ بجٹ تیار ہونے میں ان سے یہ بات اچھی طرح چمک اٹھتی ہے کہ کین کس کوشش میں ہے۔

سوویت روس میں جو نئے سال کا بجٹ بنا ہے اسے اس دہا میں "شانیتامی سے تعمیراتی بجٹ" کہا جا رہا ہے اور بہت سے دوسرے دہوں کے لوگ بھی اسے ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ بجٹ میں اگلے سال کا کل خرچ 56,960 کروڑ روپل رکھا گیا ہے۔ ایک روپل موٹے طور پر ایک روپیہ کے برابر ہوتا ہے۔ اس کل رقم میں سے 10,250 کروڑ روپل یعنی کل بجٹ کا اٹھارہ فیصدی سے کچھ کم فوج اور ہتیاروں پر خرچ ہوا۔ بچنے سال روس میں فوج کے اوپر جو خرچ ہوا تھا اگلے سال اس سے 1,000 کروڑ روپل کم خرچ کیا جائیگا۔ بجٹ کی باقی رقم اسے تعمیراتی کاموں میں خرچ کی جائیگی جن سے چننا کا سم اور ان کی خوشحالی بڑھے۔ اس میں لوگوں کی سماجی اور تلمیمی ضرورتوں کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔ کھیتی کی ترقی پر مال کو لانے لیجانے کی ادھک سوویتہ یں پر، ادھک دھندوں پر، نئے مکانات پر اور روشنی کے ادھک پر بندہ پر 23,730 کروڑ خرچ کیا جاوےگا۔ اس کے علاوہ 10,970 کروڑ نئی آرتھک یोजनाؤں میں لگایا جاوےگا۔ تلمیم پر، سائنس کے تجربوں پر، پستکالوں، کیتابوں، اسخواروں، اساتھروں، مکتا کی تلمدوستی کے دوسرے کاموں اور بڑے اور اساتھ لوگوں کی پتھاروں پر سال میں 16,150 کروڑ خرچ ہوا۔

سفر 1955-56 کے دوران میں نے امریکی وزارت دفاع کی مالیاتی کمپنی پر 2,000 کروڑ ڈالر خرچ کیا اور کھنڈر کے کاموں پر 1,490 کروڑ ڈالر خرچ کیا جائے گا۔ کئی کے خرچ سے جو 1,000 کروڑ ڈالر بچاوا گیا ہے وہ سب انہی کے ہاتھ کے انہی کاموں میں خرچ ہونگا۔

کڑی خرچ کو بڑھانے اور تاحیروں کاموں کے خرچ کو بڑھانے سے سوویت روس کا رخ سارا دیکھا دیتا ہے۔ پچھلے سال کے مکرانہ میں سوویت روس نے اپنی کڑی میں 6,40,000 آدمی کم کر دیے ہیں۔ یہ سب مانعہ رکھ کر اس اور سے ہٹا کر تاحیروں کاموں میں لگا دی گئی ہے۔ اس سے پہلے اپنے اپنے دہش سے کڑی کڑا یا اور وہ کینلینڈ کے پاس پورک کلاوڈ نام کا جہاز سے نا کا کڑا یا۔ سوویت روس نے اب اپنا سب کاربار وہاں سے ہٹا لیا اور وہ جگہ کینلینڈ کو واپس دے دی۔

دوسری طرف اب ہم 1956-57 کے امریکی بجٹ پر ایک سرسری نظر ڈالتے۔ پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے امریکی کانگریس کے سامنے اپنے اس بجٹ کو "ٹنڈی جگہ اور ہتھیاروں کی دیکھ کا بجٹ" کہا ہے۔ دنیا کے دوسرے لوگ بھی اس بجٹ کا اسی طرح دیکھتے ہیں۔ کل سال کا خرچہ 6,590 کروڑ ڈالر رکھا گیا ہے۔ ایک ڈالر برابر لگ بھگ چار روپے کے ہے۔ اس سے 4,240 کروڑ یعنی کل بجٹ کے چوتھائی سے کڑی خرچ کیا جائے گا۔ کڑی خرچ کم کرنے کے بجائے پچھلے سال کے مکرانہ میں 100 کروڑ ڈالر بڑھا دیا گیا ہے۔

پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اگلے سال امریکی کڑی کی تعداد بڑھائی جائے گی اور پورک بھم اور ہتھیاروں کی تیاری پر اور کڑی رکھ کر کڑی کی تیاری۔ امریکی کڑی میں کل سال 24,000 آدمی بڑھائے جائیں گے جس سے امریکی کڑی کی تعداد 28,38,000 تک پہنچ جائے گی۔ 630 کروڑ ڈالر اس طرح کے نئے ہتھیاروں کے بنانے پر خرچ کیے جائیں گے جو کڑی کے ہتھیاروں کے مکرانہ میں کڑی ماری ماری بھم لے کر چل سکیں۔ 430 کروڑ ڈالر کڑی کوریا، پاکستان اور ترکی کے دہش اور کڑی کڑی کے دہش کو دہشوں کی کڑی دہش پر خرچ کیے جائیں گے۔ یہ رکن بھی پچھلے سال کی دہش سے 10 کروڑ ڈالر کڑی ہے۔

اس بجٹ سے امریکی سرکار کی کڑی اور کڑی کڑی کڑی کا کڑی ہے۔ ہتھیاروں اور کڑی

1955-56 کے مکرانہ میں ایک سال کڑی کی کڑی 1,490 کروڑ ڈالر اور کڑی اور کڑی 1,000 کروڑ ڈالر خرچ کیا جائے گا۔ کڑی کے کڑی سے جو 1,000 کروڑ ڈالر بچاوا گیا ہے وہ سب انہی کے ہاتھ کے انہی کاموں میں خرچ ہونگا۔

کڑی خرچ کو بڑھانے اور تعمیری کاموں کے خرچ کو بڑھانے سے سوویت روس کا رخ صاف دکھائی دیتا ہے۔ پچھلے سال کے مکرانہ میں سوویت روس نے اپنی کڑی میں 6,40,000 آدمی کم کر دیے ہیں۔ یہ سب مانعہ رکھ کر اس اور سے ہٹا کر تاحیروں کاموں میں لگا دی گئی ہے۔ اس سے پہلے اپنے اپنے دہش سے کڑی کڑا یا اور وہ کینلینڈ کے پاس پورک کلاوڈ نام کا جہاز سے نا کا کڑا یا۔ سوویت روس نے اب اپنا سب کاربار وہاں سے ہٹا لیا اور وہ جگہ کینلینڈ کو واپس دے دی۔

دوسری طرف اب ہم 1956-57 کے امریکی بجٹ پر ایک سرسری نظر ڈالتے۔ پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے امریکی کانگریس کے سامنے اپنے اس بجٹ کو "ٹنڈی جگہ اور ہتھیاروں کی دیکھ کا بجٹ" کہا ہے۔ دنیا کے دوسرے لوگ بھی اس بجٹ کا اسی طرح دیکھتے ہیں۔ کل سال کا خرچہ 6,590 کروڑ ڈالر رکھا گیا ہے۔ ایک ڈالر برابر لگ بھگ چار روپے کے ہے۔ اس سے 4,240 کروڑ یعنی کل بجٹ کے چوتھائی سے کڑی خرچ کیا جائے گا۔ کڑی خرچ کم کرنے کے بجائے پچھلے سال کے مکرانہ میں 100 کروڑ ڈالر بڑھا دیا گیا ہے۔

پریذیڈنٹ آئیڈنہاؤر نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ اگلے سال امریکی کڑی کی تعداد بڑھائی جائے گی اور پورک بھم اور ہتھیاروں کی تیاری پر اور کڑی رکھ کر کڑی کی تیاری۔ امریکی کڑی میں کل سال 24,000 آدمی بڑھائے جائیں گے جس سے امریکی کڑی کی تعداد 28,38,000 تک پہنچ جائے گی۔ 630 کروڑ ڈالر اس طرح کے نئے ہتھیاروں کے بنانے پر خرچ کیے جائیں گے جو کڑی کے ہتھیاروں کے مکرانہ میں کڑی ماری ماری بھم لے کر چل سکیں۔ 430 کروڑ ڈالر کڑی کوریا، پاکستان اور ترکی کے دہش اور کڑی کڑی کے دہش کو دہشوں کی کڑی دہش پر خرچ کیے جائیں گے۔ یہ رکن بھی پچھلے سال کی دہش سے 10 کروڑ ڈالر کڑی ہے۔

اس بجٹ سے امریکی سرکار کی کڑی اور کڑی کڑی کڑی کا کڑی ہے۔ ہتھیاروں اور کڑی

یہ ایک بڑے بڑے کام کے پورا کرنے کے لیے ایک طرف تعلیم، کھوپڑی، کھوپڑی کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

दोनों देशों के बजट की यह कुछ मोटी मोटी बातें हैं. इनसे बाहर है कि जहां तक दुनिया के अमन का सम्बन्ध है दोनों देशों की निगाहें दो तरफ हैं. रूस जहां तक वन पड़े दुनिया को जंग से बचाना चाहता है, देशों देशों के बीच शान्ति चाहता है और अपने यहां की आम जनता को अधिक सुखी और अधिक खुशहाल बनाने में अपनी सारी शक्ति खर्च करना चाहता है. दूसरी तरफ अमरीका की आजकल की सरकार अपनी कौजी शक्ति को अधिक से अधिक बढ़ाकर, दूसरे देशों में ताड़ कोड़ करके, कुछ को धन और हथियारों का लालच देकर और कुछ को जंग की धमकी देकर, और अगर जरूरत पड़े और मौका मिल सके तो एक को दूसरे से लड़ाकर अपने असर और अपनी शक्ति को बढ़ाना चाहती है. पहला रास्ता दुनिया भर के लिये अमन और सलामती का रास्ता है. दूसरा रास्ता दुनिया के लिये जंग और बरबादी का रास्ता है.

—सुन्दरलाल

आइज़नहावर के नाम बुलगानिन का पत्र

23 जनवरी सन् 1956 को सोवियत रूस के प्रधान मंत्री बुलगानिन ने अमरीका के प्रेजीडेंट आइज़नहावर को एक खत लिखा जिसमें उन्होंने अमरीका के प्रेजीडेंट को सुझाया कि कम से कम बीस बरस के लिये अमरीका और रूस की सरकारों में दोस्ती और मिलके काम करने का सम्मेलन हो जाय ताकि एक दूसरे पर विश्वास पैदा हो, आपसी को मेल मिलाप की राहें खुलें और विश्व शान्ति की नींव पक्की हो सके.

इस सुन्दर और लम्बे पत्र में प्रधान मंत्री बुलगानिन ने लिखा है कि दुनिया के अमन को कायम रखने की सब से बड़ी जिम्मेदारी इस समय अमरीका और रूस पर है. और अगर यह दोनों आपस में अमन से रहने का फैसला कर लें तो सारी दुनिया जंग के खतरे से बच सकती है.

پہ اس طرح کے پتے پر آتا ہے کہ ایک طرف تعلیم، کھوپڑی، کھوپڑی کے لیے کم کیے گئے ہیں اور دوسری طرف امریکی जनता पर टेक्सों का बोझ बढ़ा दिया गया है. लोगों की वन्दुदस्ती, आम तालीम और उन सामाजिक कामों पर जिनका आम जनता से खास सम्बन्ध है कुल बजट का चार फीसदी से कम खर्च किया जायगा. किसानों को जो तरह तरह की मदद इस साल दी जाती थी उसमें 25 करोड़ डालर कम कर दिये गए हैं. शहसी इनकम टेक्स 150 करोड़ डालर बढ़ा दिया गया है. इनकम टेक्स की कुल आमदनी अब वहां साल में 3,500 करोड़ डालर होगी.

دونوں دیشوں کے بچت کی یہ کچھ موٹی موٹی باتیں ہیں. ان سے ظاہر ہے کہ جہاں تک دنیا کے امن کا سمبندھ ہے دونوں دیشوں کی نگاہیں دو طرف ہیں. روس جہاں تک بن پڑے دنیا کو جنگ سے بچانا چاہتا ہے، دونوں دیشوں کے بیچ شانتی چاہتا ہے اور اپنے یہاں کی عام جلنا کو ادھک سکھی اور ادھک خوشحال بنانے میں اپنی ساری شکتی خرچ کرنا چاہتا ہے. دوسری طرف امریکہ کی آجکل کی سرکار اپنی فوجی شکتی کو ادھک سے ادھک بڑھا کر، دوسرے دیشوں میں ترز پھرز کر کے، کچھ کو دھن اور ہتھیاروں کا لالچ دیکر اور کچھ کو جنگ کی دھمکی دیکر، اور اگر ضرورت پڑے اور موقع مل سکے تو ایک کو دوسرے سے لڑا کر اپنے اثر اور اپنی دھاک کو بڑھانا چاہتی ہے. پہلا راستہ دنیا بھر کے لئے امن اور سلامتی کا راستہ ہے. دوسرا راستہ دنیا کے لئے جنگ اور بربادی کا راستہ ہے.

—سند لال

آئزن ہاور کے نام بلگانین کا پتر

23 جنوری سن 1956 کو سوویت روس کے پردھان ملتری بلگانین نے امریکہ کے پریزیڈنٹ آئزن ہاور کو ایک خط لکھا جس میں انھوں نے امریکہ کے پریزیڈنٹ کو سچایا کہ کم سے کم بیس برس کے لئے امریکہ اور روس کی سرکاروں میں دوستی اور مل کے کام کرنے کا سمبندھ ہو جائے تاکہ ایک دوسرے پر دشواری پیدا ہو، آگے کو میل ملاپ کی راہیں کھلن اور دشواری کی نہیں بنی ہو سکیں.

اسی سند اور لیم پتر میں پردھان ملتری بلگانین نے لکھا ہے کہ دنیا کے امن کو قائم رکھنے کی سب سے بڑی ذمہ داری اس جمہوریت اور روس پر ہے. اور اگر یہ دونوں آپس میں امن سے رہنے کا فیصلہ کر لیں تو ساری دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے.

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ہی امریکہ اور روس ملکر کرچکے ہیں۔ دوسرے ہی اب بھی اگر وہ ایک دوسرے کو محکمہ لینن کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی آزادی کی بات کریں تو دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں کئی خاص پہلو نہیں ہے، نہ کہیں دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ ہی علاقہ کو امریکہ اپنا اور روس اپنا کہتا ہے۔

اس خط میں شری بلگائین نے پریزیڈنٹ آئیڈنہاؤس کو ان کے جونیوا کے یہ شہر یاد دلائے ہیں:—“امریکا کے لوگ، سوویتات روس کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں، دونوں देशوں کے لوگوں میں کوئی کدورتی فرک نہیں ہے، نہ کسی علاقے کا کنگا ہے، نہ کوئی تیزجارتی لاگ ہاٹ ہے۔ پچھلے عرصے میں ہمارے देशوں کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہے ہیں۔”

شری بلگائین نے یاد دلائے ہیں کہ پچھلے دنوں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکہ کے نوجوانوں اور روس کے نوجوانوں کا خون دنیا کی آزادی کی رکشا کے لئے لیا گیا ہے۔

انہوں نے اس بات پر دھمکی دی ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تلو پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔

انہوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکاری، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں ہے کہ دونوں ملکر پیرم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو فائدہ ہو۔

انہوں نے سوچا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوال پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پریدی ایک بار امریکہ اور روس میں صلح سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہو تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگائین نے یہاں پر ایلم ہم اور مائٹروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اسے دیکھا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

انہوں نے کہا ہے کہ اس سے پہلے ہی امریکہ اور روس ملکر کرچکے ہیں۔ دوسرے ہی اب بھی اگر وہ ایک دوسرے کو محکمہ لینن کی کوشش کریں اور ایک دوسرے کی آزادی کی بات کریں تو دنیا جنگ کے خطرے سے بچ سکتی ہے۔

انہوں نے دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں کئی خاص پہلو نہیں ہے، نہ کہیں دونوں کی سرحدیں ملتی ہیں اور نہ ہی علاقہ کو امریکہ اپنا اور روس اپنا کہتا ہے۔

اس خط میں شری بلگائین نے پریزیڈنٹ آئیڈنہاؤس کو ان کے جونیوا کے یہ شہر یاد دلائے ہیں:—“امریکا کے لوگ، سوویتات روس کے لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا چاہتے ہیں۔ دونوں دیشوں کے لوگوں میں کوئی کدورتی فرق نہیں ہے، نہ کسی علاقے کا کنگا ہے، نہ کوئی تیزجارتی لاگ ہاٹ ہے۔ پچھلے عرصے میں ہمارے देशوں کے لوگ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ امن سے رہے ہیں۔”

شری بلگائین نے یاد دلائے ہیں کہ پچھلے دنوں میں امریکا اور روس ایک دوسرے کے ساتھ رہے ہیں اور ملکر جرمنی سے لڑے ہیں۔ ان جنگوں میں امریکہ کے نوجوانوں اور روس کے نوجوانوں کا خون دنیا کی آزادی کی رکشا کے لئے لیا گیا ہے۔

انہوں نے اس بات پر دھمکی دی ہے کہ دوسری جنگ کے بعد دونوں دیشوں میں خواہ مخواہ تلو پیدا ہو گیا جس سے دونوں کو نقصان ہے اور ساری دنیا کا امن خطرے میں ہے۔ انہوں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ امریکہ اور روس میں الگ الگ طرح طرح کی راجکاری، مالی اور سماجی ویسٹا ہونے کے کارن کوئی وجہ نہیں ہے کہ دونوں ملکر پیرم سے نہ رہ سکیں اور آپس میں اس طرح کے تجارتی اور کلچری سمبندھ نہ رہ سکیں جن سے دونوں کو فائدہ ہو۔

انہوں نے سوچا ہے کہ ہمارے ہندی کے سوال پر، جرمنی کے سوال پر اور یورپی ایشیا کے سوال پر دونوں دیشوں کی راہیں میں فرق نہیں ہے۔ پریدی ایک بار امریکہ اور روس میں صلح سے رہنے کا سمجھوتہ ہو جائے تو سب سوالوں کے حل کی راہیں ہل سکتی ہیں۔ اگر ان دونوں میں اس طرح کا سمجھوتہ نہ ہو تو دونوں کے لئے اور دنیا کے لئے خطرہ ہی زبردست ہے۔ شری بلگائین نے یہاں پر ایلم ہم اور مائٹروجن ہم سے دنیا کو جو خطرہ ہے اسے دیکھا ہے اور کہا ہے کہ آج ہر دیش کا یہ فرض ہے کہ امن کی طاقتوں کو مضبوط

اور پھر آپس کے کچھ ممالک کا جمیلا संयुक्त राष्ट्र संघ کے اصولوں کے अनुसार सुलह سے और आपसी बात चीत से ही किया जावे.

उन्होंने इस खत में लिखा है कि हथियारों की दौड़ में दोनों का कितना नुकसान है और इस दौड़ को बन्द कर देने से दोनों देशों की जनता का कितना लाभ है. जो आवश्यक शक्ति इस समय लड़ाई की तैयारियों में खर्च हो रही है उसे फिर दुनिया की जनता की सुराहाली के बढ़ाने में खर्च किया जा सकता है.

भी बुलगानिन ने लिखा है कि अमरीका और रूस में दोस्ती का समझौता इस समय दुनिया की सब से बड़ी आवश्यक है, और यह बराबरी, एक दूसरे की आजादी की इच्छा और एक दूसरे के अन्दरूनी मामलों में दखल न देने के اصولों पर और इस बात पर ही हो सकता है कि जितने अन्तर्राष्ट्रीय झगड़े रह गए हैं उन्हें जंग से तय करने की कोशिश न करके संयुक्त राष्ट्र संघ के चार्टर के अनुसार सुलह से ही तय किया जावे.

भी बुलगानिन ने लिखा है कि दोनों देशों में माली, तिजारीती, कलचरी और साईसी लेन देन भी बढ़ना चाहिये जिस से दोनों को लाभ हो.

भी बुलगानिन ने इस पत्र के साथ एक आरखी सुलह-नामे का मसौदा भेजा है जिसमें इसी बात पर जोर दिया गया है कि बराबरी और दोनों के फायदे के असूल पर दोनों में कलचरी और तिजारीती मेल जोल बढ़ाया जावे और कम से कम बीस बरस के लिये दोनों यह तय कर लें कि एक दूसरे से लड़ेंगे नहीं और जो भी आपसी झगड़े रह गए हैं वह सुलह और बात चीत से ही तय करेंगे.

इसमें सन्देह नहीं कि प्रधान मंत्री बुलगानिन का पत्र सुन्दर और साफ है. पर शायद अमरीका के जो पूँजीपति अरबों और खरबों सालाना हथियारों की तैयारी से कमा रहे हैं, या जिनके बड़े बड़े कारखाने दूसरे देशों के कच्चे माल और दूर दूर की मन्डियों के सहारे ही चल रहे हैं, उनके गले से दुनिया के भले की यह बात आसानी से नहीं उतर रही है. फिर भी हमें विश्वास है कि अमरीका की जनता और अमरीका के शासक जंग के खतरों को अच्छी तरह समझ रहे हैं. किसी देश की जनता जंग नहीं चाहती. हमें विश्वास है कि बाड़ी बहुत देर भले ही लगे, अमरीका को, रूस को और सारी दुनिया को जंग को हमेशा के लिये दुनिया के अन्त कर देने का एकमात्र कौसला करना ही होगा.

कहें और आपसी के कचें मालों का जमला संयुक्त राष्ट्र संघ के اصولों के अनुसार सुलह से और आपसी बात चीत से ही किया जावे.

अनेक ने इस खत में लिखा है कि हथियारों की दौड़ में दोनों का कितना नुकसान है और इस दौड़ को बन्द कर देने से दोनों देशों की जनता का कितना लाभ है. जो आवश्यक शक्ति इस समय लड़ाई की तैयारियों में खर्च हो रही है उसे फिर दुनिया की जनता की सुराहाली के बढ़ाने में खर्च किया जा सकता है.

शरी भगानिन ने लिखा है कि अमरीका और रूस में दोस्ती का समझौता इस समय दुनिया की सब से बड़ी आवश्यक है, और यह बराबरी, एक दूसरे की आजादी की इच्छा और एक दूसरे के अन्दरूनी मामलों में दखल न देने के اصولों पर और इस बात पर ही हो सकता है कि जितने अन्तर्राष्ट्रीय झगड़े रह गए हैं उन्हें जंग से तय करने की कोशिश न करके संयुक्त राष्ट्र संघ के चार्टर के अनुसार सुलह से ही तय किया जावे.

शरी भगानिन ने लिखा है कि दोनों देशों में माली, तिजारीती, कलचरी और साईसी लेन देन भी बढ़ना चाहिये जिस से दोनों को लाभ हो.

शरी भगानिन ने इस पत्र के साथ एक आरखी सुलह-नामे का मसौदा भेजा है जिसमें इसी बात पर जोर दिया गया है कि बराबरी और दोनों के फायदे के असूल पर दोनों में कलचरी और तिजारीती मेल जोल बढ़ाया जावे और कम से कम बीस बरस के लिये दोनों यह तय कर लें कि एक दूसरे से लड़ेंगे नहीं और जो भी आपसी झगड़े रह गए हैं वह सुलह और बात चीत से ही तय करेंगे.

इसमें सन्देह नहीं कि प्रधान मंत्री बुलगानिन का पत्र सुन्दर और साफ है. पर शायद अमरीका के जो पूँजीपति अरबों और खरबों सालाना हथियारों की तैयारी से कमा रहे हैं, या जिनके बड़े बड़े कारखाने दूसरे देशों के कच्चे माल और दूर दूर की मन्डियों के सहारे ही चल रहे हैं, उनके गले से दुनिया के भले की यह बात आसानी से नहीं उतर रही है. फिर भी हमें विश्वास है कि अमरीका की जनता और अमरीका के शासक जंग के खतरों को अच्छी तरह समझ रहे हैं. किसी देश की जनता जंग नहीं चाहती. हमें विश्वास है कि बाड़ी बहुत देर भले ही लगे, अमरीका को, रूस को और सारी दुनिया को जंग को हमेशा के लिये दुनिया के अन्त कर देने का एकमात्र कौसला करना ही होगा.

مائی مندر لال جی !

آپ کا پتہ پتہ راجکمار کی اساتذہ کے دہلی والے ہسپتال پر پڑنے میں آیا۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ ہر سسٹم میں کچھ نہ کچھ اچھائیوں ہیں۔ مگر کسی سسٹم سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی کہ ہر ایک کی ہر سم اچھائیوں ہی دکھایا کرے۔

یوں تو میں اپنا ہی ایک کہس بتاتا ہوں۔ میں کوئی 12 سال کا تھا جب مجھے لہجہ لہجہ اور بخار آیا۔ کئی مہینے یہ رہا اور بخار چلا۔ روز سول سرجن اور این اور کئی دہلی کے آئے تھے اور اس سسٹم کے زمانے میں ہائیس روپہ روز فیس نہیں دیتے تھے۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہمارے گھر کے ایک لڑکے نے میری ماما سے کہا کہ سداڑا مہاں جراح کے پاس کوئی واہ جو فائدہ کریگی۔ میرے چاچا کی آگیا لہجہ جراح کو لے گیا۔ اس نے کہا کہ دن میں اچھا ہو جاویگا۔ اسے اجازت ملے پر اس نے اپنی میلی تھلی سے دوا نکال کر میری جانک ملی۔ واقعی ساتویں دن نہ بخار تھا نہ درد۔ اسے دس پیسے انعام دیکر رخصت کیا گیا اور وہ خوش ہو گیا۔

مستوروں کو کہیں اتنی فرصت کہ ان چھت بھٹوں کی امانت کو دیکھیں اور اس کا بھان کریں۔ یہی کیا کم ہے کہ یہ پور روک نہ لگائی جاوے۔

—موہن لال نہرو۔

مائی مندر لال جی !

آپ کا اعتراض راجکمار کی اساتذہ کے دہلی والے ہسپتال پر پڑنے میں آیا۔ یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ ہر سسٹم میں کچھ نہ کچھ اچھائیوں ہیں۔ مگر کسی سسٹم سے یہ آشا نہیں کی جا سکتی کہ ہر ایک کی ہر سم اچھائیوں ہی دکھایا کرے۔

یوں تو میں اپنا ہی ایک کہس بتاتا ہوں۔ میں کوئی 12 سال کا تھا جب مجھے لہجہ لہجہ اور بخار آیا۔ کئی مہینے یہ رہا اور بخار چلا۔ روز سول سرجن اور این اور کئی دہلی کے آئے تھے اور اس سسٹم کے زمانے میں ہائیس روپہ روز فیس نہیں دیتے تھے۔ کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہمارے گھر کے ایک لڑکے نے میری ماما سے کہا کہ سداڑا مہاں جراح کے پاس کوئی واہ جو فائدہ کریگی۔ میرے چاچا کی آگیا لہجہ جراح کو لے گیا۔ اس نے کہا کہ دن میں اچھا ہو جاویگا۔ اسے اجازت ملے پر اس نے اپنی میلی تھلی سے دوا نکال کر میری جانک ملی۔ واقعی ساتویں دن نہ بخار تھا نہ درد۔ اسے دس پیسے انعام دیکر رخصت کیا گیا اور وہ خوش ہو گیا۔

مستوروں کو کہیں اتنی فرصت کہ ان چھت بھٹوں کی امانت کو دیکھیں اور اس کا بھان کریں۔ یہی کیا کم ہے کہ یہ پور روک نہ لگائی جاوے۔

—موہن لال نہرو۔

हिन्दी साहित्य की सूची और किताबें हिन्दी साहित्य की सूची और किताबें

नोट—यह किताबें हिन्दी में हैं।

नाम किताब	लेखक	पृष्ठ	लेखक	नाम किताब
1. शेर-ओ-शायरी	श्री अयोध्या प्रसाद गोयलीय	8 0 0	श्री अयोध्या प्रसाद गोयलीय	1. शेर-ओ-शायरी
2. शेर-ओ-सुखन	"	8 0 0	"	2. शेर-ओ-सुखन
3. गहरे पानी पैठ	"	2 8 0	"	3. गहरे पानी पैठ
4. हमारे आराध्य	श्री बनारसीदास चतुर्वेदी	3 0 0	श्री बनारसीदास चतुर्वेदी	4. हमारे आराध्य
5. संस्मरण	"	3 0 0	"	5. संस्मरण
6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियां	श्री जगदीशचन्द्र जैन	3 0 0	श्री जगदीशचन्द्र जैन	6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियां
7. ज्ञान गंगा	श्री नारायण साद जैन	6 0 0	श्री नारायण साद जैन	7. ज्ञान गंगा
8. पंच चिन्ह	श्री शान्ति प्रिय द्विवेदी	2 0 0	श्री शान्ति प्रिय द्विवेदी	8. पंच चिन्ह
9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0	शान्ति एम. ए.	9. पंच प्रदीप
10. आकाश के तारे भरती के फूल	श्री कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	2 0 0	श्री कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	10. आकाश के तारे भरती के फूल
11. मुक्ति दूत	श्री बीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	0 0	श्री बीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	11. मुक्ति दूत
12. मिलन यामिनी	श्री बच्चन	4 0 0	श्री बच्चन	12. मिलन यामिनी
13. रजत रश्मि	डाक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0	डाक्टर रामकुमार वर्मा	13. रजत रश्मि
14. मेरे बापू	श्री तन्मय बुलारिया	2 8 0	श्री तन्मय बुलारिया	14. मेरे बापू
15. विश्व संघ की ओर	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	15. विश्व संघ की ओर
16. भारतीय अर्थशास्त्र	श्री भगवानदास केला	0 0	श्री भगवानदास केला	16. भारतीय अर्थशास्त्र
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	"	17. भारतीय शासन
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	"	18. नागरिक शास्त्र
19. साम्राज्य और जनता	"	2 8 0	"	19. साम्राज्य और जनता
20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन	"	1 4 0	"	20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन
21. सर्वोच्च अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	"	21. सर्वोच्च अर्थ व्यवस्था
22. हमारी आदिम जातियां	श्री भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	3 8 0	श्री भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	22. हमारी आदिम जातियां
23. अर्थशास्त्र सम्भावनी	श्री दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	2 0 0	श्री दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी. श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	23. अर्थशास्त्र सम्भावनी
24. नागरिक शिक्षा	श्री भगवानदास केला श्री दयाशंकर दुबे	1 8 0	श्री भगवानदास केला श्री दयाशंकर दुबे	24. नागरिक शिक्षा
25. राष्ट्र मंडल शासन	श्री दयाशंकर दुबे	1 8 0	श्री दयाशंकर दुबे	25. राष्ट्र मंडल शासन
26. जवानो	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	महात्मा भगवानदीन	26. जवानो
27. मारने की हिम्मत !	"	1 0 0	"	27. मारने की हिम्मत !
28. छलोन सच	"	0 8 0	"	28. छलोन सच
29. मेरे साथी	"	1 0 0	"	29. मेरे साथी

मिशन का पता—

मैनेजर 'नया हिन्द' 145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद-3

मैनेजर 'नया हिन्द' 145, मुद्दीगंज, इलाहाबाद-3

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

महात्मा जर्धुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

चीन मित्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

मिस्र बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अरुन हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—मौलाना अबुलकलाम आजाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराक, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

मल्ले का पते

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुट्ठीगंज, इलाहाबाद

145 मथी कंज, अलाहाबाद

حضرت محمد اور اسلام

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولا—دین روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سبب سے پہلے پہلاؤں میں اس سے
سنذر کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

لیکھک—پنڈت سنذر لال، مولا—دین روپیہ

مہاتما زر توستہ اور ایرانی سنسکرتی

لیکھک—وشو بہر قابہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لیکھک—وشو بہر قابہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین مصر کی سہیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشو بہر قابہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

سیر بابل اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لیکھک—وشو بہر قابہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

پراچین یونانی سہیتا اور سنسکرتی

لیکھک—وشو بہر قابہ پانڈے، قیمت—دو روپیہ

گنگا سے گوتمی تک

(پرگتی شیل کہانی سنہ)

لیکھک—شری مجیب رضوی، قیمت—دو روپیہ

آگ اور آنسو

(بہادور ساجک کہانیاں)

لیکھک—ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، قیمت—دو روپیہ

قرآن اور دھرمک متبہید

لیکھک—مولا ابوالکلام آزاد، قیمت—دو روپیہ

جھنکار

(پرگتی شیل کہانیاں کا سنہ)

لیکھک—رگبیتی سہائے فراق، قیمت—تین روپیہ

हिन्दी घर

ہندی گھر

کलچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑی کےन्द्र—پاٹک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔۔۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لکھک—گاندھیواک کے مانے جانے
ویدوان : شری منجرا اعلیٰ ساروتا
صفحہ 225، قیمت دو روپیہ
— : 0 : —

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)
لیکھک—گاندھیواک کے مانے جانے
ویدوان : شری منظر علی سوختہ
صفحہ 225، قیمت دو روپیہ
— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بہت دلچسپ کتاب)
لکھک—کدوسیا جیدی
بھومیکا—پنڈت جواہر لال نہرو
موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں
دوام دو روپیہ
— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)
لیکھک—کدوسیا جیدی
بھومیکا—پنڈت جواہر لال نہرو
موتا کاغذ، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں
دوام دو روپیہ
— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کورن

275 صفحہ، دام ڈاڑ روپیہ

ہندو مسلم एकता

100 صفحہ، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

کریمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کریمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

کریمت دو آنے

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کورن

275 صفحہ، دام ڈاڑ روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کالچر سوسائٹی

145 مٹھوگنج ایلہاہاواک

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145 مٹھوگنج ایلہاہاواک

نیا حصہ

اس نمبر کے خاص لیکھ

حضرت محمد اور ان کا پیغام

—وٹومبر ناتھ پانڈے

پرم اور بھاء

—شری چکرورتی راجکوبالاچاریہ

زندگی اور حقیقت

—شری گربچن سنگھ

پہلے وچار

—مہاتما بھگوان دین

نیام کا ہار (کہانی)

—وٹومبر ناتھ پانڈے

—مہاتما بھگوان دین

—وٹومبر ناتھ پانڈے

اس کے علاوہ

—وٹومبر ناتھ پانڈے

دیس بدیس کے مٹوں پر ہماری رائے میں ضروری سپہادی نوٹ

دیس بدیس کے مٹوں پر ہماری رائے میں ضروری سپہادی نوٹ

کلی سوسائٹی، الہ آباد



کلی سوسائٹی، الہ آباد

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)
Mahatma Bhagwan Din
Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law
Pandit Sundarlal
Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai
Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-
Foreign Rs. 10/-
Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کا ہندوستانی

نمبر 4 نمبر جلد 21 جلد



اپریل 1956

ہندوستانی کلچر سوسائٹی کولچر سوسائٹی

145 سٹریٹ، دہلی

145 سٹریٹ، دہلی

اپریل 1956

<u>کتاب کیس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کتاب کیس سے</u>
1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھارناٹھ پانڈے	... 177 ...	1. حضرت محمد اور ان کا پیغام —بیربمبھارناٹھ پانڈے
2. ابلوہرانی —ڈاکٹر یحیٰی علی خاں	... 185 ...	2. ابلوہرانی —ڈاکٹر یحیٰی علی خاں
3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०	3. भारतीय संस्कृति —श्री कृष्णदत्त बाजपेई, एम० ए०
4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०	... 189 ...	4. संभले जमाने का भारत —श्री गोपाल पुरोहित, एम० ए०
5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य	... 196 ...	5. प्रेम और व्याह —श्री चक्रवर्ती राजगोपालाचार्य
6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह	... 200 ...	6. ज़िन्दगी और हकीकत —श्री गुरुबचन सिंह
7. बय्या —आई मदन गोपाल जी	... 204 ...	7. बय्या —आई मदन गोपाल जी
8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश ... 207 207 ...	8. भगवान बुद्ध और उनके उद्देश ... 207 ...
9. मुहम्मद साहब की कुछ हदीसे —अनुवादक: श्री मुजीब रिफवी	... 212 ...	9. मुहम्मद साहब کی کچھ حدیثیں —انوارک : شری محبوب رفوی
10. कुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन	... 216 ...	10. कुटकर विचार —महात्मा भगवानदीन
1. नीलम का हार (कहानी) —बिरबमबھारनाथ पण्डे	... 217 ...	11. نیلام کا ہار (کہانی) —بیربمبھارناٹھ پانڈے
2. हमारी राय— अमरीकी सभ्यता, राष्ट्र भाषा किस ओर ? —मुन्दरलाल	... 226 ...	12. ہماری رائے— امریکی سہیبتا؛ راشٹر بھاشا کس اور ؟ —مندر لال

محکمات محمد اور ان کا پیغام

وہمیدہ و ناسہ جائید ہے

اسلام کے پیرو حضرت محمد کی گنتی دنیا کی یہاں سے
 پہلی آسمانوں میں کی جاتی ہے۔ وہ ایک معمولی غریب گور
 میں پیدا ہوئے تھے اور اپنی موت سے پہلے سوچے عرب کے
 مختلف حصہ، برسوں کی دوسرا لے لے لے روزوں اور ایکات سو
 کے بعد عرب کی اُس زمانے کی گوی ہوئی حالت میں ابھور
 نے انہیں اُن کے دیس اور تمام دنیا کی پانی کا راستہ دکھایا۔
 اُن دھرم کا پرچار شروع کرنے کے وقت وہ 40 برس کے تھے اور
 60 برس کی عمر میں وہ اُس دنیا سے کوچ کر گئے۔

محمد صاحب کے اہل دین میں نے عربوں کے اندر سے بہت سی برائیوں کو، جیسے شراب خوری، جوا، سود خوری، لوٹکیوں کو، قاتلانہ وغیرہ جو سے متا دیا۔ سیکڑوں اور ہزاروں الگ الگ دیوبی دیوتاؤں کے پوجنے والوں کو اپنے اُن الگ الگ دیوبی دیوتاؤں کو چھوڑ کر، ایک نواکڑ ایشور، ایک اللہ کی پوجا کرنا سکھا دیا۔ ایک دوسرے کے دشمن ہزاروں قبیلوں کو ایک جگہ میں باندھ کر اُن سب کی ایک قوم بنادی۔ ساری قوم کے چلن اور رهن سہن کو پاک اور اونچا کر دیا۔ اُن میں علم اور بھان کی چاہ پیدا کر دی۔ عرب کے اُن سب ٹکڑوں کو جو اب تک الگ الگ دیوبی طاقتوں کے ماتحت تھے آزاد کر کے سارے میں پر ایک خود مختار عرب حکومت قائم کر دی۔ اور یہ سب عام 28 برس کے بیتر پورا ہو گیا۔

محمّد صاحب کے مرنے کے سو برس کے اندر اندر عرب کا
 دنیا منہب چمن کی دیوار سے لیکن آٹلانٹک مہاساگر تک
 پھیل گیا۔ افریقہ اور یورپ، تہاں میں پھول گیا۔ تمام پچھم ایشیا
 اور افریقہ اور آدھے یورپ پر عربوں کی حکومت قائم ہو گئی۔
 تاریخ طوح کے کے علم اور ہنر میں ان دنوں کے عرب پشچمی
 دنیا کی سب سے بڑھی چوٹی پر مائل ہو گئے تھے۔ آج دنیا میں
 جس نورو سے زیادہ آدمی اسلام دھرم کے سانچہ والے ہیں اور
 دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کچھ نہ کچھ لوگ
 محمد صاحب کی زندگی اور اسلام سے اپنی فحش زندگی کے
 نہ دھرم کا راستہ اور انسانی ہمتی کا سبق نہ سیکھتے ہیں۔

کس سے کہ دھرم مذہبوں میں ہی رائج و مشہور ہے
وہ انہی کی طرف سے ہی پھیل رہا ہے۔

انسان نے جتنا سمجھتا تھا کہ سچاई سیکر ہی دیتے
 پکی ہے اور جو میرے مچھڑ کے ماننے والے ہیں جنہوں نے
 اس نے ان کے لیے جگہ ہے، دوسرے مچھڑ والوں کے لیے نہیں۔
 ہر مچھڑ کوپری کرم کا پھول اور ریت ریتاؤں کو ہی دھرم کی
 اصلیت سمجھتا تھا، جیسے آپسٹا کا ایک خاص طریقہ،
 اس کا رواج، خاص طرح کا کھان پان اور ایک خاص طرح
 سے یہ ریت رواج ہر مذہب کے منہ والوں میں الگ
 تھے اس لئے ہر مذہب والا وشولس کرتا تھا کہ دوسرے
 ب والوں کے پاس مذہبی سچائی نہیں ہے، ہر مذہب کا
 بھی نہیں تھا کہ وہ سچا ہے، یہ بھی تھا کہ دوسرے مذہب
 نہیں کو گمراہی کی طرف لیجاتے ہیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ
 اور ایشور کے نام پر ہر مذہب دوسرے مذہب والوں سے
 کرتا تھا اور ان کا خون بہنا تک جائز سمجھتا تھا۔

اسلام نے اس زمانے کی اس مذہبی گروہ بندی کے خلاف
 لیا۔ اس نے نئے سرے سے اس اصول کو پیٹھا کہ نہ
 اسلام میں بلکہ دنیا کے سب مذہبوں میں سچائی موجود
 قرآن میں ایک سورہ ہے—

”اے پیغمبر! ہم نے ہر گروہ کے لئے آپسٹا کی ایک خاص
 جگہ کر دی ہے جس پر وہ عمل کرتا ہے۔ اس لئے
 کو چاہئے کہ اس کے بارے میں جھگڑا نہ کریں۔ اے پیغمبر!
 ان کو اپنے اللہ کی طرف بلاؤ۔“ (سو. 22، آلف 66)

جب اسلام کے پیغمبر نے بیت المقدس (جیروسلم) کے
 کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی شروع کی تو یہ بات
 ہوں اور عیسائیوں کو اگرو، کیونکہ وہ ان باہری اور اوپری
 پر ہی مذہب کا دار مدار سمجھتے تھے اور انہیں کو سچ
 جہوت کی کسوٹی مانتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا اور
 کہ آپنے اپنی پوجا کی دشا کبوں بدل دی؟ قرآن کے
 بقر میں اس کا جواب دیا گیا ہے—”یورب اور پچھم دونوں
 کے ہیں۔ اس لئے جدھر بھی تم مڑو اُدھر ہی اللہ کا منہ
 (115-2)۔ محمد صاحب نے اس معاملے کو بالکل
 ہی نظر سے دیکھا۔ اسلام کہتا ہے کہ اس طرح کی باتوں کو
 اہمیت ہی کیوں دیتے ہو؟ وہ نہ سچ اور جہوت کی
 کسوٹی ہے اور نہ لین کا دھرم کے بنادی اصولوں سے ہی
 تعلق ہے۔ قرآن میں لکھا ہے—

”ہر گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی دشا ہے جس کی اور آپسٹا
 سے وہ اپنا منہ کر لیتا ہے، اس لئے اسے طہل نہ دیکر نہیں
 راہ میں ایک دوسرے سے آگ بڑھنے کی کوشش کرو۔ چاہے
 اس جگہ بھی ہو، اللہ تمہیں تونڈھ لیا۔ بیشک اللہ کی
 القبت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔“ (سو. 2، آلف 148)

جس کی سچائی صرف میرے ہی حصے میں
 ہے اور جو دوسرے مذہب کے ماننے والے ہیں جنت میں
 اگروں کے لئے جگہ ہے، دوسرے مذہب والوں کے لئے
 ہر مذہب اوپری کرم کا پھول اور ریت ریتاؤں کو ہی
 کی اصلیت سمجھتا تھا، جیسے آپسٹا کا ایک خاص طریقہ،
 اس کا رواج، خاص طرح کا کھان پان اور ایک خاص طرح
 سے یہ ریت رواج ہر مذہب کے منہ والوں میں الگ
 تھے اس لئے ہر مذہب والا وشولس کرتا تھا کہ دوسرے
 ب والوں کے پاس مذہبی سچائی نہیں ہے، ہر مذہب کا
 بھی نہیں تھا کہ وہ سچا ہے، یہ بھی تھا کہ دوسرے مذہب
 نہیں کو گمراہی کی طرف لیجاتے ہیں۔ نتیجہ یہ تھا کہ
 اور ایشور کے نام پر ہر مذہب دوسرے مذہب والوں سے
 کرتا تھا اور ان کا خون بہنا تک جائز سمجھتا تھا۔

اسلام نے اس زمانے کی اس مذہبی گروہ بندی کے خلاف
 لیا۔ اس نے نئے سرے سے اس اصول کو پیٹھا کہ نہ
 اسلام میں بلکہ دنیا کے سب مذہبوں میں سچائی موجود
 قرآن میں ایک سورہ ہے—

”اے پیغمبر! ہم نے ہر گروہ کے لئے آپسٹا کی ایک خاص
 جگہ کر دی ہے جس پر وہ عمل کرتا ہے۔ اس لئے
 کو چاہئے کہ اس کے بارے میں جھگڑا نہ کریں۔ اے پیغمبر!
 ان کو اپنے اللہ کی طرف بلاؤ۔“ (سو. 22، آلف 66)

جب اسلام کے پیغمبر نے بیت المقدس (جیروسلم) کے
 کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھائی شروع کی تو یہ بات
 ہوں اور عیسائیوں کو اگرو، کیونکہ وہ ان باہری اور اوپری
 پر ہی مذہب کا دار مدار سمجھتے تھے اور انہیں کو سچ
 جہوت کی کسوٹی مانتے تھے۔ لوگوں نے اعتراض کیا اور
 کہ آپنے اپنی پوجا کی دشا کبوں بدل دی؟ قرآن کے
 بقر میں اس کا جواب دیا گیا ہے—”یورب اور پچھم دونوں
 کے ہیں۔ اس لئے جدھر بھی تم مڑو اُدھر ہی اللہ کا منہ
 (115-2)۔ محمد صاحب نے اس معاملے کو بالکل
 ہی نظر سے دیکھا۔ اسلام کہتا ہے کہ اس طرح کی باتوں کو
 اہمیت ہی کیوں دیتے ہو؟ وہ نہ سچ اور جہوت کی
 کسوٹی ہے اور نہ لین کا دھرم کے بنادی اصولوں سے ہی
 تعلق ہے۔ قرآن میں لکھا ہے—

”ہر گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی دشا ہے جس کی اور آپسٹا
 سے وہ اپنا منہ کر لیتا ہے، اس لئے اسے طہل نہ دیکر نہیں
 راہ میں ایک دوسرے سے آگ بڑھنے کی کوشش کرو۔ چاہے
 اس جگہ بھی ہو، اللہ تمہیں تونڈھ لیا۔ بیشک اللہ کی
 القبت سے کوئی چیز باہر نہیں ہے۔“ (سو. 2، آلف 148)

ایسی سڑک میں آگے چل کر کہا ہے۔

دھرم یا نیکی اس میں نہیں ہے کہ تم نے اپنے منہ (نماز کے وقت) بیروب کی طرف کر لٹے یا پیچھم کی طرف۔ دھرم یہ ہے کہ آدمی اللہ کو مانے، آخرت یعنی کوسوں کے پہن کو مانے، غرض کہ سب مذہبی کتابوں اور سب مذہبوں یا دھرموں کو مانے، اللہ کے دھرم کے ناطے یعنی اُس کے نام پر اپنے مال اور دولت میں سے اپنے ناطے داروں کو، یقینوں کو، ضرورت مندوں کو، راستہ چلتوں کو اور مانگنے والوں کو دان دے اور غلاموں کو آزاد کرانے میں اپنی دولت خرچ کرے۔ اللہ سے دعا مانگتا رہے، ذکاوت (اپنے کل مال کا کم سے کم 40 واں حصہ ہر سال اللہ کے نام پر غریبوں کو خیرات) دیتا رہے، جب کہی کسی سے وعدہ کرے۔ تو اُسے پورا کرے، اور مصیبتوں میں، تعاف میں، اور سختی کے دنوں میں صبر کرے۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ ہی سچے ہیں اور وہ ہی متقی یعنی پڑھوگا ہیں (سو. 2، الف 177)۔

دھرموں کی اس گروہ بندی کا نتیجہ یہ ہوا کہ پرماتما کے پوجنا گھر تک الگ الگ ہو گئے سب دھرموں کے ماننے والے ایک ہی پرماتما کا دم بھرتے ہیں، یہ بھی یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک دھرم کے ماننے والے دوسرے دھرم والوں کے پوجا گھروں میں جا کر اپنے مذہب سے پرماتما کا نام لے سکیں۔ کبھی کبھی لوگ دھرم کے نام پر دوسروں کے پوجا گھروں کو ہوبانک کر دیتے ہیں۔ قرآن کہتا ہے اِس سے بڑھ کر بے انصافی انسان اور کیا کر سکتا ہے کہ خدا کے بندوں کو اُس کی عبادت سے روکے، کیوں اِس لئے کہ وہ کسی دوسرے مذہب میں شامل ہیں، کیا مذہبوں میں فرق سے ایشور میں بھی ترقی ہو گیا ! قرآن میں لکھا ہے —

’اُس سے بڑھ کر اُنیائی اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کے پوجا گھروں میں کسی کو اللہ کی عبادت اور اُس کا تکیا کرنے سے روکے‘؛ اُن پوجا گھروں کو ہر جگہ نہ لے کی کوشش کرنے ! جو لوگ ایسے ظالم اور خیانتی کرتے ہیں وہ اِس قابل نہیں ہیں کہ اللہ کے پوجا گھروں میں پھر بھی رکھیں‘ سوا اِس کے کہ قرتے ہوئے جانیں۔ ایسے آدمیوں کو اِس دنیا میں بدنامی اور دوسری دنیا میں زبردست عذاب پہونگا‘ (سو. 2)۔

قرآن پر سامنا کے ہوائے ایں نیم کا اعلان کرتا ہے کہ—”جس کسی نے یہی اپنے دُرسوں سے ہوائی کمائی اُس کا پھل ہوا ہے اور جس نے یہی بھائی کمائی اُس کا پھل اچھا ہے۔“ جس طرح زہر کھائے والا مر جاتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو اور دودھ پیئے والا تندرست ہوتا ہے چاہے وہ کسی بھی مذہب یا جاتی کا کیوں نہ ہو۔ قرآن لپکتا ہے کہ ایشوری دھرم کی چیز بھی ہے کہ سب انسان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور

(4) अलग-अलग मण्डलों में अपने-अपने जमाने, मुक्त और हालत के करतब से रीति-रिवाज और पूजा-बन्दगी

(4) الگ الگ مذہبوں میں اپنے اپنے زمانے، ملک اور حالات کے فرق سے روئے راسخ اور پرجوا ہندوئی

کے तरीکوں میں سے ایک ہے۔ بنیادی اصولوں کے بارے میں۔
مذہب کی بنیاد یہ ہے کہ لوگ اپنے اپنے مذہبوں کے ان بنیادی
اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں اور انہی کے مطابق ان کے
پیشوا اور رہبروں اور پوجا کے طریقوں کو زیادہ اہم
سمجھ لیتے ہیں۔

(5) کسی بھی قوم یا ملک میں جب لوگ مذہب کے
بنیادی اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں تو اللہ ان میں کوئی نہ
کوئی رسول یا پیغمبر بھیج کر اُس کے ذریعہ ان میں ”سچے دین
کو پھر سے قائم“ کرتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر لاتا ہے۔ اِس
طرح کے پیغمبر سب قوموں، سب زمانوں اور سب ملکوں میں
ہوتے رہے ہیں۔

(6) الگ الگ مذہبوں کے قائم کرنے والوں یعنی الگ
الگ ملکوں یا قوموں کے پیغمبروں میں فرق کرنا یعنی اُن
میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا گناہ ہے۔ قرآن
اِس نے ماننے یا فرق کرنے کو ”کفر“ کہتا ہے۔

(7) اسلام اپنے سے پہلے کی سب اِلہامی یعنی اِشہری
کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی اُنہیں سچا ٹھہراتا ہے اور
محمد صاحب اپنے سے پہلے کے ”سب پیغمبروں کی مہر“ یعنی
اُن سب کی تصدیق کرتے والے ہیں۔

اپنی پوری جیندگی ہر محمد صاحب نے اپنے کو
ایک مامولی انسان سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ قرآن میں لکھا ہے—

”لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک تمہاری بات
ہرگز نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے پانی کا
ایک چشمہ نہ نکال دو“ یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک
ایسا باغ نہ کھڑا کر دو جس کے پوچے سے اپنے آپ پھوٹ کر دیر
بہ رہے ہوں“ یا اپنے زور سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے
اوپر نہ گرا دو“ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا
کر دو“ یا اپنے لئے ایک سونے کا مکان نہ کھڑا کر لو“ یا آسمان میں
نہ چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایک ایسی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم
پڑھ سکیں۔ اِس سب کے جواب میں اُن سے کہو کہ میرے
رب کو یاد کرو“ میں سوائے ایک انسان اور رسول کے اور کچھ
نہیں ہوں۔“ (سو. الف. 17,90-93)

”میں صرف تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں“ ہاں، اللہ
نے مجھے یہ گیان دیا کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اِس
لئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی اُس لگانہ ہے اُسے چاہئے کہ
ٹھیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا
نہ کرے۔“ (سو. 18، الف. 110)

محمد صاحب کی نجی زندگی اور فقوری کی
زندگی تھی۔ آخر تک اُن کا دھن سہن خد درجہ کا عبادہ

”میں صرف تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں“ ہاں، اللہ
نے مجھے یہ گیان دیا کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اِس
لئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی اُس لگانہ ہے اُسے چاہئے کہ
ٹھیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا
نہ کرے۔“ (سو. 18، الف. 110)

(5) کسی بھی قوم یا ملک میں جب لوگ مذہب کے
بنیادی اصولوں سے ہٹ جاتے ہیں تو اللہ ان میں کوئی نہ
کوئی رسول یا پیغمبر بھیج کر اُس کے ذریعہ ان میں ”سچے دین
کو پھر سے قائم“ کرتا ہے اور لوگوں کو ٹھیک راہ پر لاتا ہے۔ اِس
طرح کے پیغمبر سب قوموں، سب زمانوں اور سب ملکوں میں
ہوتے رہے ہیں۔

(6) الگ الگ مذہبوں کے قائم کرنے والوں یعنی الگ
الگ ملکوں یا قوموں کے پیغمبروں میں فرق کرنا یعنی اُن
میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا گناہ ہے۔ قرآن
اِس نے ماننے یا فرق کرنے کو ”کفر“ کہتا ہے۔

(7) اسلام اپنے سے پہلے کی سب اِلہامی یعنی اِشہری
کتابوں کی تصدیق کرتا ہے یعنی اُنہیں سچا ٹھہراتا ہے اور
محمد صاحب اپنے سے پہلے کے ”سب پیغمبروں کی مہر“ یعنی
اُن سب کی تصدیق کرتے والے ہیں۔

اپنی پوری زندگی ہر محمد صاحب نے اپنے کو
ایک مامولی انسان سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ قرآن میں لکھا ہے—

”لوگ کہتے ہیں کہ ہم اُس وقت تک تمہاری بات
ہرگز نہیں مانیں گے جب تک تم ہمارے لئے زمین سے پانی کا
ایک چشمہ نہ نکال دو“ یا کھجوروں اور انگوروں کا ایک
ایسا باغ نہ کھڑا کر دو جس کے پوچے سے اپنے آپ پھوٹ کر دیر
بہ رہے ہوں“ یا اپنے زور سے آسمان کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہمارے
اوپر نہ گرا دو“ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر نہ کھڑا
کر دو“ یا اپنے لئے ایک سونے کا مکان نہ کھڑا کر لو“ یا آسمان میں
نہ چڑھ جاؤ اور وہاں سے ایک ایسی کتاب نہ لے آؤ جسے ہم
پڑھ سکیں۔ اِس سب کے جواب میں اُن سے کہو کہ میرے
رب کو یاد کرو“ میں سوائے ایک انسان اور رسول کے اور کچھ
نہیں ہوں۔“ (سو. الف. 17,90-93)

”میں صرف تمہاری ہی طرح ایک آدمی ہوں“ ہاں، اللہ
نے مجھے یہ گیان دیا کہ تم سب کا ایک ہی اللہ ہے۔ اِس
لئے جو کوئی اپنے رب سے ملنے کی اُس لگانہ ہے اُسے چاہئے کہ
ٹھیک کام کرے اور سوائے ایک رب کے دوسرے کسی کی پوجا
نہ کرے۔“ (سو. 18، الف. 110)

محمد صاحب کی نجی زندگی اور فقوری کی
زندگی تھی۔ آخر تک اُن کا دھن سہن خد درجہ کا عبادہ

اور مچھلی کے جسم میں کبھی کبھی دس دن گھس اور اُن کے کھو
والے کو تھار ختم کرتے ہو جاتے تھے۔ صرف کھجور اور پانی پر
انہیں سہولتیں دے جاتے تھے اور اُن کے کھو میں چولہا نہ
چلتا تھا۔ چونکہ اپنے کھو میں اکثر اپنے ہاتھ سے جھاڑ دیتے تھے۔ اپنے
ہاتھیں اُٹھائی بکریوں کو دھکتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنے کھڑوں
میں پوند لگاتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے اپنی چیل لگاتے تھے۔ خود
اپنے اُونٹ کا کھرا کرتے تھے۔ کھجور کی چٹائی یا ننگی
زمین پر سوتے تھے۔

چھوٹے بڑے سب کے ساتھ اُن کا ہوتاؤ سدا ایکسا ہوتا تھا ۔
 بچوں سے اُنھیں خاصی محبت تھی ۔ بیماروں کو دیکھا جاتے
 تھے ، مسلم یا غیر مسلم کسی کا بھی جنازہ (اُرتھی) چارھی ہو
 نہ اُنھیں کچھ دُور اُس کے ساتھ جاتے تھے ۔ اُن کا جہنمی
 لیکھک سر ولیم سٹور لکھتا ہے —

”محمد صاحب کی خاص عادت تھی چوڑے آدمیوں کے ساتھ بڑی محبت اور عزت کا برتاؤ کرنا، جبکہ نر چلنا، سب پر دیا کرنا، کسی کے کہے یا نہ کہے کا ہوا نہ ماننا، اپنے آپ پر قابو رکھنا اور دل بڑا اور ہاتھ ٹھلا رکھنا۔ یہ محمد صاحب کے سہاؤ کی خاص باتیں تھیں جو ہر وقت چمکتی رہتی تھیں اور جن کی وجہ سے اس ہنس کے سب لوگ اُن سے پرہم کرنے لگے تھے۔“

مستند صاحب کی زندگی پر کارلائل نے لکھا ہے۔

”وہ پورکتی کی بڑی گوند سے نکلا ہوا زندگی کا ایک زبردست دھمکتا ہوا انگارا تھا جو دنیا کے ہلنے والے کے حکم سے دنیا کو روشن کرنے اور دنیا کو جگانے کے لئے آیا تھا۔“

محمد صاحب کے اُپدیشوں نے نہ صرف پچھلے دور میں عربوں میں ایک نئی روح پھونکی بلکہ سیکڑوں برس تک یورپ کو بھی علم اور تہذیب کی روشنی سے جگمگ رہا۔ اسلام نے نسلِ 'چھوٹے'، 'گنہگار'، ویدیک پر یونانی اور رومی لیکچر کی کتابوں کے ترجمے کر کے انہیں ہر باندی سے بچایا اور اُن کو پھلایا۔ 'کارتوا'، 'ہندو'، 'قہر' اور 'صل' کی یونیورسٹیوں میں اسلامی فلسفہ نے ترقی پائی۔ جہاں جہاں اسلام گیا اُس نے وہاں کے علم و ہنر پر اپنا اثر ڈالا۔ منجھلے زمانے کے یورپ کے ملکوں پر جو اگیان کا اندھرا چھایا ہوا تھا اُس اندھیرے کو اُس نے دور کیا اور اندھ و سولس کی جگہ عقل کو بیٹے برے کی کسوٹی بنانے پر زور دیا۔

مشہور فرانسیسی ایتھاسکار گویارد لکھتا ہے۔

انصاف کے زمانے میں اسلام کا انہاس خود کلچر
اور مذہب کا انہاس تھا۔ یورپ عربوں کا احسانمند

ہے کہ انہوں نے یونانی سائنس اور فلسفہ کو یورپ کے اندر لایا اور اس سے نیا نیا روشنی میں رکھا اور تحفے کے طور پر اسے یورپ کو پیش کیا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ یورپ میں گمان اور دنیائے کی نئی تہ پیدا ہوئی جس نے یونان کو جنم دیا۔ عیسوی کی ساتویں صدی میں جبکہ پرانی دنیا موت کے جبڑے میں پھنسی ہوئی توپ رہی تھی عربوں نے اس میں علم اور کلچر کا نیا خون ڈالا اور اسے زندہ کیا۔ انہوں نے ارسطو، افلاطون، اقلیدس اور اراکلیڈیز کو بھولی ہوئی یاد کی خلعت سے باہر نکالا اور ان کی دہانوں کے عربی ترجمہ یورپ کو ہیلت کیے۔*

”یہ بات بلاشبہ کہی جاسکتی ہے کہ تیرہویں صدی کے پہلے تک پچھلی دنیا کو اپنی تہذیب کی جس ترقی کا ناز ہے وہ ترقی اسلام کے ذریعہ سے ہوئی۔“†

ایچ۔ جی۔ ویلس نے اسلام کی کلاسیکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے—

”ایک نئی نگاہ اور نئے چوخی کے ساتھ مسلم عربوں نے گمان و گمان کی وہ سلسلہوار ترقی جاری کی جسے یونانیوں نے شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ اگر یونانی ویکیانک کھوجوں کو جنم دینے والی ماں تھے تو عرب انہیں دوبارہ پلاؤر پالنے والی دھاتھ۔

پس۔ آجکل کی دنیا نے جو روشنی اور طاقت پرالے زمانے سے پائی ہے وہ رومیوں کے ذریعہ نہیں بلکہ عربوں کے ذریعہ۔“

ایک دوسرا ایتھاسکار ہوکمین لکھتا ہے—

محمد کے انویڈنوں نے دنیا کے پلے کے لئے جو بہت سی کام کی کھوجیں کیں اور گمان و گمان کو ترقی دی اس کے لئے ہم یورپ کے دھنہ والے ان کے احسانمند ہیں۔ اس میں جو رائے نہیں ہوسکتیں کہ اسلام کی روشنی پچھلی دنیا کے لئے ایک بہت بڑی ہرکت ثابت ہوئی جس کے لئے ہمیں محمد اور اسلام دونوں کا مشکور ہونا چاہئے۔‡

اس طرح محمد صاحب کی زندگی اور ان کے ابدیشوں سے نہ کہول عربوں کی ہی گایاٹ ہوگئی، بلکہ یورپ اور دنیا کے لئے بھی اسلام گمان و گمان کی ایک چمکتی ہوئی مشعل ثابت ہوا۔ آجکل کی یورپ کی تہذیب بہت درجہ تک اسلام کی ہی دین ہے۔

حضرت محمد نے کروڑوں انسانوں کی زندگی کو بدل دیا اور انہیں اگمان کے اندھیرے سے نکال کر گمان

”یہ بات بھلا شہ کہی جا سکتی ہے کہ تیرہویں صدی کے پہلے تک پچھلی دنیا کو اپنی تہذیب کی جس ترقی کا ناز ہے وہ ترقی اسلام کے ذریعہ سے ہوئی۔“†

ایچ۔ جی۔ ویلس نے اسلام کی کلاسیکی کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے—

”ایک نئی نگاہ اور نئے چوخی کے ساتھ مسلم عربوں نے گمان و گمان کی وہ سلسلہوار ترقی جاری کی جسے یونانیوں نے شروع کر کے چھوڑ دیا تھا۔ اگر یونانی ویکیانک کھوجوں کو جنم دینے والی ماں تھے تو عرب انہیں دوبارہ پلاؤر پالنے والی دھاتھ۔

پس۔ آجکل کی دنیا نے جو روشنی اور طاقت پرالے زمانے سے پائی ہے وہ رومیوں کے ذریعہ نہیں بلکہ عربوں کے ذریعہ۔“

ایک دوسرا ایتھاسکار ہوکمین لکھتا ہے—

محمد کے انویڈنوں نے دنیا کے پلے کے لئے جو بہت سی کام کی کھوجیں کیں اور گمان و گمان کو ترقی دی اس کے لئے ہم یورپ کے دھنہ والے ان کے احسانمند ہیں۔ اس میں جو رائے نہیں ہوسکتیں کہ اسلام کی روشنی پچھلی دنیا کے لئے ایک بہت بڑی ہرکت ثابت ہوئی جس کے لئے ہمیں محمد اور اسلام دونوں کا مشکور ہونا چاہئے۔‡

اس طرح محمد صاحب کی زندگی اور ان کے ابدیشوں سے نہ کہول عربوں کی ہی گایاٹ ہوگئی، بلکہ یورپ اور دنیا کے لئے بھی اسلام گمان و گمان کی ایک چمکتی ہوئی مشعل ثابت ہوا۔ آجکل کی یورپ کی تہذیب بہت درجہ تک اسلام کی ہی دین ہے۔

حضرت محمد نے کروڑوں انسانوں کی زندگی کو بدل دیا اور انہیں اگمان کے اندھیرے سے نکال کر گمان

* Stanislas Guyard : Encyclopaedie des Sciences Religieuses, Paris 1888.

† W. H. Hocking : the Spirit of World Politics, pp. 458-59.

‡ History of Inventions by Beckman.

کی روئے زمین میں پیدا کیا۔ اسلام دھرم کے بنیادی اصولوں نے اسلام کو
 مذہب، انسانیت یعنی مظلوم دھرم کا روئے دیا۔ اس میں جب نہیں
 کہ مروجہ دھرم سپہ سالار یعنی سب مذہبوں کو ایک آدمی کی نگاہ سے
 دیکھیں اس اصول کا مصدق صاحب اور اسلام نے بڑے زوردار
 طریقہ سے پرچار کیا۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ
 جگہ مذہبی آزادی کا نمونہ بلند کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام
 اپنے جنم کے سو برس کے اندر چین سے لیکر اسیہوں تک پھیل
 گیا اور اس نے تھوڑے وقت کے اندر سیکڑوں بڑے سے بڑے
 منہوں، نقروں، فلسفوں، دیکھانکوں، ایتھاس لیکھوں، کوجہوں
 اور دیوانوں کو جنم دیا جن کے احسانوں کے بوجھ سے دنیا
 دی ہوئی ہے۔

کی روئے زمین میں پیدا کیا۔ اسلام دھرم کے بنیادی اصولوں نے اسلام کو
 مذہب، انسانیت یعنی مظلوم دھرم کا روئے دیا۔ اس میں جب نہیں
 کہ مروجہ دھرم سپہ سالار یعنی سب مذہبوں کو ایک آدمی کی نگاہ سے
 دیکھیں اس اصول کا مصدق صاحب اور اسلام نے بڑے زوردار
 طریقہ سے پرچار کیا۔ قرآن میں ایک جگہ نہیں بلکہ جگہ
 جگہ مذہبی آزادی کا نمونہ بلند کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام
 اپنے جنم کے سو برس کے اندر چین سے لیکر اسیہوں تک پھیل
 گیا اور اس نے تھوڑے وقت کے اندر سیکڑوں بڑے سے بڑے
 منہوں، نقروں، فلسفوں، دیکھانکوں، ایتھاس لیکھوں، کوجہوں
 اور دیوانوں کو جنم دیا جن کے احسانوں کے بوجھ سے دنیا
 دی ہوئی ہے۔

700 PAGES,
 82 ILLUSTRATIONS
 2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SU DARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.

—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known

—Leader, Allahabad.

Encyclopaedia...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.

—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.

—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.

—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the light the mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.

—Vigil, Delhi.

ڈاکٹر یحییٰ سرکار

ڈاکٹر یحییٰ سرکار

آج بھرموہ جیسا مہان ہیرو بھی ہے۔ اس کی عظیم الشان راجدھانی جو کسی سے مناسبت خلیفوں کی راجدھانی بغداد سے تکر لیتی تھی، آج محض ایک معمولی سا بھروہی شہر رہ گیا ہے۔ مکتوب کے تیار کرنے والوں میں سلسلہ کے مشہور ودولان فردوسی اور البھرونی تھے جن کی وجہ سے آج بھی مکتوب کا نام انہیں میں روشن ہے۔ فردوسی مہان کوئی تھا اور البھرونی مشہور انتہا کار سائنسدان اور فلسفر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ البھرونی کا نام سکر اس کا سکالین مہان ودولان ابن سینا اس کی دور سے کر گیا تھا۔

یہ بات اکثر دیکھی گئی ہے کہ بہت کم لوگ ایک ہی وقت میں سائنسدان اور فلسفر ہوتے ہیں۔ انہیں گلے چلے تھے، لوگوں میں البھرونی کی بھی گنتی ہے۔ بھارت میں البھرونی کی یادگار ملالے کا سبب یہ ہے کہ اس نے بھارت پر 'تحقیق البلد' نامک مشہور گرنت لکھا ہے۔ اس گرنت میں عیسوی سے 1000 برس بعد والے بھارت کا ورثہ ہے۔ اس پستک کو لکھ کر البھرونی نے سلسلہ کے سامنے اس سلسلے کے بھارت کی کچھ 'انہیں' بھوکا سماجک دانشا فلسفہ اور علم کا وسیع اور آسٹک چکر پیش کیا ہے۔ یہ پستک ساتویں صدی والے بھارت تھا ادھر کالین ہوا کہ کو ملالے میں کڑی کا کم کرتی ہے۔ ساتویں شتাবدی میں برسہ چیلنی ہاتھیں لے بھارت کی سفر کی تھی اور انہیں نے اس سلسلے کی بھارت کی حالت تھا انہیں کا ورثہ کیا ہے۔ اس کے بعد 'تحقیق البلد' کے علاوہ کوئی دوسری پستک نہیں جس سے ہمیں بھارت کے انہیں کا پتہ چلے۔ ادھر کے سہ میں 1590 میں 'آئین اکبری' لکھی گئی۔ اس طرح ساتویں صدی سے گیارہویں صدی تک کے بعد کا اصلی پتہ سلسلہ کو البھرونی کی پستک سے ہی ملتا ہے۔

البھرونی کی زندگی اور کام

البھرونی کا پورا نام ابوبھان محمد تھا۔ اس کا جنم 362 ہجری یا ستمبر 973 ع میں خوارزم نامک استھانی پر ہوا تھا۔ یہ استھان مدینہ ایشیا میں بوال ساگر کے کنارے ہے۔ بچپن میں ہی عمر میں 13 ستمبر سن 1018 کو البھرونی کی موت ہوئی۔ جب البھرونی کے

آل بھرونی کی زندگی اور کام

آل بھرونی کا پورا نام ابوبھان محمد تھا۔ اس کا جنم 362 ہجری یا ستمبر 973 ع میں خوارزم نامک استھانی پر ہوا تھا۔ یہ استھان مدینہ ایشیا میں بوال ساگر کے کنارے ہے۔ بچپن میں ہی عمر میں 13 ستمبر سن 1018 کو البھرونی کی موت ہوئی۔ جب البھرونی کے

अलबेरूनी इस की मद्द्त है जो कर अपने अरबीन के विषयों को उनके सुलतान ने अलबेरूनी को मद्द्त के पास अपना बेलवी बनाकर जेमा. मद्द्त के साथ-साथ अलबेरूनी भी भारत आया. मद्द्त की भारत विजय से पञ्जाब का दरवाजा मुसलमानों के लिये खुल गया था. पञ्जाब ही भारतीय आर्यों का पहला निवास स्थान था. अलबेरूनी पञ्जाब में कई वर्षों तक रहा और वहाँ के पंडितों से संस्कृत, हिन्दू दर्शनशास्त्र, विज्ञान और धर्म शिक्षा की तालीम ली. उसने भारतीयों को अरबी पुस्तकों के अरिये प्राचीन यूनानी विज्ञान तथा दर्शनशास्त्र की शिक्षा दी. अलबेरूनी खुद यूनानी भाषा नहीं जानता था पर सीरिया और स्पेन के राजाओं के समय में यूनानी पुस्तकों के अरबी भाषा में जो अनुवाद हुए थे उनके अरिये उसने प्राचीन यूनानी विज्ञान तथा दर्शनशास्त्र का ज्ञान प्राप्त किया था. अरबी भाषा में लिखी गई अपनी पुस्तक 'तहकीकुल-हिन्द' में उसने भारतीय धर्म, दर्शनशास्त्र, भाषा, काल विज्ञान, खगोल, ज्योतिष, रीति-रिवाज, कानून और कलित ज्योतिष आदि का पूरा पूरा और ठीक बयान किया है. यह पुस्तक 1030 ई० के करीब लिखी गई थी. इस पुस्तक का अनुवाद डा० सचायु ने अंग्रेजी भाषा में सन् 1888 में किया है. अलबेरूनी जब 421 हिजरी, (1030 ई०) में लौटकर यात्रा की गया तो उसने 'कानूने-मसूदी' नामक पुस्तक लिखी जो एक प्रकार की भौगोलिक तथा खगोल ज्योतिष सम्बन्धी इनसाइक्लोपीडिया है. इस पुस्तक का हवाला बाद के लेखकों और ज्ञासकर अबुल फिदा ने दिया है. अबुल फिदा प्रसिद्ध भूगोल तथा ज्योतिष शास्त्री था.

अलबेरूनी को साइंस के दायरे में जितना अधिक ज्ञान हासिल था उसका पता हमको उसकी लिखी गई पुस्तकों से मिलता है। विज्ञान सम्बन्धी पुस्तकों में 'किताबुल-सैसान' 'किताबुल-जबाहर' और 'अलतहफीम' हैं, 'सैदान' में इलाज में प्रयोग होने वाली औषधियों का बयान है। किताबुल-जबाहर' में मणि और हीरे जबाहिरात आदि का वैज्ञानिक वर्णन और 'अलतहफीम' में फलित व्यापार का बसीध निरूपित है। 'अलतहफीम' का अंग्रेजी तरजुमा राइट (Wright) ने 1934 में किया है। इन ग्रंथों के अलावा उसने अपने आत्मचरित्र पर एक पुस्तक लिखी है और रसायनशास्त्र तथा व्यापार पर कई छोटी-छोटी क्रीमती पुस्तकें लिखी हैं। उसकी सबसे मशहूर पुस्तक 'असरुल-बाक्री' है जिसका तरजुमा डा० साचायु ने 1879 ई० में किया है और उसका नाम "वेस्टिजेस आफ दि पास्ट" या "क्रोनोलाजी आफ दि ऐनरोएड नेरान्स" है। इस पुस्तक में एशिया, अफ्रीका और यूरोप के देशों का साक और पूरा भौगोलिक तथा ऐतिहासिक वर्णन है।

اُن دنوں کے مسیحیوں نے حضرت ابراہیمؑ کو اپنا تو اسی کے
 سلطان کے الیہرونی کو محدود کے پاس اپنا ایلچی بلا کر بھیجا۔
 محدود کے ساتھ ساتھ الیہرونی بھی بھارت آیا۔ محدود کی بھارتیہ
 سے پنجاب کا تعلق مسلمانوں کے لئے کھل گیا تھا۔ پنجاب بھی بھارتیہ
 آپس کا یہاں تعلق استھان تھا۔ الیہرونی پنجاب میں نئی روشیں تک
 رہا اور وہاں کے پختوں سے مسکرت، ہندو درشن شاستر، دھیان
 اور دھرم شکھا کی تعلیم لی۔ اُس نے بھارتوں کو عربی و سکوں
 کے ذریعہ پراچین یونانی و گھان تھا درشن شاستر کی شکھا
 دی۔ الیہرونی خود یونانی بھاشا نہیں جانتا تھا پر سوریا اور
 اسہن کے راجاؤں کے سہ میں یونانی و سکوں کے عربی بھاشا
 میں جو اتوار ہوا تھے اُن کے ذریعہ اُس نے پراچین یونانی
 دھیان تھا درشن شاستر کا گھان پراپت کیا تھا۔ عربی بھاشا میں
 لکھی گئی اپنی پستک 'تحقیق اہند' میں اُس نے بھارتیہ دھرم
 درشن شاستر، بھاشا، کال دھیان، کھول، جھوتھ، بھتی رواج
 قانون اور پھلت جھوتھ اُسی کا پورا پورا اور ٹھیک بیان کیا
 ہے۔ یہ پستک 1030ع کے قریب لکھی گئی تھی۔ اِس پستک
 کا امداد ڈاکٹر سچاپو نے انگریزی بھاشا میں سن 1888 میں
 کیا ہے۔ الیہرونی جب 421 ہجری (1030ع) میں لوئٹر
 غزنی گیا تو اُس نے 'قانون مسعودی' نامک پستک لکھی جو
 ایک پرکاری ہوگوںک تھا کھول جھوتھ سمبندھی اُنسایلوہڈیا
 ہے۔ اِس پستک کا حوالہ بعد کے لیکچروں اور خاصکر ابوالمدا
 نے دیا ہے۔ ابوالمدا درندہ ہوگوںک تھا جھوتھ شاستری تھا۔

الہیرونی کو سائنس کے دائرے میں جتنا ادھک گہاں حاصل
تھا اُس کا پتہ ہمو اُس کی لکھی گئی ہستکوں سے ملتا ہے، وہاں
سمجھدی ہستکوں میں ’کتاب السیاسان‘ ’کتاب الجواہر‘ اور التہفیم
ہیں۔ ’سہدان‘ میں علاج میں یریوگ ہونے والی ارشدہیں
کا گہاں ہے، ’کتاب الجواہر‘ میں منبری اور ہمرے جواہرات
ادی کا ویکانک ورنن اور التہفیم میں بہت چھوٹس کا وسیم
ذکر ہے، التہفیم کا ادگریزی ترجمہ رائٹ (Wright) نے
1931 میں کیا ہے۔ ان گرنہیں کے علاوہ اُس نے اپنے آدم چرنر
پر ایک ہستک لکھی ہے اور ریکارڈنٹرت تھا چھوٹس پر کئی
چھوٹی چھوٹی قیمتی ہستکیں لکھی ہیں۔ اُس کی سب سے
مشہور ہستک ’انزالباقی‘ ہے جس کا ترجمہ ڈاکٹر ساجیو نے
1879ء میں کیا ہے اور اُس کا نام ’’وسلیجیز آف دی ہاست‘‘
ہا ’’گروہلجی آف دی اہلہات نہاس‘‘ ہے۔ اس ہستک
میں ایشیا افریقہ اور یورپ کے دیہوں کا صاف اور پورا یوگولک
تھا اہلہاتک ورنن ہے۔

جانی نہیں ہے۔ اس نے ایک اور ایسا عالم برپا کیا تھا اور
 پہلا اور دوسرا عالم بھارت کی اور یہ کم اس نے ملک
 کو جو ہے ہی کیا۔ الہدرونی نے جس دلی پناہ سے آجوں
 ایک محفل کے ساتھ کم کیا ہے اس کی دوسری مثال
 شاہد ہی اسلامی دایرہ میں کوئی ملے۔

भारतीय संस्कृति

श्री कृष्णदत्त बाजपेयी, एम० ए०

हमें यहां भारतीय संस्कृति (हिन्दुस्तानी कल्चर) के बारे में कुछ विचार करना है। भारतीय संस्कृति में रहानियत को माही पहलू के मुकाबले में क्यादा अहमीयत दी गई है। यदि हम अपने विराल प्राचीन साहित्य को देखें तो मालूम होगा कि हमारे यहां आत्मज्ञात का स्थान बहुत ऊंचा रहा है। 'आत्मनं विजानीहि' (आत्म को खास तौर मे जानो) — यही भारतीय विधियों का असली पैगाम था। लेकिन इसके साथ ही जिस्मानी और मानसिक तरक्की की ओर से भी हम बेबहरा नहीं रहे। रुडानी तरक्की के साथ जिस्मानी और मानसिक तरक्की हमारी संस्कृति का मकसद रहा है। कम निद्रिय, मन और बुद्धि की लांक कल्याणकारी व्यवस्था पर हमारी संस्कृति की इमारत खड़ी हुई। सत्य, अहिंसा, त्याग और सेवा — ये इस इमारत के चार बड़े खम्भे रहे हैं, जिन्होंने युग-युगों तक उसे मजबूती और स्थायित्व दिया और उसे नष्ट होने से बचाया है।

भारतीय संस्कृति का मकसद संकुचन न होकर व्यापक रहा है। भारत के प्राचीन इतिहास को उठाकर देखिये। हजारों वर्ष के लम्बे काल में कितनी ही अन्दरूनी और बाहरी विचार धाराओं को लेकर भारतीय संस्कृति ने उन्हें पचा लिया। विचारों की इतनी आजादी और कहां मिलेगी ? हमारे धर्म, दर्शन, कला, साहित्य सभी में इस आजादी की गुमायश मिलेगी। इठवर्षी को हमारे यहां अच्छी बात नहीं माना गया है। नीला में श्री कृष्ण अर्जुन को ज्ञान-विज्ञान का उपदेश देने के बाद भी उससे कहते हैं कि 'हे अर्जुन ! मैंने तुम्हें गहरा से गहरा ज्ञान का मम' बताया इस पर तु विचार कर और विचार करने के बाद तुम्हें जो ठीक जान पड़े वह कर।

دیہاتیکہ سنسکرتی

شری کرشن دت باجپئی، ایم۔ اے۔

ہمیں یہاں بھارتیہ سنسکرتی (ہندستانی کلچر) کے بارے میں کچھ وچار کرنا ہے۔ بھارتیہ سنسکرتی میں روحانیت کو مادی سلو کے مقابلہ میں زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ جی ہم اپنے شمال پر اچھیں سامنے کو دیکھیں تو معلوم ہوتا کہ ہمارے یہاں آتم گیان کا استہان بہت اونچا رہا ہے۔ 'آتمن و جانہی' (آتم کو خاص طور سے جانو) — یہی بھارتیہ رشتوں کا اصلی پیغام تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی جسمانی اور مائسک ترقی کی اور سے بھی ہم بے پھرہ نہیں رہے۔ روحانی ترقی کے ساتھ جسمانی اور مائسک ترقی ہماری سنسکرتی کا مقصد رہا ہے۔ کرمیندریہ' من اور بدھی کی لوک کلہانکاری و بستیہ پر ہماری سنسکرتی کی عبارت کھڑی ہوئی۔ سدیہ، اہلسا، تہاک اور سدا — یہ اس عبارت کے چار بڑے کسمے رہے ہیں جنہیں نے ہک ہک تک اسے مضبوطی اور استہایت دیا اور اسے نشت ہونے سے بچایا ہے۔

بھارتیہ سنسکرتی کا مقصد سلکوچت نہ ہوکر واپاک رہا ہے۔ بھارت کے پر اچھیں اٹھاس کو اٹھاکر دیکھئے۔ ہزاروں ورہ کے لیمہ کل میں کتنی ہی اندرونی اور باہری وچار دھاراؤں کو لیک بھارتیہ سنسکرتی نے انہیں پچا لیا۔ وچاروں کی اتنی آزادی اور کہاں ملیگی ؟ ہمارے دھرم، دوشن، کلا، سلعتیہ سبھی میں اس آزادی کی نمائش ملیگی۔ ہٹ دھرمی کو ہمارے یہاں اچھی بات نہیں مانا گیا ہے۔ گیتا میں شری کرشن ارجن کو گیان و گیان کا ابدیش دینے کے بعد بھی اس سے کہتے ہیں کہ 'ہے ارجن ! میں نے تجھے گہرا سے گہرا گیان کا مرم بتایا اس پر نہ وچر کر اور وچار کرنے کے بعد تجھے جو ٹھیک جان پڑے وہ کر۔'

विचारों की इस आकाशों के कारण ही हमारे यहाँ
शक्ति, सृष्टि, परादर्शन, बौद्ध एवं जैन दर्शन, लोकायत,
अद्वैत, विशिष्टाद्वैत, शुद्धाद्वैत, हैताद्वैत आदि कितने ही
दर्शनों और मत मतान्तों की रचना हुई. आधुनिक काल
में भी अनेक महात्माओं और विद्वानों ने विचारों के अपने
अपने नजरिये पेश किये हैं. लेकिन जीवन-दर्शन के इन
मुक्तलिफ नजरियों के हांते हुए तथा इस विशाल देश में
आबाहुना की विविधता के कारण बाहरी रूप में अन्तर
होते हुए भी हमारी संस्कृति की आत्मा एक रही है. कश्मीर
से लेकर कन्याकुमारी तक तथा सौराष्ट्र से लेकर असम
तक सारा देश एक ही कस्वर से जिन्दगी का रस लेता
रहा है. विविधता में एकता की यह भावना भारत की विशेष-
ता है.

इतिहास से पता चलता है कि एक दीर्घकाल तक संसार के अन्य देशवासियों ने भी इससे लाभ उठाया। बहुत प्राचीन समय में भारत ने मिस्र, असीरिया और बेबीलोन से तिजारती और कलचरी मेलजोल कायम किये। मौर्य सम्राट् अशोक ने असीरिया, मिस्र, मेसीडोनिया, एपीरस, तात्रेपर्ण्य, सुवर्णभूमि आदि अनेक देशों को अपनी 'धर्म-विजय' का संदेश भेजा। ई० पू० दूसरी शताब्दी के अन्त से मध्य एशिया में भारतीय नवावादियों की शुरुआत हुई। थोड़े-थोड़े वहाँ कांक्कुद, ख़ातन, कलम्ब, भरुक, कूची, अग्निदेश आदि राज्यों में भारती धर्म, कला, भाषा और साहित्य का विकास हुआ। इनमें से कूची और ख़ातन (कुस्तन) भारतीय संस्कृति के प्रधान केन्द्र हुए। ख़ातन के राजाओं के नाम विजयसंभव, विजयवीर, विजयजय, विजय धर्म आदि मिलते हैं। वहाँ का 'गोमति विहार' बौद्ध शिक्षा का बहुत बड़ा केन्द्र था। चौथी शताब्दी के अन्त में जब चीनी यात्री फाहियान वहाँ गया तब महायान मतवलम्बी 8,000 बौद्ध भिक्षु उस विहार में रहते थे, तथा वहाँ धर्म सम्राट् बड़े समारोह के साथ चलती थीं।

ईसा की पहली छै सदियों में दक्षिण-पूर्वी एशिया में कई भारतीय बस्तियों की स्थापना हुई. हिन्द चीन के एक बड़े भाग का नाम 'सुवर्ण भूमि' तथा हिन्देशिया के द्वीपों का नाम 'सुवर्ण द्वीप' प्रसिद्ध हुआ. वहां जिन भारतीय राज्यों की स्थापना हुई उनके नाम कम्बुज चपा, काठार पांडुरंग, श्री विजय, मालव, दशार्ण, गंधार आदि मिलते हैं. इसी तरह अनेक नगरों के नाम अयोध्या, वैशाली, मथुरा, मीरुआ तक्षशिला, हलाहली, कुसुमनगर, रामावती, धान्यवती, इन्द्रवती, विक्रमपुर आदि मिलते हैं. सुवर्णभूमि तथा सुवर्ण द्वीप में भारतीय रहन-सहन सेति रिवाज, लिपि, भाषा और कला का प्रचार हुआ. वहां के आदिम निवासियों के साथ भारतीयों ने जिस प्रेम और सहिष्णुता का वर्ताव किया

اپریل: 56

ہاں، مہاراجا ہرپ کے باد سے بزم کی باہری تھک-
مکھ بڑھنے لگی تھی اور بھنڈرہنی بھکیوں کی جگہ
کھمبہ پڑنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो चारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लुकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा. इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णुजयी बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा. उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया. किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर के बाद वेदांत का युग लगभग समाप्त हो गया
और सन्यासियों के एक बेकार वर्ग ने समाज में जन्म लिया.
इतिहास की इसी पृष्ठभूमि में भारत में मुसलमानों का
आगमन हुआ. इस समय दो संस्कृतियों का आमना-
सामना हुआ. दोनों में आदान-प्रदान हुआ. इस्लाम और
हिन्दू धर्म में मेल की बातें नजर आईं, जिनके परियाम
स्वरूप रामानन्द, कबीर, चैतन्य और नानक आदि सन्तों
के सम्प्रदायों का जन्म हुआ. उन्होंने बाहरी आडंबरों की
उपेक्षा करके आंतरिक अज्ञा, एकरेश्वरवाद, निराकारवाद,
मानव में समता तथा मानव-प्रतिष्ठा पर ध्यान दिया.

एक ओर तो हिन्दुओं में सहिष्णु प्रवृत्तियाँ चल रही
थीं, तो दूसरी ओर वही प्रवृत्तियाँ मुसलमानों में भी थीं.
मुसलमानों का असहिष्णु वर्ग हिन्दुओं को इस्लाम धर्म में
दीक्षित करने, मन्दिर तोड़ने और हिन्दुओं पर अत्याचार
करने का पक्षपाती था, जिसका प्रतिनिधि था—औरङ्गजेब,
तां इन्हीं के दूसरे वर्ग में सूफी, इलाही, तिनसुलिय, चिरती
औलिया आदि थे, जो सहिष्णु थे और संकुचित मनोवृत्ति
से दूर थे. भारत में सूफियों ने वेदान्त के आधार पर अपना
मत चलाया. इस वर्ग का प्रतिनिधि था—दाराशिकोह,
जिसने संस्कृत का अध्ययन करके उपनिषदों का आरसी
में अनुवाद किया था. दुर्भाग्य से औरङ्गजेब की विजय
हुई और असहिष्णुओं को खुलकर अत्याचार करने का
अवसर मिल गया. इस प्रकार तत्कालीन भारत में हिन्दू
और इस्लाम दोनों ही धर्मों में दो विरोधी प्रवृत्तियों ने जन्म
लिया था. हिन्दू संस्कृति में ही यह क्षमता थी कि उसने
इन विरोधी प्रवृत्तियों का समन्वय किया और यह समन्वय
हमें साहित्य, कला-कौशल, ज्योतिष, विज्ञान, वास्तुकला,
मन्दिरों, मस्जिदों आदि सभी में दृष्टगोचर होता है.
रसज्ञान, खानखाना आदि मुसलमान कवियों ने कृष्ण
तथा उनकी लीला के सम्बन्ध में काव्य लिखे. बङ्गाल में

हाँ، مہراجہ ہرپ کے بعد سے بزم کی باہری تھک-
مکھ بڑھنے لگی تھی اور بھنڈرہنی بھکیوں کی جگہ
کھمبہ پڑنے لگی تھی۔ भारतीय संस्कृति की जो चारा
युग-युग से चली आ रही थी, उसमें इतनी शक्ति थी कि
लुकावटों के होते हुए भी उसके मूल सिद्धान्तों पर असर
नहीं पड़ा. इस गिरावट के काल में अपनी संस्कृति को
फिर मजबूत करने के लिए भारत ने शाङ्कराचार्य को पैदा
किया, जिन्होंने विष्णुजयी बनकर सारे भारत में हिन्दू धर्म,
हिन्दू-सिद्धान्त और हिन्दू संस्कृति का डंका पीटा. उन्होंने
बुद्धत्व और हिन्दुत्व को नया जीवन प्रदान किया. किन्तु
इतनी महान् आत्मा का विवरण भी हमारे विदेशी इतिहास-
कारों ने न दिया !

शंकर के बाद वेदांत का युग लगभग समाप्त हो गया
और सन्यासियों के एक बेकार वर्ग ने समाज में जन्म लिया.
इतिहास की इसी पृष्ठभूमि में भारत में मुसलमानों का
आगमन हुआ. इस समय दो संस्कृतियों का आमना-
सामना हुआ. दोनों में आदान-प्रदान हुआ. इस्लाम और
हिन्दू धर्म में मेल की बातें नजर आईं, जिनके परियाम
स्वरूप रामानन्द, कबीर, चैतन्य और नानक आदि सन्तों
के सम्प्रदायों का जन्म हुआ. उन्होंने बाहरी आडंबरों की
उपेक्षा करके आंतरिक अज्ञा, एकरेश्वरवाद, निराकारवाद,
मानव में समता तथा मानव-प्रतिष्ठा पर ध्यान दिया.

एक ओर तो हिन्दुओं में सहिष्णु प्रवृत्तियाँ चल रही
थीं, तो दूसरी ओर वही प्रवृत्तियाँ मुसलमानों में भी थीं.
मुसलमानों का असहिष्णु वर्ग हिन्दुओं को इस्लाम धर्म में
दीक्षित करने, मन्दिर तोड़ने और हिन्दुओं पर अत्याचार
करने का पक्षपाती था, जिसका प्रतिनिधि था—औरङ्गजेब,
तां इन्हीं के दूसरे वर्ग में सूफी, इलाही, तिनसुलिय, चिरती
औलिया आदि थे, जो सहिष्णु थे और संकुचित मनोवृत्ति
से दूर थे. भारत में सूफियों ने वेदान्त के आधार पर अपना
मत चलाया. इस वर्ग का प्रतिनिधि था—दाराशिकोह,
जिसने संस्कृत का अध्ययन करके उपनिषदों का आरसी
में अनुवाद किया था. दुर्भाग्य से औरङ्गजेब की विजय
हुई और असहिष्णुओं को खुलकर अत्याचार करने का
अवसर मिल गया. इस प्रकार तत्कालीन भारत में हिन्दू
और इस्लाम दोनों ही धर्मों में दो विरोधी प्रवृत्तियों ने जन्म
लिया था. हिन्दू संस्कृति में ही यह क्षमता थी कि उसने
इन विरोधी प्रवृत्तियों का समन्वय किया और यह समन्वय
हमें साहित्य, कला-कौशल, ज्योतिष, विज्ञान, वास्तुकला,
मन्दिरों, मस्जिदों आदि सभी में दृष्टगोचर होता है.
रसज्ञान, खानखाना आदि मुसलमान कवियों ने कृष्ण
तथा उनकी लीला के सम्बन्ध में काव्य लिखे. बङ्गाल में

مسلمانوں کے سفر کعبہ میں مہابھارت کا فارسی میں انشاد ہوا عربوں نے بھارتیہ گفرت شاعر اور جیوتھی دیکھ کر انشاد اپنی بھاشا میں کیا اور انہیں منہ باندھاؤں نے راسخ اور مہابھارت کا انشاد فارسی میں کرایا۔ اُس سال میں مسلمان اپنی رچاؤں کا پرلومہ لکھیں سرچوٹی سے کرتے تھے۔

اُسکو کلا میں بھی دونوں سمجھادیں گی، شہسنانیں پائی جاتی تھیں۔ پہلی کی عمارتوں فارسی کی بنائیت نہ تھیں۔ مسلمانوں دوارا بنائی گئی عمارتوں میں ہندو لکڑی کا مشہور رہتا تھا۔ تاج کے گنبد پر آج بھی پنج رتن اور کل دیکھ جا سکتے ہیں، پرنتو یہ مسلمانی چھاپ دکشن بھارت کے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی، کیونکہ دیہی کا یہ بھاگ کسی بھی مسلمانوں کے سانسرتک اثر میں نہیں آیا۔

بھارتیہ سنگیت میں 'سور' دھونی، ترقیہ آدی پر اسلامی سنگیت کا پرہیز ہوا۔ دھرم کے چہتر میں اکبر نے 'دھن' (پھول) کا پرچار کیا، جس کا آدیس ہندو اور اسلام دھرموں کا سمونہ تھا۔ 'ستھ پور' نامک ایک ایسے ایشور تک کی کاہا کی گئی جیسے ہندو اور مسلمان دونوں ہی مانتوں۔ مسلمان شاک ہندو پردوں میں بھاگ لیتے تھے، تو ہندو مسلمانی تپوہاروں میں۔ جھانگیر اور سراج الدولہ کی ہولی تو پرسدہ تھی ہی۔ فیشن اور پوشاک میں بھی دونوں دھرموں کا ایک دوسرے پر پرہیز ہوا۔ شہروانی، اچکن، پیدجسے، کوت، دھوتی سبھی کے لئے ایک ہی پوشاکیں بن گئیں۔ ہندو اور مسلمان دونوں کو بھی آدیوگ، ویسایہ، وہاپار تھا پدارتھوں کے فرمان کے سمبندھ میں ایک دوسرے سے بہت کچھ حاصل ہوا۔ باہر تو اپنے ساتھ ہارون خانہ بھی لیا تھا، جس کا دیوگ آج بھی ہم کرتے آ رہے ہیں۔ اوشدھوں کے چہتر میں یونانی اور آیور ویدک دوائیوں کا سمونہ ہوا۔ اِس پرکار جب دو سنسکرتیوں کا ایک دوسرے سے ساکشاتکار ہوا، دونوں ہی پشٹ ہوئیں۔

شری چکرورتی راجگوپالاکار

شری چکرورتی راجگوپالاکار

‘اےک تو گنجا سیر اور بچے-خوبے بال سکے! آپ پرم کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ براہ مہربانی کسی دوسرے شخص پر اپنے خیال ظاہر کیجئے۔ آپ اپنے اُن پرلے تجربوں کو بتانا چاہتے ہیں؟ بس کیجئے مہاراج! پچیس سال پہلے کی وہ باتیں اب کب تک یاد رہیں گی؟ اُن دنوں آپ پیریم کا کیا مزہ چکھا ہوگا؟ وہ دن تو دہائیوں کے تھے۔ ہم لوگ آپ سے کیا سیکھ سکتے ہیں؟ اس قسم کے سوالوں کی جڑی خاصکر شہری لوگ یوتھوں کی ہلکی مہرے کانوں میں بار بار پونی دیتی ہے۔

دوسروں کے من کی باتوں کو میرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پتھر مہرے پاس ہے۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیکھنا دینا یا لہو لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آندوون’ نامک مذاکرہ سالہ میں ایک مضمون لکھنے کا مجھے ارادہ کیا۔ پیریم کا راستہ بہت تنگ ہے۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پیریم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا مہرا وچار ہے۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں۔ بیڑ میں گھس اور پھر کر ٹکٹ لینا مہری طاقت کے باہر کی بات ہے۔ پھر بھی کس جگہ کے اٹھ کون سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پیریم پیدا ہی نہیں ہونے پاتا؟ کہونکہ اس نئے زمانے میں روز کے آپس کے برتاؤ میں بھی استری اور پھر دل کھول کر ملتے جلتے نہیں۔ من کی تسلی کے لئے بے ہی کوئی کچھ کہہ کر یہ ہے کہری سچائی۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ پیریم کی تہدنگ دیں یا اسے پیریم کی کسوٹی پر کسوں، تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لاگو ہوتی ہے، پیریم دونوں طرف سے اُنھیں ہونے والا ایک دلی جذبہ ہے۔ ایک پھر ایک استری سے پیریم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اسی طرح

‘اےک تو گنجا سر’ اور بچے کیجئے بال سفید! آپ پیریم کے بارے میں کیا جانتے ہیں؟ براہ مہربانی کسی دوسرے شخص پر اپنے خیال ظاہر کیجئے۔ آپ اپنے اُن پرلے تجربوں کو بتانا چاہتے ہیں؟ بس کیجئے مہاراج! پچیس سال پہلے کی وہ باتیں اب کب تک یاد رہیں گی؟ اُن دنوں آپ پیریم کا کیا مزہ چکھا ہوگا؟ وہ دن تو دہائیوں کے تھے۔ ہم لوگ آپ سے کیا سیکھ سکتے ہیں؟ اس قسم کے سوالوں کی جڑی خاصکر شہری لوگ یوتھوں کی ہلکی مہرے کانوں میں بار بار پونی دیتی ہے۔

دوسروں کے من کی باتوں کو میرے کانوں تک پہنچانے والا ایک پتھر مہرے پاس ہے۔ اس سے فائدہ تو کم، میرا نقصان ہی زیادہ ہوتا ہے۔ اسی سے مجھے دوسروں کی طرح دیکھنا دینا یا لہو لکھا نہیں آتا، تو بھی مدراس کے ‘آندوون’ نامک مذاکرہ سالہ میں ایک مضمون لکھنے کا مجھے ارادہ کیا۔ پیریم کا راستہ بہت تنگ ہے۔ پھر بھی نوجوانوں کے بیاہ اور پیریم کے بارے میں دو دو باتیں کر لینے کا مہرا وچار ہے۔ ٹکٹ لیکر ہی گڑی میں چڑھ سکتا ہوں۔ بیڑ میں گھس اور پھر کر ٹکٹ لینا مہری طاقت کے باہر کی بات ہے۔ پھر بھی کس جگہ کے اٹھ کون سی گڑی پکڑی ہے؟ گڑی میں سوار ہو لینے کے بعد کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہئے؟ وغیرہ باتوں پر کچھ ضرور کہہ سکتا ہوں۔ اچھی طرح غور کریں تو ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہمارے دیہی میں سچا پیریم پیدا ہی نہیں ہونے پاتا؟ کہونکہ اس نئے زمانے میں روز کے آپس کے برتاؤ میں بھی استری اور پھر دل کھول کر ملتے جلتے نہیں۔ من کی تسلی کے لئے بے ہی کوئی کچھ کہہ کر یہ ہے کہری سچائی۔ یہ سوال ہی دوسرا ہے کہ یہ اچھا ہے یا برا؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے سماج میں سب لڑکیوں کے لئے بیاہ تو لازم ہی ہے، یعنی شادی ایک ضروری فرض مان لیا گیا ہے۔ اگر ہم اس کے ساتھ پیریم کی تہدنگ دیں یا اسے پیریم کی کسوٹی پر کسوں، تو بیاہ ناممکن ہو جائیگا۔ لڑکی کے ماں باپ اسے اچھی طرح محسوس کر سکتے ہیں۔ تیسری بات یہ ہے، جو کہ سب دیہیوں اور سماجوں پر لاگو ہوتی ہے، پیریم دونوں طرف سے اُنھیں ہونے والا ایک دلی جذبہ ہے۔ ایک پھر ایک استری سے پیریم کر سکتا ہے، لیکن اُس استری کے من میں اسی طرح

بیاہ بیاہی کے لیے پرم نہیں ہوتا۔ اگر ایک پرہیزگار یا استری نے پریم پیدا کرنے والا روپہ کی اور کوئی دوسرا ذریعہ حاصل کیا ہو تو اسے اسے پاگل دنیا میں بہت سے لوگ اس پرہیزگار یا استری کو چاہتے ہیں کہ اس کے لئے کیا کیا جائے؟ کمپو استری پرہیزگار کی ایک اور بات ہونا چاہیے کہ اس پر اپنے چہرے کے ہاتھ سے پرہیز نہیں کرتا۔ اگر سب لوگ پریم دوا ہی کرنا چاہیں تو نتیجہ آپس کا کلمہ دینے کا لڑائی چھکڑا ہوا کچھ ہاتھ نہ لگتا اور بھونٹوں کو دوا کے ہاتھوں کو لڑنا پڑتا۔ اس لئے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ پریم کی شرط یہ نہیں ہو سکتی۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نہیں ہے کہ پریم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں کہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پریم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کہی کہی دونوں (استری اور پرہیزگار) پریم کا انبھو کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کہی کہی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے جس کا لہو تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ بھی یہ کوئی اکل نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں بھلی ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پانی تو ہرسا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہوگا کہ نہیں ہے کہ پریم ایک سہلا ہے، یا زندگی میں کہی سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس میں تلک بھی شک نہیں کہ پریم سویم ایک غصب کی شکتی ہے۔ کہی کہی دونوں (استری اور پرہیزگار) پریم کا انبھو کرتے ہیں۔ بعد میں دوا ہی ہو جاتا ہے، ہم کہی کہی بھلی کو تو دیکھتے ہیں، وہ ایک ایسی زبردست شکتی ہے جس کا لہو تو یہی مانتے ہیں۔ دیکھتے ہیں بھلی کے نظارے کلمہ دلتے ہوتے ہوں! یہ بھی یہ کوئی اکل نہیں ہے کہ بھلی کے چنگل پر ورشا ہو۔ بھلی قدرتی ہے۔ اگر پیدا ہوئی تو دیکھتے ہیں بھلی ہی سندر ہے؛ لیکن چاہے بھلی چمکے یا نہ چمکے، مگر پانی تو ہرسا ہی دیکھتے۔ ورشا سے چھوٹے ہیں۔

بیاہیت استری-پुरुہوں کو چاہیے کہ وہ ایک دوسرے کی شجرت کریں، آپس میں پرم بڑھائیں، سہیوگ اور دوستی سے اپنی بھندگی بٹانا سیکھیں۔ اس میں پریم کی کسی ہے؛ یہ تو ماں باپ کی رچی ہوئی شادی ہے؛ یہ تو اپنے مزہ کھانا ہے؛ اس طرح بچاؤں میں قوت با چنگل گرسٹ ہونے کی ضرورت نہیں۔ دوسرے دیکھیں کی کئی ہی پریم کہانیاں ہم پڑھتے ہیں، سلما دیکھتے ہیں، بس یہی چیزیں ہیں، اسی میں چھپا سم زندگی کا سمایا ہوا ہے۔ اسی پر کار کھلا میں پڑ کر نہاں ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اپنے دیکھیں میں بھی استری پرہیزگار اور سندر چھوٹے ہوتا سکتے ہیں۔

اے نبھو! تمہارے گوتے آئی ہوئی استری ہے، تم نے کہی اس پر وچار کیا؟ کسلی میں اپنا مایا چھوڑ کر ایک یوتی کھسے۔ سانس اور کھسی پرسلنا کے ساتھ ایک لجنی نئے پرہیزگار میں آکر مل جاتی ہے۔ کس پرکار آشا باتہ کر، کس کے ہاتھ پر اتنا سانس، اتنی خوشی اور اتنا آلود محسوس کرتی ہے؟ ہو ایک وچاروان نبھو! گہرائی کے ساتھ سوچنا تو آئے محسوس ہوا۔ اسی ہمت اور اسی مضبوطی آج تک کسی پرہیزگار نے ہتھی ہے یا ہلا سکتا ہے؟ کم عمر کی ذہن کے اس

خاندان اور آئینہ شکی کو پہچاننے پر ہی ہر نوجوان اپنی اس طرف اپنے نفس کو محسوس کر سکتا ہے۔ اس کے اس بعد وہ اپنے جسمانی سکھ پرک کے لئے ملے ہوئے ایک ہنر، کہی نہیں سمجھتا۔ وہ اسے اپنے لئے حاصل کرتا ہے، بہت بڑے سمجھنے کے روپ میں پہچانتا ہے۔ وہ اپنی پتلی کے ساتھ ایک سچے مگر کے سامان آئے، وشواس اور شرمشا ہوا سے ہوتا کرے۔ وہ من مانی کہی نہ کرے۔ وہ اپنے تئیں مالک، اپنی لستری کو اپنا ظم یا پدر کی جوتی کہی نہ سمجھتا۔

جسمانی بھوک مائر کو رواہ کا مقصد نہیں سمجھتا چاہئے؛ پر لوگ اسے بھلا دیتے ہیں۔ دہشتوں کو شریہ میں آئیں ہولے والی قدرتی آمتوں کی، ان کا پرسہر کے سلفہ بڑھانے کا سادھن سمجھکر رکشا کرنی چاہئے۔ وہ پریم کو بڑھا کر ایکٹ کو بکا کرے والی ایک مضبوط اور قدرتی شکتی ہے۔ اسے کہی نہ ہو، چاہئے کہ وہ لوگوں کا ایک ایوکی اور پوتہ سادھن ہے، نہ کہ جہن کا سک۔ اس طرح کا دھوکا کھانے سے سارا جہن نشت ہو جاتا ہے، وہ دہشتہ بن جاتا ہے۔

ہو جاتا ہے، وہ دھوکا کھاتا ہے۔

آج سے سیکڑوں برس پہلے ہمارے دیکھیاں ہمارے کے ایک مہاکوی اور سنت پڑھ 'تیرکستور' نے پتلی کو جہن شکتی کے نام سے پکارا تھا۔ دہشتوں کو اس سنت مہاکوی کی وائی کا مرم سمجھکر اپنے جہن میں اسے قتالہ کی کپش کرنی چاہئے۔ پتی اور پتلی کو آپس میں سلفہ بھاڑ بڑھانے کی کپش کرنی چاہئے۔ جہن کی ہر ایک بات پر آپس میں صلح کر کے پھر فیصلہ کرنا چاہئے۔ اس طرح کے بتوارے کی بھی ضرورت نہیں ہے کہ گھر کی دیکہ ریم لستری کے ذریعہ ہو اور باہر کا سارا دھوکا پرشن کرے۔ ابھاس اور سادھن سے یہ بہت سہل ہو سکتا ہے۔ دونوں کی بدھی، بھاؤنا اور شکتی بڑھکر پریم اور آئند میں بدل جاتی ہے۔ آجکل کے زمانے میں اسکولوں اور کالجوں میں ہم جس قسم کی تعلیم حاصل کرتے ہیں، اس سے کہیں بڑھکر میں اس جہن شکشا سے ناپید ہو۔

نہ تو پریم مرض ہے اور نہ بھلا اس کی دوا، پریم کے آردنہ ہونے کے بعد پتی پتلی بنتا کہیں بہتر ہے۔ ہم دونوں ملکر پریم اور مہوگ بھاڑ سے گھر کرہستی چلتے ہیں، اس طرح کا نشیہ، کر پریم کے آویگ کے بنا ہی بہت معمولی طور سے ملے ہوئے دو دیکتی ہی اسی طرح اپنا جہن بنا سکتے ہیں۔ میں نے ابھی اوپر کہا ہے کہ پریم کو مرض اور رواہ کو اس کی دوا سمجھنا بھول ہے؛ کیونکہ ایسا سمجھ لیا جائے تو دوا کے سین سے جیسے بھار ہاگ جاتا ہے، ٹھیک اسی پرکار رواہ ہونے پر پریم کو بھی غلیب ہو جاتا ہے۔ تب تو جہر اور دوا کا ٹھیک ٹھیک جمع خرچ ہو جاتا ہے، یہ بالکل غلط ہے پریم تپ نہیں

है, वह फूलों में सम्राट् हुई सुगन्धि के सामान एक टिकाक झुरती ताकत है। कभी कभी वह आप-से-आप समक पकती है, नहीं तो हम उसे बिजली (Electricity) की तरह पैदा हो कर सकते हैं, उसे बढ़ा भी सकते हैं। प्रेम भी ईश्वर का स्वरूप है, उसका दर्शन किसी भी मन्दिर में कर सकते हैं, लेकिन यह शर्त जरूर है कि हममें भक्ति-भावना और अज्ञान-भाव जरूर हो। जहाँ विश्वास होता है, वहीं (वही मन्दिर में) ईश्वर का निवास है। तुम्हारे लिए बनाया हुआ प्रेम परमेश्वर का पवित्र मन्दिर है—तुम्हारी 'जीवन-संगिनी'। व्रत रखकर बसावना करोगे तो प्रेम-पराशक्ति को उस मन्दिर में पाओगे, नहीं तो मन्दिर में पत्थर को ही देखोगे। यह पत्थर का कुसूर नहीं, तुम्हारा ही कुसूर है।

प्रेम का पहला तजकबा कोई बड़ी बात नहीं है। अनुभव किया हुआ सारा प्रेम सच्चा प्रेम नहीं है। जीव-मात्र अपने अन्नकोष के सारे तेज को प्रेम के रूप में व्यक्त करेगा। कभी कभी हम यह भी देखते हैं कि विवेक के द्वारा असत्य को दूर कर सच्चे प्रेम को पहचानता है; फिर भी दोनों प्रेम-मात्रों में समान प्रेम उत्पन्न नहीं होता। जीवन तो वहीं टिक सकता है जहाँ दोनों तरफ से स्वाभाविक और बिना किसी शोर-जबर्दस्ती दिखाये प्रेम उत्पन्न हो। ऐसा पुण्य-पर्व का संयोग तो किसी अच्छे नसीबवाले को ही मिलता है। लेकिन एक बात है, स्वाभाविक सिंचाई न होने पर हम जमीन को बिना जोते और बोये ही नहीं छोड़ देते। कुआँ जोड़कर या खुदा से मिन्नत कर खेती को करते ही हैं। इस तरह की खेती में मीठे स्वादिष्ट कन्दमूल और फल तथा सुगन्धित खूबसूरत फूल तो पा सकते हैं; लेकिन शर्त यह हो कि आलस्य को दूर कर मन लगा कर खेती करें। सच्चे प्रेम का अनुभव करना बराबरी खीर है, जब ऐसा अनुभव हो, तो उसके समान प्रेम-मान और भी मुश्किल है; और वैसा प्रेम मिल भी गया तो उसकी रक्षा करना और भी मुश्किल है। इसलिये युवकों का यही धर्म है कि अनुभव के बगैरे प्रेम की रक्षा करना, गुप्त, चौबी तथा व्यापक प्रेम-धन को व्यक्त कर उसे बढ़ाकर पत्नी को जीवन-संगिनी बनाने की कोशिश करना। इसके लिए ईश्वर की महान् कृपा चाहिए और हमारी भी मेहनत।

प्रेम का अर्थ है—'मर मिटना'। इसमें तो हमारा 'अहं-भाव' मिट जाना चाहिए। 'कादल इन्दुल रादल' यह बर्गीय सुब्राह्मण्य भारती (तमिल के एक बड़े राष्ट्रीय कवि) का गीत है। हिन्दी में भी इसी से मिलता जुलता एक मजन गीत है—'जा घट प्रेम न संचरै, सो घट जान मसान।' मिलता गीत का भाव है, 'जिसमें मर मिटने की साध नहीं—वह प्रेम भी क्या?' यही सच्चा मूल मन्त्र है।

यह समझ बैठना कि बिनाह से हमारा कर्तव्य पूरा हो

है, वह दोनों में समान होती होगी के समान। एक तब तक तब तक है। कभी कभी वह आप-से-आप होती है। प्रेम तो हम उसे बिजली (Electricity) की तरह पैदा हो कर सकते हैं, उसे बढ़ा भी सकते हैं। प्रेम भी ईश्वर का स्वरूप है, उसका दर्शन किसी भी मन्दिर में कर सकते हैं, लेकिन यह शर्त जरूर है कि हममें भक्ति-भावना और अज्ञान-भाव जरूर हो। जहाँ विश्वास होता है, वहीं (वही मन्दिर में) ईश्वर का निवास है। तुम्हारे लिए बनाया हुआ प्रेम परमेश्वर का पवित्र मन्दिर है—तुम्हारी 'जीवन-संगिनी'। व्रत रखकर बसावना करोगे तो प्रेम-पराशक्ति को उस मन्दिर में पाओगे, नहीं तो मन्दिर में पत्थर को ही देखोगे। यह पत्थर का कुसूर नहीं, तुम्हारा ही कुसूर है।

प्रेम का पहला तजकबा कोई बड़ी बात नहीं है। अनुभव किया हुआ सारा प्रेम सच्चा प्रेम नहीं है। जीव-मात्र अपने अन्नकोष के सारे तेज को प्रेम के रूप में व्यक्त करेगा। कभी कभी हम यह भी देखते हैं कि विवेक के द्वारा असत्य को दूर कर सच्चे प्रेम को पहचानता है; फिर भी दोनों प्रेम-मात्रों में समान प्रेम उत्पन्न नहीं होता। जीवन तो वहीं टिक सकता है जहाँ दोनों तरफ से स्वाभाविक और बिना किसी शोर-जबर्दस्ती दिखाये प्रेम उत्पन्न हो। ऐसा पुण्य-पर्व का संयोग तो किसी अच्छे नसीबवाले को ही मिलता है। लेकिन एक बात है, स्वाभाविक सिंचाई न होने पर हम जमीन को बिना जोते और बोये ही नहीं छोड़ देते। कुआँ जोड़कर या खुदा से मिन्नत कर खेती को करते ही हैं। इस तरह की खेती में मीठे स्वादिष्ट कन्दमूल और फल तथा सुगन्धित खूबसूरत फूल तो पा सकते हैं; लेकिन शर्त यह हो कि आलस्य को दूर कर मन लगा कर खेती करें। सच्चे प्रेम का अनुभव करना बराबरी खीर है, जब ऐसा अनुभव हो, तो उसके समान प्रेम-मान और भी मुश्किल है; और वैसा प्रेम मिल भी गया तो उसकी रक्षा करना और भी मुश्किल है। इसलिये युवकों का यही धर्म है कि अनुभव के बगैरे प्रेम की रक्षा करना, गुप्त, चौबी तथा व्यापक प्रेम-धन को व्यक्त कर उसे बढ़ाकर पत्नी को जीवन-संगिनी बनाने की कोशिश करना। इसके लिए ईश्वर की महान् कृपा चाहिए और हमारी भी मेहनत।

प्रेम का अर्थ है—'मर मिटना'। इसमें तो हमारा 'अहं-भाव' मिट जाना चाहिए। 'कादल इन्दुल रादल' यह बर्गीय सुब्राह्मण्य भारती (तमिल के एक बड़े राष्ट्रीय कवि) का गीत है। हिन्दी में भी इसी से मिलता जुलता एक मजन गीत है—'जा घट प्रेम न संचरै, सो घट जान मसान।' मिलता गीत का भाव है, 'जिसमें मर मिटने की साध नहीं—वह प्रेम भी क्या?' यही सच्चा मूल मन्त्र है।

यह समझ बैठना कि बिनाह से हमारा कर्तव्य पूरा हो

سچ تو یہ ہے کہ سب جیوانا ایک ہیں۔ اُس میں
پرس ایک اُنھی ہے دوسرا اُنھی استغویٰ ہے۔ دونوں ملکر
ادبیت بناؤ کے سامعین کے لئے آواز دیتے ہیں۔ یہی پوزم کی
بھارتیہ وجدی شکتی ہے؛ لیکن اُسے سما کے پیوتر ہی رکھنا
چاہئے۔ سما کو لاتعلیٰ سے سب جل کر خاک ہو جائیگا۔ ہم
اُنکی آج سے نہیں سکتے۔ انک اُنکیتی اور دیہک ہی
جیون ہے؛ اِس لئے ہم اپنا اپنا چولہا اور دیہک جلا کر اُسی کی
کشا کر ستم شاکتی سے جیون بنائیں۔

(2000)

دنیا تو ہمیشہ سے تماشہ دیکھنے کی عادی ہے۔ دنیا تماشہ ہے، دنیا کے لوگ تماشہ ہیں۔ وہ بھی خود تماشہ بنتے ہیں اور کبھی تماشہ ہیں؛ وہ خود کھلاڑی ہیں اور کھیل بھی لیتے۔ وہ بہت کم اپنے آپ کو دیکھتے اور سمجھتے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسان کی اپنی کمزوریوں نے اسے خودغرضی اور منور بنا دیا ہے۔ اس کی شان، اس کی شخصیت، اس کی اُملگ، اس کے وچار سب کے وچار نہ ہو کر، کھل لچلی وچار ہو گئے ہیں۔ یہ ماتم کا بڑبڑانہ، ویڑیک نہیں، غرور ہے، خودغرضی ہے۔ اس کی اپنی خودغرضی دھرتی کو بہشت نہیں بنانے دیتی۔ دنیا تماشہ دیکھتی ہے، یہ بھی تو ہلکا مشکل ہے۔

اس دن کلندر کا تماشہ دیکھنے کے لیے میں بھی بازار میں، مہر کے بیچ جا کر کھڑا ہو گیا۔ کلندر تیسروں کے ساتھ اور منہ سے کچھ بول بھی رہا تھا۔ تماشہ دیکھنے کے لئے بھڑکی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ کلندر تیسروں کے ساتھ ہوا مجمع کے پاس سے ہو کر ایک چکر لگاتا ہوا بولا۔ ”بچو ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ“ سامنے کھڑے بچوں کو ہدایت دیکر وہ اپنے چہرے کے نزدیک آیا۔ ”بچو ہٹ جاؤ“ سب بیٹھ جاؤ۔ ”کچھ دیر تک بھڑکی اور زیادہ اُکھٹا کرنے کے لئے تیسروں کے ساتھ رہا۔ کچھ رتہ رتہ بول بھی بولتا رہا۔ اُگلے میں کچھ اور تماشہ ہیں آکھڑے ہوئے۔ اس نے کہا۔ ”بچو“ ذرا زور سے قالی بچاؤ۔“ بچے خوشی سے قالیاں پھٹنے لگے۔ لیکن اسے تسلی نہیں ہوئی، اور انہیں بڑھاوا دیتے ہوئے بولا۔ ”جو بچے زور سے قالی نہیں بچائیں گے، اس کے ہاتھ میں پتھر ہو جائیگا۔“ اس پر سب بچے زور سے قالیاں پھٹنے لگے۔ لوگوں کی اور زیادہ دلچسپی بڑھی۔ کلندر نے بندروں کی دسی تھامی۔ ان میں ایک نر تھا اور دوسری مادہ۔ مادہ کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا جو اس کی پیٹھ پر سوار دکھائی دیتا تھا۔ لیکن جیسوں ہی بندر کا کلندر کے اشارے سے ایک لکڑی پھانڈکر فلاںڈیاں دکھانے لگی، بچے اس کی پیٹھ پر سے اُتر کر ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ دو بندروں کے سہارے اکڑوں بیٹھے دیکھ کر بچے کھلکھلا کر ہنس دیتے۔ وہ ننھا سا چہرہ عجیب قری ہوئی نگاہوں سے ان بچوں کی اور دیکھتا رہا۔

کلندر نے دولہے اور دولہن کی کہانی شروع کی۔ دولہن کو بیاہ کر لایا، پھر ان کی گھریلو زندگی شروع ہوئی۔ سہ، دھم کا جین، جس میں خوشی اور غم کی مقلوبت تھی۔ وہ کبھی ہنسنے اور ہنسنے لگتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے سے روٹھتے اور پھر ایک دوسرے کو مانتے تھے۔ دن بیتے ہیں اور کہانی ختم ہونے کو آئی ہے۔ زندگی کی کہانی بہت لمبی ہے اور چھوٹی بھی۔ بندر کئی ورہوں کے بعد جوانی

دنیا تو ہمیشہ سے تماشہ دیکھنے کی عادی ہے۔ دنیا تماشہ ہے، دنیا کے لوگ تماشہ ہیں۔ وہ بھی خود تماشہ بنتے ہیں اور کبھی تماشہ ہیں؛ وہ خود کھلاڑی ہیں اور کھیل بھی لیتے۔ وہ بہت کم اپنے آپ کو دیکھتے اور سمجھتے کی کوشش کرتے ہیں۔ انسان کی اپنی کمزوریوں نے اسے خودغرضی اور منور بنا دیا ہے۔ اس کی شان، اس کی شخصیت، اس کی اُملگ، اس کے وچار سب کے وچار نہ ہو کر، کھل لچلی وچار ہو گئے ہیں۔ یہ ماتم کا بڑبڑانہ، ویڑیک نہیں، غرور ہے، خودغرضی ہے۔ اس کی اپنی خودغرضی دھرتی کو بہشت نہیں بنانے دیتی۔ دنیا تماشہ دیکھتی ہے، یہ بھی تو ہلکا مشکل ہے۔

اس دن کلندر کا تماشہ دیکھنے کے لئے میں بھی بازار میں، مہر کے بیچ جا کر کھڑا ہو گیا۔ کلندر تیسروں کے ساتھ اور منہ سے کچھ بول بھی رہا تھا۔ تماشہ دیکھنے کے لئے بھڑکی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ کلندر تیسروں کے ساتھ ہوا مجمع کے پاس سے ہو کر ایک چکر لگاتا ہوا بولا۔ ”بچو ایک قدم پیچھے ہٹ جاؤ“ سامنے کھڑے بچوں کو ہدایت دیکر وہ اپنے چہرے کے نزدیک آیا۔ ”بچو ہٹ جاؤ“ سب بیٹھ جاؤ۔ ”کچھ دیر تک بھڑکی اور زیادہ اُکھٹا کرنے کے لئے تیسروں کے ساتھ رہا۔ کچھ رتہ رتہ بول بھی بولتا رہا۔ اُگلے میں کچھ اور تماشہ ہیں آکھڑے ہوئے۔ اس نے کہا۔ ”بچو“ ذرا زور سے قالی بچاؤ۔“ بچے خوشی سے قالیاں پھٹنے لگے۔ لیکن اسے تسلی نہیں ہوئی، اور انہیں بڑھاوا دیتے ہوئے بولا۔ ”جو بچے زور سے قالی نہیں بچائیں گے، اس کے ہاتھ میں پتھر ہو جائیگا۔“ اس پر سب بچے زور سے قالیاں پھٹنے لگے۔ لوگوں کی اور زیادہ دلچسپی بڑھی۔ کلندر نے بندروں کی دسی تھامی۔ ان میں ایک نر تھا اور دوسری مادہ۔ مادہ کے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا جو اس کی پیٹھ پر سوار دکھائی دیتا تھا۔ لیکن جیسوں ہی بندر کا کلندر کے اشارے سے ایک لکڑی پھانڈکر فلاںڈیاں دکھانے لگی، بچے اس کی پیٹھ پر سے اُتر کر ایک اور ہٹ کر بیٹھ گیا۔ دو بندروں کے سہارے اکڑوں بیٹھے دیکھ کر بچے کھلکھلا کر ہنس دیتے۔ وہ ننھا سا چہرہ عجیب قری ہوئی نگاہوں سے ان بچوں کی اور دیکھتا رہا۔

کلندر نے دولہے اور دولہن کی کہانی شروع کی۔ دولہن کو بیاہ کر لایا، پھر ان کی گھریلو زندگی شروع ہوئی۔ سہ، دھم کا جین، جس میں خوشی اور غم کی مقلوبت تھی۔ وہ کبھی ہنسنے اور ہنسنے لگتے تھے۔ کبھی ایک دوسرے سے روٹھتے اور پھر ایک دوسرے کو مانتے تھے۔ دن بیتے ہیں اور کہانی ختم ہونے کو آئی ہے۔ زندگی کی کہانی بہت لمبی ہے اور چھوٹی بھی۔ بندر کئی ورہوں کے بعد جوانی

के दिन बिताकर बूढ़ा हो जाता है, चूंकि यह सिन्दुरी मेकर है, बूढ़ा बन्दर अपनी आयु भोग कर इस संसार से उठ जाता है, उसका शव मिट्टी में दफना दिया जाता है, बूढ़ी बन्दरिया पति के शोक में पागल हो उठती है और वह उसके सिरहाने बैठकर बिलाप करती है।

तमाशाबीन तमाशा देख रहे थे। वे मरे हुए बन्दर के शव को देख रहे थे और साथ ही रोती हुई बन्दरिया को भी, जो अपनी दोनों इधेलियां गालों पर रखे रोने की नक़ल उतार रही थी। तमाशाबीन देख-देख कर हँस रहे थे—“बाहू क्या मजे का तमाशा है। कितने सहाये हुए बन्दर हैं।”

अकस्मात् बन्दरिया का बच्चा किसी अनजाने दर के सबब नीख उठा—“यक ! यक !! यक !” बंदरिया रोने की नकल उतारती उतारती एकाएक चौंक उठी, वह रोना मूल गई, उसने ममता भरी निगाहों से डरे हुए बच्चे की ओर देखा, बच्चा फिर नीख उठा—“यक ! यक !! यक !” वह व्याकुल हो उठी और बन्दर से दृढ़ उसकी ओर लपकी, बच्चा डबक कर उसकी छाती से चिपट गया, बन्दरिया, उसे सीने से लगाए कलन्दर की मोली के पीछे सिमट कर बैठ गई.

कलन्दर की कहानी और कहने की गरज अधूरी ही रह गई, बन्दर की मौत के बाद वह संसार की निस्सारता पर कुछ रोशनी डालता, शायद वह रोती कलती बदरिया को चुप कराता हुआ कहता—“बेटी जाने दे, अब मत रो ! यह संसार निस्सार है ! दुनिया में एक आत्मा और एक जाता है ! संसार एक सराय फानी है, जहां लोग कुछ दिन ठहर कर फिर अपनी-अपनी राह लगते हैं, जहान में रहकर पेट की फिक्र करनी पड़ती है बेटी ! पेट का धन्धा तो हमेशा ही साथ लगा रहता है, पेट में अन्न पड़े तो आदमी खिन्दा रहता है, जब मौत आती है तो सारी चिंताएँ चली जाती हैं, फिर बता तो भला हमने यह तमाशा किस लिए किया…!!” वह अपना पेट थपथपाती हुई दिखाती—“पेट के लिए ।”

“हां बेटी! पेट की भूख बहुत बुरी होती है. तेरा तमाशा देखने वाले तुम्हें पैसा, दा पैसा, इकठ्ठी, दुधठ्ठी जिससे जो कुछ बन पड़ेगा, खरूर देंगे.” फिर कलन्दर अपनी चादर धरती पर फैला देता ताकि लोग उस पर पैसे फेंकते. खुदा आपकी आल-मौलाद का भला करे... खुदा आपकी हर मुराद पूरी करे...” कहता हुआ बन्दरिया की रस्सी ढीली कर देता. वह लोगों तक जाती और हाथ फैला कर पैसे मांगती. खरूर कुछ न कुछ मिलता. कुछ पैसे पा जाने पर कलन्दर खुश हो जाता. इस प्रकार इस तमाशे का अन्त होता.

लेकिन इस तमाशो के अन्त से पहले ही बंदरिया ने अपना खेल खत्म कर दिया था. वह अपने मुर्खों वृत्ति के

کے دیں ہتاکر بھڑھا ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ زندگی بے فکر ہے، بھڑھا ہنر اُنہیں آویں ہوگ کر اس سلسلہ سے اُنہ جاتا ہے۔ اُس کا شو مٹی میں دفن ہوتا جاتا ہے۔ بھڑھی ہندو یا پتی کے شوک میں پائٹل ہو اُنہی ہے اور وہ اُس کے سرہالے پیٹھ پر لپکتی ہے۔

نماش بیوں تماشہ دیکھ رہے تھے۔ وہ مزے ہوئے بلند کے شو
 کم دیکھ رہے تھے اور ساتھ ہی روتی ہوئی بلندیا کو بھی جو اپنی
 دونوں ہتھیلیاں گالوں پر رکھے رونے کی نقل اُتار رہی تھی۔
 نماش بیوں دیکھ دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ ”واہ کیا مزے کا تماشہ
 ہے۔ کتنے سدھانے ہوئے بلند ہیں۔“

انکسٹ بندریا کا بچہ کسی اٹھالے قو کے سبب چنچ
 اٹھا۔ ”یک ! یک ! یک !“ بندریا رونے کی نقل اُتارتی
 اُتارتی یکایک چوٹک اُٹھی، وہ رونا بول گئی۔ اُس نے مہقا
 پوری نگاہوں سے توجہ دینا بچہ کی اور دیکھا۔ بچہ پور چنچ
 اٹھا۔ ”یک ! یک ! یک !“ وہ بیباکل ہو اُٹھی اور بندر سے
 ہٹ اُس کی اور لپکی۔ بچہ اُچک کر اُس کی چپٹی سے
 چمٹ گیا۔ اُسے سینہ سے لگانہ فلندر کی جھولی کے پوچھ
 سٹ کر بیٹھ گئی۔

فلندرز کی کہانی اور کہانہ کی فرض ادھوری ہی رہ گئی ۔
 بآخر کی موت کے بعد وہ سنسار کی نساارتا پر کچھ روشنی
 ڈالتا ۔ شاید وہ دوتی کلمہ ہی بندھیا کو چپ کرانا ہوا کہ ۔
 ”بیٹی جالے دے“ اب مت رو ! یہ سنسار نسا رہے ! دنیا میں
 ایک آنا اور ایک جانا ہے ! سنسار ایک سرائے فانی ہے، جہاں
 لوگ کچھ دن ٹھہر کر پھر اپنی اپنی راہ لگتے ہیں ۔ جہاں
 میں رہ کر پیٹ کی فکر کرنی پڑتی ہے بیٹی ! پیٹ کا دھندھا تو
 ہمیشہ ہی ساتھ رہتا ہے ۔ پیٹ میں اُن بڑے کو آدمی زندہ
 رہتا ہے، جب موت آتی ہے تو ساو جلتائیں چلی جاتی ہیں ۔
 پھر بقا تو ہوا ہم نے یہ تماشا کس لئے کیا...!!“ وہ اپنا پیٹ
 ٹپکھاتی ہوئی دکھائی۔ ”پیٹ کے لئے!“

”ماں بیٹا! پیٹ کی بھوک بہت بڑی ہوتی ہے۔ تھوڑا
تماشہ دیکھنے والے تجھے پیسے، درپیسے، اُکلی، دونی جس سے جو
کچھ ہیں پورے، ضرور دینگے۔“ یہ فائدہ اپنی چاندی دھرتی پر یہ لالچیتا
ناک لوگ اُس پر پیسے پھینکتے۔ ”خدا آپ کی آل اولاد کا پیسہ
کرے... خدا آپ کی مراد پوری کرے...“ کہتا ہوا بخندیا کی دسی
تعلیلی کر دیتا۔ وہ لوگوں تک جاتی اور ہاتھ پیچھے کر پیسے مانگتی۔
ضرور کچھ نہ کچھ ملتا۔ کچھ پیسے پا جائے پر فائدہ خوشی ہو
جائے۔ ایسے بڑے ایسے تماشے کا انعام ہوتا۔

لیکن اس زمانہ کے آنت سے پہلے ہی ہندو
نے اپنے قبیل ختم کر دیا تھا ، وہ اپنے مرنے والی کے

سیرہانے بٹھانے کے بجائے اپنے سہمے بچے کو چلاتی ہے لگاتار قلندر کی جھولی کے پیچھے سٹی بیٹھی تھی۔ اصلی سکا ہلاکتی موہ اور شوٹ پر چھا گئی تھی۔ قلندر نے ایک بار اُس کی رسی کھینچی۔ وہ اور بھی سمٹ کر گھڑی کے اوٹ ہو گئی۔

قلندر نے پچکارا۔ ”اُ بیٹی! تو گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

لیکن ہلدا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چبھتی گئی۔ قلندر نے اُس کی گردن سے ہلدا کی رسی کو ایک دو جھٹکے دیئے اور اونچائی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بچیں۔ تماشہ بینوں نے داچسپہی ظاہر کی۔ کلتو تماشہ آگے نہ بڑھ سکا۔ قلندر اُس بار ہلدا کو ڈپٹ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہنسی کے بھاؤ لگے اُس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اُس کی آنکھیں کپکپ رہی تھیں۔ ”مالک“ کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پائیگا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اُسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اُس نے تراق سے چھڑی اُس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارہ چوٹ سے قلم اُٹھی اور اچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ ڈپٹ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلانی ہوئی اُس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اُسے ہری طرح پیٹنے لگا! لوگ اُس کا پٹنا اور قلندر کا پاگاہن دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے تہمت لگائے اور سب آپس میں منور لچک باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناوٹی نند سویا ہوا بندر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ بیچارہ سہما سہما سا ایک آواز دے کر پیٹے گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارہ مار مار کر اچھل رہی تھی اور بندر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڑوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

سہما میں گھبرہ ہو گیا اور اُنہاس کے اُنہاس خمری ہلکے مہرے دماغ میں گھوم گئے۔ اُس تماشے کے پیچھے مانو یک کے قدیم زمانے کا اُنہاس چبھا تھا۔ جب مانو اُنکی کر کے ہاتھ سے آدم بنا تھا، جنگلوں میں رہتا تھا بشوں اور ہلکے جڑوں کے بیچ میں۔ تب اُس کے اور پشوں کے جھون میں کوئی آثار نہ تھا۔ دھیرے دھیرے اُس میں بدھی اور کہاں بڑھا۔ اُس نے نئی شکتی حاصل کی، اُس میں شرمہا اور پرہم کی ہارنا چاگی۔ اُس نے چلن، نفرت اور دشمنی سیکھی۔

سندری نے پوچھا۔ ”اُ بیٹی! تو گئی کیا؟ ابھی تماشہ ختم نہیں ہوا!“

لیکن ہلدا سہمی نگاہوں سے چاروں اور دیکھتی ہوئی گھڑی کی اور چبھتی گئی۔ قلندر نے اُس کی گردن سے ہلدا کی رسی کو ایک دو جھٹکے دیئے اور اونچائی آواز میں بولا۔ ”بچو زور سے تالی تو بجاؤ!“

تالیاں بچیں۔ تماشہ بینوں نے داچسپہی ظاہر کی۔ کلتو تماشہ آگے نہ بڑھ سکا۔ قلندر اُس بار ہلدا کو ڈپٹ کر بولا۔ ”سندری!“

اور سندری... وہ دین اور موک چھو، آنکھوں میں ہنسی کے بھاؤ لگے اُس کی اور دیکھتی رہ گئی۔ جیسے اُس کی آنکھیں کپکپ رہی تھیں۔ ”مالک“ کچھ دیر کے لئے معافی چاہتی ہوں۔ کچھ سہمے کے لئے مجھ سے یہ تماشہ نہیں ہو پائیگا! مالک مجھے معاف کر دو!“

لیکن مالک کب اس بات کو سمجھتا؟ اُسے اپنی اور کھینچتے ہوئے اُس نے تراق سے چھڑی اُس کی پیٹھ پر ماری! وہ بیچارہ چوٹ سے قلم اُٹھی اور اچک کر دوسری اور چلی گئی۔ قلندر نے یہ ڈپٹ کر کہا۔ ”سندری!“ یہ ایک اور چھڑی سلسلانی ہوئی اُس کی پیٹھ پر پڑی۔ سندری ہر اچک کر جھولی کے پیچھے اپنے پہلے استھان پر آ بیٹھی۔ قلندر غصہ میں آکر اُسے ہری طرح پیٹنے لگا! لوگ اُس کا پٹنا اور قلندر کا پاگاہن دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بچوں نے تالیاں بجانیں اور جوانوں نے تہمت لگائے اور سب آپس میں منور لچک باتیں کرتے تھے۔ موت کی بناوٹی نند سویا ہوا بندر چونک کر اُٹھ بیٹھا۔ وہ بیچارہ سہما سہما سا ایک آواز دے کر پیٹے گیا۔ قلندر سندری کو پیٹے جا رہا تھا۔ وہ بیچارہ مار مار کر اچھل رہی تھی اور بندر حسرت سے ہوا ہوا اپنی جڑوں سنگنی کو بے بس نگاہوں سے دیکھ رہا تھا!

نیا دین

وہاں سے بھدراورچی، لالچ اور غرور پیدا ہوا۔ پھر اُس کے کل اور قبیلے بچے اور قبیلوں کے سردار بنے۔ پھر قبیلوں کے آپسی یہ شریخ ہوئے۔ ایک وجہا ہوتا اور دوسرا داس، ایک مالک اور دوسرا نوکر۔ ایک کی زبان پر حکم ہوتا، دوسرے کی زبان پر نرہاد۔ ایک کی تلوار ہوتی اور دوسرے کی گردن۔ سماج میں نئی پرکار کے بھون ہو گئے۔ انہیں بھونوں کو لیکر مانو سماج کرنا گیا اور کہا یہ بھون کا تماشہ مانو جنہوں کی ایک لمبی کہانی نہیں ہے!

اب بھی ممتا سے بھری اس بھون بھون پر مداری کی چوڑی تانے پڑ رہی تھی۔ اُس کا شریک تھیلا پڑ رہا تھا لیکن اُس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے اُس بچے کو ڈھک کر اُس نازی کے ساتھ پیڈل رہی تھی مانو دعوتی اور اُکھل کو اپنی ممتا سے ڈھک لیتی!

نیا دین

اب بھی ممتا سے بھری اُس بھون بھون پر مداری کی چوڑی تانے پڑ رہی تھی۔ اُس کا شریک تھیلا پڑ رہا تھا لیکن اُس کی آنکھوں کی حسرت اپنے پورے دل کے ساتھ اپنی گردن کے اُس بچے کو ڈھک کر اُس نازی کے ساتھ پیڈل رہی تھی مانو دعوتی اور اُکھل کو اپنی ممتا سے ڈھک لیتی!

بھیا

بیا

بھیا

بھیا کا پوسلا کدورت کا ایک ایسا انجیہا ہے جس کی وجہ سے بھیا کے نام سے تو سب واقف ہیں پر بھیا کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اُس کی شکل بہت کچھ گہروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چڑیوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اُس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بھیا کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گہروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور قد بالکل چڑیا جیسا، پروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے پیلے اندازے دینے کی رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمبہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھون کے اُس پس پھٹی بازی کے نزدیک، جہاں

بھیا

بھیا کا پوسلا کدورت کا ایک ایسا انجیہا ہے جس کی وجہ سے بھیا کے نام سے تو سب واقف ہیں پر بھیا کو پہچانتے کم ہیں۔ دیکھا سب نے ہوا لیکن چونکہ اُس کی شکل بہت کچھ گہروں کی چڑیا کی سی ہوتی ہے اور ہمارے دیسی بھائی اور خاص کر شہروں میں رہنے والے چڑیوں، درختوں اور قدرت کی معمولی چڑیوں کی طرف کم دھیان دیتے ہیں۔ اُس لئے ہم اُسے دیکھ کر بھی اندیشہ کر دیتے ہیں۔ بھیا کی شکل نر اور مادین دونوں کی بہت کچھ گہروں کی مادین چڑیا سے ملتی ہے۔ بدن کی بناوٹ اور قد بالکل چڑیا جیسا، پروں کی رنگت بھی بہت کچھ چڑیا کی سی۔ صرف سر پر اور کمر پر پیلے رنگ کے کچھ دھبے ہوتے ہیں۔ جوانی کا نشہ جس رت میں چڑھتا ہے پیلے اندازے دینے کی رت میں یہ پیلے نشان ذرا اور شوخ ہو کر کیسری رنگ کے ہو جاتے ہیں۔ بیا سارے ہندوستان میں پایا جاتا ہے۔ کھمبہ جنگل اور گہلی آبادی سے اُسے نفرت ہے۔ شہروں اور گھون کے اُس پس پھٹی بازی کے نزدیک، جہاں

بیرتے ہیں اور کیر چوچ سے ہی انہیں بن کر اور ان میں کرہ ڈاکٹر
وہ اپنے گھونسلے بناتے ہیں۔ شروع میں ہر ایک بیا اپنے اپنے گھونسلے
کے لئے ایک الگ مضبوط شامچ چنتا ہے۔ پھر گھاس کی رسواں سے
بنکر اس شامچ پر اس طرح کس کر اویٹتا ہے کہ ہلنے نہ پائے۔
پھر ان رسواں میں اور رسواں جوڑ کر ایک لمبا جھولا بناتا ہے
اور پھر اس جھولے کی رسواں کے دھاگوں میں اور دھاکے جوڑ کر
ایک تومبوری کی شکل کا کمر بناتا ہے۔ اس کے پیچ کے حصہ
میں وہ انڈوں کے لئے اور اپنے رہنے کے لئے ایک الگ خانہ
بناتا ہے جس کی وجہ سے یہ درمیانی حصہ ہماری ہڈیوں پر
چلتا ہے۔ تومبوری کے دونوں طرف وہ آگے آگے کے راستہ
دیکھتا ہے، تاکہ آگے آگے اگر چاہے تو نیچے سے گھس کر اوپر سے
سیدھا نکل جائے۔ گھونسلے کا مٹی یعنی تو اس انچ لمبا اور
پانچ چھ انچ موٹا ہوتا ہے۔ اس بیان سے یہ تو صاف ہے کہ
کارکنوں کے علاوہ بہت محنت اور طاقت چاہئے۔ کئی دنوں کی
متواتر محنت سے ایک گھونسلہ بناتا ہے۔ کوئی بیا دوسرے برسوں
کو گھونسلہ بنانے میں مدد نہیں دیتا۔

جب یہ چوچسے قریب قریب بن چکے ہیں تو، سب سے
نہیں، مادیان بچوں کو کس طرح، اس کی سب سے پہنچ جاتی ہے۔
بہر حال ان کی ایک پارٹی کی پارٹی وہاں ان کو دیتی ہے۔
نہیں انہیں دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور انہیں خوش کرنے کے
لئے گاتے ناچتے بھی ہیں۔ لیکن مادیانوں ان کے گاتے ناچنے کو
شائد دیکھتی بھی نہیں۔ وہ تو گھونسلے دیکھتی ہیں۔ کونسا اچھا
اور خوب تھا ہے۔ نہ تو گھونسلے چھوڑ کر الگ شاخوں پر بیٹھ کر
گاتے ہیں اور مادیانوں ایک ایک گھونسلے کو اندر اور باہر سے
خوب اچھی طرح دیکھتی ہیں اور اپنے اپنے لئے ایک گھونسلہ
چنتی ہیں۔ نہ آپس میں نہیں لڑتے اور نہ مادیانوں کی
لڑائی میں شریک ہوتے ہیں۔ اچھے گھونسلے کے لئے مادیانوں
میں کبھی کبھی لڑائی ہو جاتی ہے، 'گھونسلے اس کا جو دوسری
کو ہرا دے۔ جو گھونسلہ کافی اچھا نہ بنا ہو اسے کوئی مادیان
نہیں پسند کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ کچھ گھونسلے بن سے
ہی رہ جاتے ہیں۔ جب وہ اپنا اپنا گھونسلہ چن لیتی ہیں
تب وہ اپنے اپنے گھونسلے بنانے والے نہ تو کو ہلتی ہیں—اؤ، اب ہم تم
ملکر اس میں رہیں۔ جن کے گھونسلے کسی کو پسند نہیں
آتے وہ نہ بن رہے ہی رہ جاتے ہیں۔ جوڑا چنے جانے کے بعد
رہانے کے کمرے کی سجاوٹ وغیرہ کا کام مادیان کے سپرد اور باہر
کے حصہ کی صفائی کا کام نہر کا۔ تھوڑے دن تو یہ جوڑے ملکر
خوشی خوشی گزارتے ہیں، لیکن جہاں مادیانوں انڈوں سے
پہلیں اور نہ رہتی سے غائب۔ انڈوں کو سینہ اور پیٹوں کو
چنگالے کا کام صرف مادیانوں کرتی ہیں۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دُور کوئی اور سونا سنبھالنے کی جگہ ڈھونڈتے ہیں اور وہاں پھوسلے بناتے ہیں۔ جب پھوسلے بنا چکے ہوں تو وہاں ایک اور نئی نئی تولی مادہ کی کہیں سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح پھوسلے اور جوڑے مادہ میں چنتی ہیں اور اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال اتنے دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے سال کاریگر ہر ایک سال میں تین تین پھوسلے بنائے ایک سال میں ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا ممکن نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں اور اُس لئے ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

نہر وہاں سے لیکھ کر کچھ دور کوئی اور سونا سنبھالنے کی جگہ ڈھونڈتے ہیں اور وہاں پھوسلے بناتے ہیں۔ جب پھوسلے بنا چکے ہوں تو وہاں ایک اور نئی نئی تولی مادہ کی کہیں سے آجاتی ہے۔ پھر اسی طرح پھوسلے اور جوڑے مادہ میں چنتی ہیں اور اسی طرح تھوڑے دنوں کے بعد نہر وہاں سے پھر آ جاتے ہیں۔ جس سال بارش اچھی پڑے اُس سال اتنے دینے کی موسم اپریل سے نومبر تک پہنچ جاتا ہے۔ ایسے سال کاریگر ہر ایک سال میں تین تین پھوسلے بنائے ایک سال میں ایک دوسرے کے بعد تین تین بیاب کر لیتے ہیں۔ جو جلدی اچھا ممکن نہیں بناسکتے یا نہیں جانتے وہ کنوارے ہی رہ جاتے ہیں اور اُس لئے ان کے اولاد ہی نہیں ہوتی۔

بھگوان بودھ اور انکے उसूल

بھگوان بودھ اوزان کے اصول

جنم-کال

جین تیرتھنگر महावीर स्वामी के ही समय में परन्तु उनसे कुछ बाद—ई० पू० छठवीं शताब्दी में बौद्ध धर्म का प्रवर्तन करने वाले भगवान गौतम बुद्ध हुए। इनके समय तक प्राचीन वेद धर्म अनेक परिवर्तन (फेरफार—उथल-पुथल) देख चुका था। एक ओर जन समाज में किसी-किसी जगह ज्ञान, भक्ति और वैराग्य के उपदेश का जखीरा था, तो वही के साथ दूसरी ओर प्रजा के बहुत बड़े भाग में कर्म-काण्ड का घना जाल बिछा हुआ था और कवि, भक्त, ज्ञानी और साधुओं का स्थान टीकाकारों, वादियों, कर्मकाण्डियों और तपस्वियों ने ले लिया था। ऐसे समय में धर्म-परित्राण के महानियम के अनुसार श्री गौतम बुद्ध का अवतार हुआ।

बुद्ध—बोध प्राप्त, जागृत, ज्ञानी। इस संसार में सब अज्ञानी जनों को सोया समझना और ज्ञानी को ही जागता समझना। इसलिए गौतम कुल में उत्पन्न महापुरुष 'सिद्धार्थ' को बुद्ध कहते हैं। जिस तरह ब्रह्मण धर्म में विष्णु के चौबीस अवतार माने जाते हैं और जिस तरह जैन धर्म में चौबीस तीर्थङ्कर माने जाते हैं, वही प्रकार बौद्ध धर्म में भी सब मिलाकर चौबीस बुद्ध हुए—ऐसा कहा जाता है। परन्तु इन सब में ऐतिहासिक प्रमाण से जिनकी हस्ती सिद्ध हो चुकी है, वे बुद्ध ई० पू० छठी शताब्दी में हुए और वे गौतम बुद्ध ही हैं।

जन्म-काल

जिन तिरथङ्कर महावीर स्वामी के ही सन्म में परन्तु ان سے کچھ بعد ع . پو . چھتریں شتাবدی میں بودھ دھرم کا پرورتن کرنے والے بھگوان گوتم بدھ ہوئے، ان کے سئم تک پراچین وید دھرم انہیک پرورتن (پھوپھار—اُٹل پٹل) دیکھ چکا تھا۔ ایک اور جن سماج میں کسی کسی جگہ، گناہ، بھکتی اور ویراگہ کے ابدیش کا ذخیرہ تھا، تو اُسی کے ساتھ دوسری اور پرچا کے بہت بڑے بھاگ میں کرم کا ند کا گھنا جال بچھا ہوا تھا اور کوئی، بھکت، گناہی اور سادھوں کا استھان ٹیکا گروں، وادیوں، کرم کا ندیوں اور تھسویوں نے لے لیا تھا۔ ایسے سئم میں دھرم پرورتن کے مہانیم کے اوسار سری گوتم بدھ کا اوتار ہوا۔

بدھ—بودھ پراپت، جاگرت، گناہی۔ اس سنسار میں سب اگناہی جنوں کو سويا سمجھنا اور گناہی کو ہی جاگتا سمجھنا۔ اس لئے گوتم کل میں اتھن مہاپرس 'سہارتہ' کو بدھ کہتے ہیں۔ جس طرح براہمن دھرم میں وشنو کے چوبیس اوتار مانے جاتے ہیں اور جس طرح جین دھرم میں چوبیس تیرتھنگر مانے جاتے ہیں، اُسی پرکار بودھ دھرم میں بھی سب ملاکر چوبیس بدھ ہوئے—ایسا کہا جاتا ہے۔ پرنتو ان سب میں ایتھسک پرمان سے جن کی ہستی سدھ ہو چکی ہے، وہ بدھ ع . پو . چھٹی شتাবدی میں ہوئے اور وہ گوتم بدھ ہی ہیں۔

بৌद्ध دھرم کا جو 'مہامائتر' ہے، اس میں بھی تین شریعتیں بتائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بھون شریعت گچھامی—میں بھون کی شریعت جانتا ہوں۔
- (2) دھمن شریعت گچھامی—میں دھمن کی شریعت جانتا ہوں۔
- (3) سنکھن شریعت گچھامی—میں سنکھن کی شریعت جانتا ہوں۔

اس 'رتناتری' میں بھون دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے ہیں، وہ سب بتا دیا گیا ہے۔

بھون دھرم کے گرتھ

بھون دھرم کے گرتھ پالی भाषा में हैं और बहुत-से संस्कृत में हैं। उसमें पाली भाषा के ग्रंथ बहुत प्राचीन हैं। बाद में बौद्ध धर्म तिब्बत, चीन, जापान वगैरہ देशों में फैला। इसलिए उस देश की भाषा में भी इस देश के पाली और संस्कृत ग्रंथों का तर्जुमा हुआ है। इस तरह अलग अलग भाषा की पुस्तकों से हमें बौद्ध धर्म के बारे में जानकारी होती है।

बौद्ध धर्म का सब से प्राचीन ग्रंथ—जो पाली भाषा में है—त्रिपिटक नाम से प्रसिद्ध है। पिटक का अर्थ है पेटी, पिटारा, टोकरी। एक ने दुसरे को दी, दुसरे ने तीसरे को दी, इस तरह परम्परा से दी जाती गई धर्म की टोकरीयां, अर्थात् तत्सम्बन्ध ग्रंथों का समूह-बर्ग हुआ पिटक। पिटक के तीन बर्ग हैं, इसलिए तीनों मिलाकर त्रिपिटक कहलाते हैं। इन तीन के नाम निम्नलिखित (दृष्टव्य) हैं—

- (1) विनय पिटक.
- (2) सूत्र पिटक.
- (3) अभिधर्म पिटक.

विनय पिटक में खासकर भिक्षुओं को (साधुओं को) कैसे चलना चाहिए, इस के बारे में अनेक संवादों और कथाओं द्वारा उपदेश किया गया है। सूत्र पिटक में बौद्ध धर्म के तत्त्वज्ञान के उद्गारों का इसी तरह से परन्तु अधिक सरस रीति से उपदेश किया गया है। और अभिधर्म पिटक में इन सिद्धान्तों का अधिक बारीकी से और व्योरेवार (तफ्सील से) विचार किया गया है।

इसके अलावा सद्धर्मपुण्डरीक, ललितविस्तर, सुखावली-व्यूह वगैरह अनेक संस्कृत ग्रंथों को भी बहुत-से बौद्ध-धर्मी मानते हैं।

सूत्र पिटक में से बौद्ध धर्म का साररूप से 'धम्म (धर्म) पद' नाम का एक ग्रंथ रचा गया है और गौतम बुद्ध के पूर्व और अवतारों (बोधिसत्त्व) की कथाओं का एक 'जातक-माला' नाम का ग्रंथ है। इसमें सरल ढंग से बौद्ध धर्म के तत्त्व ज्ञान और नीति का अच्छा वर्णन है।

बौद्ध धर्म का जो 'महासूत्र' है, उस में भी तین شریعتیں بتائے گئے ہیں۔ وہ اس پر مبنی ہیں۔

- (1) بھون شریعت گچھامی—میں بھون کی شریعت جانتا ہوں۔
 - (2) دھمن شریعت گچھامی—میں دھمن کی شریعت جانتا ہوں۔
 - (3) سنکھن شریعت گچھامی—میں سنکھن کی شریعت جانتا ہوں۔
- اس 'رتناتری' میں بھون دھرم کے انویائیوں دوارا جو کچھ جاننے ہو گئے ہیں، وہ سب بتا دیا گیا ہے۔

بھون دھرم کے گرتھ

بھون دھرم کے گرتھ پالی भाषा में हैं और बहुत-से संस्कृत में हैं। उसमें पाली भाषा के ग्रंथ बहुत प्राचीन हैं। बाद में बौद्ध धर्म तिब्बत, चीन, जापान वगैरہ देशों में फैला। इसलिए उस देश की भाषा में भी इस देश के पाली और संस्कृत ग्रंथों का तर्जुमा हुआ है। इस तरह अलग अलग भाषा की पुस्तकों से हमें बौद्ध धर्म के बारे में जानकारी होती है।

बौद्ध धर्म का सब से प्राचीन ग्रंथ—जो पाली भाषा में है—त्रिपिटक नाम से प्रसिद्ध है। पिटक का अर्थ है पेटी, पिटारा, टोकरी। एक ने दुसरे को दी, दुसरे ने तीसरे को दी, इस तरह परम्परा से दी जाती गई धर्म की टोकरीयां, अर्थात् तत्सम्बन्ध ग्रंथों का समूह-बर्ग हुआ पिटक। पिटक के तीन बर्ग हैं, इसलिए तीनों मिलाकर त्रिपिटक कहलाते हैं। इन तीन के नाम निम्न (حسب ذیل) ہیں—

- (1) विनय पिटक.
- (2) सूत्र पिटक.
- (3) अभिधर्म पिटक.

विनय पिटक में खासकर भिक्षुओं को (साधुओं को) कैसे चलना चाहिए, इस के बारे में अनेक संवादों और कथाओं द्वारा उपदेश किया गया है। सूत्र पिटक में बौद्ध धर्म के तत्त्वज्ञान के उद्गारों का इसी तरह से परन्तु अधिक सरस रीति से उपदेश किया गया है। और अभिधर्म पिटक में इन सिद्धान्तों का अधिक बारीकी से और व्योरेवार (तफ्सील से) विचार किया गया है।

इसके अलावा सद्धर्मपुण्डरीक, ललितविस्तर, सुखावली-व्यूह वगैरह अनेक संस्कृत ग्रंथों को भी बहुत-से बौद्ध-धर्मी मानते हैं।

सूत्र पिटक में से बौद्ध धर्म का साररूप से 'धम्म (धर्म) पद' नाम का एक ग्रंथ रचा गया है और गौतम बुद्ध के पूर्व और अवतारों (बोधिसत्त्व) की कथाओं का एक 'जातक-माला' नाम का ग्रंथ है। इसमें सरल ढंग से बौद्ध धर्म के तत्त्व ज्ञान और नीति का अच्छा वर्णन है।

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गांव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोदन उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े असें तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गाँव (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर मुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा वाज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ औसत लोगों से मुकतलिफ़ भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

गौतम बुद्ध का जीवन-चरित्र

गंगा के उत्तर प्रदेश में हिमालय की दक्षिण तलहटी में कपिलवस्तु नाम का गाँव था। छठवीं शताब्दी ई० पू० में बुद्धोदन उसका राजा था। कपिलवस्तु के पास के एक गाँव के राजा की दो लड़कियों से उसका ब्याह हुआ था जिसमें से एक का नाम महामाया और दूसरी का नाम महाप्रजापति था, दोनों के बड़े असें तक कोई सन्तान नहीं हुई। 45 वर्ष की उम्र में बड़ी बहन महामाया को गर्भ रहा और प्रसूति का समय पास आने पर वे पीहर जाने को निकलीं, वहाँ रास्ते में एक नदी के किनारे लुम्बिनी नाम के वन में इनके पुत्र हुआ। इस पुत्र के जन्म से माता-पिता की इच्छा पूरी हुई, इसलिए इनका नाम सिद्धार्थ रखा गया। इसके गाँव (कुल) का नाम गौतम था, इसलिए ये गौतम नाम से भी प्रसिद्ध हैं और ये शाक्य नाम की क्षत्रिय-जाति में शिरोमणि (सरताज) निकले, इसलिए शाक्य सिंह भी कहलाते हैं। दिन बीतने पर इन्होंने बोध पाया—अर्थात् जागे, ज्ञानी हुए, इसलिए इन्हें बुद्ध कहा जाता है। इनके जन्म के बाद थोड़े ही समय में इनकी माता की मृत्यु हो गई और सिद्धार्थ अपनी सौतेली माता—मौसी—महाप्रजापति के पास पले। बड़े होने पर गौतमबुद्ध का यशोधरा नाम की एक क्षत्रिय राज-कन्या के साथ ब्याह हुआ। उससे इनके राहुल नाम का एक पुत्र हुआ। तब से 29 वर्ष की उम्र तक इनका कुछ हाल प्राप्त नहीं है। परन्तु हम सहज अनुमान कर सकते हैं कि इस समय जबानी के अनेक सुख भोगे गए होंगे।

परन्तु गौतम बुद्ध की आत्मा संस्कारी थी, इन्द्रियों के सुखों में लिप्त रहे, ऐसी न थी। इसी दुर्मियान, ऐसा कहा जाता है कि एक समय ये रथ में बैठकर बाहर घूमने निकले, वहाँ इन्होंने एक बूढ़े मनुष्य को जिसकी कमर मुक गई थी, आँखों में कीचड़ भरा था, मुँह से लार बहती थी, चलते ठोकर लगती थी इत्यादि अनेक बुढ़ापे के दुखों से पीड़ित देखा। दूसरे प्रसंग पर एक रोगी को जिसके हाथ-पोंव में रक्तपीत हो गया था, मुँह पर मक्खियाँ भिनभिना रही थीं और पेट जलोदर से फूल गया था, रास्ते में पड़ा देखा। फिर दूसरी बार एक मुर्दा रास्ते में जाता और उसके पीछे लोगों का हाय-हाय करते रोते जाते देखा। राजकुमार को ऐसा दृश्य पहले कभी नज़र नहीं पड़ा था इसलिए उनको बड़ा वाज्जुब हुआ। जब इनके सारथी ने इनको समझाया कि ये बातें—जरा (बुढ़ापा), तकलीफ और मौत—तो संसार में बिलकुल साधारण हैं तब इनके मन में तीव्र वैराग्य हो आया, परन्तु क्या करना चाहिए यह नहीं सूझता था।

एक बार ये घूमने निकले थे। वहाँ औसत लोगों से मुकतलिफ़ भेस का एक आधमी देखा—उसको देखकर इन्होंने सारथी से पूछा—यह कौन है ? तब सारथी ने कहा

यह सन्यासी है—सन्यासी कौन होता है ?—संसार को दुःखरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है। गौतम ने यह सुनकर संसार छोड़कर चला जाने और इन दुखों से छुटकारा पाने का तरीका ढूँढ निकालने का निश्चय किया। रोशाना के रिवाज के मुताबिक गाना-बजाना हो जाने के बाद कुमार आरामगाह में गये, मगर नींद नहीं आई। रानी पशोधरा और राजकुमार राहुल सोते थे। उनके पास गये। बालक को बुलाकर मिलने का मन हुआ, परन्तु रानी का एक हाथ बालक के ऊपर रखा था, उसको हटाकर बालक को लिया जाय तो रानी जाग उठे और रानी जाग उठे तो फिर वह अपने प्रिय पति को संसार छोड़ने दे तो ठीक, न छोड़ने दे तो फिर क्या होगा ? ऐसी अनेक मुश्किलें इनके मन में आने लगीं, तथा इसको इसी तरह छोड़ जाऊँ या न जाऊँ इत्यादि अनेक विचार तथा इरादे होने लगे। आखिर-कार वही तरह अनगिन्ती जीवों की भलाई करने के लिए सिद्धार्थ इनको वही तरह छोड़कर, महल छोड़कर, एक सफेद घोड़े पर सवार होकर चले गये। यह महान घटना बौद्ध धर्म शास्त्रों में 'महाभिनिकमण' के नाम से प्रसिद्ध है।

गौतम रात-ही-रात घोड़े पर बहुत दूर चले गये, एक नदी के किनारे घोड़े से उतरे, तलवार निकाली और उससे अपने सुन्दर बाल काटे और अपनी पोशाक उतारकर साईस को दे दी और उसको कपिलवस्तु की ओर रवाना किया। खूब साधु के भेस में आगे बढ़े। कुछ समय पास के आश्रम (आवाबाड़ी, अमराई) में रह कर, मगध की राजधानी राजगृह की ओर गये। वहाँ बिम्बि- (बिन्दु) सार नाम का राजा राज करता था। राजा ने इनकी इज्जत की और इनसे आचार्य-पद लेने को कहा। परन्तु वैसा न करते हुए उन्होंने आचार (आराध) कालाम और उरुद्रुक रामपुत्र नाम के दो ब्राह्मण विद्वानों के पास तत्वज्ञान का अभ्यास शुरू किया। परन्तु उनके सिद्धान्त सिद्धार्थ को सन्तोष-जनक (तसल्ली देने वाले) नहीं लगे। इसलिए उनको छोड़कर ये आगे चले। कितनी ही जगह पुजारियों को यज्ञ में जानवर की क्रूरबानी करते देखा। यह इनकी दयालु आत्मा को बिलकुल विपरीत ही लगा। गया पहुँचकर पास के वन में कौडिन्य वरौरा पाँच चेलों के सामने इन्होंने जोरदार तप किया। छः वर्ष कठिन तपस्या करने से बदन काठ की तरह सूख गया और कमजोरी बढ़ गई। एक बार फल्गु (नैरंजना) नदी में नहाने गये तो वहाँ इनको पानी में से निकलना मुश्किल हो गया। आखिर किनारे पर के पेड़ की डाल पकड़कर खड़े हुए और आश्रम की ओर मुड़े, परन्तु चल नहीं सके। रास्ते में बेसुख होकर गिर पड़े।

एक गोप-कन्या (नन्द बाला) पास से जा रही थी। उसने इनको दूध पिलाया, खड़ा किया और आश्रम पहुँचाया।

यह सन्यासी है—सन्यासी कौन होता है ?—संसार को दुःखरूप देखकर जो इसको छोड़ देता है। गौतम ने यह सुनकर संसार छोड़कर चला जाने और इन दुखों से छुटकारा पाने का तरीका ढूँढ निकालने का निश्चय किया। रोशाना के रिवाज के मुताबिक गाना-बजाना हो जाने के बाद कुमार आरामगाह में गये, मगर नींद नहीं आई। रानी पशोधरा और राजकुमार राहुल सोते थे। उनके पास गये। बालक को बुलाकर मिलने का मन हुआ, परन्तु रानी का एक हाथ बालक के ऊपर रखा था, उसको हटाकर बालक को लिया जाय तो रानी जाग उठे और रानी जाग उठे तो फिर वह अपने प्रिय पति को संसार छोड़ने दे तो ठीक, न छोड़ने दे तो फिर क्या होगा ? ऐसी अनेक मुश्किलें इनके मन में आने लगीं, तथा इसको इसी तरह छोड़ जाऊँ या न जाऊँ इत्यादि अनेक विचार तथा इरादे होने लगे। आखिर-कार वही तरह अनगिन्ती जीवों की भलाई करने के लिए सिद्धार्थ इनको वही तरह छोड़कर, महल छोड़कर, एक सफेद घोड़े पर सवार होकर चले गये। यह महान घटना बौद्ध धर्म शास्त्रों में 'महाभिनिकमण' के नाम से प्रसिद्ध है।

गौतम रात-ही-रात घोड़े पर बहुत दूर चले गये, एक नदी के किनारे घोड़े से उतरे, तलवार निकाली और उससे अपने सुन्दर बाल काटे और अपनी पोशाक उतारकर साईस को दे दी और उसको कपिलवस्तु की ओर रवाना किया। खूब साधु के भेस में आगे बढ़े। कुछ समय पास के आश्रम (आवाबाड़ी, अमराई) में रह कर, मगध की राजधानी राजगृह की ओर गये। वहाँ बिम्बि- (बिन्दु) सार नाम का राजा राज करता था। राजा ने इनकी इज्जत की और इनसे आचार्य-पद लेने को कहा। परन्तु वैसा न करते हुए उन्होंने आचार (आराध) कालाम और उरुद्रुक रामपुत्र नाम के दो ब्राह्मण विद्वानों के पास तत्वज्ञान का अभ्यास शुरू किया। परन्तु उनके सिद्धान्त सिद्धार्थ को सन्तोष-जनक (तसल्ली देने वाले) नहीं लगे। इसलिए उनको छोड़कर ये आगे चले। कितनी ही जगह पुजारियों को यज्ञ में जानवर की क्रूरबानी करते देखा। यह इनकी दयालु आत्मा को बिलकुल विपरीत ही लगा। गया पहुँचकर पास के वन में कौडिन्य वरौरा पाँच चेलों के सामने इन्होंने जोरदार तप किया। छः वर्ष कठिन तपस्या करने से बदन काठ की तरह सूख गया और कमजोरी बढ़ गई। एक बार फल्गु (नैरंजना) नदी में नहाने गये तो वहाँ इनको पानी में से निकलना मुश्किल हो गया। आखिर किनारे पर के पेड़ की डाल पकड़कर खड़े हुए और आश्रम की ओर मुड़े, परन्तु चल नहीं सके। रास्ते में बेसुख होकर गिर पड़े।

एक गोप-कन्या (नन्द बाला) पास से जा रही थी। उसने इनको दूध पिलाया, खड़ा किया और आश्रम पहुँचाया।

इतना वेद-कष्ट सहन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की जाति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त वेद-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर मध्यम प्रतिपदा (बीच के मार्ग) की खोज इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफ़ी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास वेद के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मगधूल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

'मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है'—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ़ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्डिन्य वगैरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से ठठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको 'चार आर्य सत्य' जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इज्जाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वगैरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और बदरता को शोभा देती है।

"आनन्द (शिष्य का नाम) रोना नहीं, शोक नहीं करना। आनन्द ! क्या मैंने तुमसे नहीं कहा कि वस्तु-मात्र का

इतना दिव्य कष्ट सहन करने पर भी संसार के दुःख का विधान (कारण) और उससे छुटकारा पाने का मार्ग इनको न मिला। अत्यन्त भोग-विलास से जिस प्रकार सत्य की जाति नहीं होती, वही प्रकार अत्यन्त वेद-कष्ट सहने से भी नहीं होती। आखिर मध्यम प्रतिपदा (बीच के मार्ग) की खोज इनको समझ पड़ी। अब से शरीर का निर्वाह करने के लिए काफ़ी रिज़ा लेने लगे और एक रात गया के पास वेद के नीचे ध्यानस्थ (इषाद्व में मगधूल) होकर बैठ गए। अब तक जिस सत्य को ढूँढ़ निकालने के लिए इन्होंने बेकार मेहनत की थी उसका इनके दिल में प्रकाश चमक उठा। उन्होंने ज्ञान पाया, वे जागे, बुद्ध हुए। इस समय इनको उम्र ३५ वर्ष की थी।

मैं जगा परन्तु जब जगत् को जगाऊँ तब ही मेरा जगना सच्चा है'—इस प्रकार विचार कर वे उठे और कारी की तरफ़ गये। वहाँ के पाँच चेले कौन्डिन्य वगैरा इनकी नजर पड़े। उन्होंने निश्चय किया था कि इस तपो-भ्रष्ट साधु का आतिथ्य-सत्कार (मेहमानवाजी) नहीं करेंगे, परन्तु जब बुद्ध भगवान् के पास आये तब इनके तेज (जलाल) से वे ऐसे प्रभावित (मुतास्सिर) हुए कि सामने से ठठकर सत्कार किये बिना उनसे नहीं रहा गया। बुद्ध भगवान् ने इनको 'चार आर्य सत्य' जो सत्य उस ध्यान की रात के प्रहर-प्रहर में इनको ज्ञात हुए थे, का उपदेश किया और तब से बुद्ध भगवान् के धर्मचक्र-प्रवर्तन का आरम्भ हुआ।

वे और उनके पाँच शिष्य (चेले) मिलकर छः अर्हन्त (साधू) हुए। पास के गांवों में से बहुत-से लोग इनका उपदेश सुनने आने लगे। इनके शिष्यों की तादाद बढ़ती गई। यशो-परा और राहुल को भी, जिनको सोता छाँड़कर सिद्धार्थ गये थे, सच्चे माने में जगाया। वे भिक्षु और भिक्षुणी के संघ में दाखिल हुए,

उसके बाद, पैंतालीस वर्ष भगवान् बुद्ध ने धर्मचक्र का प्रवर्तन किया। उसमें अनेक ब्राह्मणों को सच्चा ब्राह्मणत्व किसमें है यह बताया और अपने संघ में दाखिल किया। इतना ही नहीं, परन्तु इज्जाम, क्राडू लगानेवाले और गरिबा वगैरा हरेक जाति के आदिमियों को संघ में दाखिल किया। उनमें से बारह शिष्य बड़े उपदेशक हुए।

ऐसे शान्त, नियमित और परोपकारी जीवन के पैंतालीस वर्ष बिताकर अस्सी वर्ष की उम्र में बुद्ध भगवान् ने निर्वाण पाया।

अपने अवसान-काल में इन्होंने शिष्यों को जो उपदेश दिया है वह इनके गांभीर्य (संजीदगी) विनय और बदरता को शोभा देती है।

سوامی ہی ہے کہ ہم کو وہ چاہے جتنی پروہتوں نے ہو، پرنتو آخر میں ہمیں اس کو چھوڑ کر جانا ہی پڑتا ہے۔ اُند ! جو چاہتا ہے، ہوا ہے، وہ ناش پائے بنا کیسے رہ سکتا ہے ؟

”اُند ! میں نے تو تم کو کچھ بھی کہت رہے ہمارے دھرم کا اُپدیہش ہا ہے۔ تھا گت (ہند) نے کبھی بھی دھرم کو مٹی میں باندھ کر نہیں رکھا۔ سنگھ مجھ پر اولیت ہے، ایسا اُس نے کبھی نہیں مانا۔ اُس کے بعد اُس کو کیا سوچنا دینے کو رہ جاتی ہے ؟ دھرم اپنا دیپ سمجھ کر چلنا، دھرم کی شرن پکڑے رکھنا۔ اپنی جاتی کو چھوڑ کر کسی دوسرے پر اس دشنے میں آدھار نہیں کھنا۔ جو اُس ہو کر چاہے وہ مہا پرینودان—اُنم نروانا وستھا اُپکا۔“

”میرے جانے کے باوجود دھرم اور سچ کو میری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہش دیکر تھا شہسوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سہیلہ میں شمشا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہش کیا اور مہا پرینودان پایا۔

”اُند ! میں نے تم کو کچھ بھی کہت رہے ہمارے دھرم کا اُپدیہش ہا ہے۔ تھا گت (ہند) نے کبھی بھی دھرم کو مٹی میں باندھ کر نہیں رکھا۔ سنگھ مجھ پر اولیت ہے، ایسا اُس نے کبھی نہیں مانا۔ اُس کے بعد اُس کو کیا سوچنا دینے کو رہ جاتی ہے ؟ دھرم اپنا دیپ سمجھ کر چلنا، دھرم کی شرن پکڑے رکھنا۔ اپنی جاتی کو چھوڑ کر کسی دوسرے پر اس دشنے میں آدھار نہیں کھنا۔ جو اُس ہو کر چاہے وہ مہا پرینودان—اُنم نروانا وستھا اُپکا۔“

”میرے جانے کے بعد دھرم اور سنگھ کو موری جگہ ماننا“ ایسا اُپدیہش دیکر تھا شہسوں کو دوسرے کیسا ہرناؤ کرنا چاہیئے، س کے سہیلہ میں شمشا دیکر اپنی اُنتم سادھی میں اُنہوں نے پروہش کیا اور مہا پرینودان پایا۔

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد بن جبیل کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

محمّد بن جبیل کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

—محمّد بن جبیل، احمد۔

—محمّد بن جبیل، احمد۔

محمّد بن جبیل کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

محمّد بن جبیل کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

—محمّد بن جبیل، احمد۔

—محمّد بن جبیل، احمد۔

محمّد بن جبیل کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

محمّد بن جبیل کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب نے جب مجھے یمن کا گورنر بنا کر بھیجا تو مجھے سے کہا:—’خبردار ! عیہش (ولس) کی زندگی بسر نہ کرنا کیونکہ اللہ کے سچے بادے کبھی عیہش کی زندگی بسر نہیں کرتے !“

مُحَمَّد سَاہِب کی کُچھ ہڈیوں

کے لیے ان سے اچھی اچھی باتیں کہتا ہے، اور ان سے کُچھ اچھی باتیں اپنی طرف سے بھی جوڑ دیتا ہے۔

—ہم نے کُچھ سُن، بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

میں نے پوچھا :—“یہ اُستِلاہ کے رسول ! آدھی کو سب سے اچھی باتیں کیا دی گئی ہیں؟” پیرامبر نے جواب دیا :—“دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔”

—ہم نے سُن، بُوخاری : بُوخاری۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“تو میں سے کسی کو یہ نہیں چاہیے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے تھکا کر دو، بلکہ سب کو جگہ دو، تو اُستِلاہ تُو جگہ دے گا۔”

—ہم نے سُن، بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“جب کبھی کہیں پر تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔”

—ہم نے سُن، بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : مالِک۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“اُستِلاہ ! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو !” لوگوں نے جواب دیا :—“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔” پیرامبر نے کہا :—“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔” لوگوں نے پوچھا کہ :—“باتیں کس طرح کرنی چاہئیں؟” مُحَمَّد سَاہِب نے جواب دیا :—“اپنی نگاہیں نیچے زمین کی طرف رکھو، کسی کا بھی دل نہ دھڑکے، جو کوئی اُٹھنا چاہتا ہے اُس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بڑی باتیں سے روکو، دیکھیں کہ دُعا دے کر اور جو راہ سے چلے گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔”

—ابُو سعید : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“سب سے زیادہ شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بد چلنی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سب سے زیادہ شادی کر کے اُس کے لیے اچھے اور برا دونوں آسانی ہوگا۔”

—عبداللہ بن مسعود : بُوخاری : مُسَلِم۔

مُحَمَّد سَاہِب کی کُچھ حدیثیں

کے لیے اُن سے اچھی باتیں کہتا ہے، اور اُن میں کُچھ اچھی باتیں اپنی طرف سے بھی جوڑ دیتا ہے۔

—ابُو داؤد : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

میں نے پوچھا :—“اے اللہ کے رسول ! آدھی کو سب سے اچھی باتیں کیا دی گئی ہیں؟” پیرامبر نے جواب دیا :—“دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا۔”

—ابُو داؤد : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“تو میں سے کسی کو یہ نہیں چاہیے کہ اگر کوئی دوسرا بیٹھا ہو تو اپنے بیٹھنے کے لیے اُسے تھکا کر دو، بلکہ سب کو جگہ دو، تو اُستِلاہ تُو جگہ دے گا۔”

—ابُو سعید : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : تیرمِذِی۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“جب کبھی کہیں پر تین آدمی ہوں تو ان میں سے دو کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ تیسرے سے ہٹ کر دونوں الگ آپس میں باتیں کر لیں، کیونکہ اِس سے ممکن ہے کہ اُس تیسرے کو برا لگے۔”

—ابُو سعید : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد : مالِک۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“اُستِلاہ ! کبھی راستے کے اوپر نہ بیٹھو !” لوگوں نے جواب دیا :—“لیکن ہم وہاں بیٹھ کر وہاں کی باتیں کرتے ہیں۔” پیرامبر نے کہا :—“تو جس طرح باتیں کرنی چاہئیں اُس طرح کرو۔” لوگوں نے پوچھا کہ :—“باتیں کس طرح کرنی چاہئیں؟” مُحَمَّد سَاہِب نے جواب دیا :—“اپنی نگاہیں نیچے زمین کی طرف رکھو، کسی کا بھی دل نہ دھڑکے، جو کوئی اُٹھنا چاہتا ہے اُس کے جواب میں اُسے سلام کرو، لوگوں کو اچھی باتیں کرنے کے لیے کہو، بڑی باتیں سے روکو، دیکھیں کہ دُعا دے کر اور جو راہ سے چلے گئے ہوں انہیں ٹھیک راستہ بتا دو۔”

—ابُو سعید : بُوخاری : مُسَلِم : ابُو داؤد۔

مُحَمَّد سَاہِب نے کہا :—“سب سے زیادہ شادی کر لینے سے آدمی کی نیگاہیں نیچی رہتی ہیں اور وہ بد چلنی سے بچتا رہتا ہے، اور جو کوئی شادی نہ کر سکے اُسے چاہئے کہ روزہ رکھے، کیونکہ سب سے زیادہ شادی کر کے اُس کے لیے اچھے اور برا دونوں آسانی ہوگا۔”

—عبداللہ بن مسعود : بُوخاری : مُسَلِم۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: یا تو اس کی دولت کی وجہ سے، یا اس کی نسل کی وجہ سے، یا اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورتوں کو پسند کرو۔ اور اگر تم ان چاروں میں سے کسی اور خوبی کی وجہ سے شادی کرو گے تو اپنے ہاتھوں کو گندگی میں ملانے کے لئے“

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی عورت سے شادی چار چیزوں کی وجہ سے کی جاتی ہے: یا تو اس کی دولت کی وجہ سے، یا اس کی نسل کی وجہ سے، یا اس کی خوبصورتی کی وجہ سے، اور یا اس کی دینداری کی وجہ سے۔ تمہیں چاہئے کہ تم دیندار عورتوں کو پسند کرو۔ اور اگر تم ان چاروں میں سے کسی اور خوبی کی وجہ سے شادی کرو گے تو اپنے ہاتھوں کو گندگی میں ملانے کے لئے“

— ابوہریرہ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

— ابوہریرہ، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”سچ منہ پر کلام کے دن سوائے اُن سوداگروں کے جو اللہ سے قریبی ہیں، یعنی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں باقی سوداگر گنہگاروں میں گھرے گئے جائیں گے۔“

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”سچ منہ پر کلام کے دن سوائے اُن سوداگروں کے جو اللہ سے قریبی ہیں، یعنی کرتے ہیں اور سچ بولتے ہیں باقی سوداگر گنہگاروں میں گھرے گئے جائیں گے۔“

— ریفاء بن رافع، ترمذی۔

— ریفاء بن رافع، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بچہ نہ والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے دلیار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس دلیار سے ملے جاتی ہے۔“

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بچہ نہ والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے دلیار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس دلیار سے ملے جاتی ہے۔“

— عقیل بن ابی رافع، بخاری: مسلم: ابوداؤد: نسائی۔

— حکیم بن نظام، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بچہ نہ والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے دلیار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس دلیار سے ملے جاتی ہے۔“

محمد صاحب نے کہا کہ: — ”کسی بھی مال کا بچہ نہ والا اور خریدنے والا جب تک اُسے سامنے ہیں تب تک انہیں سودا کرنے یا نہ کرنے کی آزادی ہے۔ لیکن اگر بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں سچ بولیں، اور اپنے مال کی اصل حقیقت بتادیں، تو اُن کے دلیار میں برکت ہوگی۔ اور اگر وہ جھوٹ بولیں اور مال کی برائی یا اُس کی اچھائی کو چھپائیں تو یہ ہو سکتا ہے کہ وہ نفع کمالیں پر اللہ کی برکت اُس دلیار سے ملے جاتی ہے۔“

— عمر بن ابی رافع، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

— عمر بن ابی رافع، بخاری: مسلم: ابوداؤد: ترمذی: نسائی۔

ایک بار ہم پیرامبر کے ساتھ سفر میں جا رہے تھے۔ کچھ لوگ ہمارے پاس سے گذرے۔ پیرامبر نے ان سے پوچھا: — ”تم لوگ کون ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: — ”ہم مسلمان ہیں۔“ وہیں پر ایک عورت اپنا کھانا ہاتھ کے لٹہ آگ جڑ رہی تھی۔ اُس کا بیٹا اُس کے پاس پھر رہا تھا۔ جب آگ کی لہریں اُٹھنے لگیں تو اُس نے اپنے بیٹے کو دھڑکا دیا۔ یہ دیکھ کر پیرامبر اُس کے پاس گئے۔ اُس نے پیرامبر سے پوچھا: — ”کیا تم ہی اللہ کے رسول ہو؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو! کیا اللہ سب دیا کرے والوں سے بڑھ کر دیا کرے والا نہیں ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں! ہم“ اُس عورت نے پھر پوچھا: — ”کیا اللہ اپنے بندوں پر اُس سے زیادہ دیا نہیں کرتا جتنی ماں اپنے بچے پر کرتی ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا: — ”ہاں! کرتا ہے۔“ اُس عورت نے پھر کہا: — ”سچ مچ کوئی ماں اپنے بچے کو کبھی آگ میں نہیں پھینکتی۔“ اُس پر پیرامبر نے اپنا سر نہج کر لیا اور رونے لگے۔ پیرامبر نے اپنا سر اُپر اٹھا کر اُس سے کہا: — ”سچ مچ اللہ اپنے کسی بندے کو سزا نہیں دیتا سوائے اُن کے جو گمراہ کرتے ہیں، دوسروں کے ساتھ فساد کرتے ہیں، جو اللہ کے خلاف بغاوت کرتے ہیں، اور جو یہ کہتے ہیں کہ انکار کرتے ہیں کہ سوائے ایک اللہ کے کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔“

—عبداللہ بن عمرؓ ابن ماجہ۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”ذیّا اُس رحمان (اللہ) کا ایک جز (انگ) ہے۔ اِس لٹہ جو کوئی دیا کرے گا وہ اللہ کے نزدیک پہنچے گا۔ اور جو کوئی اپنے کو دیا سے کٹ دے گا اللہ اُسے اپنے سے کٹ دے گا۔“

—ابن عمرؓ ابو داؤد: ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا: — ”وہ رحمان (اللہ) اُن پر رحم کرنا ہے جو دوسروں پر رحم کرتے ہیں۔ تم اُن پر دیا (رحم) کرو جو زمین پر رہتے ہیں تو آسمان پر رہنے والا اللہ تم پر دیا کرے گا۔“

—ابن عمرؓ ابن ماجہ: ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ: — ”اللہ اُن پر دیا نہیں کرتا جو اُلوہوں پر دیا نہیں کرتے۔“

—جریر بن عبداللہؓ بخاری: مسلم۔

—جریر بن عبداللہؓ بخاری: مسلم۔

—انوارک: شریٰ محبوب رضوی۔

—انوارک: شریٰ محبوب رضوی۔

साधु करें नहिं चाकरी, पंडित करें न काज,
आखिर हैं यह किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो !

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परस लीजे, समझ लीजे.

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

बही तो हिन्दू है, बही तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
वह मेरी चान्दनी की बालू है.

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी थे घड़ी हरवम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं ?

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गौबी की आँबी का फल है, वह छुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

साधु करीं नहिं चाकरी, पंडित करीं न काज,
आखिर हैं ये किस लिये, संसद, सेठ, समाज.

कटी बेशक कटी पर, एक ही लंका की नारी की,
भगाई जब गई सीता, तो कितनों की कटी, बोलो !

मुरा और कन्स के बैरी, निहायत बीतरागी थे !
मुरारि यह थे, यह ही हैं, परस लीजे, समझ लीजे.

ये जिनको कत्ल करते हैं, उन्हीं को पूज लेते हैं,
ये राजाराम भजते हैं, मिटाकर देश के राजे.

बही तो हिन्दू है, बही तो हिन्दी हैं,
अहिंसा जिनका पेशा है, 'गदाधर' देवता जिनके.

मुझे रयाबत है तारीकी से बेहद,
वह मेरी चान्दनी की बालू है.

न हों मुराकिलें तब तो जीना हो मुराकिल,
यही जान है मेरी आसानियों की.

घड़ी घड़ी थी घड़ी हाथ में, घड़ी थे घड़ी हरवम दास,
घड़ी घड़ी का अब मैं मालिक. घड़ी हर घड़ी पड़ी उदास.

न पूछो मुझसे मैं क्या हूँ, यह पूछो क्या नहीं हूँ मैं,
नहीं हूँ सब मैं जगह गर मैं, बताओ फिर कहीं हूँ मैं ?

मंगी नगर-पिता बन बैठे, मादू सेठ लगाते हैं,
बामन कमा रहे पैसाने, मेहतर ब्याह कराते हैं,
हम जिनको समझाते थे, वह आज हमें समझाते हैं,
गौबी की आँबी का फल है, वह छुरा यह पछताते हैं.

—महात्मा भगवानदीन.

نیلم کا ہار

نیلم کا ہار

بیربمبھرناس پاٹھ

وہو مہر ناتھ بالکھ

کئی مہینے ہوئے جب میں نے نیا ہلد کے پاٹھوں سے ملکا مومتا جملہ اور نرگس کے فلوں کی بٹنا کا جیک کیا تھا۔ ان سدا بہار نرگس کے فلوں کو دیکھ کر میرے دل میں یہ یقین پختہ ہوتا جاتا تھا کہ کسی نے چلت کے چمن سے ہی یہ پھول توڑے ہونگے۔ جہاں یہ چمن ہوگا وہاں نہ موسم کا کوئی اثر ہوگا، نہ خزاں کا، اور نہ موت کا، تھیں تو یہ پھول اس طرح ہمیشہ کیلے "وہ کیسے اپنی مادک خوشبو پھیلاتے رہتے؟"

بیمبھرناس جی کو دیکھ کر میں نے کسی اور سے ان فلوں کی بٹنا نہ کی تھی۔ میرے نزدیک یہ پھول ایک بڑی قیمت خزانے کی طرح تھے۔ شاید کوشش بھگوان کو کوسٹوں سے ان کی مالا سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی جتنی مجھے ان پھولوں سے ہے۔ ان کے تھلے ہونے پال دیکھ کر میرا دل آسٹوں سے بھر جاتا ہے۔ کسی دن یہ پھول مرجھا جائینگے، اس خدشہ سے ہی میرے من میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ میرا دماغ بھر گیا تھا اور شاید لوگوں کا نظریہ بھی ٹھیک ہو، لیکن اگر کسی نے ہونم کی روپہلی رات میں ناچ محل کے اس باغ میں وہ آجانبہ سے بھرا ہوا نظارہ دیکھا ہوتا، وہ مدھوش بنا دیلے والا سنگیت سنا ہوتا، گھونگروں کی جھلکار پر، دل کو بے چوں کر دلیہ والے ناچ پر اپنے پلچوں سے قال دی ہوتی، جملہ کے اس پار سنگ مرمر کے معراب سے جڑا ہوا دوسرا ناچ محل دیکھا ہوتا، تو مجھے یقین ہے کہ ہر ایسے شخص کا دماغ سو فیصدی بھر گیا ہوتا۔ تب یہ نرگس کے پھول اس پر اسے کم و بیش اتنا ہی اثر ضرور ڈالتے۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت چمکے تھے اور مجھے خزاں ہی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بکر بیکار تھی، دے بنا پانی دیتے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

میں نے فلوں کی بٹنا نہ کی تھی۔ میرے نزدیک یہ پھول ایک بڑی قیمت خزانے کی طرح تھے۔ شاید کوشش بھگوان کو کوسٹوں سے ان کی مالا سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی جتنی مجھے ان پھولوں سے ہے۔ ان کے تھلے ہونے پال دیکھ کر میرا دل آسٹوں سے بھر جاتا ہے۔ کسی دن یہ پھول مرجھا جائینگے، اس خدشہ سے ہی میرے من میں ایک تڑپ پیدا ہو جاتی ہے۔ لوگ کہہ سکتے ہیں کہ میرا دماغ بھر گیا تھا اور شاید لوگوں کا نظریہ بھی ٹھیک ہو، لیکن اگر کسی نے ہونم کی روپہلی رات میں ناچ محل کے اس باغ میں وہ آجانبہ سے بھرا ہوا نظارہ دیکھا ہوتا، وہ مدھوش بنا دیلے والا سنگیت سنا ہوتا، گھونگروں کی جھلکار پر، دل کو بے چوں کر دلیہ والے ناچ پر اپنے پلچوں سے قال دی ہوتی، جملہ کے اس پار سنگ مرمر کے معراب سے جڑا ہوا دوسرا ناچ محل دیکھا ہوتا، تو مجھے یقین ہے کہ ہر ایسے شخص کا دماغ سو فیصدی بھر گیا ہوتا۔ تب یہ نرگس کے پھول اس پر اسے کم و بیش اتنا ہی اثر ضرور ڈالتے۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت چمکے تھے اور مجھے خزاں ہی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بکر بیکار تھی، دے بنا پانی دیتے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

مجھے دے پھول جی جان سے پیارے تھے۔ اتنے دن بہت چمکے تھے اور مجھے خزاں ہی ان کے اندر مرجھانے کے نشان نہیں دکھائی دیئے۔ یہ صحیح ہے کہ میں انہیں ہمیشہ تازہ پانی میں رکھتا، لیکن اگر وہ واقعی جنت کے باغ سے توڑے گئے تھے تب یہ بکر بیکار تھی، دے بنا پانی دیتے ہی تروتازہ رہتے۔ لیکن ہم لوگ، اس بنا ہونے والی دنیا کے انسان، خطرے اور قہر کی بنیادوں پر ہی اپنی زندگی کا محل اٹھاتے ہیں۔ پھول نہ مرجھائینگے اس کی مجھے اُمید تو تھی، پر یقین نہ تھا۔

فیر بکایک سونے آگرا چور کو موار آنا پڑا . جس دن میں آرمہ پر میں تھا اس دن بھی پونم کی رات تھی . ناچ محل کی اس پونم کی رات کے بعد کہ چھٹی رات شاید ۱۴ برس میں صرف ایک بار آتی ہے ، آج ٹھیک ایک مہینہ بیت چکا تھا . میں چتور کی فتح مہار کے سامنے کھڑا تھا . کئی ہی صدیوں سے آزادی کی یہ انوکھی یادگار پہاڑی کی چوٹی پر غور سے سر اٹھاتا کھڑی ہوئی ہے . شہر دیا خاندان کے کئی ہی راناؤں کو اس نے دیکھا ہے اور کتنوں ہی کی کہانی اس نے سنی ہے . اس کے پتھر دل میں ایسی ایسی نازک اور خوبصورت نیوونا راجپوت مہاروں کی پریم کہانی چڑی ہوئی ہے جلوں نے سہاگ رات کے سویرے ہی تازہ پریم کی چھاتی پر پھر دیکھ کر اپنے ساجن کے ماتھے پر تلک لگا کر مودان جنگ کے لئے روانہ کیا تھا . لاکھوں لاکھوں ہاتھوں کی جھ دھونی کے بیچ اس نے مارو گت سنے . لاکھوں سینکڑوں نے اس کے سامنے سر جھکا کر قسم کھائی ' مودان جنگ سے کبھی زندہ نہ لوٹے کی . نہ ہوئے سونے سی ' چمکتے ہوئے مہارے سی ' سہلے چمکے سی نازک ' سہار پور دھوؤں کو اس نے جوہر کی لہروں میں جلتے ہوئے دیکھا ہے . پھر رستہ بدلا کیفیت بدلی ' دن بدلے اور اسی فتح مہار نے سانگا اور پرتاپ کی اولاد راناؤں کو فرنگیوں کے ہوت پہلے قدموں پر گزرتے ہوئے سر جھکا دیکھا . میں حیرت میں بھرا ہوا جاے کئی دیر تک اپنی آنکھوں کے کناروں پر تپتا آنا رہا اور دھورے دھورے چاندنی پھینکی پڑتی گئی .

پڑنے والے شاہد مہارے اس تفصیلی بیان سے غالباً آپ گئے ہونگے اور پانک کے دھورج کی بھی ایک حد ہوتی ہے . لیکن میں ایک ایسے واقعے پر روشنی ڈال رہا ہوں جو ہماری آنکھوں کے سامنے گذرا ہے اور صرف بحرف سچ ہے . میں سمجھتا ہوں رسکن نے ہی تو یہ کہا ہے کہ— "انسان اس دنیا میں جو سب سے بڑا کام کرتا ہے وہ ہے کسی چیز کو دیکھنا ' پھر اس طرح بیان کرنا جسے سیکر دوسروں کے سامنے اس واقعے کی ٹھیک تصویر اتر آئے . ایک شخص سوچتا ہے اور سیکڑوں لوگ اس شخص کے خیال کو دہراتے ہیں . ایک آدمی صحیح نظریہ سے کسی چیز کو دیکھتا ہے اور ہزاروں آدمی اس پر غور کرتے ہیں . " رسکن اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتا تھا کہ ہزاروں آدمی دیکھتے ہیں لیکن ہرلہ ہی اپنی دیکھی ہوئی کہتا تو صحیح لفظوں میں اظہار کر سکتے ہیں . رسکن نے کہا ہے— "صاف صاف دیکھ کر اسے صحیح لفظوں میں بیان کر سکتا ہی شاعری ' پیمائشگونی ' اور ' مذہب ' ہے . " ہزاروں آدمیوں کے لئے اپنی آنکھوں کی وہی قیمت ہے جو کسی چتور کی آنکھوں کی ہوتی ہے— محض ہرک

اپریل 56'

घटना की कोई सिलसिलेवार कदी होती है, तब न मैं किसी नतीजे पर पहुँचता ? लेकिन इसके बाद जो घटना घटी वह इससे इतना ज्यादा मिलती-जुलती है कि शायद उसकी रोशनी में इन फूलों के गुम होने के सिलसिले में कोई राय कायम की जा सके.

[2]

राजपूताने से बम्बई पहुँचकर करीब एक हफ्ता हमें जहाज का इन्तजार करना पड़ा. इस बार मैं अपनी श्रीमती जी को नील नदी के किनारे बने हुये मिस्र के अजीमुरशान पिरमिड दिखाना चाहता था. 22 फरवरी का हम लोग काहिरा पहुँचे. प्राचीन मिस्र की उस महान सभ्यता को हमने उसी शान के साथ खड़े पाया.

मिस्र के पहले फिरमान मेनी के जमाने में यानी हज़ारत ईसा से 34 सौ बरस पहले और आज से 53 सदी पहले हमें दर्या नील के कुबोजवार में हज़ारों बरस पुराने बड़े-बड़े १ हरो के खंडहर मिलते हैं. मेनी के जमाने में मिस्र की सरसज्जबादी खेतों और दरख्तों से ढकी हुई थी. समुद्र से सौ मील ऊपर नील सात बड़ी-बड़ी धाराओं में बंटकर बहती थी. इन सातों धाराओं में किरितियों पर मुसाफिरो और व्यापारियों की भीड़ लगी रहती थी. समुन्द्र के दोनों किनारे ऐशियाई मुस्को के साथ तजारत करन वाले जहाजों से भरे रहते थे.

मेनी के जमाने से मिस्र के बादशाह अपने को 'पेरोये' कहने लगे. मेनी पहला 'पेरोये' था. 'पेरोये' का अर्थ है 'सूर्यवंशी'. यह लفظ 'प्राह' से निकला है जो सूर्य का एक नाम है. इसी से बिगड़कर बाद में 'फ़राओह और फिरमान' लفظ बने.

काहिरा पहुँचकर करीब एक सप्ताह हम लोगों ने पिरमि देखने में लगाये. बाद में इस पिरमि को ही लोग पिरमिड कहने लगे. ये पिरमिड सूर्य देवता 'रे' (रबि) का एक प्रतीक समझी जाती थी और हर पिरमि के सबसे ऊपर सूर्य का निशान बना होता था.

मेरी बीबी ने जब से गाइड-बुक पढ़ी, उन्हें मलका हेत-शेप-सूत की समाधि देखने की ही धुन थी. मिस्र की यह मशहूर शहशाह हज़ारत ईसा से 1493 बरस पहले मिस्र के तख्त पर बैठी. पहले पेरोये थुथमासे की यह बेटी थी. मिस्र के बड़े से बड़े बादशाहों में उसकी गिनती थी. धन-दौलत, ज्ञान-विज्ञान, इस्तकारी, कला-कौशल, तजारत, अमन-आमान, तहजीब और तमद्दुन सब के विचार से हेप-शेप-सूत का जमाना मिस्र के इतिहास में बड़ा अहम समझा जाता है. 21 बरस तक उसने राज्य किया. वह मरदाने लिबास में रहती थी और बजाय 'मलका' के 'शहशाह'

होना की کوئی سلسلے وار کوئی ہوتی ہے، تب نہ میں کسی نتیجے پر پہنچتا ؟ لیکن اس کے بعد جو گھٹنا گئی وہ اس سے اتنا زیادہ ملتی جلتی ہے کہ شاید اُس کی روشنی میں ان پہلوں کے گم ہونے کے سلسلے میں کوئی رائے قائم کی جا سکے .

[2]

راجپوتانے سے بمبئی پہنچکر قریب ایک ہفتہ ہمیں جہاز کا انتظار کرنا پڑا . اس بار میں اپنی شریعتی جی کو نیل ندی کے کنارے بلے ہوئے مصر کے عظیم الشان پیرمڈ دکھانا چاہتا تھا . 22 فروری کو ہم لوگ قاہرہ پہنچے . پراچین مصر کی اُس مہان سہنیتا کو ہم نے اُسی شان کے ساتھ کھڑے پایا .

مصر کے پہلے فرعون مہلی کے زمانے میں یعنی حضرت عیسیٰ سے 34 سہ ہر س پہلے اور اُس سے 53 صدی پہلے ہمیں دریائے نیل کے قریب جوار میں ہزاروں برس پرانے بڑے بڑے شہروں کے کھنڈر ملتے ہیں . مہلی کے زمانے میں مصر کی سرسبز وادی کھیتوں اور درختوں سے ڈھکی ہوئی تھی . مندر سے سو میل اوپر نیل سات بڑی بڑی دھاراؤں میں بٹ کر بہتی تھی : ان ساتوں دھاراؤں میں کشتیوں پر مسافروں اور دیپاریوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی . سنڈر کے دونوں کنارے آبپاشی ملکوں کے ساتھ تجارت کرنے والے جہازوں سے بھرے رہتے تھے .

مہلی کے زمانے سے مصر کے بادشاہ اپنے کو 'پہروئے' کہتے تھے . مہلی پہلے پہروئے تھا . 'پہروئے' کا اُردو ہے 'سورجہ ونشی' . یہ لفظ 'پراہ' سے نکلا ہے جو سورجہ کا ایک نام ہے . اُسی سے بکر کو بعد میں 'فراوہ' اور فرعون' لفظ بنے .

قاہرہ پہنچ کر قریب ایک سہتاہ ہم لوگوں نے پریمی دیکھنے لگے . بعد میں اُس پریمی کو ہی لوگ پیرمڈ کہنے لگے . یہ پیرمڈ سورجہ دیوتا 'رے' (روی) کا ایک پرنیک سمجھی جاتی تھی اور ہر پریمی کے سب سے اوپر سورجہ کا نشان بنا ہوتا تھا .

مصری بیوی نے جب سے گڈ بک پڑھی، انہوں ملکہ ہیٹ . شپ . سوت کی سادھی دیکھنے کی ہی دھن تھی . مصر کی یہ مشہور شہنشاہ حضرت عیسیٰ سے 1493 برس پہلے مصر کے تخت پر بیٹھی . پہلے پہروئے تھامو سے لی یہ ملکہ تھی . مصر کے بڑے سے بڑے بادشاہوں میں اُس کی گنتی تھی . دھن دولت، گمان و گمان، دستکاری، نک کوشل، تجارت، امن، آمان، تہذیب اور تمدن سب کے وچار سے ہیٹ . شپ - سوت کا زمانہ مصر کے انہاس میں بڑا اہم سمجھا جاتا ہے . 21 برس تک اُس نے راجہ کیا . وہ مردانے لباس میں رہتی تھی اور بچانہ ملکہ کے 'شہنشاہ'

کھیلانا پسند کرتی تھی۔ سب سرکاری کاموں اور دکانوں میں اس کے لئے پولنگ سرورس می استعمال کئے جاتے تھے۔

مصر میں دلت کہا جاتا تھا کہ ہیت۔ شپ۔ موت کے جنم سے پہلے دیوتاؤں کی ایک سبھا ہوئی۔ آسن یعنی سورج دیوتا اس سبھا کے صدر تھے۔ سبھا میں ستیہ کے دیوتا 'تھوت' نے آسن کو مشورہ دیا کہ انسان کی بھائی کے لئے آپ مصر کے پہرے تھامو سے پہلے کاروبار دھڑ کر تھامو سے کی مہرائی کے پلس جاویں اور اس سے ایک صلہ کھانا کو جنم دیں۔ اس طرح سورج بھائی اور تھامو کی مہرائی کے سپرگ سے ہیت۔ شپ۔ موت پیدا ہوئی۔ ہیت کا مطلب ہے بڑا۔ ہیت۔ شپ۔ موت کا مطلب ہے 'اچھے خاندان والوں میں سب سے بڑا'۔

کہتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی عورت کے دیوار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے دیوار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 58 برس کی آوی میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرنے کے بعد سورج دیوتا کے نام سے اس کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

کھتے ہیں مصری انہاس میں اس سے پہلے کسی عورت کے دیوار کی وہ شان شوکت نہ تھی جو ہیت۔ شپ۔ موت کے دیوار کی تھی۔ سن 1472 عیسوی سے پہلے 58 برس کی آوی میں ہیت۔ شپ۔ موت کی موت ہوئی۔ مرنے کے بعد سورج دیوتا کے نام سے اس کی پوجا ہونے لگی۔

[3]

اس دن رست رت کی پیرنیا تھی۔ نیل ندی کی ماری میں پرکرتی گونا گونا گونے میں مصروف تھی۔ ریگستان کا ذرہ ذرہ چاند کے روپے سرور میں ڈبا کر نکھر اٹھا تھا۔ ایتھوپیا کے لوہان کے جنگلوں سے دھنکی ہوا مصر کو گدگداتے ہوئے لپٹا کو چھوٹے کے لئے سریف دروز دھکی تھی۔ ہادی موٹر ریگستان کی چھاتی چھتری ہوئی ہیت۔ شپ۔ موت کی سادھی کی اور چلی۔ قریب دس ہجے رات کو ہم ارگ سادھی کے سامنے جانے لگے ہوئے۔ دن کی تیز مصروف گرمی شرمیلی جی برداشت نہ کر سکتی تھیں اس لئے تیز ٹارچوں کی روشنی میں ہی سادھی دیکھنے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔

ہم نے سادھی دیکھی۔ اس کا بیان اسمبلی ہے۔ اگر یونانیوں کی بھائی ہوئی سمست عمارتوں کو ایک جگہ ایکٹرت کر دیا جاوے تو یہی وہ اس سادھی کی برابری نہیں کر سکتیں۔ یہ سادھی کیا تھی پورا ایک عالم تھی۔ اس میں سنگ مرمر جڑے ہوئے 12 بڑے بڑے چوک تھے اس کے 6 چوک آفرنی اور کھتے ہیں اور 6 دھن کی اور۔ ٹھیک ایک دوسرے کے سامنے وشالکایہ دوڑا تھے۔ پوری عمارت چاروں اورد سے ایک بڑی پراچہ سے گھری ہوئی تھی۔ ادھی عمارت زمین کے پھتر اور ادھی زمین کے اوپر۔ کل کمروں کی سنگھیا تھیں ہزار تھیں۔ اس میں 1500 زمین کے نیچے اور 1500 زمین کے اوپر۔

میں اور میری شریستی جی اس شریستی میں اپنی ٹارچوں کی روشنی پہنچاتے ہوئے تھے۔ ہم لوگ چوکوں سے نکل کر کمروں میں گئے اور کمروں سے نکل کر پتھر کے راستوں سے ہو کر صحنوں پر پہنچے۔ پتھر کے راستوں سے نکل کر نئے نئے چوکوں میں۔ چھتیں اور دیواریں سب پتھر کی تھیں۔ دیواروں کا کونہ کونہ سنہرے چترکاری سے بھرا ہوا تھا۔ ہر چوک کے چاروں اور سنگ مرمر کی بنی ہوئی گیلری تھی جس میں بہت

سب سے اچھے کی بات یہ دیکھائی دی کہ ان سمست کمروں اور چوکوں کی چھتیں ایک ایک ثابت پتھر کی ہی تھیں۔ بلائی گئی تھیں۔ بیچ میں کوئی کڑی یا شہنشاہ نہیں تھی۔ یہ اتنی بڑی اور بھاری عمارت اتنی ٹھوس بنائی گئی تھی کہ یوں کے بیت جانے کے بعد بھی اس پر کھجوت کوئی ناشکر پر ہوا نہیں ہو سکا۔ کمروں کے دروازے انہی آشنہ جھک جھک سے بنائے گئے تھے کہ ہوائی ہادی کی گرج کے سان ایک زوردار آواز اندر گونجنے لگتی تھی۔ عمارت میں پتھر کے پچاسوں زبے بنے ہوئے تھے۔ نیچے کے کمروں میں پہنچ کر بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تین چار گھنٹے سادھی میں گھومنے پھرنے کے بعد شریستی جی نیچے کی منزل میں ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد جو کھٹنا ہوئی اس سے ہمارے آشنہ جھک کا ٹھکانہ نہ رہا۔

سب سے اچھے کی بات یہ دیکھائی دی کہ ان سمست کمروں اور چوکوں کی چھتیں ایک ایک ثابت پتھر کی ہی تھیں۔ بلائی گئی تھیں۔ بیچ میں کوئی کڑی یا شہنشاہ نہیں تھی۔ یہ اتنی بڑی اور بھاری عمارت اتنی ٹھوس بنائی گئی تھی کہ یوں کے بیت جانے کے بعد بھی اس پر کھجوت کوئی ناشکر پر ہوا نہیں ہو سکا۔ کمروں کے دروازے انہی آشنہ جھک جھک سے بنائے گئے تھے کہ ہوائی ہادی کی گرج کے سان ایک زوردار آواز اندر گونجنے لگتی تھی۔ عمارت میں پتھر کے پچاسوں زبے بنے ہوئے تھے۔ نیچے کے کمروں میں پہنچ کر بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تین چار گھنٹے سادھی میں گھومنے پھرنے کے بعد شریستی جی نیچے کی منزل میں ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد جو کھٹنا ہوئی اس سے ہمارے آشنہ جھک کا ٹھکانہ نہ رہا۔

جس دیوار کے سہارے وہ بیٹھیں وہ ٹھوس پتھر کی تھی اور قریب 1500 من بھاری ہوئی۔ شریستی جی کو اس کے سہارے بیٹھے ابھی دو منٹ بھی نہ ہوا تھا کہ وہ پوری کی پوری دیوار انہیں سرکاتی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ چیخ مار کر کود کر الگ جا کھڑی ہوئیں۔ مجھے بھی پہلے سے اور بعد میں کونہل ہوا۔ اس دیوار پر میں نے اپنا پورا وزن پھینکا۔ ایسا لگا کہ کسی کیل پر رکھی ہوئی تھی۔ دیوار کا ایک پلہ پیچھے سرک کر لگا اور صاف اترتی ہوئی سڑکیوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ہمیں ایسا لگا مانو صدیوں کے چیمہ ہوئے ہونے کا دیوار ہمارے لئے کھل گیا۔ سادھی کی گائیڈ بک میں نیچے کی منزل سے کسی کمرے میں کہیں راستہ جاتا ہے، اس کا ذکر ہم نے نہیں پڑھا تھا۔ میرے دل میں ایک آشنہ جھک جھک کونہل آتا کہ بیسوں برس سے پورا رہتا سدا کی جی جس اصلی قبر کا پتہ لگا رہے تھے—کیا یہی اس کا دروازہ ہے؟ میری شریستی جی سہمی ہوئی کھڑی تھیں۔ ٹارچ کے پردھیں میں میں نے دیکھا کہ ان کے کھولوں پر پسینہ کی ہوندیں ابھر آئی تھیں۔ میں نے پیار سے چپک کر انہیں اپنے ہونٹوں سے مٹا ڈالا۔

سب سے اچھے کی بات یہ دیکھائی دی کہ ان سمست کمروں اور چوکوں کی چھتیں ایک ایک ثابت پتھر کی ہی تھیں۔ بلائی گئی تھیں۔ بیچ میں کوئی کڑی یا شہنشاہ نہیں تھی۔ یہ اتنی بڑی اور بھاری عمارت اتنی ٹھوس بنائی گئی تھی کہ یوں کے بیت جانے کے بعد بھی اس پر کھجوت کوئی ناشکر پر ہوا نہیں ہو سکا۔ کمروں کے دروازے انہی آشنہ جھک جھک سے بنائے گئے تھے کہ ہوائی ہادی کی گرج کے سان ایک زوردار آواز اندر گونجنے لگتی تھی۔ عمارت میں پتھر کے پچاسوں زبے بنے ہوئے تھے۔ نیچے کے کمروں میں پہنچ کر بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تین چار گھنٹے سادھی میں گھومنے پھرنے کے بعد شریستی جی نیچے کی منزل میں ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد جو کھٹنا ہوئی اس سے ہمارے آشنہ جھک کا ٹھکانہ نہ رہا۔

جس دیوار کے سہارے وہ بیٹھیں وہ ٹھوس پتھر کی تھی اور قریب 1500 من بھاری ہوئی۔ شریستی جی کو اس کے سہارے بیٹھے ابھی دو منٹ بھی نہ ہوا تھا کہ وہ پوری کی پوری دیوار انہیں سرکاتی ہوئی معلوم ہوئی۔ وہ چیخ مار کر کود کر الگ جا کھڑی ہوئیں۔ مجھے بھی پہلے سے اور بعد میں کونہل ہوا۔ اس دیوار پر میں نے اپنا پورا وزن پھینکا۔ ایسا لگا کہ کسی کیل پر رکھی ہوئی تھی۔ دیوار کا ایک پلہ پیچھے سرک کر لگا اور صاف اترتی ہوئی سڑکیوں کا ایک سلسلہ نظر آیا۔ ہمیں ایسا لگا مانو صدیوں کے چیمہ ہوئے ہونے کا دیوار ہمارے لئے کھل گیا۔ سادھی کی گائیڈ بک میں نیچے کی منزل سے کسی کمرے میں کہیں راستہ جاتا ہے، اس کا ذکر ہم نے نہیں پڑھا تھا۔ میرے دل میں ایک آشنہ جھک جھک کونہل آتا کہ بیسوں برس سے پورا رہتا سدا کی جی جس اصلی قبر کا پتہ لگا رہے تھے—کیا یہی اس کا دروازہ ہے؟ میری شریستی جی سہمی ہوئی کھڑی تھیں۔ ٹارچ کے پردھیں میں میں نے دیکھا کہ ان کے کھولوں پر پسینہ کی ہوندیں ابھر آئی تھیں۔ میں نے پیار سے چپک کر انہیں اپنے ہونٹوں سے مٹا ڈالا۔

سب سے اچھے کی بات یہ دیکھائی دی کہ ان سمست کمروں اور چوکوں کی چھتیں ایک ایک ثابت پتھر کی ہی تھیں۔ بلائی گئی تھیں۔ بیچ میں کوئی کڑی یا شہنشاہ نہیں تھی۔ یہ اتنی بڑی اور بھاری عمارت اتنی ٹھوس بنائی گئی تھی کہ یوں کے بیت جانے کے بعد بھی اس پر کھجوت کوئی ناشکر پر ہوا نہیں ہو سکا۔ کمروں کے دروازے انہی آشنہ جھک جھک سے بنائے گئے تھے کہ ہوائی ہادی کی گرج کے سان ایک زوردار آواز اندر گونجنے لگتی تھی۔ عمارت میں پتھر کے پچاسوں زبے بنے ہوئے تھے۔ نیچے کے کمروں میں پہنچ کر بالکل یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ تین چار گھنٹے سادھی میں گھومنے پھرنے کے بعد شریستی جی نیچے کی منزل میں ایک دیوار کے سہارے بیٹھ گئیں۔ اس کے بعد جو کھٹنا ہوئی اس سے ہمارے آشنہ جھک کا ٹھکانہ نہ رہا۔

بنت ہی نہ دیکھائی دیتا تھا۔ لگ بھگ 400 سیدھیاں ملے کرتے
 کے باوجود ہم لوگ سمرانی کی اصلی سادھی کے پاس پہنچے۔
 سادھی کا کمرہ 22 فٹ لمبا اور 8 فٹ چوڑا ایک قیمتی مندر
 پیلے رنگ کے پتھر کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا۔ اس کی
 دیواریں دو فٹ موٹی تھیں اور پورے پتھر کا وزن 110
 ٹن یعنی قریب تین ہزار من ہوا۔ چھت اسی طرح سے تین
 پتھر کے ٹکڑوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس سادھی کے اوپر اس
 طلسم کی پوری عمارت کھڑی ہوئی تھی۔

اس پیلے کمرے کے बीच میں ہت-شوپ-سوت کی مسمی رکھی
 تھی۔ سارا شریر پٹریوں سے کسا ہوا تھا، سیرکس مٹھ خولنا
 ہوا تھا۔ قریب 3500 برس سے سورج بگوان کی بھ بیٹی
 اس بچیری سماधि में पड़ी हुई थी. 58 वर्ष की उम्र में
 हत-शोप-सुत ने प्राण त्यागे थे लेकिन चेहरे को देखकर ऐसा
 लगता था कि वह 30 बरस से ज्यादा की नहीं है. पूरे 5 फुट
 का ऊँचा, छत्रहरा बदन, बड़ी-बड़ी आँखें, गाल चेहरा; उभरी
 हुई ठोड़ी, ठठी हुई गाल की हड्डी, नीचे का ओठ गाल और
 जरा मोटा, नाक पतली और लम्बी, मासूम होता था मलका
 अभी अभी सोई थी. धन्य थे मित्र के वे ममी बनाने वाले
 कि चेहरे पर इन 3500 बरसों ने जरा-सी शिकन तक नहीं
 पैदा की. हमारा मस्तक आदर और श्रद्धा से इस महान
 मलका के कदमों पर झुक गया.

सारा कमरा जेवरों और जवाहरात से लकड़क हो रहा
 था. सोना, सूर्य कान्त, अक्रोक्र, नीलम, कीराजा, लाजवर्द
 जैसे जवाहरातों की बहुत सी मालाएं हत-शोप-सुत की ममी
 पर पड़ी थीं. सोने का एक तोड़ा रखा था, जिसमें सोने की
 के बने घोंचे और तारे लटक रहे थे. तिलली की शकल का
 बनत या जरदोषी के काम का सोने का एक लटकन था. सोने
 के कड़े थे, जिनमें सरकने वाले कब्जे या कांटें लगे थे. फूल
 पत्तियों समेत टहनियों का एक गुच्छा था, जिसमें रत्ने
 सोने के थे और फूल और कलियाँ जवाहरों की थीं. सोने
 के बारीक तारों का बुना हुआ एक बहुत सुन्दर जालीदार
 मुकुट था, जिसके बीच बीच में छोटे छोटे फूल थे. हर
 फूल के बीच में एक लाल था और उसकी पंखड़ियाँ नीलम
 की थीं. एक और बारीक काम का मुकुट रखा था जो सोना,
 लाजवर्द, सूर्यकान्त और नीलम का बना हुआ था और
 जिसमें बड़ी सुन्दर फूल-पत्तियाँ कटी हुई थीं. कांसे का एक
 खंजर पड़ा था, जिसमें जवाहरात जड़ी सोने की मूठ थी.
 हैस्त में बूझे हुये हम लोग बड़ी देर तक उस कमरे के
 बेराकमत जवाहरों को देखते रहे.

टार्च की बैटरी फीकी पड़ने लगी तो यकायक हमें ख्याल
 हुआ कि रात बहुत बीत चुकी होगी. हम दोनों ने एक दूसरे
 को देखा, कमरे को देखा और फिर मलका की ओर देखा.

اس وقت نہ دکھائی دیتا تھا۔ لگ بھگ 400 سیدھیاں ملے کرتے
 بعد ہم لوگ سمرانی کی اصلی سادھی کے پاس پہنچے۔
 سادھی کا کمرہ 22 فٹ لمبا اور 8 فٹ چوڑا ایک قیمتی مندر
 پیلے رنگ کے پتھر کو اندر سے کھوکھلا کر کے بنایا گیا تھا۔ اس کی
 دیواریں دو فٹ موٹی تھیں اور پورے پتھر کا وزن 110
 ٹن یعنی قریب تین ہزار من ہوا۔ چھت اسی طرح سے تین
 پتھر کے ٹکڑوں کی بنی ہوئی تھی۔ اس سادھی کے اوپر اس
 طلسم کی پوری عمارت کھڑی ہوئی تھی۔

اس پیلے کمرے کے بیچ میں ہت - شوپ - سوت کی
 مسمی رکھی تھی۔ سارا شریر پٹریوں سے کسا ہوا تھا، صرف مٹھ
 58 ورش ہوا تھا۔ قریب 3500 برس سے سورج بگوان کی بہ
 بیٹی اس اندھیری سادھی میں پڑی ہوئی تھی۔ کی عمر
 میں ہت - شوپ - سوت نے پرلن کیا کہ تھ لیکن چہرے کو
 دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ وہ 30 برس سے زیادہ کی نہیں ہے۔ پورے
 5 فٹ کا قد، چہرہ بدن، بڑی بڑی آنکھیں، گول چہرہ، اُبھری
 ہوئی ٹھٹھیں، اُنھیں ہونی گال کی مادی، نیچے کا ہونٹ گول
 اور ذرا موٹا، ناک پتلی اور لمبی، معلوم ہوتا تھا ملکہ ابھی ابھی
 سوئی تھی۔ دھڑلہ بے مصر کے وہ مسمی بمانے والے کہ چہرے پر لیں
 3500 برسوں نے خراسی شکن تک نہیں پیدا کی۔ ہمارا
 مستک آدر اور شردھا سے اس مہبان ملکہ کے قدموں پر جھک
 گیا۔

سارا کمرہ زیوروں اور جواہرات سے لپی دق ہو رہا تھا۔ سونا،
 سورجکانت، عقیق، نیلم، فیروزہ، لاجورد جیسے جواہراتوں کی
 بہت سی مالاہیں ہت - شوپ - سوت کی مسمی پر پڑی
 تھیں۔ سونے کا ایک تڑوا رکھا تھا، جس میں سونے کے ہی ہاتھ
 گھومتے اور تارے لٹک رہے تھے۔ تیلی کی شکل کا ہلت یا
 زردوزی کے کلم کا سونے کا ایک آئینہ تھا۔ سونے کے ٹکڑے تھے
 جن میں سرنگے والے فیضے یا کانٹے لگے تھے۔ پھول پتھوں
 سمیت ٹھنڈیوں کا ایک گچھا تھا، جس میں پتھ سونے کے تھے
 اور پھول اور گلیاں جواہروں کی تھیں۔ سونے کے باریک تاروں کا
 بنا ہوا ایک بہت سنہر جالیدار مکت تھا، جس کے بیچ بیچ
 میں چھوٹے چھوٹے پھول تھے۔ ہر پھول کے بیچ میں ایک نعل
 تھا اور اس کی پٹھڑیاں نیلم کی تھیں۔ ایک اور باریک کم
 کا مکت رکھا تھا جو سونا، لاجورد، سورج کانت اور نیلم کا بنا
 ہوا تھا اور جس میں بڑی سنہر پھول پتھیاں لگی ہوئی تھیں۔
 کانٹسے کا ایک خنجر پڑا تھا، جس میں جواہرات جڑی سونے
 کی موٹے تھی۔ حیرت میں قویہ ہوئے ہم لوگ بڑی دیر تک
 اُس کمرے کے بیچ قیمت جواہراتوں کو دیکھتے رہے۔

ٹارچ کی بیٹری پھینکی پڑنے لگی تو یکایک ہمیں خیال ہوا
 کہ رات بہت بہت چکی ہوگی۔ ہم دونوں نے ایک
 دوسرے کو دیکھا، کمرے کو دیکھا اور پھر ملکہ کی اور دیکھا۔

جی ہر کر کر کر ایک بار ہم نے کمرے کی ساری چیزوں کو
نہارا۔ گھر سے ہماری بھائی فٹل رہی تھی کہ سانس کے لئے کئی مہان
لیجے ہم نے کتنی مہان کھانے کی ہے۔ چلنے سے پہلے میں نے فہم کے خوبصورت چھوٹے
مہان کا ایک بھی قیمت سندر ہار اٹھا کر شریعتی جی کے
کے میں ڈال دیا۔ اُن کے ہونٹوں پر ایک ہلکی مسکان دور
تھی۔

[4]

کاہیرا پہنچ کر مہمہ مصری وزیراعظم کو اپنی اس کوچ کی
اطلاع دی۔ مصری سرکار کے پرائیوٹ وہاگ کے ڈائریکٹر مجھ سے
ملنے آئے۔ تمام مصری اخباروں میں مصری اس کوچ کی دھوم
مچ گئی۔ لیکن یہ ساری خوشی چندروزہ نکلی۔ مصری شریعتی
جی بیکار ہو گئیں۔ اُن کی بھاری عجب و غریب تھنگ
کی تھی۔ ایک دن رات کو اُنہوں نے خوفناک سہلا دیکھا کہ
ایک کالی سی ڈراونی چھایا، اپنے سوتھے ہوئے ہاتھ اُن کی گردن
میں لٹکے رہے۔ بعد میں یہ سہلا روز کی چھوڑ بن
گیا۔ ہر رات وہ چھایا مورتی آتی اور مصری بھوی کا کلا مسوہنے
کی کوشش کرتی۔ وہ چھچھ کر بھوش ہو جاتیں۔ پہلی رات
میں یہ سہلا ایک ہی بار آیا تھا۔ پھر ایک ہی رات میں یہ
چھایا مورتی کئی کئی بار آئے تھی۔ پھر دھیرے دھیرے یہ کچھ
صاف سی ہونے لگی۔ اُس کے پیچھے مکتبے سے یہ ظلم ہوتا تھا
کہ وہ دیلمہ بھاؤ سے ہاتھ پسارے ہوئے کچھ سنت کر رہی ہے۔
لیکن دھیرے دھیرے اُس کے چہرے کی کیفیت بدلنے لگی۔
اُس کے چہرے پر غصہ اور پھر بعد میں بدام کے ہوئے جاکر
لگے۔

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے ڈاکٹر اور
حکیم کا علاج کرایا گیا، لیکن بے سود نکلا۔ بھوت، پریٹ اور جنات
آٹارنے والے آئے، مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں
جیوں دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بھوی کے پلے بچو
ہوئے مہمہ ملال کو دیکھا کرتا۔ مہرے دل کی کیفیت عجیب تھی۔
مصری چھوٹی سی زندگی کے سارے دکھ سکھوں میں اُنہوں نے
حصہ ہلتا تھا، لیکن اپنا یہ دکھ وہ اکیلے جھیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ آئے۔ لیکن اسکندریہ
میں تو اُن کی تکلیف اور بڑھ گئی۔ اب اُنہوں وہ چھایا مورتی
دن میں بھی سٹاتی۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوتے، مگر ہماری
نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریعتی جی ہی اُسے دیکھ پاتیں
اور چھچھ مار کر مصری گود میں اپنا سر چھپا کر رونے لگتے۔
اسکندریہ میں بھی جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

سندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔ چاروں
اور شانتی تھی۔ صرف لہروں کی چھچھ کبھی دھیان
بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی پلکیں بھی نہ جھپکی

مہینہ بھر ہم قاہرہ میں پڑے رہے۔ اچھے سے اچھے
ڈاکٹر اور حکیم کا علاج کرایا گیا لیکن سب بےسود
نکلا۔ بھوت-پریٹ اور جینناٹ اُتارنے والے آئے، مگر
کوئی فائدہ نہ ہوا۔ مرض بڑھتا گیا جیوں جیوں
دوا کی! میں، پریشان ہو کر روز اپنی بھوی کے پلے
بچو ہوئے مہمہ ملال کو دیکھا کرتا۔ مہرے دل کی
کیفیت عجیب تھی۔ مصری چھوٹی سی زندگی کے
سارے دکھ سکھوں میں اُنہوں نے حصہ ہلتا تھا،
لیکن اپنا یہ دکھ وہ اکیلے جھیل رہی تھیں۔
ڈاکٹروں کی صلاح سے قاہرہ چھوڑ ہم اسکندریہ
آئے۔ لیکن اسکندریہ میں تو اُن کی تکلیف اور
بڑھ گئی۔ اب اُنہوں وہ چھایا مورتی دن میں بھی
سٹاتی۔ کمرے میں ہم سب بیٹھے ہوتے، مگر ہماری
نظریں اُسے نہ دیکھ پاتیں۔ صرف شریعتی جی ہی
اُسے دیکھ پاتیں اور چھچھ مار کر مصری گود میں
اپنا سر چھپا کر رونے لگتے۔ اسکندریہ میں بھی
جی نہ لگا۔ وہاں سے ہم طورک آئے۔

سمندر کے کنارے ایک ہوٹل میں ہم نے کمرہ لیا۔
چاروں طرف شانتی تھی، سیرک لہروں کی چھچھ کبھی
بھاگ کر دیتی تھی۔ کئی دنوں سے پانی کی پلکیں
بھی نہ جھپکی

ہاں، انہیں زندگی سے اب کوئی اُمید نہ رہی تھی۔ ہوا میں گھسی گھسی تھی۔ اُمت ہوتا ہوا سورج لہروں سے ٹکرا کر کمرے بھر میں سونے کے کن پکھر رہا تھا۔ وہ بے حد تھکی ہوئی تھیں۔ میانہ دیکھا کہ نیند نے ان کے آنکھوں پر ایک ایسی ایک مادک پت پڑ دی ہے۔ دھیرے دھیرے اندھکار گہرا ہوتا گیا۔

تھری دیر تک انہیں ضرور گہری نیند آئی ہوگی۔ پھر سہانے کی پرتوں انہیں اپنے دھن میں آرا لے گاؤں۔ لیکن سہانے میں انہیں پھر وہی چھایا مورت دکھائی پڑی۔ اس کی آنکھوں میں دھندلکی تھی۔ بڑے ہی دیکھنے بھاؤ سے وہ چھڑکنے کی پانچنا کر رہی تھی۔ پھر یکا یک وہ چھایا مورت مورت پھوٹ کر رونے لگی۔ شرمیلی جی اس کی تکلیف کو سمجھ رہی تھی؛ لیکن وہ یہ کسی طرح سمجھ نہ سکیں کہ آخر وہ چاہتی کیا ہے؟ پھر یکا یک اس چھایا مورت نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے اور بدلہ کی بھاؤ میں بھری ہوئی شرمیلی جی پر ٹوٹ پڑی۔ اس نے اپنی بھروسے رنگ کی سوکھی پتلی آنکھوں میں آنے کے گئے میں کس دیں۔ خونی بھاؤ سے وہ اپنے پلجوں کا پھلدا سخت کرنی گئی۔ شرمیلی جی کا دم گھٹنے لگا اور وہ کر چرخ کر اٹھ بیٹھیں۔ ان کا سارا شریں پیسنے سے تر تھا۔ وہ اندھی سے ہلنے ہوئے درخت کی طرح زور سے ٹپ رہی تھیں۔

اپنے ہاتھوں سے انہیں نے اپنا گلہ ٹکڑا اور سمجھیں کہ وہ سمجھیں کہ وہ سہانا دیکھ رہی تھیں۔ پھر وہ یکا یک چونک پڑیں۔ ملکہ ہیئت شہید سوت کی سادھی کا وہ نیلیم کا سندر ہار ان کے گلے میں نہ تھا۔ اس ہار کو انہیں نے اس دن سے ایک لمحہ کے لئے بھی گلے سے نہ اتارا تھا۔ ابھی گھٹانے پھر پہلے تک ان کے گلے میں وہ ہار پڑا ہوا تھا۔

شرمیلی جی کے گلے سے جس دن وہ نیلیم کا ہار غائب ہوا اسی دن سے وہ چھایا مورت بھی غائب ہوگئی اور پھر آج تک وہ نہیں دکھائی دی۔ تھوڑے ہی دنوں میں طوبروک کی سدری ہوا نے شرمیلی جی کو پوری طرح تادرس اور سوئے کر دیا۔

[5]

ابھی اس ঘটنا کو ہفتہ بھر ہی نہ ہوا تھا کہ پرسوں مجھے مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ میلہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہیں بتایا تھا۔ مصر کا پورا پورا دھماک دھماکے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اُسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پھینکر طوفان میں وہ وشالکایہ عمارت اتلی ہری طرح دفن ہو گئی ہے کہ ابھی انہیں ان کے کہنا ہے کہ اب اُسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

[5]

ابھی اس حادثہ کو ہفتہ بھر ہی نہ ہوا تھا کہ پرسوں مجھے مصر کے وزیر خزانہ سرری پاشا کا ایک خط ملا۔ میلہ قاہرہ میں ملکہ کی سادھی تک پہنچنے کا راستہ انہیں بتایا تھا۔ مصر کا پورا پورا دھماک دھماکے کی تیاری کر رہا تھا کہ اچانک اُسے خبر ملی کہ ریت کے ایک پھینکر طوفان میں وہ وشالکایہ عمارت اتلی ہری طرح دفن ہو گئی ہے کہ ابھی انہیں ان کے کہنا ہے کہ اب اُسے بیس ہزار مزدور تین برس میں صاف کر سکیں گے۔

امریکہ کی دھن کی ریاستوں میں کالی ننگرو جاتی
 کے لوگ رہتے ہیں۔ یہ لوگ کم یا زیادہ سارے امریکہ میں
 پھیلے ہوئے ہیں۔ اس سے امریکہ میں ننگرو جاتی

سمجھ لیا ہے کہ آبادی کا असली वंश इसकी आत्मा है, रंग नहीं. नीमो लोगों में नई खुददारी जाग गई है." जिस तरह हमारे असहयोग आन्दोलन के शुरू के दिनों में भारत में तिलक स्वराज फण्ड जमा हुआ था उसी तरह आज इस नीमो पादरी के अहिंसात्मक असहयोग आन्दोलन के लिये अमरीका भर में जगह जगह लाखों डालर जमा हो रहे हैं. दूसरी तरफ पादरी किंग को इस शान्तिमय असहयोग के प्रचार के लिये एक साल कैद की सजा दी जा चुकी है, अपील दायर है. पादरी किंग जमानत पर छुटे हुए हैं. नीमो अहिंसात्मक असहयोग जारी है. मालूम होता है कि यह आन्दोलन सारे अमरीका को और वहाँ की सारी काली और गोरी इन्सानी क्रौम को अपने घेरे के अन्दर लिये बँधी नहीं रहेगा.

दूसरे देशों में अमरीकी दखलान्दाजी

आज दुनिया में जहाँ जहाँ भी आदमी आदमी में फरक किया जा रहा है, जहाँ जहाँ भी काले और गोरे में भेद बरसा जा रहा है, जहाँ जहाँ भी अभी तक एक देश पर दूसरे देश की हकूमत है और जहाँ भी देशों के अन्दर बरेलू मगड़े हैं, लगभग सब जगह अमरीका के शासकों का हिस्सा इन सब चीजों में साफ दिखाई देता है.

इक्विन अफ्रीका की गोरी सरकार आज तक वहाँ के गोरे आगंतुकों और पुराने काले बाशिन्दों के बीच खिलाफ इन्सानियत भेद भाव कायम रखने पर बड़ी हुई है. इस अन्याय में वहाँ की सरकार की कीसबसे बड़ी मददगार अमरीकी सरकार है.

फिलिप्पाइन टापुओं पर सन् 1946 ई० तक अमरीका का पूरा पूरा राज था. पचास बरस से वहाँ आजादी की तहरीकें चल रही थीं. बड़ी कोशिशों के बाद 1946 में अमरीका की सरकार ने फिलिप्पाइन टापुओं को एक तरह की "आजादी" दी. अभी इस साल फिलिप्पाइन कांग्रेस के अन्दर वहाँ के सरकारी और गैर सरकारी दोनों तरह के नेताओं ने एक आवाज से यह कहा है कि अमरीकी सरकार ने आज तक अपने दस बरस पहले के वादों को पूरा नहीं किया. अमरीका सन् 1946 ई० के मुलहनामे की शर्तों के साफ खिलाफ जा रहा है, अमरीका का बना हुआ ऐशपरस्ती का सामान खबरदस्ती फिलिप्पाइन लोगों के ऊपर थोपा जा रहा है, फिलिप्पाइन लोगों को अपने माल को जहाँ चाहे बेचने और जिस देश से चाहे तिजारत करने तक की आजादी नहीं है. अमरीका अपने लड़ाई के उन हथियारों तक को खबरदस्ती फिलिप्पाइन बालों के सर मँद रहा है जो अब पुराने और निकम्मे हो चुके हैं. गरीब और असहाय फिलिप्पाइन बालों को उसने अपने माली और तिजारत लपेटों में कस रखा है.

सिंह लहा है کہ آدمی کا اصلی سندیہ اُس کی آتما ہے، رنگ نہیں۔ نیمرؤ لوگوں میں نئی خودداری جاگ گئی ہے۔" جس طرح ہمارے اسہوگ آندولن کے شروع کے دنوں میں بھارت میں تلک سوراچ ملتا جمع ہوا تھا اسی طرح آج اس نیمرؤ بادری کے اہلساتیک اسہوگ آندولن کے لئے امریکہ پر میں جگہ جگہ لاکھوں ڈالر جمع ہو رہے ہیں۔ دوسری طرف پادری کنگ کو اس شانتی سے اسہوگ کے پرچار کے لئے ایک سال نید کی سزا دی جا چکی ہے، اپیل دائر ہے۔ پادری کنگ ضمانت پر چھوٹے ہوئے ہیں۔ نیمرؤ اہلساتیک اسہوگ جاری ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آندولن سارے امریکہ کو اور وہاں کی ساری کالی اور گھری انسانی قوم کو اپنے گھیرے کے اندر لے بھر نہیں رہے گا۔

دوسرے دیشوں میں امریکی دخل اندازی

آج دنیا میں جہاں جہاں بھی آدمی میں فرق کیا جا رہا ہے، جہاں جہاں بھی کالے اور گورے میں بھد بڑتا جا رہا ہے، جہاں جہاں بھی ابھی تک ایک دیش پر دوسرے دیش کی حکومت ہے اور جہاں بھی دیشوں کے اندر گھریلو جھگڑے ہیں، لگ بھگ سب جگہ امریکہ کے شاہکوں کا حصہ ان سب جھڑوں میں صاف دکھائی دیتا ہے۔

دکھن افریقہ کی گوری سرکار آج تک وہاں کے گورے آگنتوں اور پرانے کالے باشندوں کے بیچ خلاف انسانیت بھد بھاد قائم دئی ہوئی رکھتے پر ہے۔ اس انیائے میں وہاں کی سرکار کی سب سے بڑی مددگار امریکی سرکار ہے۔

فلپائن ٹاپوؤں پر 1946ع تک امریکہ کا پورا پورا راج تھا۔ پچاس برس سے وہاں آزادی کی تحریکیں چل رہی تھیں۔ بڑی کوششوں کے بعد 1946ع میں امریکہ کی سرکار نے فلپائن ٹاپوؤں کو ایک طرح کی "آزادی" دی۔ ابھی اس سال فلپائن کانگریس کے اندر وہاں کے سرکاری اور غیر سرکاری دونوں طرح کے نمائندوں نے ایک آواز سے یہ کہا ہے کہ امریکی سرکار نے آج تک اپنے دس برس پہلے کے وعدوں کو پورا نہیں کیا۔ امریکہ سن 1946ع کے صلحنامے کی شرطوں کے صاف خلاف جا رہا ہے، امریکہ کا بنا ہوا عیہی پرستی کا سامان زبردستی فلپائن لوگوں کے اوپر تھوپا جا رہا ہے، فلپائن لوگوں کو اپنے مال کو جہاں چاہے بیچنے اور جس دیش سے چاہے تیجارت کرنے تک کی آزادی نہیں ہے۔ امریکہ اپنے لڑائی کے اُن ہتھیاروں تک کو زبردستی فلپائن والوں کے سر منڈ رہا ہے جواب پرانے اور تیکے ہو چکے ہیں۔ غریب اور اسپتالے فلپائن والوں کو اُس نے اپنے مالی اور تجارتی لپٹوں میں کس رکھا ہے۔

دہواہٹا میں دیکھنا بیتنام کے دن پتھریوں کے امریکی باربار شاہ رہا ہے جو جہاں جہاں کے سمجھوتے پر عمل ہونے پہلا اور اُس دیہی کے لوگوں کو اپنا اور پریم کے ساتھ رہنے دینا نہیں چاہتے۔

ہمارے اندر گویا ابھی تک ویدی پرتگالیوں کے تہہ میں ہے اور پرتگالیوں کو بھی سب سے آدھک شہہ امریکہ کی ہے۔

فارموس میں امریکی فوجیں برابر قیور ڈال رہے ہیں اور کسی طرح نہ چن کی سرکار اور چھانگ کا ٹیک کی سرکار میں صلح کا موقع دینے کو تیار نہیں۔

دکن کوریا کی ٹھیکٹی سرکار کو امریکہ کی شہ اور مدد برابر جاری ہے۔

جاپان میں امریکا کے کڑی جڑے جیسی طرح قائم ہیں۔ امریکہ چاہتا ہے کہ دنیا کے دوسرے دیہی جاپان کا ہوا سال خریدیں اس جاپان کا جو امریکہ کے دھبے میں ہے۔ پر جاپان اور جاپانیوں کو اپنے پڑوسی چن اور چمنوں کے ساتھ تجارت کرنے کی آزادی نہیں ہے۔

جاپان میں امریکہ کے مشہور حاکم ڈائیس صاحب نے ایشیا کے کچھ دیہیوں کا دورہ کیا تھا۔ وہ پاکستان بھی گئے تھے اور دلی بھی آئے تھے۔ دکن ویت نام، فارموس اور دکن کوریا میں انہیں اپنے خاص پریمی ساتھی ملے۔ نیا چن انہیں نہیں نقشہ پر دکھائی بھی نہیں دیا۔ امریکہ واپس پہنچ کر انہوں نے اپنی باترا کی جو رپورٹ اپنی سرکار کو دی ہے وہ دنیا کے احباروں میں چھپ چکی ہے۔ آئے پڑھ کر کسی بھی ایشیا واپسی یا کسی بھی نفاذ پریمی آدمی کے دل میں شری ڈائیس یا ان کی سرکار کے پڑتی پریم یا اندر پیدا نہیں ہو سکتا اور نہ سہیذا یا فلچر کی نگاہ سے امریکہ کوئی اونچا دیہی دکھائی دے سکتا ہے۔

امریکا میں بیچاروں کی آزادی پر روک

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

امریکا میں وچاروں کی آزادی پر روک

خود امریکہ کے اندر وچاروں کی آزادی کا یہ حال ہے کہ کوئی آدمی خالص کوئی اسکول ٹیچر یا سرکاری نوکر وہاں اپنے طور پر کمونسٹ وچاروں کی کتابیں نہیں رکھ سکتا۔ یورپ کے دورے میں انہیں کی ایسی کھاناؤں ہمیں ملے۔ ہمیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس ان لوگوں کا جن پر کمونسٹ وچارہ رکھنے کا سادیہ ہوتا ہے کس بڑی طرح پچھا کرتی ہے اور انہیں کس طرح ستاتی ہے۔ حال میں انکھنڈ کے مشہور فلسفر شری ہرننڈرسل نے "میلٹن ستر گرجن" کے اندر ایک لکھ میں بتایا ہے کہ امریکہ کی خفیہ پولیس کس طرح کے "ظلم" کرتی ہے انہوں نے

कहा है कि वहाँ की यह पुलिस पहले किसी ऐसे आदमी को तलाश करती है जिसके खिलाफ कोई जुर्म आसानी से साबित किया जा सकता हो। फिर उसे माफी का वादा देकर सबसे इस तरह की भूटी शहादतें तैयार कराती है जिन से दूसरे लोग जिन्हें पुलिस फाँसना चाहती है आसानी से फाँस सकें और फिर इस तरह बेगुनाहों को फाँसा जाता है।

हम एक पहले लेख में कह चुके हैं कि एक प्रतिष्ठित अमरीकी पादरी ने हमें बताया था कि अमरीका में किसी ईसाई धर्म प्रचारक को तब तक किसी दूसरे देश में जाकर धर्म प्रचार करने के लिये पासपोर्ट नहीं दिया जाता जब तक वह लिखकर यह वादा न करे कि वह जिस देश में जायगा वहाँ अमरीकी सरकार की राजकाजी पालिसी को कामयाब होने में मदद देगा।

अमरीकी जनता की जिम्मेवारी

हमें यह सब लिखते हुए किसी तरह की खुशी नहीं हो रही है। भारत की सरकार और भारत की जनता दोनों दुनिया के सब देशों और सब लोगों के साथ प्रेम और मित्रता से रहना चाहते हैं। अमरीकी क्रौम के अनेक गुणों के लिये हमारे दिल में आदर है। अमरीका ने बड़े बड़े महापुरुष पैदा किये जिनमें से अनेक की यादगारें आज भी कम्युनिस्ट चीन और कम्युनिस्ट रूस में मनाई जाती हैं। अमरीकी महात्मा थोरो की पुस्तक 'डि.युटी. आफ सिविल डिस्अब्डीयन्स' का तरजुमा करके खुद महात्मा गाँधी ने भारत में प्रकाशित किया था। वाल्टाबटमैन, थोरो और गेबराहम लिंकन जैसे महापुरुषों को हम दुनिया भर के महापुरुष मानते हैं। पर आज की दुनिया जिस इनसानी बराबरी, आजादी और एकता की तरफ बढ़ रही है अमरीकी सरकार की हरकतें उसमें सहायक नहीं, खबरदस्त रुकावट हैं। अमरीका के इस तरह से दोशों को हम अमरीकी जनता के दोष नहीं, अमरीकी सरकार ही के दोष मानते हैं, पर अमरीकी जनता को अभी अपने कामों से यह साबित करना है कि वह अपनी सरकार की इन गलत हरकतों से सहमत नहीं है। जब तक अमरीकी जनता यह साबित नहीं करती तब तक उन सब देशों के लोगों का, जो दुनिया से काले गोरे आदि के भेदों का मिटाना चाहते हैं, सब की बराबरी और सब की आजादी के हक में हैं, और जो इनसानी क्रौम की एकता का साक्षात् करना चाहते हैं, यह फर्क है कि वह मिलकर मानव सभ्यता और मानव कलचर की रक्षा के लिये खड़े हों।

इस तरह की रुकावटों के हाते हुए भी दुनिया बराबर आगे बढ़ रही है। दुनिया की साम्राज्य प्रेमी क्रौम धीरे धीरे अपनी चालों में नाकाम होती जा रही हैं। एशिया और अफ्रीका के सब देश यह अच्छी तरह महसूस करते

पा है कि वेहली की पोलिस पहले किसी आदमी को तलाश करती है जिस के खलफ कौनी जर्म आसानी से ثابت किया जासकता हो . पर अमेरिकी का वच्चा वच्चा अस् से इस तरह की जेवनी भेजानेन तैयार करती है जेन से दूसरे लोग जेवनेन पोलिस पेनाना चलेती है आसानी से पेनस सकीन ओर पर इस तरह के गनाम को पेनाना जाना है .

हम अमेरिकी पोलिस में कम जेके हैं कि एक प्रतश्चित अमेरिकी पोलिस ने हमें बताया था कि अमेरिकी में किसी धर्म प्रचारक को तब तक किसी दूसरे देश में जाकर धर्म प्रचार करने के लिये पासपोर्ट नहीं दिया जाता जब तक वह लिखकर यह वादा न करे कि वह जिस देश में जायगा वहाँ अमरीकी सरकार की राजकाजी पालिसी को कामयाब होने में मदद देगा।

अमेरिकी जनता की जिम्मेवारी

हमें यह सब लिखते हुए किसी तरह की खुशी नहीं हो रही है। भारत की सरकार और भारत की जनता दोनों दुनिया के सब देशों और सब लोगों के साथ प्रेम और मित्रता से रहना चाहते हैं। अमरीकी क्रौम के अनेक गुणों के लिये हमारे दिल में आदर है। अमरीका ने बड़े बड़े महापुरुष पैदा किये जिनमें से अनेक की यादगारें आज भी कम्युनिस्ट चीन और कम्युनिस्ट रूस में मनाई जाती हैं। अमरीकी महात्मा थोरो की पुस्तक 'डि.युटी. आफ सिविल डिस्अब्डीयन्स' का तरजुमा करके खुद महात्मा गाँधी ने भारत में प्रकाशित किया था। वाल्टाबटमैन, थोरो और गेबराहम लिंकन जैसे महापुरुषों को हम दुनिया भर के महापुरुष मानते हैं। पर आज की दुनिया जिस इनसानी बराबरी, आजादी और एकता की तरफ बढ़ रही है अमरीकी सरकार की हरकतें उसमें सहायक नहीं, खबरदस्त रुकावट हैं। अमरीका के इस तरह से दोशों को हम अमरीकी जनता के दोष नहीं, अमरीकी सरकार ही के दोष मानते हैं, पर अमरीकी जनता को अभी अपने कामों से यह साबित करना है कि वह अपनी सरकार की इन गलत हरकतों से सहमत नहीं है। जब तक अमरीकी जनता यह साबित नहीं करती तब तक उन सब देशों के लोगों का, जो दुनिया से काले गोरे आदि के भेदों का मिटाना चाहते हैं, सब की बराबरी और सब की आजादी के हक में हैं, और जो इनसानी क्रौम की एकता का साक्षात् करना चाहते हैं, यह फर्क है कि वह मिलकर मानव सभ्यता और मानव कलचर की रक्षा के लिये खड़े हों।

इस तरह की रुकावटों के हाते हुए भी दुनिया बराबर आगे बढ़ रही है। दुनिया की साम्राज्य प्रेमी क्रौम धीरे धीरे अपनी चालों में नाकाम होती जा रही हैं। एशिया और अफ्रीका के सब देश यह अच्छी तरह महसूस करते

رہے ہیں کہ کس کے ساتھ رہنے میں ان کی ہمتی ہے اور کس کے ساتھ چلنے میں ان کا اور دنیا کا بولا ہے۔ دھرم دھرم دھرم اور انوریت کے سب دیشوں اور پاکستان جیسے اپنے پڑوسی دیشوں میں بھی اس کے آثار صاف دکھائی دے رہے ہیں۔ امریکہ جیسے پونجی وادی اور سامراج وادی دیشوں کی توتی ہوں اب—”جب تک نہ تب تک“ کی سی دکھائی دیتی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ اب بھی وہ ادھر ادھر سازشیں کر کے اور کم سمجھ لوگوں کو ان کے دیشوں کے خلاف پھوڑ کر دنیا کے لئے تھوڑی بہت مصیبتیں کھڑی کر سکتے ہیں۔ پر وہ اتھاس کے پڑواہ اور ماتو سہیتا کے دھارے کو نہیں بدل سکتے۔

اصلی علاج—نوج اور ہتھاریوں کا خاتمہ

اس خطرے کا اصلی اور تھوڑا علاج ایک ہی ہے اور وہ ہے ہتھاری ہتھاری یعنی دنیا بھر کی فوجوں کا اور جنگ کے ہتھاریوں کا دھرم دھرم کم کرنا اور آخر میں بالکل ختم کر دینا۔ دنیا کے سب دیشوں کے وچاروں کی نگاہیں اس طرف لگی ہوئی ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ کے شاکس بھی دھرم دھرم اس ضرورت کو محسوس کرتے چارے ہیں۔ جنگ کا دنیا سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہونا ہی چاہئے۔ حضرت مسیح کے شاہوں میں ہمیں اپنی تلواروں کو توڑ کر ان کے ہل بنالینہ چاندیوں میں ایک دوسرے پر آوشواس اور پالے سوارانہ اس راستہ میں رکارت ہیں۔ پر یہ رگارتیں بھی دھرم دھرم مٹتی جارہی ہیں۔ اس مسئلہ میں اس سے دو چھوڑیں سب سے آہٹک مدد دیتی معلوم ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ امریکہ کے شاکس اب اس بات کو اپنے دلوں میں سمجھنے لگے ہیں کہ ہر طرح کی فوجوں اور فوجی ہتھاریوں میں سوریت روس اس سے امریکہ سے بڑھا ہوا ہے۔ دوسرے یہ کہ ہتھاریوں کے ختم ہو جانے پر بھی دیشوں دیشوں میں جو متبہد اور چھوٹے بڑے چھوڑے رہیتے ان کو حل کرنے کا طریقہ کیا ہو۔ ہمیں اس بات کا آہٹسان اور حوشی ہے کہ امریکہ کی ٹیکرو جاتی نے اس بارے میں مہانہ گاندھی کے اٹھساتھک اسپروگ کے ہتھاری کو اپنایا ہے۔ کسی سے بھر نہ ہو، دل میں کسی کا برا نہ ہو، پرائی سے نفرت کرتے ہوئے بھی بڑے سے پریم اور ہمدردی ہو، آٹھانے کے ساتھ کسی طرح کا سپروگ نہ ہو، خود اپنی جان پر کھل کر بھی آٹھانے کو مٹانے کا درجہ سٹھک ہو، اس طرح کے فیکرو پائی کنگ کے ویاٹھیانوں میں بڑے پڑے ہیں۔ ابھی تک دنیا کے بہت سے وچاروں کو یہ چھوڑیں ہوئی اور غیر عملی بننے ہی دکھائی دینے دنیا کے آٹھ کے چھوڑوں اور آٹھانوں کو ختم کرنے کا بھی ایک طریقہ ہے۔ طریقہ پھٹتا جا رہا ہے اور پھٹتا جا رہا ہے۔

آزاد بھارت میں فوج نہیں رہے گی چاہے

نوٹ: جی نے حال میں ہائل سچ اور ٹھیک کہا ہے کہ بھارت اگر اپنی ساری فوجوں کو ایک دم ختم کر دے اور اپنے ہتیاروں کو فوکر پیٹک دے یا ہلے اور ہنسوں میں بدل دے تو دنیا کے سامنے اس معاملے میں ایک بہت بڑا آدھی بیس کر سکتا ہے۔ ہمیں یاد ہے مہاتما گاندھی کہا کرتے تھے کہ— آزاد بھارت میں کوئی فوج نہیں رہی جائے گی۔ یہ ابھی تو شاید بھارت کے شامک اور جنگنا دونوں میں سے کسی میں بھی یہ ہمت نہیں ہے۔ ہم میں ابھی آتم وشواس کی کمی ہے۔ بھارت اس معاملے میں چاہے دوسروں کے سامنے کسی دن مثال قائم کرے یا دوسروں کے پیچھے چلے جانا ہمیں اسی اور ہے۔

30 . 3 . '56

راشتر بهاشا کس اوز ؟

مہاراجا پنڈت مدن موہن مالوی کے پوتے، سورگپہ پنڈت کرشن کانت مالوی کے سرپرست، پنڈت پدم کانت مالوی نے اپنا ایک چھپا ہوا وکٹوپہ راشٹر پھاشا ہندی کے اوپر ہمارے پاس بھیجا ہے۔ ہندی سائنس کے چرچا کرتے ہوئے انہوں نے لکھا ہے کہ ”ہندی سائنس کے ایک ریشیہ دل کی سنگتوں (نانک نظری) اور دل بندی کے کارن ہندی کے کلمے ہی اگر دروت (پیشوا) اور نرماتا (معمار) آج تک پرکاش میں نہیں آیا ہے۔ اور اس کارن ہندی سائنس کے ادھیان آجکل کے ایتھنس بھی نہ کیوں دیا گیا اور پورے ہی نہیں ہیں بلکہ ایتھنس پہلی بکھڑا رہے ہیں۔“

اِس کی وجہ بذلتِ پدم کانت نے یہ بتائی ہے۔ ”ہندی
 اُنڈولن کے شروع زمانے سے ہی ساتھ کاروں کے دو دل رہے ہیں؛
 ایک دل وہ تھا جو اپنے کو شدہ ساتھک کہتا رہا ہے اور اُنڈول
 سرکار کا کرپا پاتر تھا۔ کھول اِسی دل کے لوگ پڑھنے کی بستکوں
 کا چناؤ کرنے والی سرکاری کمپنیوں میں لگے جاتے تھے اور اِسکول
 کالجوں کے پڑھائی کے مضمونوں کو طے کرتے تھے۔ اِس دل کے
 ذریعہ دوسرے گروہ کے ساتھکوں اور ساتھ کاروں کی طرف سے
 جنہیں اشتہریہ دل کے لوگ کہنا ٹھیک ہوگا، پھر وہی ہندی
 گئی اور اُنہیں پیچھے چھوڑ دیا گیا۔ آج اِس بات کی بڑی
 ضرورت ہے کہ اُس اشتہریہ دل کے لوگوں کی رچناؤں پر پرکھی
 ڈالا جائے۔“

آگے چل کر پلذت پدم حالت جی نے لکھا ہے کہ :
 ”ساعتیہ کے این دونوں دلوں میں خاصی فرق، اشتقاقیہ کا روپ کیا ہو اِس سوال پر تھا . ایک دل ہندی کو سنسکرت بھری کرنے کا طرفدار تھا اور دوسرا دل بھاشا کو

پاسان کر کے بول چال کی زبان کے نکال جانے کے بعد میں
ہا۔ پہلے دن کے لوگوں کو بیداری سرکار کا سہارا حاصل
کا، کیونکہ یہ ایک ایسی زبان کا پختہ تھا جو ہندو اور مسلمانوں
کے بیچ کی کھلی کو چھڑی کر کے دلی تھی۔ یہ دل دوسرے
دل کا دورانی تھا۔ اس لئے اس سے کی سرکار پر اپنے اثر اور
اپنے بڑے ہوئے سادہوں میں وہ رشتہ رچا کر کے لوگوں کو بڑی
طرح دیا دیکھ میں سرور ہو گیا۔ یہ نکتہ بڑے کی بات ہے
کہ ہمارے رشتہ داروں نے بھی رشتہ داروں کی طرف سے
ویسی ہی کی رخی اختیار کی۔ کارن صاف ہے۔ آج کے پوروسر
اور شکستہ سوہم اسی لہجہ کی آبیج میں۔ شکا
سنسکرتوں کے طور رشتہ رچا کر کا بھی فرض ہے کہ وہ ہندی
ساختہ گروں کی رچناؤں اور ساختہ کے لئے اس کو مدھارے اور
تھیک کر کے میں مدد ہے۔“

پ۰ پدمکانت جی نے یہ بھی لکھا ہے کہ—”کھار کھن
کے سامنے ایک سوال یہ بھی ہے کہ ہندی رشتہ رچا کا روپ کیا
ہو ؟ انگریزی سرکار کے زمانے میں جو نئی چلتی گئی تھی اسے
آج کی بنی ہوئی حالت میں رشتہ رچا کر کو بدل دینا
چاہئے۔ یہی یہ دیکھا جائے کہ پہلے والی نئی رشتہ رچا تھی۔
بھارت کی ایکتا کے لئے ہندی کو سنسکرت نصف بنانے کی آڑھت
کے ہرم چل کا آج پوری طرح پردہ فاش ہو چکا ہے۔“ اس
سندھ میں یہ رشتہ روپ سے دیکھ میں دیکھ کی بات ہے کہ
سنسکرت کے بڑے سے بڑے پنڈت جیسے مہاتما پنڈت
شو کمار بھارتی ہندی کو سنسکرت نصف بنانے کے ردھی
تھے۔“

پنڈت پدم کانت جی نے میں یہ بھی یاد دلایا کہ سرور
مہاتما پنڈت مدن موہن جی مالوی ملی جلی باستادہ بول چال
کی بھاشا کے پختہ میں تھے اور ’’آشچریہ‘‘ جیسے تنسم شبدوں کی
جگہ ’’لہجہ‘‘ جیسے تدبیر شبدوں کے استعمال کے حق میں
تھے۔

پنڈت پدم کانت جی کے این وجاہوں میں سچائی، نازکی
اور روانی صاف جھلکتی ہے۔

پ۰ پدمکانت جی کے ان بیچاروں میں سچائی، تازگی
اور رباکاری صاف ملکتی ہے۔

हमारे यहां मिलने वाली कुछ और किताबें

हमारे यहां मिलने वाली कुछ और किताबें

नोट:—यह किताबें धर्म हिन्दी में हैं.

नोट:—ये किताबें धर्म हिन्दी में हैं.

नाम किताब	लेखक	राम	लिकर	नाम किताब
1. शेर-ओ-शायरी	श्री अयोध्या प्रसाद गोयलीय	8 0 0	श्री अयोध्या प्रसाद गोयलीय	1. शेर-ओ-शायरी
2. शेर-ओ-सुखन	"	8 0 0	"	2. शेर-ओ-सुखन
3. गहरे पानी पैठ	"	2 8 0	"	3. गहरे पानी पैठ
4. हमारे आराध्य	श्री बनारसीदास चतुर्वेदी	3 0 0	श्री बनारसीदास चतुर्वेदी	4. हमारे आराध्य
5. संस्मरण	"	3 0 0	"	5. संस्मरण
6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियां	श्री जगदीशचन्द्र जैन	3 0 0	श्री जगदीशचन्द्र जैन	6. दो हजार वर्ष पुरानी कहानियां
7. ज्ञान गंगा	श्री नारायण साद जैन	6 0 0	श्री नारायण साद जैन	7. ज्ञान गंगा
8. पंच चिन्ह	श्री शान्ति प्रिय द्विवेदी	2 0 0	श्री शान्ति प्रिय द्विवेदी	8. पंच चिन्ह
9. पंच प्रदीप	शान्ति एम. ए.	2 0 0	शान्ति एम. ए.	9. पंच प्रदीप
10. आकाश के तारे धरती के फूल	श्री कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	2 0 0	श्री कन्हैयालाल मिश्र प्रभाकर	10. आकाश के तारे धरती के फूल
11. मुक्ति दूत	श्री वीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	0 0	श्री वीरेन्द्र कुमार जैन एम. ए.	11. मुक्ति दूत
12. मिलन यामिनी	श्री बच्चन	4 0 0	श्री बच्चन	12. मिलन यामिनी
13. रजत रश्मि	डाक्टर रामकुमार वर्मा	2 8 0	डाक्टर रामकुमार वर्मा	13. रजत रश्मि
14. मेरे बापू	श्री सम्मय बुखारिया	2 8 0	श्री सम्मय बुखारिया	14. मेरे बापू
15. विरच संच की ओर	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	3 0 0	पंडित सुन्दरलाल भगवानदास केला	15. विरच संच की ओर
16. भारतीय अर्थशास्त्र	श्री भगवानदास केला	0 0	श्री भगवानदास केला	16. भारतीय अर्थशास्त्र
17. भारतीय शासन	"	3 0 0	"	17. भारतीय शासन
18. नागरिक शास्त्र	"	2 4 0	"	18. नागरिक शास्त्र
19. साम्राज्य और जनक पत्तन	"	2 8 0	"	19. साम्राज्य और जनक पत्तन
20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन	"	1 4 0	"	20. भारतीय स्वाधीनता आन्दोलन
21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था	"	1 8 0	"	21. सर्वोदय अर्थ व्यवस्था
22. हमारी आदिम जातियां	श्री भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	3 8 0	श्री भगवानदास केला और श्री अखिल विनय	22. हमारी आदिम जातियां
23. अर्थशास्त्र शब्दावली	श्री दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी.	2 0 0	श्री दया शंकर दुबे, एम. ए. एल. एल. बी.	23. अर्थशास्त्र शब्दावली
24. नागरिक शिक्षा	श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	1 8 0	श्री गजाधर प्रसाद, अम्बिष्ट, श्री भगवानदास केला	24. नागरिक शिक्षा
25. राष्ट्र मंडल शासन	श्री भगवानदास केला	1 8 0	श्री भगवानदास केला	25. राष्ट्र मंडल शासन
26. जवानो	श्री दयाशंकर दुबे	1 8 0	श्री दयाशंकर दुबे	26. जवानो
27. मारने की हिम्मत !	महात्मा भगवानदीन	3 0 0	महात्मा भगवानदीन	27. मारने की हिम्मत !
28. सलोना सच	"	1 0 0	"	28. सलोना सच
29. मेरे छाथी	"	0 8 0	"	29. मेरे छाथी
	"	1 0 0	"	

मिलने का पता—

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

मैनेजर 'नया हिन्द'

सांस्कृतिक साहित्य

सान्स्कृतिक साहित्य

हजरत मोहम्मद और इसलाम

लेखक—परिचित सुन्दरलाल, मूल्य—तीन रुपया
इसलाम के पैगम्बर के सम्बन्ध में भारतीय भाषाओं में इस से
सुन्दर कोई दूसरी पुस्तक नहीं

حضرت محمد اور اسلام

लेखक—पंडित सुन्दर लाल, मूल्य—तीन روپیہ
اسلام کے پیغمبر کے سمبندھ میں بھارتیہ بھاشائیں میں اس سے
سندر کوئی دوسری پستک نہیں

हजरत ईसा और ईसाई धर्म

लेखक—पण्डित सुन्दरलाल, मूल्य—डेढ़ रुपया

حضرت عیسیٰ اور عیسائی دھرم

लेखक—पंडित सुन्दर लाल, मूल्य—डेढ़ روپیہ

महात्मा ज़रथुस्त्र और ईरानी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

مہاتما زرتوستر اور ایرانی سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

यहूदी धर्म और सामी संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन मिस्र की सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین مصر کی سہیبتا اور سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

सुमेर बाबुल और असुरिया की प्राचीन संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

سومیر بابل اور اسور بای پر اچین سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

प्राचीन यूनानी सभ्यता और संस्कृति

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

پراچین یونانی سہیبتا اور سنسکرتی

लेखक—विश्वम्भरनाथ पांडे, कीमत—दो रुपया

गंगा से गोमती तक

(प्रगतिशील कहानी संग्रह)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

گنگا سے گومتی تک

(پرگتی شیل کہانی سترہ)

लेखक—श्री मुजीब रिजवी, कीमत—दो रुपया

आग और आँसू

(भावपूर्ण सामाजिक कहानियाँ)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

آگ اور آنسو

(بھاولورن سماجک کہانیاں)

लेखक—डाक्टर अख्तर हुसेन रायपुरी, कीमत—डेढ़ रुपया

कुरान और धार्मिक मतभेद

लेखक—भौलाना अबुलकलाम आजाद, कीमत—डेढ़ रुपया

قرآن اور دھارمک मतभید

लेखक—भौलाना अबुलकलाम आजाद, कीमत—डेढ़ रुपया

भंकार

(प्रगतिशील कविताओं का संग्रह)

लेखक—रघुपति सहाय किराऊ, कीमत—तीन रुपया

جھنکار

(پرگتی شیل کविताؤں کا سنگره)

लेखक—रघुपति सहाय किराऊ, कीमत—तीन रुपया

मिलने का पता

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुट्टीगंज, इलाहाबाद

145 مٹی گنج، الہ آباد

हिन्दी घर

ہندی گھر

کلتچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی اپنی من-پسند کتابوں کے لیے ہمیں لکھیں۔

کلتچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر۔ پاتھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے ماننے جانے

بیڈان : شری مندر آلتی سارکٹا

سکے 225، کرمیت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت دلتچمر کتاب)

لکھک—کھدسیا جیدی

بھمیکا—پنڈت جواہرلال نہرو

ماتا کاراج، ماتا ڈاڈ، بھوت-سی رنگین تسمیری

دام دو روپیہ

—:0:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڈ روپیہ

ہندو مسلم اکوتا

100 سکے، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کرمیت بارہ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کرمیت چار آنے

بنگال اور اس سے سبق

کرمیت دو آنے

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھگانج ایلہ آباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیوان کے ماننے جانے

بیڈان : شری مندر علی سوختہ

صفحہ 225، قیمت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لکھک—کھدسیہ زیدی

بھمیکا—پنڈت جواہر لال نہرو

موتا گائی، موتا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں

دام دو روپیہ

—:0:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 صفحہ، دام ڈاڈ روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ، دام بارہ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آنے

بنگال اور اس سے سبق

قیمت دو آنے

ہندوستانی کلتچر سوسائٹی

145 مٹھ گنج ایلہ آباد

نیاحمد

اس نمبر کے خاص موضوع: **جوانی ملیا اسلام**
DELHI

بuddhism اور اسلام

بuddhism اور اسلام

— شری مولوی ضیاء الدین صاحب

چین میں بoudhism

چین میں بoudhism

— پروفیسر تان-بن-شان

— پروفیسر تان-بن-شان

ہندوستان کی کلچر پر بoudhism مذہب کی چاپ

— آچاریہ دھرم چند کوسامبھی

— آچاریہ دھرم چند کوسامبھی

آتم ویجا (علم روحانی) — آپ بیتی

— ڈاکٹر بھگوان داس

— ڈاکٹر بھگوان داس

چین میں علاج کا پراانا طریقہ

چین میں علاج کا پراانا طریقہ

— پنڈت سندر لال

— پنڈت سندر لال

اس کے علاوہ

اس کے علاوہ

دیس کے مسائل پر ہماری رائے میں ضروری سپاڈکی نوٹ

دیس کے مسائل پر ہماری رائے میں ضروری سپاڈکی نوٹ



NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.



نمبر 5 نمبر جلد 21 جلد

مئی 1956 مई

ہندوستانی کلچر سوسائٹی ہندوستانی کلتھر سوسائٹی

145 مڈیگنج، ایلاہاباد

145 مئی گنج الہ آباد

مئی 1956 مई

کتاب کس سے	صفحہ	سفر
1. بولڈ بزم اور اسلام
—بھی مائلکی جیوا وहीन साहब	238	...
2. चीन में बौद्ध धर्म
—प्रोफेसर तान-युन-शान	239	...
3. यूनानी विचार धारा और बौद्ध धर्म
—श्री टी० विमलानन्द एम० ए०	253	...
4. हिन्दुस्तान की कल्चर पर बौद्ध मज़हब की छाप
—आचार्य धर्मानन्द कोसम्बी	256	...
5. मुहम्मद साहब के कुछ उपदेश
—अनुवादक: श्री मुजीब रिजवी	269	...
6. आत्मा विद्या (इल्मे रुहानी)—आप बीती
—डाक्टर भगवानदास	272	...
7. चीन में इस्लाम का पुराना तरीका
—पण्डित सुन्दरलाल	278	...
8. हमारी राय—
महात्मा बुद्ध की याद में—विश्वम्भरनाथ पांडे	282	...

1. بولڈ بزم اور اسلام
—شری مولوی ضیاء الدین صاحب

2. چین میں بولڈ بزم
—پروفیسر تان - یون - شان

3. یونانی وچار دھارا اور بولڈ بزم
—شری ٹی . ویملاند ایم . اے .

4. ہندستان کی کلچر پر بولڈ مذہب کی چاپ
—آچاریہ دھرمائنند کوسمبی

5. محمد صاحب کے کچھ اُپدیش
—انوادک : شری محیب رضوی

6. آتم ودیا (روحانی) —آپ بیتی
—ڈاکٹر بھگوان داس

7. چین میں علاج کا پرانا طریقہ
—پنڈت سندر لال

8. ہماری رائے—
مہاتما بڈھ کی یاد میں—وشومہر نام پانڈے

جس زمانے میں مسلم ریڈوائس نے ہندو کتابوں کا عربی فارسی میں ترجمہ کیا اُس سے بہت پہلے اور جس زمانے میں وہ دوسرے ملکوں کے مسلم پاتری ہندستان آکر یہاں سے اُس ملک کی چالاکری حاصل کر کے اپنے اپنے ملکوں کو لوٹے اُس سے بھی پہلے ایرانی ادب کے ذریعہ اور ایران کے کچھ دور دور کے حصوں میں ہندو دھرم کے بچے کچھ اثر کے ذریعہ مسلمانوں کو ہندستان کے مذہبی خیالوں کی کٹی جھلک مل چکی تھی۔ یہ مسلمانوں ہندوؤں کو 'سائنہ' کہا کرتے تھے۔ 'بدھ' یا 'بہت' لفظ جو بدھ کا بگڑا ہوا روپ ہے، کئی پہلے کرتے کرتے 'سورتی' کے معنوں میں استعمال ہونے لگا تھا۔ اُس کے اور کچھ معنی رہے ہی نہیں گئے تھے۔ یہ لوگ 'ہزاف' کو ہندو مذہب کا بانی سمجھتے تھے۔ ہزاف 'ہودھستو' کا بگڑا ہوا روپ ہے۔ مسلمانوں کے بلخ، ٹرانس آکسیائیانا، خراسان، ترکستان، ایران اور ایک درجہ تک عراق فتح کرنے سے پہلے ان سب ملکوں میں ہندو دھرم پھیل چکا تھا۔ ان ملکوں کے لوگوں کے مسلمان ہوجانے کے بعد بھی وہاں کے ہندو پڑھتوں نے فوراً اپنا پرچار بند نہیں کر دیا۔ ان کے ہزارگۃ، تپ اور یوگ کے طریقے اور ان کا مذہبی نظریہ یہ سب چیزیں برابر پہلے ہی کی طرح نئے مسلمانوں میں اپنا کام کرتی رہیں اور اپنا اثر ڈالتی رہیں۔ 'تسینج' یعنی 'مالا' اور اسی طرح کی اور بہت سی چیزیں مسلمانوں کو ہندوؤں سے ورثہ میں ملیں۔ 'علم معرفت' یعنی 'ادھیاتم' میں سرفروں کا 'نڈا' کا اصل ہندوؤں کے 'نردان' سے لیا گیا ہے۔ سرفروں کے مطابق 'ساک'، یعنی 'یوگی'، 'نفاقی اللہ' یعنی 'ایشر' میں لین، ہوجانے سے پہلے جن 'مہاسات' یا چکروں میں ہو کر گذرتا ہے وہ سب ہندو یا کم سے کم ہندستانی ہیں۔

ہاتھ اور بھڑا کے ایرانہیں میں یہ ایک زبردست رواج تھا کہ جو بار بار میر اپنے پرانے ہودہ خیلانوں اور ہودہ روایتوں کو اپناتے رہتے تھے۔ شاید اور سب پیشوں کے مقابلے میں اپنے ملکوں میں ہی ہودہ دھرم سب سے زیادہ دیر تک بٹا رہا۔ ابو نصر احمد بن نوشی

(سن 645ء) اپنی "تاریخ بخارا" میں لکھتا ہے کہ—
 "بخارا کے لوگ بار بار مسلمان کر لیے جاتے تھے۔ یہ
 اسلام قبول کر لیتے تھے اور ہر بار جوں جوں کہ عرب ان
 کے ملک سے جاتے تھے پھر اسلام چھوڑ کر اپنے پرانے مذہب میں
 جلتے جاتے تھے۔ بخارا کے پرانے اہلسن کا ذکر کرتے ہوئے وہ
 کہتا ہے— "سال میں دو مرتبہ یہاں بازار لگا کرتا تھا جس
 میں مورتیاں بکا کرتی تھیں۔ ایک ایک دن میں پچاس
 پچاس ہزار درہم کی مورتیاں بک جاتی تھیں... بخارا کے
 لوگ پہلے ہندوستان (مورتی پوجک) رہے چکے تھے اور سال
 میں دو بار مورتیوں کی فروخت ان کے دیہی کا ایک مستقل
 رواج ہو گیا تھا۔ اہل عربی تاریخ کے مصنف محمد بن جعفر
 نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ بازار اُس کے وقت تک ہوا
 لگتا رہا کہ ان سب باتوں کو دیکھتے ہوئے ہم یہ نتیجہ نکالے
 بغیر نہیں رہ سکتے اور یہ نتیجہ بہت غلط نہیں ہو سکتا کہ
 وہاں کے لوگوں کے اسلام دھرم قبول کر لینے کے بعد بھی کسی نہ
 کسی زیادہ باریک چیز کا یعنی ہندو دھرم کے کسی نہ کسی
 زیادہ اصلی اور زبردست اصول کا اثر ان کے دلوں اور دماغوں
 پر اپنا کام کرنا رہا ہوگا۔ عباسی خلیفوں کے زمانے میں ہرمکوں
 نے جو کچھ کارنامے دیکھے ان سے یہ بات ہذا کسی شک اور
 شبہ کے پوری طرح ثابت ہوتی ہے۔

ہرمکوں کے شروع میں بلخ ہی کے رہنے والے تھے۔ سن 652
 عیسوی میں خلیفہ عثمان کے زمانے میں مسلمانوں نے بلخ کو
 فتح کیا۔ وہاں کے ہندو مندر "نروہار" کا خاص پرہت "ہرمک"
 کہلاتا تھا۔ ہرمک سنسکرت لفظ "ہرمک" سے بنا ہے۔ ہرمک
 کو تھن کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا گیا۔ معلوم ہوتا ہے وہاں
 پر وہ مسلمان ہو گیا کیونکہ لکھا ہے کہ وہاں سے بلخ واپس آئے پر
 اُس نے پھر اپنا پرانا دھرم اختیار کر لیا۔ لیکن پھر بھی وہاں کے
 لوگوں نے اسے اب اچھوت سمجھا۔ انہوں نے اسے پرہتائی کے
 رتبہ سے ہٹا کر اُس کے لڑکے کو اُس کی جگہ مقرر کر دیا۔ اسے
 ہی وہ اپنا دھرم گرو ماننے لگے۔ اُس کے بعد ہندو ترک راجا
 مذاق قزاقوں نے خلیفہ سازگی کر کے ہرمک اور اُس کے دس
 بیٹوں کو مروا ڈالا۔ اُس پر ہرمک کی بیوی اپنے سب سے
 چھوٹے بیٹے کو ساتھ لے کر جان بچا کر کشمیر چلی گئی۔
 ہرمک کے بیٹے "چھوٹے ہرمک" کو کشمیر میں "ہندک"
 جوتھی اور دوسری بھارتی ریاستوں کی تعلیم دی گئی۔
 اُس نو جوان ہرمک کو آخر میں بلخ واپس بلایا گیا

*—Tarikh-e-Bukhara, Ed. O. Shefer, Paris, 1892, p. 18.

†—Ibid. pp. 18-19.

जहाँ दुश्मनों के एक पक्षों और दो एक सभाय विचार
 किया था, इन्हीं मतभेदों ने उसके सभाय की ताबीर की है,
 यानी इसका मन्थन संसकारा है। इस ताबीर से ही उसके
 रूम से भरे और जेब स्यालात की बहुत अच्छी जानकारी
 मिलती है। यह लिखता है—

“तुम्हें जानना चाहिए कि कपड़े की जो चार तर तुम्हें
 जगह में दिखाई दी थी वह असली ईश्वरी धर्म है और वे
 चार आदमी जो उसे चारों कोनों से खींच रहे थे उस धर्म को
 प्रत्यक्ष रखने के लिये भेजे गये हैं।” जिन चार मजहबों का
 इन्क़ मज़क़क़ह ने खिन्न किया है वे मागी यानी जरथुस्त्री
 धर्म, यहूदी धर्म, ईसाई धर्म, और इस्लाम हैं। “इस तरह
 यह लोग अपने मजहब के क़ायम करने की कोशिश करते
 हैं और एक दूसरे से दूर अपनी अपनी तरफ़ के कोने
 काज़ग़ अलग खींचते हैं। इस तरह मजहब के नाम पर यह
 एक दूसरे के दुश्मन बन जाते हैं।” ❀

मराठूर अथा शायर अबुल अला मन्सारी (973 ई० से 1058 ई० तक) पका बौद्ध बल्कि जैन था। जर्मन विद्वान जॉन क्रैमर ने उसकी बाबत लिखा है कि वह माजी, हाल और मुस्तक़बिल तीनों ज़माने के बड़े से बड़े नेक आलिमों में से था और उसका ज़बर्दस्त रौर मामूली दिमाग उस बक्त बहुत सी ऐसी बातों को दुनिया के सामने रख चुका था जो आम तौर पर आजकल की फर्जी नई रोशनी की उपज समझी जाती हैं। ५ मन्सारी यह नहीं मानता था कि मुझे किसी दिन क्रमों से निकल कर खड़े हो जायेंगे, बल्कि पैदा करने के काम को आदमी के लिये वह गुनाह मानता था। क्रना यानी अपनी अलग खुदी को मिटा देने का वह इन्सान-नी जिन्दगी भी असली मंजिल मानता था। वह जिन्दगी भर रौर शाही झुवा रहा। वह यह नहीं मानता था कि मजहब ईश्वर से किसी बाहरी इलाहाम के जरिये हासिल होता है बल्कि उसे आदमी के अपने अन्दर की उपज मानता था। यह लिखता है—

“इसीक ठाकरे खा रहे हैं, ईसाई सब भटके हुए हैं, यहूदी बाजार में हैं, मागी रात रास्ते पर बड़े जा रहे हैं, हम भिटने वाले आदिमियों में दो ही खास तरह के आदमी हैं, एक खमकदार बदमाश और दूसरे मजहली बेवक्ताक”*

मन्थारी ने एक नष्टम में लिखा है—

“कोई चीज रहने वाली नहीं है, हर चीज मिटने वाली है, इसलाम भी मिटने वाला है, इसरत मूसा आप, उन्होंने अपने मजहब का उपदेश दिया और चल बसे, उसके बाद

§—Nicholson—"A Literary History of the Arabs," p. 316.

•—Ibid. pp. 316.

किया है—“अगर कुछ आदमियों में सब से बड़े आदमी को देखना चाहते हो तो उस आदमी को देखो जो फकीरों से से रुपये पढ़न कर रहता है. आदमियों में यही सब से ज्यादा गरीब है.” यह वाक्य पुराने बक के एक ऐसे कैंने अन्धकार की आदत और उसकी गूँज हैं जिसे लोग बहुत दिनों से भूल चुके थे. * कवि आबान ने अपने जमाने के कुछ आस आस सूफी मुसलमानों का जिक्र किया है. इन लोगों के अदबी क्यालात से ऐसा मालूम होता है कि वे इतबादी थे और उन पर मानी के क्यालात का असर था. लेकिन जाहिज़ ने जिस तरह इन लोगों के क्यालात की बकान किया है इससे मालूम होता है कि इन लोगों के क्यालात मानी के बसूलों के मुक़ाबिले में बौद्ध धर्म से ज्यादा मिलते थे.—

“कलन्दरी यानी परित्राजकता का वह यह मतलब लेते थे कि उनमें से कोई दो रात एक घर में न रहे. इनमें जो सदा कलन्दर हैं वह हमेशा दो-दो करके चलते हैं और चार कायदों को मानते हैं—फकीरी, पाकीज़गी, सच्चाई और धारीबी.”†

अपने उसूल को जाहिर करने के लिये इन सूक्तियों ने जो क्रिस्ता बयान किया वह साफ साफ बौद्ध क्रिस्ता है, वे कहते हैं कि इनमें से दो कत्तीर एक बार इतने पीटे गये कि कत्तीर कत्तीर बेजान हो गये, बात यह थी कि उन पर कुछ जबाहिरात की चोरी का राक किया गया था, इन जबाहिरातों को उनकी आँखों के सामने एक छुतरमुरा निगल गया था, उन पर राक किया गया, उन्होंने उस परिन्दे के साथ दया करना, जिससे उसे तकलीफ पहुँचाई जावे, यानी उसे क्रतल किया जावे, ठीक नहीं समझा और खुद मार खाकर अपनी जान खतरे में डाली.

کہا ہے کہ اگر تم آدمیوں میں سب سے زیادہ آدمی کو چھوٹا چاہو تو تو آدمی کے لئے جو لوگوں کے سے بڑے ہیں تو رکھا ہے۔ آدمیوں میں یہی سب سے زیادہ پاک ہے۔ ” یہ لفظ پرانے وقت کے ایک آدمی اور مجھے میرا کی یادگار اور اُس کی گونج ہیں جسے لوگ بہت دنوں سے بھول چکے تھے۔ * کوئی آدمی نے اپنے زمانے کے کچھ خاص خاص صوفی مسلمانوں کا ذکر کیا ہے۔ ان لوگوں کے آدمی خیالات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دیوبند وادی تھے اور اُن پر مانی کے خیالات کا اثر تھا۔ لیکن جلد سے لے جس طرح اُن لوگوں کے خیالات کو بیان کیا ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن لوگوں کے خیالات مانی کے اصولوں کے مقابلے میں بڑے دھرم سے زیادہ پاک تھے۔

”قلندر“ یعنی پریور اچھوتا کا وہ یہ مطلب لیتے تھے کہ ان میں سے کوئی دو رات ایک گھر میں نہ رہے۔ ان میں جو لوگ قلندر ہیں وہ ہمیشہ دو دو کر کے چلتے ہیں اور چار قاعدوں کو مانتے ہیں—فقیری، پاکیزگی، سچائی اور شریعی۔“

اپنے اصول کو ظاہر کرنے کے لئے ان صوفیوں نے جو قصہ بیان کیا وہ صاف صاف ہونہ قصہ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان میں سے دو فقیر ایک بار اٹلہ پوئے گئے کہ قریب قریب بے جان ہو گئے۔ ہلتا یہ تھی کہ اُن پر کچھ جواہرات کی چوری کا شک کیا گیا تھا۔ ان جواہراتوں کو ان کی آنکھوں کے واسطے ایک شتر مرغ نکل گیا تھا۔ اُن پر شک کیا گیا۔ انہوں نے اِس پونددے کے ساتھ دغا کرنا جس سے اُسے تکلیف پہونچائی جاوے یعنی اُسے قتل کیا جاوے، ٹھیک نہیں سمجھا اور خود مار کھا کر اپنی جان خطرے میں ڈالی۔

—Goldziher, Transaction of the Ninth Congress of the Orientalists, Vol. II p. 114

†—Encyclopaedia of Religion and Ethics, Vol II p. 189.

چین میں بौद्ध धर्म

چین میں بודה دھرم

پروفیسر تان - یو - شان

پروفیسر تان - یو - شان

دو ہزار برسوں سے زیادہ عرصے میں جب بודה دھرم نے بھارت میں جنم لیا تھا اور قریب دو ہزار برس ہوئے جب بודה دھرم کی بار چھین میں پہنچا تھا۔ بודה دھرم کے چین پہنچنے کے لیے ایک تاریخ بتا سکتا بہت مشکل ہے۔ پھر بھی چینی تاریخ کے بیانات کے مطابق بודה دھرم پہلی بار ہان راج گھرانے میں۔ تی راجا کے راج کے زمانے کے دسویں سال میں یعنی 67ء میں چین پہنچا۔ لیکن دوسری کتابوں کی بنا پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ بודה دھرم چن راج گھرانے کے بھی پہلے ہی سن 246-207 عیسوی پیشتر چین پہنچ چکا تھا۔ ل کے طور پر پرانے چینی گوتم لیہتسو میں ملدہ ذیل ن آتا ہے۔

”کنفوسیوس نے کہا ہے میں نے پچھم کے ایک سنت کی رچا سنی ہے جس نے بغیر حکومت کے بددوست قائم کیا ہے“ میں نے بغیر ابدیہوں کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا اور بغیر چار کے لوگوں کو سچا عمل سکھایا۔ وہ سنت انلا ہوا اور لدار تھا کہ لفظوں کے سہارے اس کی تعریف نہیں کی سکتی۔“

”کنفوسیوس نے کہا ہے میں نے پچھم کے ایک سنت کی رچا سنی ہے جس نے بغیر حکومت کے بددوست قائم کیا ہے“ میں نے بغیر ابدیہوں کے لوگوں کا اعتبار حاصل کیا اور بغیر چار کے لوگوں کو سچا عمل سکھایا۔ وہ سنت انلا ہوا اور لدار تھا کہ لفظوں کے سہارے اس کی تعریف نہیں کی سکتی۔“

جہاں تک میں جانتا ہوں کنفوسیوس بده کے زمانے میں موجود تھے اور پچھم سے ان کا مطلب بے شک بھارت سے تھا۔ ان میں یہ پراٹا راج ہے کہ وہاں بھارت کو ”پچھمی راج“ ”مغربی بہشت“ اور چین کو ”وسطی راج“ یا ”شاندار ک“ کہا جاتا تھا۔ جب کنفوسیوس نے پچھمی راج کے ایک سنت کی تعریف کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے کی مراد بده، ان کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔

ا دوسری چینی کتاب ”پراتن دورن (بیانات ماضی)“ کی ہے۔ اس میں ایک جگہ یہ ذکر آتا ہے کہ چین صوبہ میں چینگ راجا کے چوتھے سال میں پچھمی راج کے 18 لہو بודה گوتم اور بده کی مورتی لیکر وہاں پہلی بار آئے۔ یہ پیکشوں کے نیتا م۔ لی - فانگ تھے۔ چن راج کے ہنگ سمرات کے چوتھے سال میں یعنی سن 268ء میں واقعہ ہے۔ اس وقت تمام چین چینگ راجا کے قبضے میں آئی۔ اسی طرح کے بہت سے بیانات الگ الگ کتابوں میں ملتے ہیں۔ ان سب کا پہلی یابی ترسکا نمسکن ہے۔ وال آہتا ہے کہ جب بده خود بھارت میں اپنی مذہبی تعلیم کا

جہاں تک میں جانتا ہوں کنفوسیوس بده کے زمانے میں موجود تھے اور پچھم سے ان کا مطلب بے شک بھارت سے تھا۔ ان میں یہ پراٹا راج ہے کہ وہاں بھارت کو ”پچھمی راج“ ”مغربی بہشت“ اور چین کو ”وسطی راج“ یا ”شاندار ک“ کہا جاتا تھا۔ جب کنفوسیوس نے پچھمی راج کے ایک سنت کی تعریف کی تو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس سے کی مراد بده، ان کی تعلیم اور بھارتی فلسفہ سے تھی۔

को अपने कौशल की बात सुनाकर उससे इसका बखलाव
 हुआ। उसने अपनी ही एक कृपि था। उसने राइनराह से
 कहा कि इस कथा की सहाय्य है कि तिरन-बु यानी भारत
 में बुद्ध का प्रचार हुआ है। सम्राट ने कौरव सिपहसालार
 त्सार्व-विन और दीवान बाज़-सुन को एक दस्ते के साथ,
 बौद्ध धर्म का इस्तक़्बाल करने के लिये त्थेन-बु यानी
 भारत भेजा। त्सार्व-विन अपने दस्ते के साथ सन् 65 ई० में
 लोवान पहुँचा, वहाँ क्रिस्तम से अचानक उनकी कार्यय
 मार्तग और गोभरय से मुलाकात हो गई। यह दोनों भारती
 संत बौद्ध ग्रंथों और बुद्ध की मूर्तियों लेकर "पूर्वी देश" की
 तरफ़ जा रहे थे। त्सार्व-विन मय अपने दस्ते के उन लोगों के
 साथ वापस चीन लौट आया। यह लोग चीनी राजधानी
 लो-बज़ शहर में राइनराह मिन-ति के दसवें साल में पहुँचे।
 बूँकि बौद्ध ग्रंथ और बुद्ध की मूर्तियों सफ़ेद रंग के चोंकों
 पर लदी हुई थीं इसलिये राइनराह ने उनके लिये एक
 हास मन्दिर बनवाकर उसका नाम "पे-मा-स्तु" यानी
 सफ़ेद चोंकों का मन्दिर रक्खा। इन बौद्ध ग्रंथों और मूर्तियों
 को उसी मन्दिर में रक्खा गया। चीन का सब से पहला
 बौद्ध मन्दिर यही है और अब भी वस्त चीन में होना
 नामी सुवे के लो-यंग शहर के बाहर यह मन्दिर अजीब
 रानो शौकत के साथ लड़ा है। इससे आसानी से अन्दाज़ा
 किया जा सकता है कि शाही देख भाल में बौद्ध धर्म का
 इस बड़ चीन में कितना बड़ा इस्तक़्बाल हुआ होगा ?
 चीनी जनता में हान-मिन-ति राइनराह के बौद्ध धर्म के
 इस्तक़्बाल की यह कहानी दो हजार साल से मशहूर है।
 इस कहानी से यह नतीजा निकल सकता है कि हान-मिन-
 ति के राज के जमाने के बहुत पहले से भारती और चीनी
 कलसकों का आपसी लेन देन होता रहा होगा और बौद्ध
 धर्म का चीनी जनता में प्रचार होगा। अगर यह नहीं था
 तो राइनराह कैसे अचानक ऐसा जवाब देख सकता था ?
 वहीर कैसे उसे बुद्ध का नाम बता सकता था ? राइनराह
 कैसे अपने सिपहसालार और दीवान को बौद्ध धर्म की
 लोज करने के लिये भेज सकता था ? और यह कैसे मुमकिन
 था कि मार्तग और गोभरय रास्ते में उनको चीन आते हुए
 मिल जाते ? यह सारे बजूहाव इतने साफ़ हैं कि इनके लिये
 किसी वकील की जरूरत नहीं।

काश्यप मार्तण और गोमरख सकेद जोड़ों के मन्दिर में रहकर बौद्ध धर्म का प्रचार करते रहे. साथ ही साथ उन्होंने कई बौद्ध ग्रंथों का चीनी खान में तर्जुमा किया. उनके तर्जुमा किये हुए ग्रंथों में सब में खान "42 अध्यायों (पाठों) वाला धर्म ग्रंथ है. यह धर्म ग्रन्थ चीनी स्वभाव के विस्तृत सुताविका है और सब से लेकर अब तक चीनी जनता अत्यन्त उन्माद प्रताप करती है. लेकिन यह कहना

کو اپنے خواب کی بات سنکر اُن سے اِس کا مطلب پوچھا۔
 اُس نے روزوں میں ایک نو - یی - تھا۔ اُس نے
 شہنشاہ سے کہا کہ اِس خواب کی یہ تعبیر ہے کہ تین -
 چو - یعنی بھارت میں بدھ کا ارتار ہوا ہے۔ سمراٹ نے فوراً
 اپنے سالر تسائی - بن اور دیوان وانگ - تسون کو ایک دستہ
 کے ساتھ بدھ دھرم کا استقبال کرنے کے لئے بھیج دیا۔ چو یعنی
 بھارت پہونچا۔ تسائی - بن اپنے دستہ کے ساتھ سن ۱۱۶۸ء میں
 چین پہونچا۔ وہاں قسمت سے اچانک اُن کی کشتی مالتک
 اور گوہن سے ملاقات ہو گئی۔ یہ دونوں بھارتی ملت بدھ
 گرنہوں اور بدھ کی سورتیاں لیکر ”پوری دیہی“ کی طرف
 جارہے تھے۔ تسائی - بن نے اپنے دستہ کے اُن لوگوں کے ساتھ
 واپس چین لوٹ آیا۔ یہ لوگ چینی راجدھانی لو - ینگ
 شہر میں شہنشاہ من - تی کے راج کے دسویں سال میں
 پہونچے۔ چونکہ بدھ گرنہ اور بدھ کی سورتیاں سفید رنگ کے
 گہوڑوں پر لدی ہوئی تھیں اِس لئے شہنشاہ نے اُن کے لئے ایک
 خاص مندر بنواکر اُس کا نام ”پے - ما - سچو“ یعنی سفید
 گہوڑوں کا مندر رکھا۔ اُن بدھ گرنہوں اور سورتیوں کو اُسی
 مندر میں رکھا گیا۔ چین کا سب سے پہلا بدھ مندر یہی ہے
 اور اب بھی وسط چین میں ہونان نامی صوبے کے لو - ینگ
 شہر کے باہر یہ مندر عجیب شان و شوکت کے ساتھ کھڑا ہے۔
 اِس سے آسانی سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ شاہی دیکھ بھال
 میں بدھ دھرم کا اُس وقت چین میں کتنا بڑا استقبال ہوا
 ہوگا ؟ چینی جنتا میں ہان - من - تی شہنشاہ کے بدھ دھرم
 کے استقبال کی یہ کہانی دو ہزار سال سے مشہور ہے۔ اِس
 کہانی سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ہان - من - تی کے راج کے
 زمانے کے بہت پہلے سے بھارتی اور چینی فلسفوں کا ایسی لہن
 دین ہونا رہا ہوگا اور بدھ دھرم کا چینی جنتا میں پرجار ہوگا۔
 اگر یہ نہیں تھا تو شہنشاہ کیسے اچانک ایسا خواب دیکھ
 سکتا تھا ؟ وزیر کیسے اُسے بدھ کا نام بتا سکتا تھا ؟ شہنشاہ کیسے
 اپنے سہسلاز اور دیوان کو بدھ دھرم کی کہچ کرنے کے لئے بھیج
 سکتا تھا ؟ اور یہ کیسے ممکن تھا کہ مالتک اور گوہن راستہ
 میں اُن کو چین آتے ہوئے مل جاتے ؟ یہ سارے وجوہات اتنے
 صاف ہیں کہ اِن کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔

کلاسیک مانتا اور گویوں سفید گہوڑوں کے مندر میں
 دھڑک بڑھ دھرم کا پرچار کرتے رہے۔ ساتھ ہی ساتھ انہیں نے کئی
 بڑھ گزرتوں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اُن کے ترجمہ
 کئے ہوئے گزرتوں میں سب میں خاص "42 آدھیاؤں
 (بابوں) والا دھرم گزرتہ ہے۔" یہ دھرم گزرتہ چینی
 سوہیاؤ کے بالکل مطابق ہے اور تب سے لیکر اب تک
 چینی جنتا براہر اُس کا مطالعہ کرتی ہے۔ لیکن یہ کہتا

مقامی مکتبہ پر لکھا گیا ہے "42 مکتبہوں والا بزم" ایک طرح کا مجموعہ ہے۔ یہ بزم گرتھ کی ایک کتاب کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ کئی بزمی کتابوں کے خیال اس میں شامل کیے گئے ہیں، ایسے خیال جو مغربی دنیا کی نظر سے چھٹی چلتا ہے مطابق تھے۔ پڑانے چینی گرتھ گرتھوں کے ساتھ اس گرتھ کا پورا مہل تھا۔ پڑانے چینی گرتھ جسے "مکتبہ پتا کی بکتی" "چار پستکیں" اور "گو-نچو" اور یہ "42 مکتبہوں والا گرتھ" ایک ہی طرح کی کتابوں سے ملے ہیں۔ اگر اس بزم گرتھ میں سے "بزم نے کہا" "بزم بکھڑ" جیسے الفاظ نکال دئے جائیں تو پڑانے والے مشکل سے اسے بزم گرتھ کا کوئی گرتھ سمجھیں گے۔ سنگن کے نظریہ مانگ اور گرتھوں نے اور دوسرے ترجمے بھی کئے تھے کہ چنگا اس وقت کوئی پتہ نہیں چلتا۔ اس کے دسویں سال بعد پڑانے کے شہزادے انشکو شہنشاہ ہان-ہوان-ئی (148 ع) کے وقت میں چھن آئے۔ انشکو کے بعد ہی شک مند کے مشہور بکھو لوکرکھ بھی چھن پھونچے۔ ان دونوں بزم سنگن نے جو بزم گرتھ کے اچھے جانکار تھے اور بہت بڑے عالم تھے، چھن میں بزم گرتھ کا پرچار کیا اور بزم گرتھوں کا چھن زبان میں ترجمہ کرنے کا کم شروع کیا۔ انشکو نے "لپنگ" میں 20 سال سے زیادہ بزم گرتھ کی کتابوں کا چینی زبان میں ترجمہ کیا۔ ان اصول گرتھوں کے پڑانے کے بعد چھنوں نے بزم ادب کی گہرائی اور بزم کی اصلیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنا شروع کیا۔ اس کے بعد بھارت سے نئی بزم سنت اور عالم چھن آئے اور انہوں نے چھن میں بزم گرتھ کا پرچار کیا۔ ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں—بزم بھدر، بزم رکھ، کمار، جیو، بودھی بزم، سوہیا کر، وجربودھی اور اسوگ۔ ان بزم سنگن اور عالموں کے کاموں اور ان کی کامیابی کا اس چھن سے مسکینوں میں دکھایا سکتا ناممکن ہے۔

کئی بزم بزم بزم راستے کی سیکڑوں موسیبتوں بٹا کر بھارت سے چین پھونچ رہے تھے۔ انہیں دیکھ دیکھ کر چینی بکھروں میں بزم گرتھ کی جنم بھومی بھارت جانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ سفر کی تمام مصیبتوں کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت آئی۔ ایسے چھلی بکھو جو بھارت پھونچے ان میں سب میں خاص سن راج گہرا کے وقت کا چینی بزم سراج ناہیان ہے۔ ناہیان 5 ویں صدی عیسوی کے شروع میں وسط ایشیا میں بھارت پھونچا۔ دسویں صدی میں 15 سال قبل پتا کر، وہ بزم گرتھوں کا خزانہ لیکر چھن واپس پھونچا۔ 7 ویں صدی کے "نانگ" راج گہرا کے وقت میں ایک دوسرا چھلی بکھو ہوئے تسانگ وسط ایشیا میں بزم بھارت پھونچا۔ وہیں تسانگ نے 17 ویں صدی کی پہلی صدی میں سیکڑوں راجدھانوں کا سفر کیا اور

کئی بزم بزم راستے کی سیکڑوں موسیبتوں بٹا کر بھارت سے چین پھونچ رہے تھے۔ انہیں دیکھ دیکھ کر چینی بکھروں میں بزم گرتھ کی جنم بھومی بھارت جانے کی زبردست خواہش پیدا ہوئی۔ سفر کی تمام مصیبتوں کا سامنا کرنے کی ان میں ہمت آئی۔ ایسے چھلی بکھو جو بھارت پھونچے ان میں سب میں خاص سن راج گہرا کے وقت کا چینی بزم سراج ناہیان ہے۔ ناہیان 5 ویں صدی عیسوی کے شروع میں وسط ایشیا میں بھارت پھونچا۔ دسویں صدی میں 15 سال قبل پتا کر، وہ بزم گرتھوں کا خزانہ لیکر چھن واپس پھونچا۔ 7 ویں صدی کے "نانگ" راج گہرا کے وقت میں ایک دوسرا چھلی بکھو ہوئے تسانگ وسط ایشیا میں بزم بھارت پھونچا۔ وہیں تسانگ نے 17 ویں صدی کی پہلی صدی میں سیکڑوں راجدھانوں کا سفر کیا اور

के साथ वसुल में और मुक्त राजमार्गों के द्वारा में 6 कर्मों में, उस अभान में आजकल के से सारे और जल्दबाजी में किये हुए तजुर्मा के बदले कितने बेहतर तरीके से तजुर्मा होता था, चीनी बौद्ध भिक्षुओं ने तजुर्मा के अलावा बुनियादी ग्रंथों की भी तसनीफ की, उन्होंने बौद्ध अर्थ को एक सिलसिले में किया, बौद्ध धर्म के अर्थों वसुलों का सुताला करके उन पर नुफाचीनी की और इस तरह बौद्ध धर्म को तरकरी की आखिरी हद तक पहुँचाया, सैकड़ों सालों में तैयार किये हुए इन तमाम बौद्ध ग्रन्थों को एक जगह जमा किया गया और उन्हें “सान-त्सांग” यानी “त्रिपिटक” में तफ़्सील किया गया, यह त्रिपिटक—(1) सूत्र त्रिपिटक, (2) विनय पिटक और (3) अभिधर्म पिटक कहलाते हैं, इन तीनों को मिलाकर “ता-त्सांग-चिंग” यानी “बौद्ध धर्म का बड़ा ग्रन्थ” कहा जाता है, इन ग्रंथों के अलावा चीनियों के जरिये लिखे हुए बौद्ध धर्म की किताबों की तादाद करीब करीब 10 हजार समझी जाती है, पुराने भारत के करीब करीब तमाम खास बौद्ध ग्रन्थों का चीनी जवान में तजुर्मा किया गया, जो ग्रन्थ आज भारत में लापता हो गये हैं, वे चीन में चीनी जवान के तजुर्मे की राकल में आज भी बरकरार हैं, अगर कोई शरूब बौद्ध धर्म का पूरा सुताला करना चाहे तो उसके लिये इन चीनी ग्रन्थों का पढ़ना बहुत जरूरी है, यह कोई बड़बोल नहीं है, बल्कि एक असलियत है, आज चीनी ही सिर्फ एक ऐसी जवान है जिसके जरिये बौद्ध धर्म का पूरा पूरा सुताला किया जा सकता है.

ज्ञान राजघराने के जमाने में पहले पहल बौद्ध धर्म जाप्ते से चीन पहुँचा, उसके बाद से मुस्तलिफ़ बरानों के चीनी शाहनशाह बौद्ध धर्म में शरूसी दिलबस्ती लेते रहे, उसके फैलाव को तरक्की देते और उसकी हिकाजत करते रहे, जगह जगह मन्दिर बनवाए गये, पागोदा खड़े किये गये, इबादत के सरअंजाम किये गये, भिक्खु और भिक्खुनियों के रहने का बन्दोबस्त किया गया, शाही खर्च से बने हुए सारे मुल्क में बड़े बड़े मन्दिर, ऊँचे ऊँचे पागोदा और शानदार बिहार अब तक खड़े हैं, चीनी नज्म की एक सतर है—ऊँची और खूबसूरत पहाड़ी चाटियाँ बौद्धों ने ऋज्जे में कर रखी हैं, इसका मतलब यह है कि चीन में मशहूर और खूबसूरत पहाड़ियों पर बौद्ध मन्दिर, पागोदा और भिक्खु संघ जाए पड़े हैं, मुस्तलिफ़ बरानों में मुस्तलिफ़ शाहनशाहों की मदद के बिना बौद्ध धर्म को इतनी कामयाबी, कैसे मिल सकती थी ? फिर भी कुछ संग बिमारा के चीनी शाहनशाह हुए हैं जिन्होंने बौद्ध धर्म का मसलन नहीं समझा और उसे मुकसान पहुँचाने की कोशिश की, मसलन सुमासी चीन में 'बे'

کے پانچ حصوں میں اور ہر حصہ ایک سو اسی کے ساتھ
 میں 6 حصوں میں اس زمانے میں آج کل کے سستے
 اور چھوٹے میں ایک سو اسی کے ساتھ ترجموں کے بدلے کتب
 بہتر طریقے سے ترجمہ ہوتا تھا۔ چینی بوجہ لکھنوں نے
 ترجمہ کے علاوہ باغی گزرتوں کی بھی تصنیف کی۔ انہوں
 نے بوجہ ایک کو ایک جلسہ میں کیا۔ بوجہ دھرم کے ادبی
 اوروں کا مطالعہ کر کے ان پر نکتہ چینی کیں اور اس طرح
 بوجہ دھرم کو ترقی کی آخری حد تک پہنچایا۔ سیکڑوں
 سالوں میں تیار کئے ہوئے ان تمام بوجہ گزرتوں کو ایک جگہ
 جمع کیا گیا اور انہیں "سان-تسنگ" یعنی "تربیتک" میں
 تقسیم کیا گیا۔ یہ تربیتک—(1) سوتربک، (2) دیتک
 اور (3) ابودھرم پتک کہلاتے ہیں۔ ان تینوں کو 10 کو
 "تسنگ-چنگ" یعنی "بوجہ دھرم کا بڑا گزرتہ" کہا جاتا
 ہے۔ ان گزرتوں کے علاوہ چینیوں کے ذریعہ لکھے ہوئے بوجہ دھرم
 کی کتابوں کی تعداد قریب قریب 10 ہزار سمجھی جاتی ہے۔
 پرانے بھارت کے قریب قریب تمام خاص بوجہ گزرتوں کا چینی
 زبان میں ترجمہ کیا گیا۔ جو گزرتہ آج بھارت میں لپکے ہو
 گئے ہیں، وہ چین میں چینی زبان کے ترجمہ کی شکل میں
 آج بھی برقرار ہیں۔ اگر کوئی شخص بوجہ دھرم کا پورا مطالعہ
 کرنا چاہے تو اس کے لئے ان چینی گزرتوں کا پڑھنا بہت
 ضروری ہے۔ یہ کوئی بڑھول نہیں ہے، بلکہ ایک اصلیت ہے۔
 آج چینی ہی صرف ایک ایسی زبان ہے جس کے ذریعہ بوجہ
 دھرم کا پورا پورا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

ہاں راج گھرانے کے زمانے میں پہلے پہل ہندو دھرم ظاہر
 سے چینی پھونچا۔ اس کے بعد سے مختلف گھرانوں کے چینی
 شہنشاہ ہندو دھرم میں شخصی دلچسپی لیتے رہے، اُس کے بیٹے
 کو ترقی دیتے اور اُس کی حفاظت کرتے رہے۔ جبکہ جبکہ
 مندر بنوائے گئے۔ پاکوڈا کھڑے گئے گئے۔ عبادت کے سرانجام گئے
 گئے۔ بھگوان پر بھگوانوں کے رات کا بندوبست کیا گیا۔ شاہی
 خرچ سے ہاتھ سارے ملک میں بڑے بڑے مندر، اُونچے
 اُونچے پاکوڈا اور شاندار دروازے اب تک کھڑے ہیں۔ چینی نظم
 کی ایک سطر ہے—’اُونچی اور خوبصورت پہاڑی چوٹیاں
 ہندوؤں نے قبضہ میں کر رکھی ہیں‘ اس کا مطلب یہ ہے کہ
 چین میں مشہور اور خوبصورت پہاڑوں پر ہندو مندر، پاکوڈا
 اور بھگوان بنائے گئے ہیں۔ مختلف زمانوں میں مختلف
 شہنشاہوں کی مدد کے بنا ہندو دھرم کو اتنی کامیابی کبھی
 مل سکتی تھی؟ یہ تو بھی کچھ تلک دماغ کے چینی شہنشاہ
 ہوتے ہیں جنہوں نے ہندو دھرم کا مطالب نہیں سمجھا اور اسے
 نقصان پہونچانے کی کوشش کی۔ مثلاً شمالی چین میں ’زہرے‘

राजघराने के राजघराने राजा 'तु' ने सन् 575 ई० में बौद्ध धर्मों की सहायता बौद्ध भिक्षुओं को बुनियादी भिक्षुकी वस्त्र करने के लिए मजबूर किया। दूसरे मुगलों 'चीन' के 'तु' राजघराने के राजनरसाह 'तु-सि' ने सन् 575 ई० में बौद्ध भिक्षुओं को मजबूर, बौद्ध धर्म को तैर जानूनी कठार विवा, उनके बाद सन् 845 ई० में तांग राजघराने के राजनरसाह 'तु-सुंग' ने बौद्ध भिक्षुओं और सूरतियों को तोड़ फोड़ बताया, चीन में आम तौर पर यह 'तीन 'तु' सम्राटों का बौद्ध धर्म' पर 'नाजायब गुनाह' कह कर याद किया जाता है। लेकिन इस तरह की शाही आकत सिर्फ चन्द रोखा रही और सबसे बौद्ध धर्म को कोई भारी नुकसान नहीं पहुँचा। इसके बरखिलाफ चीनी बौद्ध धर्म की तारीख में दो भारके के बाक़ेबाव हुए हैं। एक यह कि चीन में एक मर्तबा एक "सु तद भिक्षु" और दूसरी मर्तबा एक "भिक्षु सम्राट" हुए हैं। दक्खिन राजघराने के राजनरसाह लियांप-तु-सि ने तीन मर्तबा अपने शाही ताज को छोड़कर "तुंग-ससाई" मन्दिर में भिक्षुओं का लिबास पहना। इसलिये उसे सम्राट भिक्षु कहा जाता है। उसकी यादगार के खंडहर नानकिंग शहर में अब तक मिलते हैं। 'मिन' राजघराने की बुनियाद डालने वाला ताई-सु "हां-चिआओ मन्दिर का एक भिक्षु था। उसने खालिम मंगोल राजा को चीन से खदेड़ कर सारे चीन के राजनरसाह का कतबा हासिल किया और इस तरह चीनी तबारीख में एक मुनहरा सफा जोड़ दिया। इसीलिये ताई-सु "भिक्षु राजनरसाह" कहलाता है। इसके अलावा और दूसरे खालिम और पाक भिक्षु हुए हैं जिन्होंने राजनरसाहों के मजहबी कामों में मदद दी और कामयाबी के साथ समाज में अनुशासन कायम रक्खा है। ऐसे भिक्षुओं की तादाद इतनी ज्यादा है कि उनकी शक्ती बर्बाद कर सकता यहाँ नामुमकिन है।

یہ گہرائی کے شہنشاہ تائی۔ وو۔ تی نے سن 574ء میں ہونہ
 کے راجے کو چار کر ہونہ بھگڑوں کو دنیاوی زندگی بسر کرنے کے
 لیے مجبور کیا۔ دوسرے شمالی چین کے چور راجے گہرائی کے
 شہنشاہ وو۔ تی نے سن 574ء میں ہونہ وھاروں کو چار کر
 ہونہ دھرم کو غیر قانونی قرار دیا۔ اُس کے بعد سن 584ء
 میں فانگ راجے گہرائی کے شہنشاہ وو۔ تسنگ نے ہونہ مندوں
 اور سرورتوں کو تیز پور قالا۔ چین میں عام طور پر یہ ”ہین
 وو“ سمراٹوں کا ہونہ دھرم پر نا جائز گناہ“ کہہ کر پکڑ کیا جاتا
 ہے۔ لیکن اس طرح کی شاعی آفت صرف چار روزہ رہی اور
 اُس سے ہونہ دھرم کو کوئی بھاری نقصان نہیں پہونچا۔ اِس
 کے برخلاف چینی ہونہ دھرم کی تاریخ میں دو معرکے کے
 واقعات ہوئے ہیں۔ ایک یہ کہ چین میں ایک مرتبہ ایک
 ”سمرات بھکو“ اور دوسری مرتبہ ایک ”بھکو سمرات“ ہوئے
 ہیں۔ دکن راجے گہرائی کے شہنشاہ لہانگ۔ وو۔ تی نے تین مرتبہ
 اپنے شاہی تاج کو چھوڑ کر ”تونگ تسائی“ مندر میں بھگڑوں
 کا لباس پہنا۔ اِس لئے اُسے سمرات بھکو کہا جاتا ہے۔
 اُس کی یادگار کے کھنڈرو ناندگ شہر میں اب تک ملتے ہیں۔
 ”میں“ راجے گہرائی کی ہلیان قالندہ والا قائی۔ تسو ”ھوانگ
 چیلو“ مندر کا ایک بھکو تھا۔ اُس نے ظالم منکول راجا کو
 چین سے کھدیو کر سارے چین کے شہنشاہ کا رتبہ حاصل کیا اور
 اِس طرح چینی تواریخ میں ایک سلہرا منجھتہ جوڑ دیا۔ اِس
 لئے قائی تسو ”بھکو شہنشاہ“ کہلاتا ہے۔ اِس کے علاوہ اور دوسرے
 عالم اور پاک بھکو ہوئے ہیں جنھوں نے شہنشاہ کے مذہبی کاموں
 میں مدد دی ہے اور کامیابی کے ساتھ سماج میں انہشاسن قائم رکھا
 ہے۔ ایسے بھگڑوں کی تعداد اِنلی ڈیادہ ہے یہ اُن کی شخصی چرچا
 کر سکا یہاں نامسکن ہے۔

महाराज साहिब ने एकाने करने, एकाने मिलाने में पच्छिमी कलालों की तरफ सारीफ के भाग आगे, सारीफ के भागों ने पच्छिमी राजस्थान की तरफ उनमें इन्क़त पैदा की और इन्क़त ने पैदा किया नक़ल करने का क्याल. समाप्त मुल्क में भोवाल सा आ गया. पुरानी सासीम और क्याल, पुरानी राजनीति और माली रबैया और पुराने सामाजिक रीत रिवाजों की जड़ें दिखाने लगीं और हमारे प्यारे पुराने मुल्क की पुरानी शानदार झलक बरबाद होती हुई दिखाई देने लगी. क्यालात के इस खीफनाक तूफानी समन्दर में बौद्ध धर्म पहली मर्तबा सचमुची की गहराई में दिखाई देने लगा. चूँकि इसके पीछे एक इतना लम्बा इतिहास था और वह लोगों के दिलों पर इतनी गहरी जड़ जमा चुका था और उसके अन्दर कवर्चस्व मुमकिनान्त थीं, इसलिये यह लाजमी था कि वह भीका पाकर फिर हरा भरा होगा.

[illegible]

प्रतिगमन के लिए बड़े पैमाने पर आवास और पानी उपलब्ध
के कारण प्रभाव है। बीज के साथ-साथ और भी अन्य चीजों की
प्रति प्रभाव करते हैं और उन्होंने अपनी सम्पत्ति में
हस्तगत करने का काम किया है पर यह सब आसीरान बिहार
की सुविधा नहीं है। इस तरह हाल के बीज में बीज वर्ष में
नई जल स्रोत और बीज इन्फ्लुएंस के लिये बहुत बड़ी
गुणवत्ता है।

इस समय बौद्ध इन्कलाब और चीनी बौद्ध धर्म को हम
 दो दिशाओं में वर्गीकृत कर सकते हैं—(1) बौद्ध धर्म और
 (2) बौद्ध साम्यवाद। जहाँ तक बौद्ध धर्म का सम्बन्ध है उसके
 में हमसे जो कुछ चल सके—

1. सु-शेद-सुक्त (अभिधर्म कोष दल),
2. वेत्त-शेद-सुक्त (संयुक्त दल),
3. सु-सुक्त (विनय दल),
4. का-सिञ्जात्त-सुक्त (यांगवाद दल),
5. खान-लुन-सुक्त (माध्यमिक दल),
6. झा-येन-सुक्त (अवतामसक दल),
7. तिपन-वाई सुक्त (सद्धर्म पुण्डरीक महा परिनिर्वाण दल),
8. येन-येन-सुक्त (मंत्र दल),
9. स्थित्त-सु-सुक्त (अमिताम दल) और
10. शान-सुक्त (ध्यान दल).

इन दसों जमाअतों में हर एक बौद्ध धर्म का झंडा फहराना सिर्फ अपना ही निजी हक समझता था और दूसरे जमाअत की बुराई करता था। यह सही है कि आपसी लाग डांट से वे फायदा उठा सकते थे। लेकिन यह भी सही है कि वे एक दूसरे के बारे में गलत प्रचार करते थे और बौद्ध दुनिया में निफाक फैलाते थे। खुशकिस्मती से इन मुखतलिफ़ गिरांदा में पीरे पीरे इत्फाक़ कायम हो गया है और अब कोई खास खाई इन के दरमियान दिखाई नहीं देती। बौद्ध धर्म बुनियादी ढंग से एक है। उसे टुकड़ों में तक्रसीम करना गलत है। मुल्क में बौद्ध नेता आज जोर शोर के साथ एकता का इन्कलाब चला रहे हैं। उन्होंने मुखतलिफ़ सूबों में बौद्ध जमाअतों कायम की हैं और सारे चीन के बौद्धों के लिये शान्दाई में “चीनी बौद्ध केन्द्री संघ” कायम किया है। सभी जमाअतों ने इसके मातहत काम करने का पक्का इरादा किया है। इस तरह की जमाअत की बेहद जरूरत थी जो एक तफ़्फ़ू धर्म में अन्धहनी एकता पैदा करे और दूसरी तरफ़ बाहरी सवालों को हल करे। लेकिन केन्द्री संघ में इसके इसके को कुछ बनने लखर आ रहे हैं—एक तेषर रफ़्तार जमाअत और दूसरी पुरानी रीत रिवाजों वाली जमाअत। तेषररफ़्तार जमाअत अब नये सुधारों की मांग करती है और पुरानी रीत रिवाजों वाली जमाअत पुराने रिवाजों के कायम करने

...

...

...

...

...

...

رہتے ہیں۔ بौद्ध کرمکائناتوں کو مانتے ہیں اور کبھی کبھی خود بودہ بیکسٹو بن جاتے ہیں۔

چینی بौद्ध धर्म का एक अनोखा पहलू है जिसे लामा धर्म कहा जाता है। इसका प्रचार तिब्बत और मङ्गोलिया में ज्यादा है। लामा धर्म की पैदायशी जगह तिब्बत है। असलियत में यह बौद्ध धर्म की एक शाख है। चीनी ज़बान में इसे "बेन-पियेन-सुङ्ग" या "मन्त्र धर्म" कहा जाता है। इस पर तिब्बती रीत रिवाज की गहरी छाप है। तिब्बत ही दुनिया का एक ऐसा हमवार हिस्सा है जो चारों तरफ से बरफ़ीली पहाड़ियों से घिरा हुआ है। तिब्बत आम तौर पर और कुदरती नज़रिये से खुद ही ताज्जुबख़ेज और पुरइसरार है। तिब्बतियों का अपना ऐतबार और पुराना धर्म भी राज से भरा है और इसीलिये तिब्बतवालों को बौद्ध धर्म की यह मंतर जमाअत बेहद अच्छी लगी। असल में इस मंतर जमाअत के अन्दर एक गहरा राज छिपा हुआ है। यह तिब्बत वालों के भेद भरे मिजाज के मुताबिक़ पढ़ता है। पुराना तिब्बती धर्म और मंतर जमाअत आपस में इतने मिल जुल गये कि उन्होंने बौद्ध धर्म की एक नई शकल लामा धर्म की बुनियाद डाली। सातवीं सदी ईस्वी में तांग राजघराने के शुरू के ज़माने में पहली बार बौद्ध धर्म तिब्बत पहुँचा। उस वक्त तिब्बत चीन के मातहत खिराज देने वाला एक अलग राज था। तिब्बत के राजा "सुङ्ग-सान" ने तांग राजघराने की शहजादी "बेन-चेङ्ग" के साथ शादी की। बाद में इस तिब्बती राजा ने नेपाल की शहजादी "पेलिस्वू" के साथ शादी की। यह दोनों शहजादियाँ बौद्ध धर्म की सच्ची पैरोकार थीं। इन दोनों रानियों से तिब्बत राज इतना मुतासिर हुआ कि उन्होंने भी बौद्ध धर्म क़बूल कर लिया। दोनों रानियाँ अपने मैसे से बौद्ध धर्म के प्रचार के लिये कई बौद्ध ग्रंथ और बौद्ध मूर्तियाँ अपने साथ लाई थीं। इस तरह यह दोनों रानियाँ तिब्बत में बौद्ध धर्म की पहली प्रचारक समझी जाती हैं। अब भी तिब्बत की राजधानी ल्हासा में "ता-चाबु" यानी "महान मन्दिर" नामी एक आलीशान मन्दिर खड़ा हुआ है, जिसे चीनी शहजादी बेन-चेङ्ग ने बनवाया था और जिसमें अब तक उसकी एक सुनहली मूर्ति मौजूद है। तिब्बत में यही सब से पुराना मन्दिर समझा जाता है और लोग उसे निहायत पाक समझते हैं। हर साल नीरोख के दिन तमाम तिब्बती भिक्षु प्रार्थना और पूजा के लिये इस मन्दिर में जमा होते हैं। एक दूसरा मन्दिर नेपाली शहजादी पेलिस्वू का बनवाया हुआ है, जो "स्याओ-चाओ" यानी "हिना मन्दिर" कहलाता है। इस मन्दिर में नेपाली शहजादी की एक सुनहली मूर्ति अब तक मौजूद है। तिब्बती बड़े इज्जत के साथ इस मन्दिर को देखते हैं। ज़माने की रफ़्तार के साथ साथ भारत, नेपाल

कहते हैं, 'बुद्ध कर्म कान्डों को मानते हैं और कभी कभी खुद बुद्ध बने हुए हैं'।

چینی بود دھرم کا ایک انوکھا پہلو ہے جسے لاما دھرم کہا جاتا ہے۔ اس کا پرچار تبت اور منگولیا میں زیادہ ہے۔ لاما دھرم کی پیدائشی جگہ تبت ہے۔ اصلیت میں یہ بودہ دھرم کی ایک شاخ ہے۔ چینی زبان میں "چین-پٹین-تسونگ" یا "منتر دھرم" کہا جاتا ہے۔ اس پر تبتی ریت رواج کی گہری چھاپ ہے۔ تبت ہی دنیا کا ایک ایسا ہموار حصہ ہے جو چاروں طرف سے ہرنیلی پہاڑیوں سے گھرا ہوا ہے۔ تبت عام طور پر اور قدرتی نظریہ سے خود ہی تعجب خیز اور پراسرار ہے۔ تبتیوں کا اپنا اعتبار اور پرانا دھرم بھی راز سے بھرا ہے اور اس لئے تبت والوں کو بودہ دھرم کی یہ منتر جماعت بے حد اچھی لگی۔ اصل میں اس منتر جماعت کے اندر ایک گہرا راز چھپا ہوا ہے۔ یہ تبت والوں کے بھید بھرے مزاج کے مطابق پڑتا ہے۔ پرانا تبتی دھرم اور منتر جماعت آپس میں اتنے مل جل گئے کہ انہوں نے بودہ دھرم کی ایک نئی شکل لاما دھرم کی بنیاد ڈالی۔ ساتویں صدی عیسوی میں ٹانگ راج گھرانے کے شروع کے زمانہ میں پہلی بار بودہ دھرم تبت پہونچا۔ اُس وقت تبت چین کے ماتحت خراج دینے والا ایک الگ راج تھا۔ تبت کے راجا "سونگ-تسان" نے ٹانگ راج گھرانے کی شہزادی "بین چیونگ" کے ساتھ شادی کی۔ بعد میں اس تبتی راجا نے تبت کی شہزادی "پیلسیو" کے ساتھ شادی کی۔ یہ دونوں شہزادیاں بودہ دھرم کی سچی پیروکار تھیں۔ ان دونوں رانوں سے تبت راج اتنا متاثر ہوا کہ انہوں نے بھی بودہ دھرم قبول کر لیا۔ دونوں رانوں اپنے مہم سے بودہ دھرم کے پوجار کے لئے کئی بودہ گرتے اور بودہ مورتیاں اپنے ساتھ لائی تھیں۔ اس طرح یہ دونوں رانیاں تبت میں بودہ دھرم کی پہلی پوجارک سمجھی جاتی ہیں۔ اب بھی تبت کی راجدھانی لہاسا میں "تا-چاو" یعنی "مہان مندر" نامی ایک عالی شان مند کھڑا ہوا ہے جسے چینی شہزادی بین-چیونگ نے بنوایا تھا اور جس میں اب تک اُس کی ایک سنہلی مورتی موجود ہے۔ تبت میں بھی سب سے پرانا مندر سمجھا جاتا ہے اور لوگ اسے نہایت پاک سمجھتے ہیں۔ ہر سال نوروز کے دن تمام تبتی بھکھو پرارتھنا اور پوجا کے لئے اس مندر میں جمع ہوتے ہیں۔ ایک دوسرا مندر نیپالی شہزادی پیلسیو کا بنوایا ہوا ہے جو "مہا-چاو" یعنی "مہا مندر" کہلاتا ہے۔ اس مندر میں نیپالی شہزادی کی ایک سنہلی مورتی اب تک موجود ہے۔ تبتی بڑے عزت کے ساتھ اس مندر کو دیکھتے ہیں۔ زمانہ کی رفتار کے ساتھ ساتھ بھارت،

چین کے کئی مشہور بکھو تبت پہنچے اور ان کے پرچار سے تبت میں بودھ دھرم ترقی کی آخری منزل پر پہنچا۔ اُس وقت تک تبت میں کوئی لکھات کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ بودھ دھرم گرنہوں کے ترجمے کو لکھنے کے لئے سنسکرت کے 30 حروف کو ایک ایک تبتی لکھات بنائی گئی۔ تبتی، پالی اور چینی زبان میں تبتی بودھ دھرم کا خزانہ بڑا ہوا ہے۔ چھین میں یوان اچ گھرانے کے وقت میں منگولوں نے حملہ کر کے ایشیا اور روپ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ماتحت کر لیا۔ انہوں نے تبت کو بھی اپنے راج میں شامل کر لیا۔ ان منگول یوان شہنشاہوں نے تبتی بودھ دھرم کو اپنا راج دھرم بنا لیا۔ بہت سے تبتی بکھوؤں نے یوان شہنشاہوں کے ذریعہ عزت حاصل کی۔ یوان سے انہیں راج دھرم کے ”راج گرو“ کا اونچا رتبہ ملا۔ 16 ویں صدی میں چھین میں من راج گھرانے کے وقت میں تبتی بودھ دھرم میں زبردست ہڈ پھوڑ ہوئے۔ تبتی بودھ دھرم کے سادھارک کا نام ”تسونگ کاؤ“ تھا۔ اس تبتی سادھارک نے عیسائی دھرم کے سادھارک ”مارٹن لوتھر“ کے سادھاروں میں بہت کچھ برابری پائی جاتی ہے۔ تبتی بکھوؤں کے کام اور ان کے عادات میں اُس وقت تک ایسی کوئی تبدیلی نہیں کہ ان سے بودھ دھرم کی بڑی بدنامی ہوئی ہوئی تھی۔ تسونگ کاؤ کو اس سے پہلے دلی خدمت پہنچا اور اُس نے سادھار کرنے کی ٹھانی۔ اُس نے بعد تبتی بودھ دھرم دراصل بہت کچھ سادھار کیا اور تریب وریب ایک نیا دھرم ہی بن گیا۔ پہلے تبتی بودھ دھرم سرخ کپڑے پہنتے تھے اور اُس لئے وہ ’لال لاما‘ کہلاتے تھے۔ سادھار کے بعد وہ پہلا کپڑا پہنتے تھے اور اُس لئے ’پیلے لاما‘ کہلاتے تھے۔ اب تبت میں لال لاما دکھائی دیتے ہیں، لیکن اُن کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔ تسونگ کاؤ کی موت کے بعد تبتی دھرم کا کام اُس کے وصیت نامے کے مطابق اُس کے دو چیلوں نے اُسی میل جول کے ساتھ چلنا شروع ہوا۔ اُس کے یہ دو چیلے ’لال لاما‘ اور ’پلسن لاما‘ تھے۔ اس وقت تک 13 دلائی لاما اور پلسن لاما گدی پر بیٹھے چکے ہیں۔ 13 ویں دلائی لاما کی موت کے نئے سال بعد تک، مرحوم دلائی لاما کی روح کسی دوسرے میں نہ دکھائی دی۔ سالوں کی کھوج کے بعد آخر میں ک لڑکے کے اندر وہ نشان دکھا دیئے جس سے یہ معلوم ہوا، مرحوم دلائی لاما کی روح اُسی لڑکے کے اندر پوشیدہ ہے۔ سن لاما کئی سال ہوئے چھین میں بودھ دھرم کی منتظر جماعت پرچار کرتے آئے تھے اور اُن کا چینی بودھوں نے کافی استقبال و عزت کی تھی۔

اور چین کے کئی مشہور بکھو تبت پہنچے اور ان کے پرچار سے تبت میں بودھ دھرم ترقی کی آخری منزل پر پہنچا۔ اُس وقت تک تبت میں کوئی لکھات کا طریقہ ایجاد نہیں ہوا تھا۔ بودھ دھرم گرنہوں کے ترجمے کو لکھنے کے لئے سنسکرت کے 30 حروف کو ایک ایک تبتی لکھات بنائی گئی۔ تبتی، پالی اور چینی زبان میں تبتی بودھ دھرم کا خزانہ بڑا ہوا ہے۔ چھین میں یوان اچ گھرانے کے وقت میں منگولوں نے حملہ کر کے ایشیا اور روپ کے ایک بڑے حصہ کو اپنے ماتحت کر لیا۔ انہوں نے تبت کو بھی اپنے راج میں شامل کر لیا۔ ان منگول یوان شہنشاہوں نے تبتی بودھ دھرم کو اپنا راج دھرم بنا لیا۔ بہت سے تبتی بکھوؤں نے یوان شہنشاہوں کے ذریعہ عزت حاصل کی۔ یوان سے انہیں راج دھرم کے ”راج گرو“ کا اونچا رتبہ ملا۔ 16 ویں صدی میں چھین میں من راج گھرانے کے وقت میں تبتی بودھ دھرم میں زبردست ہڈ پھوڑ ہوئے۔ تبتی بودھ دھرم کے سادھارک کا نام ”تسونگ کاؤ“ تھا۔ اس تبتی سادھارک نے عیسائی دھرم کے سادھارک ”مارٹن لوتھر“ کے سادھاروں میں بہت کچھ برابری پائی جاتی ہے۔ تبتی بکھوؤں کے کام اور ان کے عادات میں اُس وقت تک ایسی کوئی تبدیلی نہیں کہ ان سے بودھ دھرم کی بڑی بدنامی ہوئی ہوئی تھی۔ تسونگ کاؤ کو اس سے پہلے دلی خدمت پہنچا اور اُس نے سادھار کرنے کی ٹھانی۔ اُس نے بعد تبتی بودھ دھرم دراصل بہت کچھ سادھار کیا اور تریب وریب ایک نیا دھرم ہی بن گیا۔ پہلے تبتی بودھ دھرم سرخ کپڑے پہنتے تھے اور اُس لئے وہ ’لال لاما‘ کہلاتے تھے۔ سادھار کے بعد وہ پہلا کپڑا پہنتے تھے اور اُس لئے ’پیلے لاما‘ کہلاتے تھے۔ اب تبت میں لال لاما دکھائی دیتے ہیں، لیکن اُن کی تعداد نہیں کے برابر ہے۔ تسونگ کاؤ کی موت کے بعد تبتی دھرم کا کام اُس کے وصیت نامے کے مطابق اُس کے دو چیلوں نے اُسی میل جول کے ساتھ چلنا شروع ہوا۔ اُس کے یہ دو چیلے ’لال لاما‘ اور ’پلسن لاما‘ تھے۔ اس وقت تک 13 دلائی لاما اور پلسن لاما گدی پر بیٹھے چکے ہیں۔ 13 ویں دلائی لاما کی موت کے نئے سال بعد تک، مرحوم دلائی لاما کی روح کسی دوسرے میں نہ دکھائی دی۔ سالوں کی کھوج کے بعد آخر میں ک لڑکے کے اندر وہ نشان دکھا دیئے جس سے یہ معلوم ہوا، مرحوم دلائی لاما کی روح اُسی لڑکے کے اندر پوشیدہ ہے۔ سن لاما کئی سال ہوئے چھین میں بودھ دھرم کی منتظر جماعت پرچار کرتے آئے تھے اور اُن کا چینی بودھوں نے کافی استقبال و عزت کی تھی۔

بودھ دھرم نے چھین کو جس طرح متاثر کیا ہے اُسے مان کر سکنا ناممکن ہے۔ مان اور تانگ راج گھرانے

بودھ دھرم نے چین کو جس طرح متاثر کیا ہے اُسے بیان کر سکانا ناممکن ہے۔ مان اور تانگ راج گھرانے

ہے۔ وہاں سے چین کے کھانا، تاجی، ادب، کاریگری، زبان، رسمو رواج، گہرے خواب اور رोजمری کی ہر ضرورت کی باتوں پر بौद्ध धर्म نے اپنا असर ڈالا ہے۔ جیندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بौद्ध धर्म کے असर سے अछूता بچا ہو۔ आजکل کی चीनी تہذیب بڑاदातर बौद्ध तहजीब है. आजकल की चीनी जिनदगी ज्यादातर बौद्ध जिनदगी है. चीनी प्रजातन्त्र के सभापति से लेकर मामूली जनता तक एक भी ऐसा आदमी नहीं है जो भगवान बुद्ध के नाम से नाआशना हो या जो "नमो अमिताभ्य बुद्धाय: "मन्त्र का तलफुज न करता हो. चारों तरफ चीनी जवानों से यह मन्त्र सुनाई पड़ता है. इसी से अंदाजा किया जा सकता है कि चीन में बौद्ध धर्म का कितना ज़बर्दस्त असर पड़ा. मौजूदा बौद्ध धर्म को जाने के लिये 3 जवानों का आसरा लेना पड़ेगा—पाज़ी, चीनी और तिब्बती. चूँकि चीनी और तिब्बती दोनों चीनी ही हैं, इसीलिये बौद्ध धर्म का दो-तिहाई ज्ञान चीनी जवान में ही मौजूद है. चीन ने बौद्ध धर्म के लगातार प्रचार, उसकी तरक्की और उसके फैलाव के लिये ज़बर्दस्त कोशिश की है. लेकिन अफ़सोस का मुक़ाम है कि चीनी बौद्धों ने नेता मुल्क दर मुल्क प्रचार ही किया और न संस्कृत और दूसरी जवानों के पढ़ने की ही कोशिश की. इसका नतीजा यह हुआ कि चीनी बौद्ध आलिस सिर्फ अपनी मादरी जवान में ही बौद्ध धर्म का प्रचार कर सकते थे. दूसरी बात यह कि बहुत कम विदेशी ऐसे हैं जो चीनी जवान जानते हों या जिन्हें चीनी जवान का इतना ज्ञान है कि वे चीनी बौद्ध अदब का मुताला कर सकें. चीन में बौद्ध धर्म का जितना बसी खज़ाना भरा पड़ा है उसका दुनिया को अन्दाजा तक नहीं है. जापान में चीन से ही बौद्ध धर्म गया और जापान में ही चीनी जवान में बौद्ध धर्म की किताबें हैं. जापानी बौद्धों की कोशिश दर असल तारीक के क़ाबिल है कि उन्होंने संस्कृत और दूसरी विदेशी जवानों का मुश्तरक़ा मुताला किया. वे जानते हैं कि बौद्ध धर्म का मुल्क दर मुल्क प्रचार किस तरह करना चाहिये. विदेशी जवान में लिखे हुए उनके ग्रन्थ कुछ कम नहीं हैं. दुनिया के आलिस यह नहीं जानते कि जापानी बौद्ध धर्म असल में चीनी बौद्ध धर्म है. चीनी बौद्ध के लिये यह बड़े अफ़सोस की बात है की चीनी बौद्ध धर्म तारीकी में छिपा पड़ा है. इधर हाल में चीनी बौद्धों के अन्दर कुछ नई जान पढ़ने के आसार दिखाई दे रहे हैं और कई चीनी नौजवान विदेशी जवान सीखने की कोशिश कर रहे हैं. साथ ही साथ विदेशी लोग अब कुछ कुछ चीनी जवान का महत्व समझने लगे हैं और चीनी बौद्ध धर्म का खज़ाना लोगों का खयाल अपनी तरफ खींच रहा है. सन् 1933 ई० में अमेज़ बौद्ध भिक्षु चाओ-कोआङ की देख भाल में दस यूरोपी भिक्षु और

के وقت से چین کے خیالات، تعلیم، ادب، کاریگری، زبان، رسم و رواج، غور و خوض اور روزمرہ کی ہر ضرورت کی باتوں پر بौद्ध धर्म نے اپنا اثر ڈالا ہے. زندگی کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو بौद्ध धर्म کے اثر سے اچھوتا بچا ہو. آجکل کی چینی تہذیب بڑاदातर बौद्ध तहजीब है. آجکل کی چینی زندگی ज्यादातर बौद्ध زندگی है. چینی پرجاتنتر کے سہا پتی سے لے کر معمولی جنتا تک ایک بھی ایسا آدمی نہیں ہے جو بھگوان بده کے نام سے نا آشنا ہو یا جو "नमो अमिताभ्य बुद्धाय:" मन्त्र का تلفظ نہ کرتا ہو. چاروں طرف چینی زبانوں سے یہ مन्त्र सुनी पड़ता है. इसी से اندازہ کیا جا سکتا है کہ چین میں بौद्ध धर्म का कितना परदस्त اثر पड़ा. मौजूदा बौद्ध धर्म को जाने के लिये 3 भातों का आसरा لینا पड़ेगा—पाज़ी, चینی और तिब्बती. चूँकि चीनी और तिब्बती दोनों चीनी ही हैं, इसीलिये बौद्ध धर्म का दो-तिहाई ज्ञान चीनी जवान में ही मौजूद है. चीन ने बौद्ध धर्म के लगातार प्रचार, उसकी तरक्की और उसके फैलाव के लिये ज़बर्दस्त कोशिश की है. लेकिन अफ़सोस का मुक़ाम है कि चीनी बौद्धों ने नेता मुल्क दर मुल्क प्रचार ही किया और न संस्कृत और दूसरी जवानों के पढ़ने की ही कोशिश की. इसका नतीजा यह हुआ कि चीनी बौद्ध आलिस सिर्फ अपनी मादरी जवान में ही बौद्ध धर्म का प्रचार कर सकते थे. दूसरी बात यह कि बहुत कम विदेशी ऐसे हैं जो चीनी जवान जानते हों या जिन्हें चीनी जवान का इतना ज्ञान है कि वे चीनी बौद्ध अदब का मुताला कर सकें. चीन में बौद्ध धर्म का जितना बसी खज़ाना भरा पड़ा है उसका दुनिया को अन्दाजा तक नहीं है. जापान में चीन से ही बौद्ध धर्म गया और जापान में ही चीनी जवान में बौद्ध धर्म की किताबें हैं. जापानी बौद्धों की कोशिश दर असल तारीक के क़ाबिल है कि उन्होंने संस्कृत और दूसरी विदेशी जवानों का मुश्तरक़ा मुताला किया. वे जानते हैं कि बौद्ध धर्म का मुल्क दर मुल्क प्रचार किस तरह करना चाहिये. विदेशी जवान में लिखे हुए उनके ग्रन्थ कुछ कम नहीं हैं. दुनिया के आलिस यह नहीं जानते कि जापानी बौद्ध धर्म असल में चीनी बौद्ध धर्म है. चीनी बौद्ध के लिये यह बड़े अफ़सोस की बात है की चीनी बौद्ध धर्म तारीकी में छिपा पड़ा है. इधर हाल में चीनी बौद्धों के अन्दर कुछ नई जान पढ़ने के आसार दिखाई दे रहे हैं और कई चीनी नौजवान विदेशी जवान सीखने की कोशिश कर रहे हैं. साथ ही साथ विदेशी लोग अब कुछ कुछ चीनी जवान का महत्व समझने लगे हैं और चीनी बौद्ध धर्म का खज़ाना लोगों का खयाल अपनी तरफ खींच रहा है. सन् 1933 ई० में अमेज़ बौद्ध भिक्षु चाओ-कोआङ की देख भाल में दस यूरोपी भिक्षु और

میں یونیورسٹیوں کی بولی بولی کی دیکھا لینے کے لیے چین آئے۔ آج کل کے چینی ہونے دھرم کی تاریخ میں یہ ایک زبردست واقعہ ہے۔

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں ہونے دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کیسے پیدا کر سکتا ہے اور چین ہونے دھرم کی اتنی ترقی اور بڑھار کیسے کر سکتا ہے؟ اس کا جواب میں چینی جنتا کی راجکاری تہذیب کے اندر ڈھونڈنا ہوگا۔ چینی تہذیب سہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بھی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں ایسا اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھد بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہوشہ سے چین کی ایک مہاسگر سے اپنا دیکر چینوں کے دھن سن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب نے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی دھرم گرتے میں لکھا ہے ”دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیموں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھد بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔“ اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کٹھوسیس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے ہونے دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے ہونے دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیم بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاداد بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس مہجڑا جیندگی کی ناپاایداری سے سبھی باکیف ہوں رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستا اب انہیں بھڑی کا راستہ اب انہیں ہونے دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک دھن سن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونے دھرم کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ ہونے دھرم کے دینشی پرچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونے دھرم کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ ہونے دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی کوشش میں آگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونے دھرم اس سہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے؟

ایک سوال یہاں پر یہ اٹھتا ہے کہ چین میں ہونے دھرم اتنا زیادہ زور اور اثر کیسے پیدا کر سکتا ہے اور چین ہونے دھرم کی اتنی ترقی اور بڑھار کیسے کر سکتا ہے؟ اس کا جواب میں چینی جنتا کی راجکاری تہذیب کے اندر ڈھونڈنا ہوگا۔

چینی تہذیب سہرے راستے کے اصولوں کو قبول کرتی ہے۔ وہ ایکٹا کے خیال سے بھی ہوئی ہے اور تمام دنیاوی کاموں میں ایسا اس کا بنیادی اصول ہے۔ چینی تہذیب کے اندر بھد بھاؤ اور علیحدگی کا خیال نہیں ہے۔ چینی سنتوں نے ہوشہ سے چین کی ایک مہاسگر سے اپنا دیکر چینوں کے دھن سن اور دل کو بڑا اور وسیع بنانے کی تعلیم دی ہے۔ اس لئے دنیا کی ہر ایک تہذیب نے جانب چینی عزت اور سواکت کے بھاؤ رکھتے ہیں۔ ایک چینی دھرم گرتے میں لکھا ہے ”دنیا کی تمام بڑی سے بڑی تعلیموں ایک سی ہیں۔ ان میں کوئی بھد بھاؤ اور لڑائی نہیں ہے۔ وہ بغیر ایک دوسرے کو نقصان پہونچانے ساتھ ساتھ چل سکتی ہیں۔“ اس لئے چین میں دنیا کے تمام دھرم ایکساںہ رہ سکتے ہیں اور وہاں کوئی مذہبی لڑائی جھگڑا نہیں ہوتا، جبکہ مذہبی لڑائی جھگڑوں نے دوسرے ملکوں کی تاریخ کو خون آلودہ کر رکھا ہے۔ ہند اور کٹھوسیس کی تعلیمیں بنیادی ذہنگ سے ایک ہیں اور بھارت اور چین کی تہذیب بہت دور تک ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور اسی لئے ہونے دھرم چین میں اتنی ترقی کر سکا۔

آج دنیا کے وچارک دھیرے دھیرے ہونے دھرم کی بڑائی کو سمجھتے جا رہے ہیں۔ یورپ اور امریکا کے آلیم بولڈ دھرم کے متالے میں جی جان سے لگے ہیں۔ اسے لاگوں کی تاداد بڑھتی ہی جاتی ہے۔ اس مہجڑا جیندگی کی ناپاایداری سے سبھی باکیف ہوں رہے ہیں۔ دنیا کی بہتری کا راستہ اب انہیں بھڑی کا راستہ اب انہیں ہونے دھرم کی بڑائی، اس کی تعلیم، اس کے نیک اعمال اور اس کے نیک دھن سن میں دکھائی دیتا ہے۔ اسے دیکھتے ہوئے ہونے دھرم کا یہ لازمی فرض ہے کہ وہ ہونے دھرم کے دینشی پرچار کے لئے کوئی کوشش ہاتی نہ رکھیں۔ آج دنیا کے ہونے دھرم کا ایک بہترین فرض ہے کہ وہ محبت اور آپسی میل جول کے ساتھ ہونے دھرم کے زریعہ دنیا کے دل کو بدلنے کی کوشش میں آگ جائیں۔ کیا دنیا کے ہونے دھرم اس سہرے موقع کو ہاتھ سے کھو جائے دیں گے؟

شری ٹی۔ ویمیلاننڈ ایم۔ اے۔

شری ٹی۔ ویمیلاننڈ ایم۔ اے۔

بہت سے اہمکاروں کی یہ رائے تھی کہ جب تک سکندر اپنی بھائی فوج کے ساتھ ویس فوجی کے کنارے پر نہیں پہنچتا تب تک بھارت پچھلی دنیا کے لئے ایک راہ تھا۔ بھارت اور یونان کے درمیان تعلق قائم کرنے کا پہلا سکندر کو ہی دیا جاتا ہے۔ یورپ کے بڑے عالموں کے مطابق سکندر کے حملہ کے بعد ہی مغربی ملکوں کے رہنے والوں کی نظر بھارتی تہذیب پر پڑی۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلی تہذیب کا یہ پہلا قدم بھارتی جلتا کو اپنے مذہب اور تہذیب کو برباد کرنے والا ایک اچھوت کی شکل میں دکھائی دیا ہوگا۔ بھارتی تہذیب کو اس آفت سے بچانے کے لئے چند گت سامنے آئے۔ چند گت نے سہلوکس پر زبردست حملہ کیا۔ چند گت کی اس فتح کا بھارت پر گہرا اثر پڑا۔ اس کے نتیجے کی شکل میں بھارت شمال مغرب میں اپنی قدرتی حد تک پہنچ گیا۔ اسی وقت مکہ راج کی بنیاد پڑی اور کئی صدیوں تک بھارت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا۔ اس بیان میں کچھ زور نہیں کہ سکندر کے حملے کے نتیجے کی شکل میں بھارتوں نے پچھلی سیاسی جماعتوں کی نقل کی۔ اب تک یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کس کس بارے میں بھارتی حکومتی رویہ پر یونان کا اثر پڑا۔ جب تک اس بات کا ثبوت نہیں ملتا تب تک پچھلی دنیا کی جانب بھارت کے قرضدار ہونے کی بات اندازہ دھکی۔ مغربہ راجوں نے یورپی یونانیوں کے ساتھ ٹھیک ہونا کہا ہوگا۔ یہ بھارتی حکومت کرنے والے اقل بھارتیہ اور ان کا راج اقل بھارتیہ تھا کہ ان کے ہمعصر و پیشروں کو ان سے سیاسی رشتہ قائم کرنے میں نظر کا خیال ہوتا ہوگا۔ دراصل سکندر کے حملہ کا اثر شمال مغرب تک محدود رہا۔

بہت سے اہمکاروں کی یہ رائے تھی کہ جب تک سکندر اپنی بھائی فوج کے ساتھ ویس فوجی کے کنارے پر نہیں پہنچتا تب تک بھارت پچھلی دنیا کے لئے ایک راہ تھا۔ بھارت اور یونان کے درمیان تعلق قائم کرنے کا پہلا سکندر کو ہی دیا جاتا ہے۔ یورپ کے بڑے عالموں کے مطابق سکندر کے حملہ کے بعد ہی مغربی ملکوں کے رہنے والوں کی نظر بھارتی تہذیب پر پڑی۔ اس میں شک نہیں کہ پچھلی تہذیب کا یہ پہلا قدم بھارتی جلتا کو اپنے مذہب اور تہذیب کو برباد کرنے والا ایک اچھوت کی شکل میں دکھائی دیا ہوگا۔ بھارتی تہذیب کو اس آفت سے بچانے کے لئے چند گت سامنے آئے۔ چند گت نے سہلوکس پر زبردست حملہ کیا۔ چند گت کی اس فتح کا بھارت پر گہرا اثر پڑا۔ اس کے نتیجے کی شکل میں بھارت شمال مغرب میں اپنی قدرتی حد تک پہنچ گیا۔ اسی وقت مکہ راج کی بنیاد پڑی اور کئی صدیوں تک بھارت دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رہا۔ اس بیان میں کچھ زور نہیں کہ سکندر کے حملے کے نتیجے کی شکل میں بھارتوں نے پچھلی سیاسی جماعتوں کی نقل کی۔ اب تک یہ بات ثابت نہیں ہوئی ہے کہ کس کس بارے میں بھارتی حکومتی رویہ پر یونان کا اثر پڑا۔ جب تک اس بات کا ثبوت نہیں ملتا تب تک پچھلی دنیا کی جانب بھارت کے قرضدار ہونے کی بات اندازہ دھکی۔ مغربہ راجوں نے یورپی یونانیوں کے ساتھ ٹھیک ہونا کہا ہوگا۔ یہ بھارتی حکومت کرنے والے اقل بھارتیہ اور ان کا راج اقل بھارتیہ تھا کہ ان کے ہمعصر و پیشروں کو ان سے سیاسی رشتہ قائم کرنے میں نظر کا خیال ہوتا ہوگا۔ دراصل سکندر کے حملہ کا اثر شمال مغرب تک محدود رہا۔

ہرودت نامی یونانی اہمکار—جس کا جنم 484 میں ہوا تھا—کے مطابق بھارت کے باشندے مصر کے رہنے والوں کی طرح گھرے تھے۔ ان کی پوشاک سادی تھی اور وہ تھر کمان لیکر بھارتی کے ساتھ یونانیوں سے لڑتے تھے۔ یہ ثابت بات ہے کہ بھارتی فوجوں نے سالہاس میں جنگ کی تھی۔ وہ جنگ تواریخ میں اپنی خاصی

ہرودت نامی یونانی اہمکار—جس کا جنم 484 میں ہوا تھا—کے مطابق بھارت کے باشندے مصر کے رہنے والوں کی طرح گھرے تھے۔ ان کی پوشاک سادی تھی اور وہ تھر کمان لیکر بھارتی کے ساتھ یونانیوں سے لڑتے تھے۔ یہ ثابت بات ہے کہ بھارتی فوجوں نے سالہاس میں جنگ کی تھی۔ وہ جنگ تواریخ میں اپنی خاصی

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری فوج کے ساتھ تھے۔ اِس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھگورہ روم (ہیروڈوٹس ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدا ہونا) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اِس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے قرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں دیکھنا گور کا دھرم بودہ اور جین دھرم سے برابری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنا گور کو آپندشوں کی جانکاری تھی۔ "یونانی وچاری" نامی اپنی کتاب میں لکھتا ہے— "اِس میں کوئی شک نہیں کہ دیکھنا گور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہمصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ دیکھنا گور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔" "بھارت کی دین" نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے اِس الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے— "ایوبیسیس اپنے ہمصر لیکیبیک ہرمونپیس آرسٹو کسمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹنس جائز سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہندو کہہ— "جب تک آپشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم اُس طرح ہو سکتا ہے؟" اِس بات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے— "اگر ہم ایوبیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتے کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔"

اسکندریریا کے کلمینٹ نے، جو عیسائی سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بودہ دھرم بھارتی ادبوں میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندریریا میں بودہ دھرم رائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بودہوں کے قرضدار

جگہ رکھتی ہے۔ بھارتی اُس لڑائی میں مصری فوج کے ساتھ تھے۔ اِس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ سکندر کے حملے سے پہلے یونانیوں کو بھارت اور بھارتیوں کے بارے میں جانکاری تھی۔ اُس وقت مصر راج بھگورہ روم (ہیروڈوٹس ساگر) سے سندھ ندی تک پھیلا ہوا تھا۔ ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ بھارتی خیالات کا اثر یونانی ادب پر کس طرح پڑا۔ یونانیوں کی دلچسپی صرف جنگی مہماتوں تک ہی محدود نہیں تھی بلکہ انہوں نے اور بہت سی صنعتی کاریگریوں کی بنیاد ڈالی۔ دنیاوی تہذیب اور ادب کو اُن کی دین زبردست ہے۔ وہ عزت اور تعجب کے ساتھ مصر کی تہذیب کی جانب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مصر والوں سے آواگوں (دو بارہ پیدا ہونا) کا اصول قبول کیا۔ مصر والے اِس اصول کے لئے بھارتی تہذیب کے قرضدار تھے۔ کچھ باتوں میں دیکھنا گور کا دھرم بودہ اور جین دھرم سے برابری کا درجہ رکھتا ہے۔ اُس کے اصولوں کے گہرے پہلوؤں کو جاننے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیکھنا گور کو آپندشوں کی جانکاری تھی۔ "یونانی وچاری" نامی اپنی کتاب میں لکھتا ہے— "اِس میں کوئی شک نہیں کہ دیکھنا گور کو جو کہ بہکوان بدھ کا ہمصر تھا، مصر کے ذریعے یورپ کے ملکوں کی جانکاری تھی۔ یہ یاد رکھنا کی بات ہے کہ جب کہ دیکھنا گور آئیونیا میں رہتا تھا، اُس وقت ایشیا کے یونانی ایرانی راج کے بنیاد ڈالنے والے کرو کے ماتحت تھے۔" "بھارت کی دین" نامی اپنی کتاب میں رالینسن نے کچھ بھارتی اور یونانی پنڈتوں کے درمیان ایک مذہبی بحث مباحثہ کا بیان دیا ہے۔ رالینسن کے اِس الفاظ میں یہ بیان اُس طرح ہے— "ایوبیسیس اپنے ہمصر لیکیبیک ہرمونپیس آرسٹو کسمس کے بتائے ایک تحریر کا بیان دیتا ہے۔ اِس تحریر کے مطابق کچھ بھارتی پنڈتوں نے ایکٹنس جائز سقراط سے مذہبی بحث مباحثہ کیا تھا۔ اُن پنڈتوں نے سقراط سے اِس کے مذہب کی غرض پوچھی۔ جواب میں سقراط نے کہا کہ انسانی زندگی کے پوشہ کی کھوج ہے جس پر ایک پنڈت نے ہندو کہہ— "جب تک آپشور کا علم نہیں تب تک انسانیت کا علم اُس طرح ہو سکتا ہے؟" اِس بات پر نکتہ چینی کرتے ہوئے وہ عالم بتاتا ہے— "اگر ہم ایوبیسیس کے اِس بیان پر اعتبار کریں تو ہمیں چاہئے کہ اُن دونوں ملکوں کے رشتے کے بارے میں اپنی پرانی راہوں کو دہرائیں۔"

اسکندریریا کے کلمینٹ نے، جو عیسائی سے دو صدیوں بعد ہوا تھا، لکھا ہے کہ بودہ دھرم بھارتی ادبوں میں اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ اُس نے بار بار اِس بات کو بھی تحریر کیا ہے کہ اسکندریریا میں بودہ دھرم رائج ہے اور یونانی لوگ اپنے ادب کے لئے بودہوں کے قرضدار

۳. آگے سے لکھتے ہیں کہ بودہ کے پیروکار (تلمیذ) میں پتہ ہمارے کرتے ہیں اور میڈس جیسے مکتبوں کی پوجا کرتے ہیں جن میں ان کے دیوتا (بھگوان بودہ) کی ہتھیاں دفن ہیں۔ بودہ لوگ اپنی بھکتی کی وجہ سے اپنے گرو کو دیوتا کی شکل میں دیکھتے ہیں۔

اس تحریر سے دنیا کے اس حصہ میں بودہ پشہواؤں کے کاموں کے اوپر بڑی روشنی پڑتی ہے۔ اسی وقت دوسرے بودہ راجا کنشک کا نمونہ ہوا۔ اس کے راج کی حد رومن راج سے پانچ سو میل تک تھی۔ رومنوں سے کنشک کا میل چل تھا۔ اسکندریہ ناسٹک مذہب کے پیروکار کے لئے وسیع مہمان ہوا۔ ملک ملک سے آئے تجارت کرنے والے وہاں پر ملتے تھے۔ وہیں پر قالہمی نے دنیا کے مشہور کتب خانہ کو قائم کیا تھا۔ عیسائی مذہب کے پیروکار کی وجہ سے ایٹینس تعلیمی کھنڈر نہیں رہا۔ نتیجہ کی شکل میں اسکندریہ کو ترقی کی چوٹی پر پہنچانے کا مقصد حاصل ہوا۔ بہت حد تک ناسٹک مذہب آجکل کی تہذیب سے ملتا جلتا ہے۔ ناسٹک مذہب کا بھان دیتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ یونانی لباس میں ایک پرانا مذہب ہے۔ ناسٹک مذہب کا نچھوڑ ہے۔ ”دہ اور قر“۔ یہ بھگوان بودہ کے چار آریہ سنگھوں کا حصہ سا ہی معلوم ہوتا ہے۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تحریریں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تحریریں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تحریریں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

یونان اور اس پاس کے ملکوں میں بودہ دھرم کو برہانے کے کام کے اوپر آشوک کے پتھروں پر کی لکھی ہوئی تحریریں بہت روشنی ڈالتی ہیں۔ ان کے علاوہ یونانی راجا ملند نے بھکشو ناگسین سے بودہ دھرم کا سنجیدگی کے ساتھ مطالعہ کیا تھا۔

ہندستان کی کلچر پر ہونے والے مذہب کی چھاپ

आचार्ये धर्मानन्द कोसम्बी

آچارِیہ دھرمماند کو سمبی

अहिंसा धर्म का ज़रिया

اعنسا دھرم کا ذریعہ

इन्द्र के मातहत आर्य लोगों ने सप्त सिंधु (सिंधु और पंजाब का) मुल्क फतह किया और इस मुल्क में यज्ञ करने की किलासकी को बहुत बढ़ावा दिया, उस वक्त वस्ती हिन्दुस्तान में कूर्बानी के जरिये यज्ञ करने का रिवाज नहीं था, इन्द्र ने उस मुल्क पर हमला किया और उसे देवकी के बेटे कृष्ण ने पीछे हटा दिया, यह बात खास रिगवेद में आती है, इन्द्र के हमले में सर्फ मुल्क जीतने की बात नहीं थी, इसमें किलासकी का फगड़ा भी था, यज्ञयाग की किलासकी कृष्ण पसंद करते तो शायद यह हमला न होता.

कृष्ण को घोर आंगिरस रिषि ने रूहानी इबादत की तालीम दी. इस परिस्थिति की उजरत इबादत, खैरात, नेक अफ़जाल, अहिंसा और रास्तगोई थी. (अथ यत्तत्पादान मार्जव हिंसा सत्यवचनमिति ता अस्थ दक्षिणः छान्दोग्य उपनिषद् 8-17-46). जैन मज्झइमी नामा निगारों का कहना है कि कृष्ण के गुरु तीर्थंकर नेमिनाथ और धार आंगिरस दोनों एक ही राक्षस के नाम थे. कुछ भी हो इससे एक बात साबित होती है कि बस्ती हिन्दुस्तान पर वेदों का असर पड़ने के पहले एक तरह का अहिंसा धर्म राज था और इसके सब से बड़े पैरोकार देवकी के बेटे कृष्ण थे.

जैनों के अस्तानांग सूत्र में (सफ़ा 26) यह बात आती है कि भारत और परबत मुल्कों में पहला और आखिरी छोड़कर बाक़ी 22 तीर्थकर चातुरयाम धर्म का उपदेश इस तरह देते हैं—सब जानदारों की कुर्बानी का छोड़ना, उसी तरह भूठ का छोड़ना, सब आदत्तादान (चोरी वगैरा) का छोड़ना, सब बहिर्धा आदानों (परिग्रहों) का छोड़ना, यह फ़र्जों कहानी हो सकती है; पर छान्दोग्य उपनिषद् में घोर अंगिरस की जो नसीहत है, उससे और हमेशा से चली आई हुई इस कहानी से मुकाबला करके देखा जाय तो यह बात साफ़ हो जाती है कि कृष्ण के वक्त में बस्ती हिन्दुस्तान में अहिंसा का मतलब लोग जानते थे.

मज्झिमनिकाय के (बारहवें) महासहिनाद मुत्त में बुद्ध के बोधित्वावस्था (क्रुल पैदाइश) में चार तरह की इबादत का अभिलेख करने का बयान मिलता है। इबादत के चार तरीके यानी तपस्विता, रुक्मता, जगुप्सा और प्रविषिक्ता

اندر کے ماتحت آریہ لوگوں نے سہت سندھو (سندھ اور پنجاب کا) ملک فتح کیا اور اس ملک میں یکمہ کرنے کی فلسفی کو بہت بڑھاوا دیا۔ اُس وقت وسطی ہندستان میں درہانی کے ذریعہ یکمہ کرنے کا رواج نہیں تھا۔ اندر نے اِس ملک پر حملہ کیا اور اُسے دیو کی کے ہتھ کرشن نے پیچھے ہٹا دیا۔ یہ بات خاص دگمید میں آتی ہے۔ اندر کے حملے میں صرف ملک جیتنے کی بات نہیں تھی، اِس میں فلسفی کا چھٹرا بھی تھا۔ یکمہ یاگ کی فلسفی کرشن پسند کرتے تو شاید یہ حملہ نہ ہوتا۔

کرشن کو گہور آنکھوں میں روشنی نے روحانی عبادت کی تعلیم دی۔ اس پر وہ بھی کی اجرت عبادت، خیرات، نیوک افعال، افسوس اور راست ہوئی تھی۔ (آتھ لیمتھوری ڈائناموجھنسا ستیہ چون متی نا آسیدہ دکشنہ : چھانڈوگیہ ایشد 3-17-4-6) ۔

جوں مذہبی نامہ نگاروں کا کہنا ہے کہ کرشن کے گرو تھرتھنکر نیوینڈتھ اور گہور آنکھوں میں روشنی نے ایک ہی شخص کے نام ہے ۔

تھرتھ بھی ہو اس سے ایک بات ثابت ہوتی ہے کہ وسطی ہندوستان میں وہ دوروں کا اثر پڑنے کے پہلے ایک طرح کا افسوس دھرم رائج تھا اور اس کے سب سے بڑے پھروکار دیوکی کے ہوتے

کرشن ہے ۔

جینوں کے استنانگ سوتہ میں (صفحہ 266) یہ بات اتنی ہے کہ بھارت اور اروپوت ملکوں میں پہلا اور آخری چھوڑ کر باقی بڑھتھکر چاٹوریام دھرم کا اپدیش اس طرح دیتے ہیں—
سب چاندراوں کی قربانی کا چھوڑنا، اسی طرح چھوٹ کا چھوڑنا،
سب اذتندان (چوری وغیرہ) کا چھوڑنا، سب بھرہا آناںس
(بریکرہوں) کا چھوڑنا۔ یہ فرضی کہانی ہو سکتی ہے؛ پر
چھاندوگیتہ آیشد میں گھر انکیوس کی جو نصیحت ہے، اُس
سے اور ہمیشہ سے چلی آئی ہوئی اس کہانی سے مقابلہ کر کے
دیکھا جائے تو یہ بات صاف ہو جاتی ہے کہ کرشن کے وقت
میں وسطی ہندستان میں اٹھسا کا مطلب لوگ جانتے تھے۔

منجھی ملکایہ کے (بارہوں) مہاشیخانہ سوت میں ہندو
کے ہونہستہ (قبل پیدائش) میں چار طرح کی
عبادت کا عمل کرنے کا بیان ملتا ہے۔ عبادت کے
چار طریقے یعنی تھسپتا، روکشیتا، جکوپسا اور پوروکنا

ہیں۔ ننگے رہنا، ہتھیلیوں کے اوپر ہی بیٹھ کر ٹھکانا، بال تیز کے نکالنا، کانٹوں کی کھٹ پر لٹنا، بڑی اس طرح کی جسمانی تکلیف برداشت کرنے کو تپسویتا کہتے تھے۔ کئی سال کی بھل بھائی ہی بدن پر پڑی رہنے دینا اور اس کو کوئی نہ نکالے اس کو روکنا کہتے تھے۔ اس روکنا کی زیادتی کی مثال پورنوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ رشی لوگوں کے جسم پر دیمک کا گھر بننا اور صرف ان کی آنکھیں باہر دکھائی دینے کے بیانات آتے ہیں۔ پانی کی بوند تک پر بھی رجم کرنا، اس کو چومکھا کہتے تھے—جو گوکھا یعنی ہنسا (ہنیا) سے نفرت۔

ان باتوں سے یہ جانا جا سکتا ہے کہ اہنسا یا دیا کو عبادت کا ایک طریقہ مانتے تھے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے والے بدھ کے پہلے موجود تھے۔ ان لوگوں میں کرشن کے گرد گھور آنکھوں سے—جینوں کے کہنے کے مطابق—کا ہونا ممکن ہے۔ پر ان کے پاس گروہ نہیں تھے اور جماعتی تعلق سے وہ اہنسا کا پرچار نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کرو دیش میں یکہ یاگ کی اہمیت بڑھ گئی اور اہنسا کے خیالات پھیل گئے۔

ان باتوں سے یہ جانا جا سکتا ہے کہ اہنسا یا دیا کو عبادت کا ایک طریقہ مانتے تھے۔ ان طریقوں پر عمل کرنے والے بدھ کے پہلے موجود تھے۔ ان لوگوں میں کرشن کے گرد گھور آنکھوں سے—جینوں کے کہنے کے مطابق—کا ہونا ممکن ہے۔ پر ان کے پاس گروہ نہیں تھے اور جماعتی تعلق سے وہ اہنسا کا پرچار نہیں کرتے تھے۔ اسی وجہ سے کرو دیش میں یکہ یاگ کی اہمیت بڑھ گئی اور اہنسا کے خیالات پھیل گئے۔

جیادتر مہاریشی آلیسوں کی یہ راہ ہے کہ جینوں کے 23 ویں کے تھنکر پاشرو تاریخی شخص تھے۔ ان کی زندگی میں بھی کالیانک باتیں ہوں گی؛ مگر پہلے تھنکروں کی زندگی میں جو باتیں ہیں، ان سے بہت کم ہوں۔ اس سب میں خاص تاریخی بات یہ ہے کہ چوبیسویں تھنکر وردھمان کے 178 سال پہلے پاشرو تھنکر کی مکتی (موت) ہوئی۔

وردھمان یا مہادیر تھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تھنکر ابدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے ابدیش دینے کا کام شروع کیا۔ ٹھنکر تھو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تھنکر ابدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے ابدیش دینے کا کام شروع کیا۔ ٹھنکر تھو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تھنکر ابدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے ابدیش دینے کا کام شروع کیا۔ ٹھنکر تھو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تھنکر ابدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے ابدیش دینے کا کام شروع کیا۔ ٹھنکر تھو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تھنکر ابدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے ابدیش دینے کا کام شروع کیا۔ ٹھنکر تھو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

وردھمان یا مہادیر تھنکر بدھ کے معاصر تھے، یہ بات مشہور ہے۔ بدھ کا جنم وردھمان کے جنم کے کم سے کم 15 سال بعد ہوا ہوگا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدھ کا جنم اور پاشرو تھنکر کی مکتی ان دونوں میں 193 سال کا فرق تھا۔ مرنے کے پہلے قریب قریب 50 سال تو پاشرو تھنکر ابدیش دیتے رہے ہونگے۔ اس طرح بدھ کے جنم کے قریب 243 سال پہلے پاشرو مانی نے ابدیش دینے کا کام شروع کیا۔ ٹھنکر تھو شرموں کی جماعت (مکتی) بھی انہیں نے قائم کی ہوگی۔

اچھی طرح ٹکی ہوگی؛ کیونکہ بدھ کو بھی اپنے پہلے چیلوں کو کھرجلہ کے لئے وارانسی جانا پڑا، پاشرو کا دھرم یعنی پہلے کہی ہوئی انسانیت، سچائی، استیکہ اور اپریکرہ ان چار اصولوں کا تھا۔ انہ پرانے زمانے میں انہسا کو اتنی زبردست شکل دینے کی یہ پہلی ہی مثال ہے۔

نفاذی پہاڑ پر موسیٰ کو خدا نے جو دس فرمان سنائے، ان میں قربانی مت کرو، اس کا بھی فرمان تھا۔ پر ان احکام کو سن کر موسیٰ اور اس کے شاگرد پیدستائین میں گھسے اور وہاں خون کی ندیاں بہائیں! کتنے لوگوں کو قتل کیا اور کتنی نوجوان عورتوں کو پکڑ کر آپس میں تقسیم کر لیا، ان بانس کو انہسا کہنا ہو تو پھر انہسا کسے کہا جائے؟ مطلب یہ ہے کہ پاشرو کے پہلے دنیا میں سچی انسانیت سے بھرا ہوا دھرم یا اصلیت بھی ہی نہیں۔

پاشرو منی نے ایک اور بھی بات کی۔ انہوں نے انہسا کو سچائی، استیکہ اور اپریکرہ ان تینوں اصولوں کے ساتھ چکر دیا۔ اس وجہ سے پہلے جو انہسا رشی منہوں کے بیوہارنکس ہی تھے اور جنگا کے برتاؤ میں جس کی کوئی جگہ نہ تھی، وہ اب ان اصولوں کی وجہ سے ساماجک یا بدوہار والی چیز ہو گئی۔

پاشرو منی نے تیسری بات یہ کی کہ اپنے نئے دھرم کے پرچار کے لئے سنگم بنایا۔ بدھ درشن سے ہمیں اس بات کا پتہ لگتا ہے کہ بدھ نے وقت جہ جہ اعتقوں موجود تھیں، ان سب میں جن میں سادھو اور سادھو عورتوں کی جماعت سب سے بڑی تھی۔

اوپر کے بیان سے معلوم ہوا کہ رشی منیوں کی تہسیا کی شکل والی انہسا سے پاشرو منی کی دنیاوی بھائی کی انہسا کا جنم ہوا۔

بدھ کی مختصر سوانح عمری (جیونی)

بدھ کے بارے میں بہت سی جانکاری آجکل عام لوگوں کو حاصل ہیں، پھر بھی زیادہ تر بدھ جیونی "بدھ چرت ٹاویہ" اور "المٹ وسٹر" ان دو گرتھوں کے سہارے پر لکھے جانے کی وجہ سے ایسی زبان کی کہانیوں سے، جیسے بدھ ایک بڑے راجا کا بیٹا تھا وغیرہ، بالکل فرضی نہیں ہیں۔ اس لئے یہاں پالی گرتھوں کی بنا پر مختصر میں بدھ جیونی دے دینا مناسب جان پڑتا ہے۔

کوسل دیس کے آتر میں شاکیہ چہتریوں کا ایک چھوٹا سا برجاننتر (ڈیموکریٹک) راج تھا۔ اس وقت اس طرح کے تین چار راج تھے۔ ان پر جاننتر راجوں میں حکومت برابر چلنے والی چیز نہیں تھی۔ گڑوں گڑوں کے زمیندار ہوتے تھے جو راجا کہلاتے تھے۔ وہ ایک جگہ پر جمع ہو کر اپنا

کوسل دیس کے آتر میں شاکیہ چہتریوں کا ایک چھوٹا سا برجاننتر (ڈیموکریٹک) راج تھا۔ اس وقت اس طرح کے تین چار راج تھے۔ ان پر جاننتر راجوں میں حکومت برابر چلنے والی چیز نہیں تھی۔ گڑوں گڑوں کے زمیندار ہوتے تھے جو راجا کہلاتے تھے۔ وہ ایک جگہ پر جمع ہو کر اپنا

ایک حکیم چنوتے تھے جو مہاراج کہلاتا تھا۔ وہ کسی مقرر وقت کے لئے نہیں چٹا جاتا تھا۔ جب تک اسے سب راجاؤں کی رائے (دوکت) حاصل رہتی تھی تب تک وہ حکام کا کام کرتا تھا۔ ورنہ دوسرا انسر چٹا جاتا تھا۔ کوئی بڑا کام آپڑنے پر سارے راج سنگھ کی رائے لی جاتا تو تھی، دوسرے کام یہ انسر اور سہ سالہ وغیرہ کیا کرتے تھے۔

بده کی پیدائش کے پہلے ہی کپل رستو کے شاکیوں کی آڑ میں چلی تھی۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو یہاں سے دینے یا جلا وطن کرنے کا انہوں نے حق نہیں دیا تھا۔ اُس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینا پڑتی تھی۔ مکہ دیہ کے پہلے انگ راجاؤں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اُن کی ملی جلی حکومت مکہ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کٹھی دیہ کی بھی آزادی چھین کر اُس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پاوا اور کوشی نارا کے ملبے کے دو اور وبھالی کے راجوں کا ایک، اِس طرح تین پڑ جانکر راج اب تک آزاد رہا تھا۔ کوسل اور مکہ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

ایسے وقت میں کھلوسٹو سے چونہ پندرہ میل کی دوری پر شددودھن راجا (زمیندار) کی مایا دیوی نام کی رانی کے پیٹ سے گوتم کا (بده کا) جنم ہوا۔ بده چوت کاوتھ اور لیت وسار میں اُسے سوارتھ سدھی اور سدھارتھ نام دیا گیا ہے، لیکن وہ پورے پالی گرنہوں میں نہیں نہیں ملتے۔ سب جگہوں پر انہیں گوتم ہی کہا گیا ہے اور وہی اُن کا اصلی نام رہا ہوگا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور اُن کے پالنے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چھوٹی بہن) اُن کی موسی مہاپرجاتی گرنی پر پڑا۔ گوتمی بھی شددودھن کی استری تھی، ایسا ذکر پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ شددودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں؟ اِس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاپرجاتی نے ہی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جیوے' کی نہایت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب اُن کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اِس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی دھرم کی طرف ہوا۔

اُس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگچاریہ تھے۔ اُن میں سے پہلا یوگ کے سات

بده کی پیدائش کے پہلے ہی کپل رستو کے شاکیوں کی آڑ میں چلی تھی۔ انہیں ایک طرح کا 'موم رول' حاصل تھا؛ مگر کسی کو یہاں سے دینے یا جلا وطن کرنے کا انہوں نے حق نہیں دیا تھا۔ اُس کے لئے کوسل مہاراج کی اجازت لینا پڑتی تھی۔ مکہ دیہ کے پہلے انگ راجاؤں کی بھی یہی کیفیت تھی۔ اُن کی ملی جلی حکومت مکہ دیہ میں ہی قائم ہو گئی تھی۔ کٹھی دیہ کی بھی آزادی چھین کر اُس کی ملاوت کوسل دیہ میں ہو گئی تھی۔ پاوا اور کوشی نارا کے ملبے کے دو اور وبھالی کے راجوں کا ایک، اِس طرح تین پڑ جانکر راج اب تک آزاد رہا تھا۔ کوسل اور مکہ دیہوں میں ملی جلی حکومت کا رویہ مضبوط ہوتا جا رہا تھا۔

ایسے وقت میں کھلوسٹو سے چونہ پندرہ میل کی دوری پر شددودھن راجا (زمیندار) کی مایا دیوی نام کی رانی کے پیٹ سے گوتم کا (بده کا) جنم ہوا۔ بده چوت کاوتھ اور لیت وسار میں اُسے سوارتھ سدھی اور سدھارتھ نام دیا گیا ہے، لیکن وہ پورے پالی گرنہوں میں نہیں نہیں ملتے۔ سب جگہوں پر انہیں گوتم ہی کہا گیا ہے اور وہی اُن کا اصلی نام رہا ہوگا۔

گوتم کی پیدائش کے بعد ساتویں دن مایا دیوی راہی ملک عدم ہوئیں اور اُن کے پالنے پوسنے کا سارا بوجھ (مایا دیوی کی چھوٹی بہن) اُن کی موسی مہاپرجاتی گرنی پر پڑا۔ گوتمی بھی شددودھن کی استری تھی، ایسا ذکر پالی میں ملتا ہے۔ لیکن اِس کے ساتھ شددودھن کی شادی گوتم کے جنم کے پہلے ہوئی یا بعد میں؟ اِس کا کوئی پتہ نہیں۔ لیکن اتنا تو سچ ہے کہ گوتم کی پرورش مہاپرجاتی نے ہی رحمدلی اور ہوشیاری سے کی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اِس سے بہت سی آجکل کی زبانوں میں 'ماں مرے پر موسی جیوے' کی نہایت رائج ہوئی۔ لیکن خاص ماں کے مرنے کی بات جب نوجوان گوتم نے سمجھی ہوگی تب اُن کے اوپر کچھ نہ کچھ دیراکیہ کی پرچھائیں ضرور پڑی ہوگی۔ اِس وجہ سے یا پہلے جنم کے اعمال سے، جو یہی ہو، گوتم کا رخ نوجوانی میں ہی دھرم کی طرف ہوا۔

اُس زمانے میں کوسل دیہ میں، جس میں شاکیہ دیہ کا بھی میلان تھا، آڈار کالام اور آڈرک رام پتر یہ دو نہایت مشہور پرگچاریہ تھے۔ اُن میں سے پہلا یوگ کے سات

درجوں کا آپدھی دیتا تھا اور دوسرا آٹھ درجے کا۔ آثار کا لم کا ایک آدمی کلہوستانو شہر کے پاس تھا۔ وہاں جا کر گوتم یوگا بھاس کرنے لگے اور انہوں نے یوگ کے پہلے درجے (پرتھم دھیان) کی شق کی۔

شدھودھن راجا اور اور دوسرے شاکتہ راجے خود کھیت میں جا کر کھیتی کا کام کرتے تھے اور نوکر چاکروں سے بھی کام کراتے تھے۔ سی طرح گوتم بھی خود کھیتی کرتے اور کرواتے تھے۔ مگر ان میں ایک خوبی یہ تھی کہ وہ کھیت پر فرصت کے وقت ایک جامن کے پتوں کے نیچے بیٹھ کر اُپر کہہ ہوئے پرتم دھما کی مشق کرتے تھے۔ چنانک اُنہ کہتا میں اِس کے بارے میں عجیب ایئر ذکر موجود ہیں۔

اب یہ سوال آیا کہ کوتم نے 29 سال کی عمر میں گھر
 بیوں چھوڑا؟ لاٹ وسٹر وغیرہ گرتھوں میں اس کے چو
 چوہات نہ گئے تھے؟ انہیں صرف کوری کلونائیں نہیں سمجھنا
 چاہئے۔ 29 سال کے اپنے ہاتھ سے کھیتی کرنے والے آدمی نے
 تھکا، بیمار اور مردہ نہ دیکھا ہو، یہ ممکن نہیں ہے۔ بڑھاپا،
 صیبت اور موت کے خیالات کوتم کے دل میں ضرور آتے ہونگے،
 لیکن مکان سے کنارہ کشی کے لئے یہ وجہیں کافی نہیں تھیں۔

شاکیوں کے پڑوسی اور رشتہ دار کو لیتے راجے تھے۔ وہ بھی نوسل راج کے ماتحت ہوئے تھے۔ لیکن پھر بھی شاکیوں اور کولہوں میں روہلی ندی کے پانی کے بارے میں بار بار جنگ ہوا کرتی رہی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ دونوں کو ہی کھیتی کے لئے اپنی پانی نہیں ملتا تھا اور آپس میں لڑنے سے بہت نقصان ہونے کے علاوہ کوسل راج کو ان چھوٹے راجوں کے اندرونی بددوستیوں میں داخل دینے کا بار بار موقع ملتا تھا۔ اس لئے یہ چھوٹا گوتم کو ہوا لگنا قدرتی تھا۔ آخر میں کسی موقع پر کولہوں کے خلاف ہتھیار اٹھانے سے گوتم نے صاف انکار کر دیا۔ اس سے ایک مشکل معاملہ دھڑا ہو گیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہونے والا تھا کہ شہزادہ کے سارے خاندان کو شاکیہ دیہوں سے جلاوطن کر دیا جاتا۔ اس مصیبت کے چھٹکارا پانے کے لئے ایک ہی راستہ تھا کہ گوتم پر پورا چک (سادھو) ہو جائے اور انہوں نے اسی راستہ کو منظور کیا۔ ہتھیار اٹھانا چھتریوں کا دھرم ہے، یہ کہہ کر ان کے دوستوں اور ہفتدوں نے ضرور کوشش کی ہوئی۔ لیکن ارجن کی طرح گوتم کا یہ ذرا سا ویراگہ کا جوش نہ تھا۔ اس لئے خود بہکان بھی گوتم کو ہتھیار اٹھانے کے لئے مجبور نہیں کر سکتے تھے۔

شاہد اور کولڈوں کی طرح چھوٹے چھوٹے پرجائیدار راہے آپس میں لڑ کر کمزور ہو گئے تھے اور ان میں سے کچھ کو چھوڑ کر باقی راہوں کی آزادی چھن گئی تھی۔

ہنگ راجوں کو جیتکر مگادھ مہاراجا نے اپنے مندرجہ ذیل میں شامل کر لیا تھا۔ کاشی راجاؤں، شاکوں اور کالیوں کو جیتکر کوسل مہاراجا نے اپنے ماتحت کر لیا تھا۔ کیر بھی چھاری کے فرض کے نام پر آپس میں لڑتے رہنا کتنی بڑی بات تھی! اور وہ گوتم کو پسند نہیں ہوا، اس میں تعجب ہی کیا۔

گوتم سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لیے ہجرت دینا مامولی بات نہیں تھی۔ اس کے بارے میں مہا پرما جاپتی گوتمی اور شدھودھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا تھوڑا سا بیان منجھی منہکایہ کے اربہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتم کو اجازت دی اور گوتم آوارہ گم کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچانا ہی گوتم کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا استہ نہیں ہوجتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ ان کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہنے سے گوتم کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی پڑتی ہے۔

آوارہ گم کے دھیان مارگ سے دھم درد مقابلے کا سوال نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے اس کو چھوڑ کر آدرک رام پتر کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناپیدہ دکھائی نہ دیا، اس لئے آدرک رام پتر کو چھوڑ کر گوتم اچ کرے کو چلے گئے۔ اس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنگم کے نیچے اس شہر کے اس پاس بار بار آیا جایا کرتے تھے۔ ان نیکوؤں کا دھرم ابدیہ سنکر کچھ راستہ نکالنا گوتم کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نہی نئی طرح کے اتمواد (روحانی نفاق) بتاتے تھے۔ نئی ایک نہی نئی (روح) کو مر اور دوسرے نیا ہونے والی چیز مانتے تھے۔ اس طرح آتما کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ویدک ہنس کے جانب نذر اور اس طرح کی عبادت لڑنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اس حالت میں گوتم نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور دھم درد مقابلے کا راستہ نہیں ملے گا۔ اس لئے راجکمر کو چھوڑ کر وہ آرورہ (آجکل کی کیا) کی طرف لے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ ان کے اس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ ان سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قریب یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

گوتم سے شرمیلے، نرم دل اور عزیز لڑکے کو ساڈھ ہونے کے لئے اجازت دینا معمولی بات نہیں تھی۔ اس کے بارے میں مہا پرما جاپتی گوتمی اور شدھودھن راجا کو کتنا رنج ہوا، اس کا تھوڑا سا بیان منجھی منہکایہ کے اربہ پریم سن سوت میں یا ہے۔ خاندان کے بچانے کے لئے دوسرا کوئی راستہ نہیں ہونے سے انہوں نے روتے روتے گوتم کو اجازت دی اور گوتم آوارہ گم کے اشرم میں چلے گئے۔ صرف خاندان کا بچانا ہی گوتم کی منشا ہوتی تو وہ سات مال تک زبردست عبادت کی مشق کر کے اندرونی روشنی کا استہ نہیں ہوجتے۔ ساڈھوں کی فلسفی میں آدمی آدمی کے چھکڑوں کے مقابلے کا کوئی راستہ ضرور ملے گا، یہ ان کا یقین تھا۔ مکان چھوڑنے کے اوپر بیان کئے ہوئے وجوہات کو حوالہ میں کہنے سے گوتم کی فقیرانہ زندگی کے سارے کاموں پر روشنی پڑتی ہے۔

آوارہ گم کے دھیان مارگ سے دھم درد مقابلے کا سوال نہیں ہو سکتا تھا، اس لئے اس کو چھوڑ کر آدرک رام پتر کا سہارا لیا۔ یوگ کا ایک اور درجہ حاصل کرنے سے بھی کچھ ناپیدہ دکھائی نہ دیا، اس لئے آدرک رام پتر کو چھوڑ کر گوتم اچ کرے کو چلے گئے۔ اس زمانے میں بڑے بڑے شرمین سنگم کے نیچے اس شہر کے اس پاس بار بار آیا جایا کرتے تھے۔ ان نیکوؤں کا دھرم ابدیہ سنکر کچھ راستہ نکالنا گوتم کی غرض ہوتی چاہئے تھی۔ وہ سب نہی نئی طرح کے اتمواد (روحانی نفاق) بتاتے تھے۔ نئی ایک نہی نئی (روح) کو مر اور دوسرے نیا ہونے والی چیز مانتے تھے۔ اس طرح آتما کے بارے میں ان لوگوں میں کسی طرح کی ایک رائے نہیں تھی۔ لیکن ویدک ہنس کے جانب نذر اور اس طرح کی عبادت لڑنی چاہئے، اس میں قریب قریب سبھی ایک رائے تھے۔ اس حالت میں گوتم نے یہ سوچا کہ عبادت کے بغیر روحانی خوشی حاصل نہ ہوگی اور دھم درد مقابلے کا راستہ نہیں ملے گا۔ اس لئے راجکمر کو چھوڑ کر وہ آرورہ (آجکل کی کیا) کی طرف لے اور وہاں قریب 7 سال تک عبادت کی۔ ان کے اس وقت کے کوئی کوئی تجربے تربیتک میں موجود ہیں۔ ان سبوں کا یہاں تفصیل وار ذکر کرنے سے اور مضمون بڑھنے کے قریب یہاں بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

آخر کار گوتم اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

آخر کار گوتم اس فیصلے پر آئے کہ شرمین

جما جماعت میں سب سے بڑا خطرہ آنمواد سے ہے۔ اپنا تھاک اور نہپ کر کے بھی آنمواد کے جال میں پھنس جالے سے شرمین دنیا کے چھڑوں سے چھٹکارے کا راستہ نہیں بتا سکتے۔ اس لئے آنمواد کے میل کے علاوہ کوئی راستہ ہونا چاہئے۔ دوسری بات اُن کے من میں یہ آئی کہ شرمینوں کا سب طرح کا اصول اور ٹیک چلنی مناسب ہونے پر ہی تپ بیکار ہے۔

گوتم کے ساتھ پانچ تپسوی (ساधू) تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ گوتم کسی نئے طریقے کا پتہ لگاویں گے۔ لیکن جب وہ آنمواد کا خطرہ ظاہر کرنے لگے اور جسم کو تکلیف دینے والی عبادت چھوڑ کر جسم کو قائم رکھنے والی غذا استعمال کرنے لگے تب اُن کو چھوڑ کر وہ کٹھنی چلے آئے۔ لیکن گوتم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کی راہ پر اُنہوں نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔ آخر کار آجکل جسے بدھ کہا کہتے ہیں، اُس جگہ ایک پہل کے پہر کے نیچے بیٹھ کر ویشاکھی یورنیا کی رات میں گوتم نے اپنا نیا راستہ اختیار کیا۔ اُن میں سے پہلی منزل جسمانی عیش آرام کا فنا ہونا ہے۔ اُس منزل میں گمراہ ہونے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ آپس میں اُڑتا، کٹتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اُس لئے یہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ یہ چھوڑ کر جو صوفی ہوجاتے ہیں، وہ عبادت میں لگ کر نئی طرح سے جسمانی ایذاؤں برداشت کرتے ہیں، جس سے کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اُس لئے اِس قسم کی عبادت بھی بیکار ہے۔ یہ دو آخری منزلوں چھوڑ کر ہیچ کا راستہ چار آریہ ستیوں (اصلیتوں) کا ہے۔

گوتم کے ساتھ پانچ تپسوی (ساधू) تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ گوتم کسی نئے طریقے کا پتہ لگاویں گے۔ لیکن جب وہ آنمواد کا خطرہ ظاہر کرنے لگے اور جسم کو تکلیف دینے والی عبادت چھوڑ کر جسم کو قائم رکھنے والی غذا استعمال کرنے لگے تب اُن کو چھوڑ کر وہ کٹھنی چلے آئے۔ لیکن گوتم نے صبر کا دامن نہیں چھوڑا۔ ان کی راہ پر اُنہوں نے اپنا قدم آگے بڑھایا۔ آخر کار آجکل جسے بدھ کہا کہتے ہیں، اُس جگہ ایک پہل کے پہر کے نیچے بیٹھ کر ویشاکھی یورنیا کی رات میں گوتم نے اپنا نیا راستہ اختیار کیا۔ اُن میں سے پہلی منزل جسمانی عیش آرام کا فنا ہونا ہے۔ اُس منزل میں گمراہ ہونے سے دنیا کا بہت بڑا حصہ آپس میں اُڑتا، کٹتا اور تکلیف اُٹھاتا ہے۔ اُس لئے یہ چھوڑ دینے کے قابل ہے۔ یہ چھوڑ کر جو صوفی ہوجاتے ہیں، وہ عبادت میں لگ کر نئی طرح سے جسمانی ایذاؤں برداشت کرتے ہیں، جس سے کوئی مطلب حاصل نہیں ہوتا۔ اُس لئے اِس قسم کی عبادت بھی بیکار ہے۔ یہ دو آخری منزلوں چھوڑ کر ہیچ کا راستہ چار آریہ ستیوں (اصلیتوں) کا ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنانک مارگ یہ ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنانک مارگ یہ ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنانک مارگ یہ ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنانک مارگ یہ ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنانک مارگ یہ ہے۔

پہلا آریہ ستیہ یہ ہے کہ دنیا پیداؤں، بڑھاپا، موت، تکلیف سے اور نہ مل سکنے والی چیز نی اُمید میں دھم اُٹھا رہی ہے۔ اِس کی وجہ صرف آدمی کی پیاس ہے۔ پیاس سے ہی ساری تکلیف پیدا ہوتی ہے، یہ دوسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے چھوڑنے سے ہی تکلیف سے نجات مل سکتی ہے (عیش پرستی سے یا تپ سے چھٹکارا نہیں ملتا) یہ تیسرا آریہ ستیہ ہے۔ اِس پیاس کے مٹانے کے لئے کیسا ہرناؤ ہونا چاہئے، یہ چوتھا آریہ ستیہ ہے، جسے ائمہ نیک مارگ بتاتا ہے۔ وہ اشنانک مارگ یہ ہے۔

خاندان میں اور ملک ملک میں جو جھگڑے 'آئندہ ہیں' وہ سب مٹ سکتے ہیں۔ صرف شاکیوں اور کرلیوں کا ہی نہیں ساری دنیا کے لئے اس راستے کو ڈھونڈ نکالنے سے گوتم کا دل روشن ہوا، اس کا محض اندازہ ہی لگایا جا سکتا ہے۔ یہیں سے اُن کے پیروکار اُن کو بدھ (گدائی) کے نام سے نامزد کرتے ہیں۔

گوتم بدھ تو ہو گئے، لیکن انکا نیا راستا مننے والا تھا کون؟ جس میں روح کا کچھ بھی رشتہ نہیں ہے اور تپ (گہری عبادت) کی کوئی کھلا مخالفت کی جاتی ہے، وہ راستہ من کر کوئی بھی صوفی ہو سکتا ہے۔ اس لئے ایک ہی اُمدد ہی کہ شاید جو پانچ سادھو گوتم کے ساتھ رہتے تھے، وہ گوتم بدھ کا یہ نیا راستہ سمجھ سکیں۔ اس لئے بدھ نے مکہ دیہی میں رہنے والے سارے سادھوؤں کو چھوڑ کر کڑی گرمی کے دنوں میں ننگے پاؤں گھا سے کاشی تک کوچ کیا اور بہت محنت سے اُن پانچ سادھوؤں کو سمجھایا۔

اس راستے کے پتا لگانے میں بدھ کو بہت تکلیف برداشت کرنی پڑی، اور سمجھانے میں بھی کئی کوشش کرنی پڑی۔ لیکن اُس کے پیروکاروں میں زیادہ وقت نہیں لگا۔ دوسرے سادھوؤں کے گروہ بہت پرانے تھے اور اُن گروہوں کے نیٹا بھی بدھ سے بہت بڑھے تھے۔ بدھ سب میں کم عمر تھے۔ پھر بھی اُن کے اس نئے راستے کا اثر عام لوگوں پر جلد ہی پڑا۔ بدھ کی زندگی میں ہی اُس کی بڑی شہرت ہوئی اور مدھیہ دیہی (مدریہ، ہمالیہ، پنجاب اور بنگال کے بیچ کے دیہی) میں بیچ کے طبقے کے لوگوں نے اُن کے سنگ کے لئے بہت سے وعار لخواہ۔

آجکل ایسی ایک مانی ہوئی بات ہے کہ بدھ دھرم سانکھیہ تہذیب سے نکلا، لیکن یہ بہت غلط ہے۔ سانکھیوں کا لوگوں بدھ کے وقت میں ہندوئی طریقے سے موجود تھا۔ اُس کا اگر بدھ پر کچھ اثر پڑا ہو تو وہ یہی ہے کہ سانکھ کے معرنت ذکر کی ہوئی آتما میں بدھ کو کچھ بھی مطلب نہیں دکھائی دیا۔ بلکہ بدھ کی یہ پکی رائے ہو گئی کہ اس طرح کی آتما کو ماننا نقصان دہ ہے۔ بدھ پر دسی ہمعصر جماعت کا اثر پڑا ہو تو وہ بشرو ناتھ کے اوپر بیان کئے ہوئے چار اصولوں والی جماعت کا ہی ہو سکتا ہے۔ بدھ کے لٹائنک راستے کو انہیں اصولوں کی ہی بھرتی سمجھنا چاہئے۔ لیکن اُس کے ساتھ جین صوفی جو عبادت کا اپنا خاص طریقہ شامل کر دیتے تھے، اُس کی بدھ نے صاف صاف مخالفت کی۔ اُسی وقت میں جین آتما کی صلیت بھی ماننے لگے تھے۔ اُس کو بھی بدھ نے منظور نہیں لیا۔ بدھ کے وقت میں جو بہت سے مشہور سنگ تھے اُن میں یک جہلوں کو چھوڑ کر بانی سب سنگ کچھ صدیوں میں ہی مٹ گئے۔

ہندستان کی کلچر پر بولڈ مہذب کی چھاپ

ہندستان کی کلچر پر بولڈ مہذب کی چھاپ

ہندستان کی کلچر پر بولڈ مہذب کی چھاپ

ہندستان کی کلچر پر بولڈ مہذب کی چھاپ

ہماری رائے میں جین سنگ کے بچ رہنے کی خاص وجہ

ان کا چتر پام دھرم ہے، نہ کہ ان کے طریقے کی عبادت اور روحانی تعلق !

اشوک اور بودہ دھرم

حالانکہ بودہ سنگم کا عام لوگوں پر گہری اثر تھا، پھر بھی سمراٹ اشوک کا زور اگر نہیں ملتا تو بودہ دھرم کا بھارت میں اور بھارت کے باہر اتنا پھیلاؤ نہ ہو سکتا۔

جینوں کا کہنا ہے کہ چندرگپت موریہ جین مت کا تھا اور یہ ٹیک بھی ہو سکتا ہے۔ مگر چندرگپت نے یکنوں کو بند کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس نے خود یکہ نہیں کئے اور براہمنوں کو اس بارے میں بڑھاپا نہیں دیا۔ اسی وجہ سے براہمن طبقہ کے گرنہ لکھنے والوں نے اسے شونر خاندان سے کہا ہوگا۔ اس کا لڑکا بندوسار کس مذہب کا تھا؟ اس کا پتہ نہیں لگتا۔ وہ کسی بھی مذہب کا رہا ہو، اس نے اپنے راج کا بندوبست کرنے کے علاوہ اور کچھ کیا ہو، ایسا نہیں جان پڑتا۔ اس کا بیٹا اشوک ضرور شرمین سامکرتی کا—اور اس میں بھی زیادہ سے زیادہ بودہ دھرم کا—پورا حاسی بنا۔

تاجپوشی کے بعد آٹھویں یا نویں سال اشوک نے کلنگ دیس پر چڑھائی کی۔ یہاں ایک لاکھ آدمی مارے گئے اور ڈیڑھ لاکھ آدمی پکڑ کر لائے گئے۔ اس سے کلنگ دیس میں بڑا غنا کار مچا اور اشوک کے دل پر اس کا زہر دست اثر پڑا۔ وہ جتنا ہی قاتل تھا اتنا ہی رحم دل بنا۔ اس وقت جو شرمین پلٹے موجود تھے، ان میں سے بودہ پلٹے اسے خاص کر اچھا لگا اور وہ بدہ کا پورا شاگرد بنا۔ بودہ دھرم کے پھیلاؤ کے لئے اس نے جو کوششیں کی وہ مشہور ہی ہے۔ مگر وہ کسی طرح بھی نکل نہیں تھا۔ بودہ طبقہ کی حالانکہ اس نے سب طرح سے مدد کی، تو بھی وہ اس کا خیال رکھتا تھا کہ دوسرے شرمین گروہوں کا گزر اچھی طرح ہونا رہے۔ اتنا ہی نہیں، اس نے اس کا بھی جہاں تک ممکن ہو سکتا تھا یہ بندوبست کیا کہ شرمین گروہ آپس میں لڑکر بدجا وقت ضائع نہ کریں۔

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب باشندے (شرمین گروہی) رہیں“ وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کر کے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچ مچ نہیں ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دیوتاؤں کا پھارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلقین کی) سادھوں کی اور گرہستوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دیوتاؤں کا پھارا

ساتویں شلا لیکھ میں وہ کہتا ہے—”سب جگہوں پر سب باشندے (شرمین گروہی) رہیں“ وجہ یہ کہ وہ اصول اور خیال کی پاکیزگی کی خواہش رکھتے ہیں..... بہت دان دھرم کر کے بھی جس آدمی میں خود پر قابو، خیالات کی پاکیزگی، شکرگزاری اور پکی ہمتی نہیں، وہ سچ مچ نہیں ہے۔“ اس کے بعد بارہویں شلا لیکھ میں اشوک کہتا ہے—”دیوتاؤں کا پھارا راجا سب طرح کے شرمینوں کی (باشلقین کی) سادھوں کی اور گرہستوں کی دان دھرم سے اور دوسرے کئی طرح سے پوجا کرتا ہے۔ مگر دیوتاؤں کا پھارا

दान और पूजा को उतनी अहमियत नहीं देता, जितना सब पाषण्डियों की सारवृद्धि को. सारवृद्धि की कई क्रिमें हैं उसका खास सिद्धान्त है खामोशी. मिसाल के तौर पर खुद पाषण्ड की भरमार न करे और दूसरे के पाषण्ड की बुराई न होने दे, यानी अगर कोई भगड़े की बजह आन ही पड़े, तो उसे अहमियत न दे. दूसरे के पाषण्ड का ख्याल रखना कई तरह से मुनासिब है. पेसा करने से खुद के पाषण्ड की यक़ीनी तौर से तरक्की करता है और दूसरे के पाषण्ड पर अहसान करता है..... आपस का धर्म एक दूसरा मुने और एक दूसरे की सेवा करे, इसीलिये एकता अच्छी. सब पाषण्ड अच्छे और दूसरों की भलाई करने वाले हों, यही चीज देवताओं को अप्पीज है..... इसके लिये धर्म महामात्रों को (और दूसरों को) मुक़र्रर किया है.

इस शिला लेख से दिखाई देता है कि जितने भी अहिंसक मजहब थे उन सबके साथ अशोक बराबरी का बर्ताव करता था, इतना ही नहीं, उसने इसके लिये भी बहुत कोशिश की कि इन मजहबों में झगडा न होकर एकता बढे और यह लोगों को पाबन्दी और रूढ़ की पाकीजगी का रास्ता दिखा दें। वैदिक तहजीब की बुनियाद है यज्ञयाज्ञ। उनकी मुखालिकत अशोक ने पहले ही शिला लेख में की है, और उसने आम लोगों को अव्वल दर्जा दिया है। नतीजा यह कि अशोक के राज में ही नहीं, उसके आस पास के राज्यों में भी अगर भ्रमन संस्कृति—उसमें से भी बौद्ध संस्कृति—बहुत जोर से फैली हो, तो उसमें कुछ ताज्जुब नहीं.

बौद्ध संस्कृति की तनुज्जली

बौद्ध श्रमणों को राजाओं की मदद मिली, इसी में उनकी तनुज्जली का बीज था। उनके बड़े बड़े संघाराम (मठ) राजाओं की मदद के बगैर चल नहीं सके। यह काम आम जनता की ताकत के बाहर भी था। सिर्फ़ अमीर और राजाओं की मदद से ही यह संघाराम चले। नतीजा यह हुआ कि महायान वालों को ऊँचे तबक्कों को अजीब लगने वाले ग्रन्थों को लिखना पड़ा। उन ग्रन्थकारों ने आम लोगों की ज़बान को छोड़कर ऊँचे तबक्के में क्रूर की जाने वाली संस्कृत ज़बान को कुबूल किया। इससे आम जनता का रिश्ता उनसे टूट गया। इन्साफ़, धारम, अदब वगैरा मज़मूनों पर बौद्ध ग्रन्थकारों ने अच्छे से अच्छे मज़मून लिखे। लेकिन आम लोग इन ग्रन्थों का समझने के नाकाबिल थे और उनके लिये यह ग्रन्थ काम के न थे। इतना ही नहीं, साधुओं के मठों को जो बड़ी बड़ी जागीरें मिली थीं इससे उनमें रहने वाले दूसरे लोगों को हसद होने लगा। जैसे आजकल के जमींदार अलग अलग तरह से किसानों से लगान लेते हैं, उसी तरह बौद्ध साधू भी किसानों पर जुल्म करते थे, यह मानना सुबूत से खाली नहीं है।

ن اور پوچھا کہ اُنہی اہمیت نہیں دیتا، جتنا سب پاشندہوں
ساروردھی کو۔ ساروردھی کی کئی قسمیں ہیں۔ اُس کا خاص
بہاوت ہے خاموشی۔ مثال کے طور پر خود پاشند کی بھرا، نہ
ہے اور دوسرے کے پاشند کی ہرائی نہ ہونے دے، یعنی اگر کوئی
ہمگزے کی وجہ اُن ہی پتے تو اُسے اہمیت نہ دے۔ دوسرے کے
شند کا خیال رکھنا کئی طرح سے مناسب ہے۔ ایسا کرنے سے خود
پاشند کی یقینی طور سے ترقی کرتا ہے اور دوسرے کے پاشند
بھی احسان کرتا ہے..... آپس کا دھرم ایک دوسرا سنے اور
ک دوسرے کی سوا کرے، اسی مٹے ایکٹا اچھی۔ سب پاشند
دھے اور دوسروں کی بھلائی کرنے والے ہوں، بھی چیز دیوتاؤں
عزیز ہے..... اس کے لئے دھرم مہما تروں کو (اور دوسروں کو)
قرر کیا ہے۔

اِس سلا لیک سے دکھائی دیتا ہے کہ جتنے بھی افسک
 ذہب تھے اُن سب کے ساتھ اشوک ہر اہری کا ہرتاؤ کرتا تھا ۔
 ننا ہی نہیں، اُس نے اُس کے ائمہ بھی بہت کوشش کی کہ
 ان مذہبوں میں چھکڑا نہ ہو کر ایکتا بڑھے اور یہ لوگوں کو
 اہلحدی اور روح کی پانڈگی کا راستہ دکھادیں ۔ ویدک تہذیب
 ی بنیاد ہے یکمہ یاگ ۔ اُن کی مخالفت اشوک نے پہلے ہی
 سلا لیک میں کی ہے؛ اور اُس نے عام لوگوں کو اول درجہ دیا ہے۔
 نتیجتاً یہ کہ اشوک کے راج میں ہی نہیں، اُس کے اُس پلس
 کے راجڑوں میں بھی اگر شرمین سنسکرتی—اُس میں سے بھی
 ودھ سنسکرتی—بہت زور سے پھیلی ہو، تو اُس میں کچھ
 معجب نہیں ۔

دودھ سنسکرتی کی تہذیب

بودھ شرموں کو راجاؤں کی مدد ملی، اسی میں اُن کی
مُلاؤ کا بیج تھا۔ اُن کے بڑے بڑے سنکھا رام (مٹھ) راجاؤں
کی مدد کے بغیر چل نہیں سکے۔ یہ کام عام جنتا کی طاقت کے
بہر بھی تھا۔ صرف اہر اور راجاؤں کی مدد سے ہی یہ
سنکھا رام چلے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مہایان والوں کو اُنچے طبقوں کو
بُڑا لگنے والے گرنتمہوں کو لکھنا پڑا۔ اُن گرنتمہاؤں نے عام لوگوں
کی زبان کو چھوڑ کر اُنچے طبقے میں قدر کی جانے والی سنسکرت
زبان کو قبول کیا۔ اِس سے عام جنتا کا رشتہ اُن سے ٹوٹ گیا۔
نصاف، گرامر، ادب وغیرہ مضمونوں پر بودھ گرنتمہاؤں نے
چھ سے اچھے مضمون لکھے۔ لیکن عام لوگ اُن گرنتمہوں کو
سمجھنے کے قابل تھے اور اُن کے لئے یہ گرنتمہ کام کے نہ تھے۔
تفاتی نہیں، سادہ دھڑوں کے مٹھوں کو جو بڑی بڑی جاگہوں
میں تھیں اُس سے ان میں رہنے والے دوسرے لوگوں کو حسد
ہونے لگا۔ جیسے آچکل کے زمیندار الگ الگ طرح سے کسانوں
سے لگان لیتے ہیں، اُسی طرح بودھ سادھو بھی کسانوں پر ظلم
کرتے تھے، یہ ماننا ثبوت سے خالی نہیں ہے۔

یہی حال میں ان مٹوں کے مالک بھیکو اور جین
سبھی میں سے آجکل کے فیسزم کی طرح کا ایک
ہیساوا دی شہر گراہ پدا ہوا، جس کا نام ہے پاشوپت۔
انہیں پاشوپتوں میں سے انگریزوں کی طرح کے بڑے
بیرہم اور جالیم شہر گراہ کی پداہش ہے؛ اور ان
لوگوں نے تلوار، اورت اور شراہ کے چریے یا تو بھیکو
اور جین شرموں کو بہاد کر دیا یا اپنے
میں ملنے کے لئے مجبور کیا۔

اگر میں ششائیک جیسے اور دکن میں سند پانڈیہ جیسے
اجاؤں نے ہونہوں اور جینوں پر سانوں صدی میں جو
حوناک ظام اٹھ، اس کا ذکر تواریخ میں ہے۔ ششائیک نے
سائش کر کے راجورہن کا قتل کروایا اور ہدہ گیا کے سارے
مباروں کو لوٹ کر اٹھوں توڑ ڈالا۔ ہونہی ورکش کو جو سے آہاڑ
نر جلا دیا اور دکن میں سند پانڈیہ نے اسی صدی میں جین
سادوں پر کئی قسم کے بڑے ظام کئے۔ ان کے سر کوہو میں
ڈانکر پروائے۔ اس کے ان سارے ظلموں کے نمونے آج بھی ارکات
نے توڑ اور مند کی دواروں پر کھدے ہوئے ہیں۔ اس طوف
شو راجاؤں کا پادکادی شو سادوں اور ان لوگوں کے مددگار
برائمنوں کی کوشش سے ہونہ اور جین دھرم قریب قریب
بہاد ہی ہوئے۔

ان ظلموں سے شو سادوں کے مٹوں ہونہوں کے وہار اور ان
جینوں کے جو آپاشرٹہ (خناقہ) بچ رہے تھے مسلمانوں کے
حملے سے وہ سب قریب قریب بہاد ہوئے۔ بچے بچے ہونہ
شرمنوں نے تبت وغیرہ ملکوں میں پناہ لی۔ جین سادوں
اپنے اصولوں کے پابند ہونے کی وجہ سے ہندستان کے باہر نہ
جاسکے۔ جو جین اور شو سادوں بچے وہ یہاں ہی چھپ کر
رہے تھے۔ آگے چل کر ان سادوں کا کچھ عروج بھی ہوا۔ لیکن
انہا کمزور رہا کہ وہ کچھ مذہبی قریں کا کلم نہیں کرسکے۔

ہونہ سنسکرتی کی دین

بھیکو سانسکرتی کی دین

قریب پچاس سال پہلے ہمارے دیہ کے بڑے بڑے پندتوں
کو بھی ہونہ مذہب کے بارے میں صاف صاف جانکاری نہیں
تھی۔ پران پڑھنے والے براہمن سمجھتے تھے کہ وشنوی راکششوں
کو بڑے راستے پر لگا کر بہاد کرنے کے لئے ہدہ کا اوتار لیا۔
پندت لوگ گرتھوں میں ہونہوں کی برائی کرتے تھے۔ شکر اچاریہ
نو وشیشٹادویت وادیوں اور مادھو گروہوں نے پرچین ہونہ کہا
کہ بھی لوگ جانتے تھے۔ لیکن ہدہ کون؟ اور ان کے مذہب
کا پرچار کیسے ہوا اور شکر اچاریہ وغیرہ کی مذہبی کتابوں پر
اس کا اثر ایسا کیسے پڑا جس سے ان کو پرچین ہونہ کہنے لگے؟
ان میں سے کسی بات کو بھی کوئی پندت صاف صاف اٹھا
نہیں جانتا تھا۔ جس طرح تاریکی میں کوئی چوڑ اس کے خلاف

دیکھلائی پڑتی ہے، اسی طرح سے اس تاریک زمانے میں بولڈ مچھہ بھی خلیاں دیکھلائی دیتا تھا۔ پونا کے ایک مشہور پंडित نے ناگاند ناٹک لکھا۔ اس کے نامی اشوک میں جو "مارو" (مارکی استریاں) "لفظ ہے" اس نے اس کو نہیں سمجھا۔ سبھی ہاتھ کی لکھی نقلوں میں یہی لفظ تھا، تو بھی اس نے اسے بدل کر "وارو" کر دیا۔ ہمارے یہاں کے دیکھ پندتوں کو بھی بولڈ دھرم کے بارے میں اتنی جانکاری نہ تھی۔

مغربی پندتوں کو بھی بولڈ مچھہ کے بارے میں بہت کم جانکاری تھی۔ وہ جانتے تھے کہ تبت، برہما، چین وغیرہ ملکوں میں بولڈ مچھہ رائج ہے، پر یہ نہیں جانتے تھے کہ اس دھرم کا وسیلہ اور پہلا بھارت دھرم میں ہی ہوا تھا اور بھارتی سادھوں نے ہی غیر ملکوں میں چار اس مچھہ کو پھیلایا۔ جب پہلے پہل انگریز عالموں نے ایلورا کی طرح کی کاریگریوں کی جگہوں کو دیکھا، تب ان لوگوں نے اندازہ کیا کہ یہ کاریگریاں بھارتیوں کی ہو ہی نہیں سکتیں۔ انہوں نے یہ اندازہ کیا کہ انہیں کے برابر کس مچھہ قوم نے بھارت میں آنے کی کاریگریوں کی شروعات کی ہوگی۔ دھرم دھرم پچھمی پندتوں کی کوشش سے، جن میں پچھمی مشنریوں کی بھی شرکت تھی، بھارتیوں کو بولڈ مچھہ کے بارے میں کچھ جانکاری ہوئی۔ پھر بھی عام جنتا ایلورا یا اجنتا کی کاریگریوں کا بولڈ سے رشتہ نہ جان سکی اور سارے بھارتی ادب پر بولڈ مچھہ کا جو اثر پڑا ہے، اس کی بھلا انہیں کیسے جانکاری ہو سکتی تھی؟

وید، برہمن اور آرنہوں کو چھوڑ کر کئی ایسا کوئی مذہبی یا دوسرا پرانا گرنہ نہیں ہے، جس پر بولڈ مچھہ گرنہوں کا اثر نہ پڑا ہو۔ ایسا ہی بھلا کئی ہے کہ جو ویدانت ادب سب سے آرنچا سمجھا جاتا ہے، اس کا بچہ فنا اور بقا سے ہی نیا کیا ہے اور اسی وجہ سے شکرچارہ پرچہ بولڈ نہیں۔ دستکاریوں کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جو کچھ اچھی سے اچھی کاریگری آجکل حاصل ہے، وہ سب بولڈ کاریگریوں کی ہی ہے۔ بولڈ کے بعد جینوں اور شیو سادھوں نے بھی ان کی نقل کی پر بولڈ کاریگری کی برابری میں وہ نہ آسکے۔

جاپان، چین، تبت، سیام، سیلہ، برہما ملکوں میں بولڈ کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ ان ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، وہ بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا کے اکر ہتھیاروں سے ان ملکوں پر فتح پاتے تو ان سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بولڈ سنتوں نے ان ملکوں پر جو

وید، برہمن اور آرنہوں کو چھوڑ کر کئی ایسا کوئی مذہبی یا دوسرا پرانا گرنہ نہیں ہے، جس پر بولڈ مچھہ گرنہوں کا اثر نہ پڑا ہو۔ ایسا ہی بھلا کئی ہے کہ جو ویدانت ادب سب سے آرنچا سمجھا جاتا ہے، اس کا بچہ فنا اور بقا سے ہی نیا کیا ہے اور اسی وجہ سے شکرچارہ پرچہ بولڈ نہیں۔ دستکاریوں کے بارے میں تو کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں ہے، جو کچھ اچھی سے اچھی کاریگری آجکل حاصل ہے، وہ سب بولڈ کاریگریوں کی ہی ہے۔ بولڈ کے بعد جینوں اور شیو سادھوں نے بھی ان کی نقل کی پر بولڈ کاریگری کی برابری میں وہ نہ آسکے۔

جاپان، چین، تبت، سیام، سیلہ، برہما ملکوں میں بولڈ کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ ان ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، وہ بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا کے اکر ہتھیاروں سے ان ملکوں پر فتح پاتے تو ان سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بولڈ سنتوں نے ان ملکوں پر جو

جاپان، چین، تبت، سیام، سیلہ، برہما ملکوں میں بولڈ کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ ان ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، وہ بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا کے اکر ہتھیاروں سے ان ملکوں پر فتح پاتے تو ان سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بولڈ سنتوں نے ان ملکوں پر جو

جاپان، چین، تبت، سیام، سیلہ، برہما ملکوں میں بولڈ کے بارے میں جو اتنی عزت کا اظہار ہوتا ہے وہ کس کی دین ہے؟ ان ملکوں کے جن لوگوں نے بھارت نہیں دیکھا ہے، وہ بھارت کو ہی نہیں بلکہ بھارت کے باشندوں کو بھی عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ پچھمی لوگوں کی طرف ہمارے باپ دادا کے اکر ہتھیاروں سے ان ملکوں پر فتح پاتے تو ان سے عزت کی جگہ پر آج ہم نفرت ہی پاتے۔ ہمارے بزرگ بولڈ سنتوں نے ان ملکوں پر جو

مذہبی فتنہ پاتی ہے، وہ ہمارے لئے زیور کے برابر ہے، لیکن
افسوس کی بات ہے کہ ہمارے عالموں کو بھی ہونہار مذہب کی
ابھی بہت ہی کم جانکاری ہے۔

ہودھ مذہب کی جانکاری کے بغا ہماری پرائی تواریخ اور
کارگیری کی جانکاری ہو ہی نہیں سکتی۔ ایتنا ہی نہیں، بیچ
کے زمانے میں جو سادہوسنت ہوئے، ان کی کہارتوں میں ہودی
ہونی رحمدلی، نیک چللی، اچھی صحت وغیرہ سببی بانیں
نہیں آئیں؟ ان سبوں کا خریعہ ہودھ دھرم ہی ہے۔ ہودھ
دھرم کے سادھوں اور اُبدیہی دینے والوں نے جنم کی زندگی
میں اخلاق کا جو بیج بویا، وہ ہر باد نہیں ہوا۔ خلاف حالتوں
میں بھی اُس کی کچھ پابندی ان ویشنو سادھو سنتوں نے
کی ہے۔

مہاتما گاندھی جی نے جو اہنسا کا انقلاب شروع کیا اور عام
جنتا نے ایک زبان نے اِس کی جو نائید کی، اُس کا یہی بیج
ایسی ہودھ اور کچھ کچھ جین سنسکرتی میں ہے۔ سب لوگ
جاتے ہیں کہ مہاتما گاندھی پر شریعت رام چندر نامی ایک
جینی عام کا بہت اثر پڑا۔ ایک تو کانہیا داس میں دے ویشنو
خاندان میں پیدا ہوئے اور دوسرے وہاں جینوں کی مذہبی
جماہت بھی کافی تعداد میں موجود ہے۔ مگر اہنسا کا بیج
بھارت میں تو ہوتا تو بہت سے ہندو سماج کو مہاتما جی
کا ستیاگرہ پسند نہ ہوتا۔ اِس لئے آج عام جنتا کی نبض
پہچاننے اور بھارت ورش کی تہذیب کے پور سے عروج پر آنے کے
لئے ہودھ سنسکرتی کی جانکاری ہونا بہت ہی ضروری ہے۔

سب کے ساتھ بھلائی کرو، اگر تمہارے ساتھ کوئی،
برائی کرتا ہے تو اُس کی ذمہ داری اُس پر ہے، تم
اُس کی دیکھا دیجی اپنے دل کو خراب کر کے فرض سے
نہ ہٹو۔

—سنت و انبی .

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب کے کچھ اُپدیش

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آخر نہیں کرتا، جو دوسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کہتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ وہ آدمی ہم میں سے نہیں ہے جو چھوٹوں پر دیا نہیں کرتا، جو بڑوں کا آخر نہیں کرتا، جو دوسروں کو انصاف کرنے کے لئے نہیں کہتا اور جو لوگوں کو رائی سے نہیں بچاتا۔“

—ابن عباس، ترمذی۔

پیرامبر نے میرے دادا ابو موسیٰ کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو اُن سے کہا:۔۔۔ ”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، اُن کے لئے دشواری مشکل نہ کرنا، اُن کے دلوں کو خوش رکھنا، اُن میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری، مسلم۔

پیرامبر نے میرے دادا ابو موسیٰ کو اور معاذ کو دونوں کو من بھیجا، تو اُن سے کہا:۔۔۔ ”لوگوں کے لئے آسانی پیدا کرنا، اُن کے لئے دشواری مشکل نہ کرنا، اُن کے دلوں کو خوش رکھنا، اُن میں ایک دوسرے سے نفرت پیدا نہ کرنا، ملکر کام کرنا اور جس میں کبھی جھگڑا نہ کرنا۔“

—ابو بردہ، بخاری، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”خواتین، پیٹوں اور دوسروں کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن کھجوریں خرچی نہ کرو اور نہ دیکھاوا یا بھنڈا کرو۔“

—ابن عمر بن الخطاب، بخاری، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”کھاؤ، پیو اور دوسرے کو خیرات دے اور کپڑے پہنو، لیکن نفول خرچی نہ کرو نہ دیکھاوا یا بھنڈا کرو۔“

—ابن عمر بن الخطاب، بخاری، مسلم۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”سکند کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں؛ اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ سفید کپڑے پہنو، کیونکہ وہی ہمارے لئے سب سے اچھے ہوں؛ اور سفید کپڑوں میں ہی اپنے رگوں کو دھو کر۔“

—ابن عباس، ابو داؤد، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرتا ہے۔“

—معمار، مسلم، ابو داؤد، ترمذی۔

محمد صاحب نے کہا:۔۔۔ ”جو آدمی بھی کسی چیز کا ہمارے دار بن جاتا ہے وہ گناہ کرتا ہے۔“

—معمار، مسلم، ابو داؤد، ترمذی۔

انص کا کہنا ہے:۔۔۔ ”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی کسی چیز اگلے دن کے لئے بچا کر نہیں رکھی۔“

—انص، ترمذی۔

انص کا کہنا ہے:۔۔۔ ”محمد صاحب نے اپنے پاس کبھی کسی چیز اگلے دن کے لئے بچا کر نہیں رکھی۔“

—انص، ترمذی۔

محمّد صاحب نے کہا کہ:—”اگر میرے پاس عدد پہاڑ کے برابر سونا ہو تو مجھے خوشی ایسی ملے گی کہ میں تین ہزار راتوں تک اُس کا کوئی بھی حصہ اپنے پاس نہ رکھ دوں؛ سوائے کسی ایسے حصے کے جو مہینہ اپنا قرضہ ادا کرنے کے لئے لے لیا ہو۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

عائشہ کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب اِس دنیا سے چل بسے لیکن انہوں نے کبھی پیٹ بھر جو کی روٹی ہی نہیں کھائی۔“

ابو ہریرہؓ بخاری .

—ابو ہریرہؓ، بخاری.

عائشہ کا بیان ہے کہ:—”محمّد صاحب کے بیوی بچوں کو، محمّد صاحب کے مرنے کے دن تک، کبھی دو دن لگاتار جو کی روٹی پیٹ بھر نہیں ملی؛ کبھی کبھی مہینوں گزر جاتے تھے اور گھر میں چولہا نہ جلتا تھا؛ وہ دن ہم کدول کھجور کھا کر اور پانی پی کر گزار دیتے تھے۔“

—عائشہؓ بخاری: مسلم: ترمذی .

—عائشہؓ، بخاری: مسلم: ترمذی .

خلیفہ عمر کا راج اب دور دور کے ملکوں تک پھیل چکا تھا اور اُن سب ملکوں میں لوگ خوب خوشحال تھے؛ تو اِس خوشحالی کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ عمر نے ایک دن کہا کہ:—”مہینہ کبھی کبھی پیغمبر کو دن دن بھر بھرکا رہ کر گزارتے دیکھا ہے کیونکہ اُن کے پاس کوئی چیز کالے کے لئے نہیں تھی۔“

—نعمان بن بشیرؓ مسلم .

—نعمان بن بشیرؓ، مسلم .

ابن مسعودؓ کا کہنا ہے کہ:—”محمّد صاحب چٹائی پر سو رہے تھے؛ جب وہ اُٹھے تو اُن کے بدن پر چٹائی کے نشان تھے . یہ دیکھ کر میں نے اُن سے کہا:—’اے خدا کے رسول ! آپ اجازت دیں تو ہم ایک نرم بستر آپ کے لئے بچھا دیں !‘ محمّد صاحب نے جواب دیا:—’مجھے اِس دنیا کے آرام سے کیا لینا ہے . میرا رشتہ اِس کے ساتھ ایسا ہی ہے جیسا ایک گھوڑ سوار کا، جو ہنوز دیر کے لئے کسی پہاڑ کے سایہ میں کھڑا ہو جاتا ہے، وہاں کچھ دیر آرام کرتا ہے اور پھر وہاں سے چل دیتا ہے !‘

—ابن مسعودؓ ترمذی : ابن ماجہ : احمد .

—ابن مسعودؓ، ترمذی: ابن ماجہ: احمد .

محمّد صاحب کے کچھ ابدیش

حضرت عائشہ کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—عائشہ، ابوداؤد۔

جابر کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—عائشہ، ابوداؤد۔

جابر کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—جابر، ابوداؤد۔

محمّد صاحب جب مدینہ آئے تو وہاں کے کچھ لوگ کہجور کے درختوں کی قلمیں دت کات کر لے رہے تھے۔ محمد صاحب نے پوچھا: — ”تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: — ”ہم ہمیشہ سے یہی کرتے آئے ہیں۔“ محمد صاحب نے کہا: — ”شاید زیادہ اچھا ہو اگر تم ان درختوں کو نہ کاٹو چھانٹو۔“ ان لوگوں نے درختوں کو ویسا ہی چھوڑ دیا۔ اس پر اُس سال درختوں میں پھل بہت کم آئے۔ محمد صاحب کو جب اس کی سوجنا ملی تو انہوں نے کہا کہ: — ”میں کھول ایک آدمی ہوں۔ جب میں دین کے معاملہ میں تم سے کوئی بات کہوں تو اُسے مان لو اور جب میں کسی اور بات پر اپنی رائے ظاہر کروں تو یاد رکھو کہ میں تمہاری ہی طرح کھول ایک آدمی ہوں۔“

—جابر، ابوداؤد۔

محمّد صاحب جب مدینہ آئے تو وہاں کے کچھ لوگ کہجور کے درختوں کی قلمیں دت کات کر لے رہے تھے۔ محمد صاحب نے پوچھا: — ”تم لوگ یہ کیا کر رہے ہو؟“ انہوں نے جواب دیا: — ”ہم ہمیشہ سے یہی کرتے آئے ہیں۔“ محمد صاحب نے کہا: — ”شاید زیادہ اچھا ہو اگر تم ان درختوں کو نہ کاٹو چھانٹو۔“ ان لوگوں نے درختوں کو ویسا ہی چھوڑ دیا۔ اس پر اُس سال درختوں میں پھل بہت کم آئے۔ محمد صاحب کو جب اس کی سوجنا ملی تو انہوں نے کہا کہ: — ”میں کھول ایک آدمی ہوں۔ جب میں دین کے معاملہ میں تم سے کوئی بات کہوں تو اُسے مان لو اور جب میں کسی اور بات پر اپنی رائے ظاہر کروں تو یاد رکھو کہ میں تمہاری ہی طرح کھول ایک آدمی ہوں۔“

—رفع بن خدیج، مسلم۔

حضرت علی کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—رفع بن خدیج، مسلم۔

حضرت علی کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—عائشہ، ابوداؤد۔

حضرت علی کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—عائشہ، ابوداؤد۔

حضرت علی کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—عائشہ، ابوداؤد۔

حضرت علی کا کہنا ہے کہ: — ”محمّد صاحب جب کسی آدمی کی کوئی برائی سنتے تھے تو وہ کہی یہ نہ کہتے کہ ’ایسے آدمی کی کیا حالت ہوگی؟‘ اس کی جگہ ایسے موقعوں پر وہ ہمیشہ یہ کہتے: — ”جو کوئی اس طرح کی بات کہتا ہے اس کی کیا حالت ہوگی؟“

—عائشہ، ابوداؤد۔

—عائشہ، ابوداؤد۔

—عائشہ، ابوداؤد۔

بنارس کا شہر، इतिहास की निगाह से, इस धरती का सबसे पुराना नगर है जो अभी तक मौजूद है। इसकी शुरुआत कब और कैसे हुई इस बात का पता पुराने से पुराने जमाने के धुंधले इतिहास से भी ठीक ठीक नहीं चलता। जिस जमाने में वेदों और उपनिषदों की रचना हो रही थी उस जमाने में बनारस के राजा अजात शत्रु सचचे खोजियों को यहाँ पर आत्मविद्या का उपदेश दिया करते थे। यहीं पर वह राजा प्रतर्दन राज करते थे जो बहुत बड़े योधा भी थे और जिन्होंने बहुत से वेद ग्रंथों की रचना भी की। यहीं के एक राजा महाभारत की लड़ाई में युधिष्ठिर और कृष्ण की तरफ से लड़े थे। गीता में उनका जिक्र आता है, पर नाम नहीं दिया गया। यहीं पर राजा दिवोदास ने अपने शिष्य सुअतु को 'आयुर्वेद' नाम का वह ज्ञान प्रथ दिया जो आज तक वैद्यक के बड़े ग्रंथों में गिना जाता है। यह वह जमाना था, जबकि पुराण लिखे जा रहे थे। यहीं पर, कलियुग के शुरू में, यानी कहा जाता है लगभग पाँच हजार बरस हुए वेदों के सम्पादक और महाभारत, पुराणों और ब्रह्मसूत्रों के संप्रहर्ता व्यास अपने बहुत से चेलों को लेकर आए, और यहीं उन्होंने अपने जीवन के अन्तिम दिन बिताए। यहीं पर ईसा से नौ सौ बरस पहले जैनियों के तेईसवें यानी आखिरी से एक पहले के तीर्थंकर पार्श्वनाथ पैदा हुए थे। यहीं पर लगभग पच्चीस सौ बरस हुए बुद्ध ने धर्म सुधार और दया धर्म के प्रचार का अपना अद्भुत मिशन शुरू किया था। यहीं पर बाद की सदियों में शंकर, रामानुज, बल्लभ, चैतन्य और दूसरे बड़े बड़े आचार्य और सुधारकों ने आकर प्राचीन धर्म ग्रंथों का अपना नया भाष्य यानी नई तावीलें विद्वानों के सामने रखकर उनकी तसदीक की। यहीं पर कबीर ने पुरानी सचाइयों को नए शब्दों में बयान किया। कबीर की भाषा जनता की भाषा है और साथ ही उसमें आत्म विद्या के रहस्य भी छिपे हुए हैं। उन्होंने हिन्दुओं और मुसलमानों को दीन धर्म के रालत और बिगड़े हुए रूप से आगाह और पाक किया, उन्हें सुधारा, उनमें मेल मुहब्बत पैदा की, उन्हें हठ धर्मियों और पाखण्डों से बचाया और निजात का रास्ता बताया। यहीं पर तुलसीदास ने हिन्दी में वह रामायण लिखी जिसे पिछले तीन सौ बरस से लाखों हिन्दी भाषी भारतवासी 'वेद' की तरह मानते

بنارس کا شہر انہاس کی نگاہ سے، اس دھرتی کا سب سے پرانا نگر ہے جو ابھی تک موجود ہے۔ اس کی شروعات کب اور کیسہ ہوئی اس بات کا پتہ پرانے سے پرانے زمانے کے دھندلے انہاس سے بھی ٹھیک ٹھیک نہیں چلتا۔ جس زمانے میں ویدوں اور اپنیشدوں کی رچنا ہو رہی تھی اُس زمانے میں بنارس کے اجا اجات شترو سچے کھوجیوں کو یہاں پر آتم ودیا کا اُپدیش دیا کرتے تھے۔ یہیں پر وہ راجا پرتندن راج کرتے تھے جو بہت بڑے پردھا بھی تھے اور جنہوں نے بہت سے وید منتروں کی رچنا بھی کی۔ یہیں کے ایک راجا مہابھارت کی لڑائی میں بدھش اور کشن کی طرف سے لڑے تھے۔ گیتا میں اُن کا ذکر آتا ہے پر نام نہیں دیا گیا۔ یہیں پر راجا دیو داس نے اپنے شیشہ سوشروتو کو اُپورید کا وہ زہر دست گرتہ دیا جو آج تک ویدیک کے بڑے سے بڑے گرتہوں میں گنا جاتا ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب پران لکھے جارہے تھے۔ یہیں پر، کلید کے شروع میں، یعنی کہا جاتا ہے لگ بھگ پانچ ہزار برس ہوئے ویدوں کے سہادک اور مہابھارت، پرانوں اور برہمن سوتروں کے سنکرہ کرنا دیاس اپنے بہت سے چٹھوں کو لیکر آئے، اور یہیں انہوں نے اپنے جیوں کے اتم دن بتائے۔ یہیں پر عیسیٰ سے نوسو برس پہلے جنہوں کے زبیسویں یعنی آخری سے ایک پہلے کے تہرتھنکر یاشررو ناتھ پیدا ہوئے تھے۔ یہیں پر لگ بھگ پچیس سو برس ہوئے بدھ نے دھرم سدھار اور دیا دھرم کے پرچار کا اپنا ادبھوت مشن شروع کیا تھا۔ یہیں پر بعد کی صدیوں میں شنکر، رامانج، بالہ، چیتنہ اور دوسرے بڑے بڑے آچاریہ اور سدھارکوں نے آکر پچھون دھرم گرتہوں کا اپنا نیا بیاتھہ یعنی نئی تعویلیں ودوانس کے سامنے رکھ کر اُن کی تصدیق کی۔ یہیں پر کبیر نے پرانی سچانہوں کو نئے شبدوں میں بیان کیا۔ کبیر کی بیاتھا جنتا کی بیاتھا ہے اور ساتھ ہی اُس میں آتم ودیا کے دھسہ چھہ ہوئے ہیں۔ انہوں نے ہندؤں اور مسلمانوں دونوں کو دین دھرم کے غلط اور بکڑے ہوئے روپ سے آگاہ اور پاک کیا۔ انہیں سدھارا، اُن میں مہل محبت پیدا کی، انہیں دھت دھرمیوں اور پاکھنڈوں سے بچایا، اور نجات کا راستہ بتایا۔ یہیں پر ہلسی داس نے ہندی میں وہ راماین لکھی جسے پچھلے تین سو برس سے لاکھوں ہندی بیاتھی بھارت واسی 'وید' کی طرح ماننے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاणी سی یا کاری)، باوجود بہت پتن، گیارہوڑ اور ترہ ترہ کی بڑائیوں کے، آنننت کال سے بھارت کی باریک راجبانی اور سنسکرت ویدا کا سب سے بڑا کیندر رہا ہے اور آبی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791 ء میں کینس کالیز کرایم ہوا۔ اس کالیز کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اس اسکول کی مینٹوریشن کلاس میں سن 1880 ء میں ایک لڑکا پڑتا تھا۔ وہ لڑکا اس سمے اپنی عمر کے بارہویں سال میں تھا۔ اس کے ساتھ کچھ درگتھائیوں ہوتی تھیں۔ اسے اپنی دانی سے بہت پیار تھا۔ دانی بھی اسے بہت پیار دیتی تھی۔ اسی سال اس نے اپنی دانی کو مرنے ہوئے دیکھا۔ اسے چتا تک آ رہی کے ساتھ گیا۔ راستہ بھر وہ خوب رونا رہا۔ اسے حد حدوں تھا کہ اس سب جہنم اور مرنے کا مطلب کیا ہے۔ اس کے بعد اسے اُدھر اُدھر سے کچھ چیزیں پڑنے کو ملیں۔ ان میں اکھا تھا کہ 'نچہ سنت' مہانما' رشی اور یوگی ایسے ہی ہوتے ہیں جہنم میں ان انوکھ چیزوں کی جانکاری ہوتی ہے'۔ زندگی اور موت کے چہرے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اس لڑکے کی کئی بھی بات چوت بھی ہوئی۔ اس کے شروع بچپن میں ایک مذمت روز شام کو اس کے گھر آکر گھر کے اوگوں کو دھرم کی تالیوں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اس زمانے میں اپنی دانی کے ساتھ بیٹھکر 'وامینی راماین' ویاس کی مہابھارت اور رشی پران سنئے تھے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو ان دنوں یاد کر لیا تھا۔ ان کہانیوں کے اندر جو فلسفی بوری ہوئی تھی وہ یا تو اس بچے کے سر کے اوپر سے ہوں ہی نکل جاتی تھی یا اگر کوئی اثر اس پر رہ جاتا تھا تو اس طرح کا کہ جس کا اسے خود پتہ نہ تھا۔ اس بارے میں اس کے لئے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اسے وہ بہت ہی کم یا کچھ ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اس کے چہرے پر قدرتی رجحانوں میں انکو پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسروں کی طرح وہ ڈیلتا کودنا، تماشہ دیکھنا، سیر کرنا اور کبھی ڈھنسا یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اس کے ذہن کے دماغ میں اب یہ ایک عجیب وچار بار بار آنے لگا کہ اس دنیا کی یہ سب زندگی کچھ بیکار سی چیز ہے۔ اس کے دل میں سرشتی کے رھسہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولے لگی۔ وہ کسی ایک اچھی چیز کی کھوج میں تھا، اسے اپنی اس اچھا کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی پتنگے کو قارے کے لئے رات کو صبح کے لئے۔ اس کا دل کسی ایسی چیز کے

رہے ہیں۔ بنارس (واریاणी سی یا کاری)، باوجود بہت پتن، گیارہوڑ اور ترہ ترہ کی بڑائیوں کے، آنننت کال سے بھارت کی باریک راجبانی اور سنسکرت ویدا کا سب سے بڑا کیندر رہا ہے اور آبی تک ہے۔ بنارس میں سن 1791 ء میں کینس کالیز کرایم ہوا۔ اس کالیز کے ساتھ ایک اسکول بھی تھا۔ اس اسکول کی مینٹوریشن کلاس میں سن 1880 ء میں ایک لڑکا پڑتا تھا۔ وہ لڑکا اس سمے اپنی عمر کے بارہویں سال میں تھا۔ اس کے ساتھ کچھ درگتھائیوں ہوتی تھیں۔ اسے اپنی دانی سے بہت پیار تھا۔ دانی بھی اسے بہت پیار دیتی تھی۔ اسی سال اس نے اپنی دانی کو مرنے ہوئے دیکھا۔ اسے چتا تک آ رہی کے ساتھ گیا۔ راستہ بھر وہ خوب رونا رہا۔ اسے حد حدوں تھا کہ اس سب جہنم اور مرنے کا مطلب کیا ہے۔ اس کے بعد اسے اُدھر اُدھر سے کچھ چیزیں پڑنے کو ملیں۔ ان میں اکھا تھا کہ 'نچہ سنت' مہانما' رشی اور یوگی ایسے ہی ہوتے ہیں جہنم میں ان انوکھ چیزوں کی جانکاری ہوتی ہے'۔ زندگی اور موت کے چہرے ہوئے رازوں کو جانتے ہیں۔ کچھ بیک دل سنیاہوں اور روحانی لوگوں سے اس لڑکے کی کئی بھی بات چوت بھی ہوئی۔ اس کے شروع بچپن میں ایک مذمت روز شام کو اس کے گھر آکر گھر کے اوگوں کو دھرم کی تالیوں پڑھکر سنایا اور سمجھایا کرتے تھے۔ لڑکے نے اس زمانے میں اپنی دانی کے ساتھ بیٹھکر 'وامینی راماین' ویاس کی مہابھارت اور رشی پران سنئے تھے۔ اس نے بڑے شوق کے ساتھ ان کتابوں کی کہانیوں کو ان دنوں یاد کر لیا تھا۔ ان کہانیوں کے اندر جو فلسفی بوری ہوئی تھی وہ یا تو اس بچے کے سر کے اوپر سے ہوں ہی نکل جاتی تھی یا اگر کوئی اثر اس پر رہ جاتا تھا تو اس طرح کا کہ جس کا اسے خود پتہ نہ تھا۔ اس بارے میں اس کے لئے جتنا کچھ پڑھا یا سن رکھا تھا اسے وہ بہت ہی کم یا کچھ ایک سرسری طور پر ہی سمجھتا تھا۔ پھر بھی اب اس کے کچھ سوئے ہوئے سنسکار جاگنے لگے۔ اس کے چہرے پر قدرتی رجحانوں میں انکو پھوٹنے لگے۔ اپنے ہم عمر دوسروں کی طرح وہ ڈیلتا کودنا، تماشہ دیکھنا، سیر کرنا اور کبھی ڈھنسا یا اسکول جانا، لیکن ان سب حالتوں کے اندر اس کے ذہن کے دماغ میں اب یہ ایک عجیب وچار بار بار آنے لگا کہ اس دنیا کی یہ سب زندگی کچھ بیکار سی چیز ہے۔ اس کے دل میں سرشتی کے رھسہ (راز) کو سمجھنے کے لئے ایک بھڑکن سی ہولے لگی۔ وہ کسی ایک اچھی چیز کی کھوج میں تھا، اسے اپنی اس اچھا کو خود بھی پوری طرح نہ سمجھتا تھا۔ اس کی یہ لالسا ایسی ہی تھی جیسی پتنگے کو قارے کے لئے رات کو صبح کے لئے۔ اس کا دل کسی ایسی چیز کے

لیے بے گھر تھا جو ہماری اس سکھ دہ کی دنیا سے اس
جہوں کے دہ دردوں کے بارے میں کئی طرح کے سوال اس کے
دل میں پیدا ہوئے۔ جہوں جہوں وہ برا ہوتا گیا یہ سوال
اور گہرے ہوتے چلے گئے۔ جب وہ کالج میں پڑھنے لگا تب ہی
اس طرح کے سوال اس کے اندر اُٹھ رہے، دھڑکے دھڑکے یہ
سوال ایک خاص شکل لینے لگے۔ اس لڑکے کے دل میں ہر
وقت یہ جانتے کی لچھا زور پکڑنے لگی کہ ہمارے اندر، باہر اور
چاروں طرف یہ دہ درد 'کہوں' میں اور ان کا علاج 'کہیں' اور
'کہا' ہو سکتا ہے؟ انہیں سوالوں کے اندھوں اور بہت سے انکنت
سوال اس کے دل میں پیدا ہوئے اور اسے دق کرنے لگے۔ یہ
سب سوال انت میں اسی ایک سوال سے سمبندہ رکھتے تھے کہ
دنیا کے سب دہوں کی جڑ کیا ہے اور ان کا علاج کیا ہے اور یہ
دنیا اور یہ ساری سرشتی جس میں اُٹلتی پھرتی ہے اور یہ
جن کے اوپر اور جن کے اندر یہ سب دہ اور ہوائی زوروں کے
ساتھ چھائی ہوئی ہے، دہوں ہے، کیسے ہے اور کہاں ہے انی؟

ہم کسی بھی چیز کے کسی ایک حصے کو اس سے تک
پوری طرح اور ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے اور نہ اس سے
کام لے سکتے ہیں جب تک اس کے باقی سب حصوں کے ساتھ
اس حصے کے سمبندہ کو نہ جان لیں۔ سب حصے برابر پوری
چیز یا پوری اٹلی ہوتے ہیں۔ اس پوری اٹلی کے اندر ہر
حصے کی اپنی جگہ ہے۔ ہر حصے ہائی حصوں کے ساتھ یا تو
ملکر کام کرتا ہے، یا ان کے ماتحت کام کرتا ہے، اور یا ان کے
اوپر رہ کر انہیں چلاتا اور چلنے میں مدد دیتا ہے۔ ایک ایک
حصوں میں کہیں کاریہ اور کارن یعنی علت اور معلول کا سمبندہ
ہوتا ہے اور کہیں کرنا اور پرتیکرنا یعنی عمل اور رد عمل کا۔
جب تک ہم ان سب سمبندیوں کو ایک موٹے طور پر نہ
سمجھ لیں تب تک ہم کسی ایک حصے یا ایک چیز کو
ٹھیک ٹھیک نہیں سمجھ سکتے۔ دوسرے شہدوں میں کسی
پوری چیز کو یا اس کے کسی حصے کو، جیسے آدمی کو اور
سماج کو، سماج کو اور اس سارے وشو کو، پنڈ کو اور برہمن کو
کو، کسی محدود چیز کو اور لامحدود کو، ہم کہیں نہیں سمجھ
سکتے ہیں اور تبھی اس کا ٹھیک ٹھیک دیوکار
کر سکتے ہیں جب ہم ان سب سمبندیوں کو سمجھ لیں اور
ہر بار ان پر دھیان دیتے رہیں۔ مہابھارت کے اندر جس سے
اردن وشاد میں قویا ہوا، نراش، رنج اور غم سے کہہ لیا ہوا،
دیا سے بھر جاتا ہے، اور اپنے سکے رشتہ داروں اور چچھندے اور
مہرے بھائیوں کے مرنے کے وچار سے کانپ اُٹھتا ہے،
وہ اس کے من کو پھر سے استہر کرنے کے لئے، اس
کے دل اور دماغ کو ٹھیک کرنے کے لئے، اسے

विश्वास दिलाने के लिये, उसके इरादे को पक्का करने के लिये, उसे यह बताने के लिये कि अपने पापी रिश्तेदारों से लड़ना उस का धर्म था, उस नाजुक समय में जबकि दोनों तरफ हथियारबन्द फौजें एक दूसरे पर चार करने के लिये आमने सामने तैयार खड़ी हुई थीं और लड़ाई शुरू होने में केवल एक पल भर की देर मालूम होती थी, उस समय कृष्ण ने एक दो घंटे के अन्दर, जिनमें अर्जुन के दिल की हालत और आस पास के वायु मंडल की हालत बराबर नाजुक और डरावनी होती चली जा रही थी, लगभग छै सौ श्लोकों के अन्दर इस सारे जीवन का अर्थ और विश्व की पूरी योजना अर्जुन को समझाई.

उस लड़के ने कालिज में साइकालाजी यानी मनोविज्ञान इथिक्स यानी नीतिविज्ञान और मैटाफिजिक्स यानी फिलासफी के विषय लिये. वह समझना चाहता था कि आदमी के अन्दर की सोचने समझने की ताकत, उसकी भाव यानी जज्ञबात और उसके सकल्प यानी इरादे क्या चीज हैं ? नकी और बढ़ी क्या है ? इस दुनिया की और चिन्दगी की असलीयत क्या है ? बरौरा बरौरा. वह सोचता रहता था, जो लोग उससे हमदर्दी रखते थे उनके साथ बात चीत करता रहता था और इन विषयों पर जितना कुछ पढ़ सकता था पढ़ता रहता था. वह अधिकतर अंग्रेजी और संस्कृत की किताबें पढ़ता था. यह दोनों भाषाएं उसके लिये नई थीं. इससे उसकी मुश्किल और बढ़ गई. लेकिन इस मुश्किल से अन्त में उसे फायदा ही पहुँचा. पुराने संस्कृत शब्द अब पुराने और बेमानी होते जा रहे थे. समय की आवश्यकता यह थी कि उन पुराने शब्दों में जो अनमोल विचार भरे हुए थे उनका नए सिरे से अर्थ किया जावे और उन्हें नया जामा पहनाया जावे. आजकल के मानव जीवन और आजकल की सभ्यता से लेकर नए ढंग और नए शब्दों में उन कीमती विचारों को नए सिरे से प्रगट किया जावे. नए ख्याल के लोग तब ही उन्हें समझ सकते थे. पुराने लिबास में नए ख्याल वालों का वह या तो बेजान और बेमानी दिखाई देगे और या अनोखे और अजीब मालूम होंगे. केवल इसी तरह वे पुराने विचार पुरानी और नई पीढ़ी के लोगों को, पूरब और पच्छिम को, पुराने और आजकल के जीवन को और पुराने विचारों और आजकल के विचारों को मिलाने में मदद दे सकते थे. इस तरह फिलासफी जैसे मजमून को अंग्रेजी और संस्कृत इन दो भाषाओं में पढ़ने से उस लड़के को बहुत फायदा हुआ.

यह दुनिया 'क्यों' और 'कैसे' बनाई गई इस बात को समझने की पथरदस्त लालसा उस लड़के में एक रोग की तरह बढ़ने लगी. एक तरह का 'दिमारी बुखार', एक तरह का 'सुन्दर जुनून' रहने लगा. "अगर मैं चिन्दगी की जड़,

بشواس دلالے کے لئے، اُس کے ارادے کو پکا کرنے کے لئے، اسے بتانے کے لئے، کہ اپنے باپری رشتہ داروں سے لڑنا اُس کا دھرم تھا، اُس نازک لمحے میں جب کہ دونوں طرف تیار بند فوجیں ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آمنہ سامنے تیار کھڑی ہوئی تھیں اور لڑائی شروع ہونے میں لیول ایک ہل بھر کی دیر معلوم ہوتی تھی، اُس لمحے روشن نے ایک دو گھنٹہ کے اندر، جن میں ارجن کے دل کی حالت اور اُس پاس کے آو مزل کی حالت برابر نازک اور تروانی ہوتی چلی جا رہی تھی، لگ بھگ چھ سو شلوکوں کے اندر اس سارے جیون کا ارتھ اور وشو کی پوری योजना ارجن کو سمجھانیں .

اُس لڑکے نے کالج میں سائیکالاجی یعنی منورگیان، ایٹمس ہائی فیزیکی و گیان اور میٹافزکس یعنی فلسفی کے وشو لئے . یہ سمجھنا چاہتا تھا کہ آدمی کے اندر کے سوچنے سمجھنے کی طاقت، اُس کے بھاو یعنی جذبات اور اُس کے سنگلپ یعنی ارادے کیا چیز ہیں ؟ فزکی اور بدی کیا ہے ؟ اِس دنیا کی اور زندگی کی اصلیت کیا ہے ؟ وغیرہ وغیرہ . وہ سوچتا رہتا تھا، جو لڑک اُس سے ہمہ بدی رکھتے تھے اُن کے ساتھ بات چیت کرنا بھتا تھا اور ان وشوہیں پر جتنا کچھ پڑھ سکتا تھا پڑھتا رہتا تھا . یہ اندکثر انگریزی اور سنسکرت کی کتابیں پڑھتا تھا . یہ دونوں بھاشائیں اُس کے لئے نئی تھیں . اِس سے اُس کی مشکل اور بڑھ گئی . لیکن اِس مشکل سے انت میں اُسے فزیدہ ہی پہونچا . پڑانے سنسکرت شبد اب پڑانے اور بے معنی ہوتے جا رہے تھے . سمے کی آوشہنتا یہ تھی کہ اُن پڑانے شبدوں میں جو انمول وچار بھرے ہوئے تھے اُن کا نئے سرے سے ارتھ کیا جارے اور انہیں نیا جامہ پہایا . چاروے. آجکل کے مانو جیون اور آجکل کی سبھتا سے لیکر نئے تفنگ اور نئے شبدوں میں اُن فزیدی بچاروں کو نئے سرے سے پرگٹ کیا جارے . نئے خیال کے وگ تب ہی انہوں سمجھ سکتے تھے . پڑانے لباس میں نئے خیال والوں کو وہ بے تو بے جان اور بے معنی دکھائی دینگے اور یا نوکھے اور عجوب معلوم ہونگے . کیول اِسی طرح وہ پڑانے وچار وائی اور فزعی کے لوگوں کو، پورب اور پچھم کو، پڑانے وچ آجکل کے جیون کو اور پڑانے وچاروں اور آجکل کے وچاروں و ملانے میں مددے سکتے تھے، اِس طرح فلسفی جیسے مضمون و انگریزی اور سنسکرت ان دو بھاشوں میں پڑھانے سے اُس لڑکے کو بہت فزیدہ ہوا .

یہ دنیا 'کیوں' اور 'کैसे' بنائی گئی اِس بات کو سمجھنے کی زبردست لالسا اُس لڑکے میں ایک روگ کی طرح دھننے لگی. اُسے ایک طرح کا 'دماغی بخار' ایک طرح کا 'سندر جیون' دھننے لگا . "اگر میں زندگی کی جڑ

اسکی اسالیبت اور اس کے ارثہ کو نہیں سمجھ سکتا تو میرے زندہ رہنے سے ہی کیا ذائدہ !“ جانتے بوجہ یا چاہے سن 1887 تک اس لوگے کے دماغ کی یہی حالت تھی۔ سن 1887 میں اسے کسی طرح سے کچھ تسلی ملی۔ سبستی کے آخری ”یوں“ اور ”کیس“ کا ایک جواب اس کے من کے اندر پیدا ہوا۔ اس جواب کے اندر اور انکنت ماحبت سوالوں کے جواب میں آگئے۔ اس کا دماغ بظاہر اتر گیا۔ ادھک پونو یعنی پاک زندگی بسر کرنے کی اچھا اب اس میں زور کرنے لگی، وہ اچھا آج تک بنی ہے اور بدقسمتی سے آج تک پوری نہ ہو سکی۔ لیکن اگرچہ اس کے جیوں کی سطح شانت نہیں ہے اور شاید نہیں ہو سکتی، پھر بھی اپنے اندر اس کا من ایک حد تک شانت ہے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیے لیکھک ہے۔ اس سمے (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ دھورج اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیاگمے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوستوں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے، جس کے لئے وہ دعا مانگتا ہوتا ہے، ایک ناچوز کرشمہ کے طور پر، اپنے اندر کی لاسا سے، اور کچھ نیک دوستوں کے تھپے پر بھی، اس نے انگریزی میں بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ تین کتابیں اور کچھ پیمائش ہندی میں لکھی ہیں۔ اس نے ایک آب سنسکرت کویتا میں بھی لکھی ہے، ایسے سنسکرت دانوں کی سیوا کے لئے جو آجکل کے نئے وچاروں میں بنی دھجھکے ہوئے ہیں۔ گیتا میں لکھا ہے: — ”جب پرانے جسم کمزور ہو کر رہ جاتے ہیں تو امما یعنی روح انہیں پھینک کر نئے جسم بھارن کر لیتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آدمی پرانے ٹپڑوں کو پھینک کر نئے ٹپڑے پہن لیتا ہے۔“ اسی طرح رانی غوروانی سچائیوں کو جن شبدوں میں نہیں ملے ظاہر کیا جا سکتا ہے، وہ شبد جب پھینکے پڑ جاتے ہیں یا کام میں آتے آتے پس جاتے ہیں تو نئے شبدوں اور نئی بھاشاؤں میں ظہور کرنا دیتا ہے، تا کہ نئے جیوں کے ساتھ ان کا سمبندھ چمک سکے۔

وہی لڑکا، وہی نوجوان اس لیے لیکھک ہے۔ اس سمے (1956) اس کی عمر 87 سال کی ہے۔ وہ دھورج اور صبر کے ساتھ اپنے اس پرانے چرچر شریو کو نیاگمے کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ سب کا بھلا چاہتا ہے، اور پورے دل سے یہ دعا کر رہا ہے کہ دوستوں کے دلوں کو اس سے ادھک شانتی ملے جتنی اسے ملی ہے، یا ہر ایک کو اتنی شانتی تو حاصل ہو ہی جاوے جتنی اسے خود حاصل ہے۔

اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے، جس کے لئے وہ دعا مانگتا ہوتا ہے، ایک ناچوز کرشمہ کے طور پر، اپنے اندر کی لاسا سے، اور کچھ نیک دوستوں کے تھپے پر بھی، اس نے انگریزی میں بہت سی چھوٹی بڑی کتابیں لکھ کر شائع کی ہیں۔ تین کتابیں اور کچھ پیمائش ہندی میں لکھی ہیں۔ اس نے ایک آب سنسکرت کویتا میں بھی لکھی ہے، ایسے سنسکرت دانوں کی سیوا کے لئے جو آجکل کے نئے وچاروں میں بنی دھجھکے ہوئے ہیں۔ گیتا میں لکھا ہے: — ”جب پرانے جسم کمزور ہو کر رہ جاتے ہیں تو امما یعنی روح انہیں پھینک کر نئے جسم بھارن کر لیتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح آدمی پرانے ٹپڑوں کو پھینک کر نئے ٹپڑے پہن لیتا ہے۔“ اسی طرح رانی غوروانی سچائیوں کو جن شبدوں میں نہیں ملے ظاہر کیا جا سکتا ہے، وہ شبد جب پھینکے پڑ جاتے ہیں یا کام میں آتے آتے پس جاتے ہیں تو نئے شبدوں اور نئی بھاشاؤں میں ظہور کرنا دیتا ہے، تا کہ نئے جیوں کے ساتھ ان کا سمبندھ چمک سکے۔

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

اس سلسلے کے آگے کے لیکھوں کو سمجھنے کے لئے پڑھنے والوں کو تیار کر دینے کی غرض سے لیکھک یہاں اپنے کچھ وشواس دے دینا چاہتا ہے:—

(1) وہ ماننا ہے کہ انکنت اور پرائٹ آتماں یعنی روحیں وجود میں ہیں۔

(1) وہ ماننا ہے کہ انکنت اور پرائٹ آتماں یعنی روحیں

وجود میں ہیں۔

(2) وہ ماننا ہے کہ ان سب روحوں کی آئنی اور اونتی نی رہتی ہے۔ درجہ بدرجہ ان کے جزو شریعہ یعنی مادی سم ہنہ اور ہگزرتے رہتے ہیں۔ ان کے آس پاس کے دایو نل بھی ہنہ اور ہگزرتے رہتے ہیں، اور یہ ہر جام لیتی رہتی ہے۔

(2) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نہ نہ تجربوں میں نکلتی رہتی ہے، کبھی نیکی کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، ب آج لا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سم (زمان) مت چکے (مکان) اور آئنت کتی (حرکت) کے اندر ہواہر - دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(3) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، کبھی آج لا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سم (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہواہر ایک دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں سماتول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(3) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نہ نہ تجربوں میں نکلتی رہتی ہے، کبھی نیکی کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، ب آج لا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سم (زمان) مت چکے (مکان) اور آئنت کتی (حرکت) کے اندر ہواہر - دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں تمول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(4) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، کبھی آج لا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سم (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہواہر ایک دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں سماتول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(4) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، کبھی آج لا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سم (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہواہر ایک دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں سماتول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(5) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، کبھی آج لا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سم (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہواہر ایک دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں سماتول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

(5) وہ ماننا ہے کہ ہر روح ہر طرح کے نپ نپ تاجرہوں میں سے نیکل لیتی رہتی ہے، کبھی نیک کبھی بدی، کبھی سک کبھی دک، کبھی آج لا کبھی اندھورا، یہ سب تجربے آئنت سم (زمان) اور آئنت گتی (حرکت) کے اندر ہواہر ایک دوسرے کو رد کرتے، ٹھیک کرتے اور ایک دوسرے میں سماتول (توازن) پیدا کرتے رہتے ہیں۔

لےکھک نے اپنے ان عجیب و شواہوں کو، جو اوپر سے دیکھلے میں - دوسرے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، اپنی کئی کتابوں میں - کرتے کی کوشش کی ہے، اور جہاں تک اس کی کمزور تہوں کے لئے سمبہو ہے وہ انہیں اس سلسلے کے اگلے اہکوں - بھی صاف کرنے کی کوشش کریگا۔

لےکھک نے اپنے ان عجیب و شواہوں کو، جو اوپر سے دیکھلے میں - دوسرے کے خلاف معلوم ہوتے ہیں، اپنی کئی کتابوں میں - کرتے کی کوشش کی ہے، اور جہاں تک اس کی کمزور تہوں کے لئے سمبہو ہے وہ انہیں اس سلسلے کے اگلے اہکوں - بھی صاف کرنے کی کوشش کریگا۔

چین میں علاج کا پرانا طریقہ

چین میں علاج کا پرانا طریقہ

پرنسٹن سندرلال

پرنسٹن سندرلال

چین سے آنے والے پत्र پत्रिकाओं और खासकर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यां और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री जु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है और किस प्रकार मरते हुआओं का भी जवाब लिया जाता है.

'एनसेफेलाइटिस' एक बीमारी का नाम है जिसमें हमारा के अन्दर सूजन आ जाती है, बीमार का ज़ोर का गुहार हो जाता है, चक्कर आते हैं, कंठ आती है और एक तरह की बेहोशी छा जाती है.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास से इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिल्कुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चास चीनी बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-जाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

से आने वाले पत्र पत्रिकाओं और खास कर वहाँ के सरकारी पत्र पत्रिकाओं में इस तरह के लेख बराबर निकलते रहते हैं. जिनसे पता चलता है कि नए चीन की सरकार वहाँ के हजारों बरस के पुराने इलाज के तरीके को और पुरानी दवाओं को किस तरह बढ़ावा दे रही है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यां और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

हम अप्रैल 1956 के "चाइना रीकन्स्ट्रक्ट्स" से श्री जु शि-यिंग के एक इसी विषय के लेख से कुछ बातें उन्हीं के शब्दों में नीचे दे रहे हैं, जिससे यह पता चलता है कि पुराने तरीके से वहाँ के बीमारों का इलाज किस कामयाबी के साथ किया जाता है. हमें दुख है कि राजकुमारी असुतकौर ने चीन से लौटकर पुरानी चीनी वैद्यक विद्या और चीनी सरकार के उसकी तरफ रुख की बाबत जो कुछ सूचना अपने देश और सरकार को दी वह बिल्कुल गलत है. हमारी राय है कि भारत सरकार की तरफ से देश के कुछ तजरबेकार वैद्यां और हकीमों का एक डेलीगेशन चीन जाना चाहिये जिसमें कुछ निष्पक्ष उदार हृदय अँगरेजी पढ़े डाक्टर भी हों, जो चीन जाकर इन सब बातों का अच्छी तरह अध्ययन करें और लौटकर अपने देश वासियों और सरकार को रिपोर्ट और सलाह दें.

पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में पिछले साल एक साल की उमर से लेकर चौदह साल की उमर तक के बच्चास से इस बीमारी से अच्छे हाँकर अपने घरों का वापस आ गए. वह सब बिल्कुल तन्दुरुस्त हो गए और फिर स्कूल, नरसरी आदि जाने लगे. इन बच्चास चीनी बच्चों मेडिकल साइन्स का इतिहास बदल दिया, क्योंकि आज-कल के योरप के डाक्टर अधिकतर इस बीमारी को ला-जाज समझते थे और उनके इलाज से बहुत कम लोग चले थे.

इन सब बच्चों की जान चीन के पुराने इलाज के तरीके से बची. चीन के पुराने वैद्य या हकीम सैकड़ों बरस

سے اس طرح کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ حال میں نئی چینی سبکار نے اس پرانے علاج کے طریقہ کو نئے سانسیں دھک سے آزما کر دیکھا۔ سرکار آگاہوں سے پہلے دو سال کے اندر ایک سال کی عمر سے لیکر اکتھ سال کی عمر تک کے چوبیس ہزاروں پر یہ طریقہ آزمایا گیا۔ چوبیس روگروں میں سے اسی ہزاروں بالکل اچھے ہو گئے اور چوبیس اچھے نہیں ہو سکے وہ وہ تھے جن کا روگ علاج شروع ہونے سے پہلے بہت بڑھ چکا تھا۔ جو آگاہوں اچھے ہو گئے ان میں سے کسی میں روگ کا یا کسی دوا کا کوئی برا اثر ہائی نہیں رہا۔

اس پر چوبیس کی مسٹری آف ہیلتھ نے دیہی ہر کے اندر سب نئے چینی ڈاکٹروں سے یہ سفارش کی کہ اس بیماری کا علاج سب جگہ اسی پرانے طریقہ سے کیا جائے۔ نئے چوبیس کے وہ سب ڈاکٹر جو آجکل کے پچھلی علاج کے طریقوں کو سمجھتے ہوئے ہیں اب اور بیماریوں میں بھی علاج کے ان پرانے چینی طریقوں کی کھوج کر رہے ہیں اور انہیں سمجھ رہے ہیں جو چوبیس میں سمجھ کر برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت ہر ستمبر سن 1955 کے چائنا ریکانسٹرڈس میں ڈاکٹر لی تاو کا ایک لیکچر ”دی اسٹوری آف چائیز میڈیسن“ کے نام سے نکل چکا ہے۔

یہ بیماری ادھتر پندرہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ہوتی ہے۔ اس کا خاص اثر دماغ اور نورس سسٹم یعنی نروسوں پر ہوتا ہے۔ آجکل کے ڈاکٹر اسے لگ بھگ لا علاج سمجھتے ہیں۔ دوسرے دیشوں میں اس بیماری کو جو تھوڑے سے روگی بچ جاتے ہیں ان میں سے بھی ادھتر کم یا زیادہ گونگے یا بھرے ہو جاتے ہیں۔ ان پر لقمے کا اثر آ جانا ہے اور دماغ پر بھی برا اثر ہائی رہ جاتا ہے۔ ’پنسلین‘، ’اسٹریپٹو مائیسن‘ اور ’اریو مائیسن‘ جیسی دواؤں کا یا ’سلا‘ دواؤں کا، ’لوسم‘ اور ’سورم‘ بھی اس بیماری پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتا لگ بھگ تیس برس پہلے چلا۔ لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتیں دی ہوئی ہیں۔ جو علاج آجکل چوبیس میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیس بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنے والے چینی ڈاکٹر کا نام چیانگ چین-آن (Dr. Chian Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پورا

اس طرح کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ حال میں نئی چینی سبکار نے اس پرانے علاج کے طریقہ کو نئے سانسیں دھک سے آزما کر دیکھا۔ سرکار آگاہوں سے پہلے دو سال کے اندر ایک سال کی عمر سے لیکر اکتھ سال کی عمر تک کے چوبیس ہزاروں پر یہ طریقہ آزمایا گیا۔ چوبیس روگروں میں سے اسی ہزاروں بالکل اچھے ہو گئے اور چوبیس اچھے نہیں ہو سکے وہ وہ تھے جن کا روگ علاج شروع ہونے سے پہلے بہت بڑھ چکا تھا۔ جو آگاہوں اچھے ہو گئے ان میں سے کسی میں روگ کا یا کسی دوا کا کوئی برا اثر ہائی نہیں رہا۔

اس پر چوبیس کی مسٹری آف ہیلتھ نے دیہی ہر کے اندر سب نئے چینی ڈاکٹروں سے یہ سفارش کی کہ اس بیماری کا علاج سب جگہ اسی پرانے طریقہ سے کیا جائے۔ نئے چوبیس کے وہ سب ڈاکٹر جو آجکل کے پچھلی علاج کے طریقوں کو سمجھتے ہوئے ہیں اب اور بیماریوں میں بھی علاج کے ان پرانے چینی طریقوں کی کھوج کر رہے ہیں اور انہیں سمجھ رہے ہیں جو چوبیس میں سمجھ کر برس سے چلے آ رہے ہیں۔ اس وقت ہر ستمبر سن 1955 کے چائنا ریکانسٹرڈس میں ڈاکٹر لی تاو کا ایک لیکچر ”دی اسٹوری آف چائیز میڈیسن“ کے نام سے نکل چکا ہے۔

یہ بیماری ادھتر پندرہ برس سے کم عمر کے بچوں کو ہوتی ہے۔ اس کا خاص اثر دماغ اور نورس سسٹم یعنی نروسوں پر ہوتا ہے۔ آجکل کے ڈاکٹر اسے لگ بھگ لا علاج سمجھتے ہیں۔ دوسرے دیشوں میں اس بیماری کو جو تھوڑے سے روگی بچ جاتے ہیں ان میں سے بھی ادھتر کم یا زیادہ گونگے یا بھرے ہو جاتے ہیں۔ ان پر لقمے کا اثر آ جانا ہے اور دماغ پر بھی برا اثر ہائی رہ جاتا ہے۔ ’پنسلین‘، ’اسٹریپٹو مائیسن‘ اور ’اریو مائیسن‘ جیسی دواؤں کا یا ’سلا‘ دواؤں کا، ’لوسم‘ اور ’سورم‘ بھی اس بیماری پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔

یورپ والوں کو اس بیماری کا پتا لگ بھگ تیس برس پہلے چلا۔ لیکن چین کی دو ہزار سال پہلے کی کتابوں میں اس کی علامتیں دی ہوئی ہیں۔ جو علاج آجکل چوبیس میں اس کا کیا جاتا ہے وہ تین سو برس پہلے کی لکھی ہوئی ایک کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس میں اس روگ کا کارن گرمی بتائی گئی ہے۔

یورپ کے بچوں کے اسپتال میں اس کے چوبیس بیماریوں میں سے بچتیس بیلکھتے ہوئے ہیں۔ علاج کرنے والے چینی ڈاکٹر کا نام چیانگ چین-آن (Dr. Chian Chien-an) ہے۔ ڈاکٹر چیانگ تیس سال سے پورا

چینی طریقہ سے روگہوں کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ ان باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے۔ انہوں نے پورانی چینی वैद्यक विद्या को सीखा है. चीन की 'चाइनीس مینیکیل एसोسیएशन' کے ممبر پہلے کینل یورپین ڈنگ کے ڈاکٹر ہی ہو سکتے تھے. اب پورانے ڈنگ کے वैद्य भी उसके मمبر हो सकते हैं. डॉक्टर चियांग उस के एक प्रतिष्ठित मمبر हैं. वह बहुत से योरोपियन डंग से सीखे हुए डॉक्टरों को पुरानी चीनी वैद्यक विद्या सिखाते हैं.

चियांग-कोई-शेक की हुकूमत के दिनों में नए डंग के डॉक्टर पुरानी वैद्यक को "योर साइन्सी" कहकर उससे नफरत किया करते थे. नए चीन में वह हालत बिल्कुल बदल गई. कोमिन्तांग के शासन में पुराने चीनी वैद्य या हकीम नए अस्पतालों में नहीं घुस सकते थे. पर जनता ने उनके इलाज को जारी रखा और करोड़ों लोग उससे फायदा उठाते रहे. अब नई सरकार में उस पुरानी विद्या की कदर बहुत बढ़ गई.

डॉक्टर चियांग को जब पेकिंग के बच्चों के अस्पताल में लाया गया तो उन्होंने ने अपने ही पुराने डंग से रोगियों को देखना शुरू किया. उन्होंने ने उनके साँस को देखा, उनकी नब्ब देखी, उनकी ज़बान देखी और उनके चेहरे की हालत देखी. हर रोगी की हालत के अनुसार उन्हें अलग अलग दवाएं दीं.

उन्होंने एक चार बरस की लड़की पाओ को देखा जिसे किसी पच्छिमी डॉक्टर ने 'पेनिसिलीन' के इन्जेक्शन दे रहे थे और 'एसपिरिन' जैसी दवाएं खिला रखी थीं और फिर यह कह दिया था कि वह दो एक दिन से अधिक नहीं बच सकती. डॉक्टर चियांग ने जब उसे देखा तो उसे एक सौ साढ़े चार दर्जे का बुखार था और उसके सर पर बर्फ की टोपी रखी हुई थी. डॉक्टर चियांग ने पहले वह टोपी उतार कर फेंक दी, यह कहकर कि इस तरह जल्दी से बुखार नहीं उतारना चाहिये, इससे अन्त में नुकसान होता है. उन्हो ने पसीना आने की दवा देना भी रकलत बताया, यह कहकर कि पसीना आने की दवा देना "ऐसा ही है जैसा खली में से तेल निचोड़ने की कोशिश करना, इससे रांगी और कमजोर हो जाता है." डॉक्टर चियांग चियादा गरम दवाओं के भी खिलाफ हैं जैसे 'कोरामाइन'. वह इस रोग के लिये रोगी के आराम करने पर बहुत जोर देते हैं.

पहले इस रोग के रोगियों को दूध, अंडे, और दूसरी ताकत की चीजें खोन को दी जाती थीं. डॉक्टर चियांग ने कहा कि "बुखार में इस तरह की चीजें देना और कोयले डालकर आग बुझाने की कोशिश करना है." उन्होंने ने इन

چینی طریقہ سے روگہوں کا علاج کرتے آ رہے ہیں۔ ان باپ دادا بھی یہی کام کرتے تھے۔ انہوں نے پورانی چینی वैद्यक विद्या को सीखा है. चीन की 'चाइनीس مینیکیل एसोسیएशन' کے ممبر پہلے کینل یورپین ڈنگ کے ڈاکٹر ہی ہو سکتے تھے. اب پورانے ڈنگ کے वैद्य भी उसके मمبر हो सकते हैं. डॉक्टर चियांग उस के एक प्रतिष्ठित मمبر हैं. वह बहुत से योरोपियन डंग से सीखे हुए डॉक्टरों को पुरानी चीनी वैद्यक विद्या सिखाते हैं.

چیانگ کئی شیک کی حکومت کے دنوں میں نئے ڈنگ کے ڈاکٹر پرانی ویدیک کو "غیر سائنسی" کہ کر اُس سے نفرت کیا کرتے تھے۔ نئے چین میں وہ حالت بالکل بدل گئی۔ کومنتانگ کے شاسن میں پرانے چینی وید یا حکیم نئے اسپتالوں میں نہیں گھس سکتے تھے۔ پر جنتا نے اُن کے علاج کو جاری رکھا اور دروز لوگ اُس سے فائدہ اُٹاتے رہے۔ اب نئی سرکار میں اُس پرانی ویدیا کی قدر بہت بڑھ گئی۔

ڈاکٹر چیانگ کو جب پومنگ کے بچوں کے اسپتال میں لایا گیا تو انہوں نے اپنے ہی پرانے ڈنگ سے روگہوں کو دیکھنا شروع کیا۔ انہوں نے اُن کے سانس کو دیکھا، اُن کی نبض دیکھی، اُن کی زبان دیکھی اور اُن کے چہرے کی حالت دیکھی۔ ہر روگی کی حالت کے انوسار انہوں الگ الگ دوائیں دیں۔

انہوں نے ایک چار برس کی لڑکی پاؤ کو دیکھا جسے کسی بچہ ہی ڈاکٹر نے "پینسلین" کے انجیکشن دے رکھے تھے اور "اسپیرین" جیسی دوائیں کھا رکھی تھیں اور پھر یہ کہ دیا تھا کہ وہ دو ایک دن سے ادھک نہیں بچ سکتی۔ ڈاکٹر چیانگ نے جب اسے دیکھا تو اسے ایسے ساڑھے چار درجے کا بخار تھا اور اس کے سر پر برف کی ٹوپی رکھی ہوئی تھی۔ ڈاکٹر چیانگ نے پہلے وہ ٹوپی اتار کر پھینک دی، یہ کہ کر کہ اس طرح جلدی سے بخار نہیں اتارنا چاہئے، اس سے انت میں نقصان ہوتا ہے۔ انہوں نے پسینہ آنے کی دوا دینا بھی غلط بتایا، یہ کہ کہ پسینہ آنے کی دوا دینا "ایسا ہی ہے جیسا ہلی میں سے تیل نیچوڑنے کی کوشش کرنا، اس سے روگی اور کمزور ہو جاتا ہے۔" ڈاکٹر چیانگ زیادہ گرم دواؤں کے بھی خلاف ہیں جیسے "کورومائین"۔ وہ اس روگ کے لئے روگی کے آرام کرنے پر بہت زور دیتے ہیں۔

پہلے اس روگ کے روگہوں کو دودھ، اُتدے، اور دوسری طاقت کی چیزیں کھانے کو دی جاتی تھیں۔ ڈاکٹر چیانگ نے کہا کہ "بخار میں اس طرح کی چیزیں دینا اور کوئلے ڈالکر آگ بجھانے کی کوشش کرنا ہے۔" انہوں نے اِن

۱ جگہ باہل کا پھلنا مانڈ اور فلوں کا رس دینا
ہ کیا۔

علاج کے لئے انہوں نے کئی پرانی دواؤں کا کارہا پکوانر
روگیوں کو دیا۔ ان میں ایک خاص دوا جپسم (Gypsum)
تھی جو بخار اتارنے کے لئے دی گئی۔ پہلے دن ہی روگیوں کا
بخار دو درجے نیچے اتر آیا اور تین دن کے اندر بالکل اتر گیا
اور نارمل ہو گیا۔

ایک الگ روگیوں پر ڈاکٹر جیانگ نے جپسم کے علاوہ
تیس اور دواؤں کا ایڈجکٹ کیا، جو سب چدن کی جزی
ہوئیاں نہیں۔ کچھ دواؤں ہارسٹک کے سینک سے بھی تیار
کی گئیں تھیں۔ انہوں نے کڑور، اور مشک (کستوری) کا بھی
استعمال کیا۔ چہ دن کے اندر سب روگی اچھے ہو گئے۔

چینی سرکار نے جپسم اوپر لکھا جا چکا ہے، سارے
ڈاکٹروں کو اس پرانے طریقہ کو کام میں لانے کی ہدایت کی ہے۔
انہوں نے اپنے اعلان میں نئے ڈاکٹروں سے کہا ہے کہ:—
”کسی چدن کی بابت شک کرنا جائز ہو سکتا ہے اور سائنس
میں ضروری بھی ہو سکتا ہے، لیکن سچی گھٹناؤں سے انکار کرنا
بالکل دوسری بات ہے۔ جب تک آپ کو شک ہے آپ دیکھتے
بھالنے رہئے۔ سائنس کی اننتی کا یہی طریقہ ہے۔ سچی
گھٹناؤں سے انکار کرنا سائنس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

اس میں کوئی سন্দید نہیں کہ چینی علاج کے اس پرانے
طریقہ کے ہمیشہ کے لئے بہت سے روگیوں کی جانیں بچائیں۔
چدن کے سائنسدان ان سب دواؤں کے تجربے کر کے دیکھ رہے ہیں۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیہ کی
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیہی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیہ کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیہ کے اربوں روپے
ویدیہ دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
ہرباد ہونے سے بچا سکے۔

۱ جگہ باہل کا پھلنا مانڈ اور فلوں کا رس دینا
ہ کیا۔

علاج کے لئے انہوں نے کئی پرانی دواؤں کا کارہا پکوانر
روگیوں کو دیا۔ ان میں ایک خاص دوا جپسم (Gypsum)
تھی جو بخار اتارنے کے لئے دی گئی۔ پہلے دن ہی روگیوں کا
بخار دو درجے نیچے اتر آیا اور تین دن کے اندر بالکل اتر گیا
اور نارمل ہو گیا۔

ایک الگ روگیوں پر ڈاکٹر جیانگ نے جپسم کے علاوہ
تیس اور دواؤں کا ایڈجکٹ کیا، جو سب چدن کی جزی
ہوئیاں نہیں۔ کچھ دواؤں ہارسٹک کے سینک سے بھی تیار
کی گئیں تھیں۔ انہوں نے کڑور، اور مشک (کستوری) کا بھی
استعمال کیا۔ چہ دن کے اندر سب روگی اچھے ہو گئے۔

چینی سرکار نے جپسم اوپر لکھا جا چکا ہے، سارے
ڈاکٹروں کو اس پرانے طریقہ کو کام میں لانے کی ہدایت کی ہے۔
انہوں نے اپنے اعلان میں نئے ڈاکٹروں سے کہا ہے کہ:—
”کسی چدن کی بابت شک کرنا جائز ہو سکتا ہے اور سائنس
میں ضروری بھی ہو سکتا ہے، لیکن سچی گھٹناؤں سے انکار کرنا
بالکل دوسری بات ہے۔ جب تک آپ کو شک ہے آپ دیکھتے
بھالنے رہئے۔ سائنس کی اننتی کا یہی طریقہ ہے۔ سچی
گھٹناؤں سے انکار کرنا سائنس کے ساتھ دشمنی کرنا ہے۔“

اس میں کوئی سন্দید نہیں کہ چینی علاج کے اس پرانے
طریقہ کے ہمیشہ کے لئے بہت سے روگیوں کی جانیں بچائیں۔
چدن کے سائنسدان ان سب دواؤں کے تجربے کر کے دیکھ رہے ہیں۔

ہماری ہارڈک اہیلاشا ہے کہ کسی دن ہمارے دیہ کی
سرکار بھی ویدیک اور یونانی جیسے دیہی علاج کے
طریقوں اور ہومیوپیتھی اور قدرتی علاج جیسے دوسرے ایڈجکٹ
طریقوں کی سچی قدر کرنا سیکھے، دیہ کی کروڑوں غریب
جنتا کی تندرستی کی رکشا کر سکے اور دیہ کے اربوں روپے
ویدیہ دواؤں اور مہنگی، غلط اور ہائیکر دواؤں میں ہر سال
ہرباد ہونے سے بچا سکے۔



مہاتما بُدھ کی یاد میں

۲۴ مئی کی یاد میں

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بُدھ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بُدھ کی دہائی ہزارویں چھٹی ہوی دھوم دھام کے ساتھ منائی۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بُدھ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بُدھ تہرتہ استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھوم شاموں، استیشنوں اور ڈانکھنوں سے سج دھج کر ایک نہا جامہ پہن لیا تھا۔ لہٰذا کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بُدھ کی پودانہ ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نہا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بُدھ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاونا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بُدھ نے تپسیا کی تھی اور گوانن سوچانا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر، جہاں بھگوان بُدھ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نروان پراپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں باتریوں کے لٹے سویدھانک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریادلی کے ساتھ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے۔ 23 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دورتا ولسوں کی ہری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں ہلنت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکر مہاتما بُدھ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بُدھ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لٹے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر باسی سے بچانے کے لٹے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے اپنی حفاظت کرنے کے لٹے سوائے مہاتما بُدھ کے ہٹائے ہوئے راستے کے اور کوئی دوسرا

24 مئی سن 1956 کو بےساخ مہینے کی پُلو کے دین، جسے بُدھ پُلو بھی کہا جاتا ہے، نہ صرف ہندوستان نے اور نہ صرف ایشیا نے بلکہ ساری تہذیب یافتہ دنیا نے مہاتما بُدھ کی دہائی ہزارویں چھٹی ہوی دھوم دھام کے ساتھ منائی۔ ہندوستان میں تو اُن سب پاک مقاموں پر، جہاں کی دعوت کو مہاتما بُدھ نے اپنے پاک قدموں سے چھو کر اہمیت دی تھی، جشن منائے گئے۔ بُدھ تہرتہ استھانوں نے نئی سڑکوں، نئی عمارتوں، نئے باغوں، روشنی کی قطاروں، سراپوں اور دھوم شاموں، استیشنوں اور ڈانکھنوں سے سج دھج کر ایک نہا جامہ پہن لیا تھا۔ لہٰذا کے قریب جیتن میں جہاں 'مہاتما بُدھ کی پودانہ ہوئی'، من کو ہرنے والا ایک نہا باغ بنایا گیا۔ سارناتھ، جہاں کہ مہاتما بُدھ نے اپنا پہلا اُپدیش دیا تھا، ایک لہاونا باغ بنایا گیا جس میں ہرنوں کے چھند دور دور سے لاکر چھوڑے گئے۔ ہونہ گیا، جہاں مہاتما بُدھ نے تپسیا کی تھی اور گوانن سوچانا کی دی ہوئی تھوڑے کھالے کے بعد گیان پراپت کیا تھا، بدل کر بالکل ایک نیا شہر ہی بن گیا اور کوشی نگر، جہاں بھگوان بُدھ نے اپنی دیہہ کو چھوڑ کر آج سے تھائی ہزار برس پہلے نروان پراپت کیا تھا، اُسے بھی ہزاروں باتریوں کے لٹے سویدھانک بنایا گیا اور اُس کام میں بھارت کی سرکار نے دریادلی کے ساتھ پچاس لاکھ روپے خرچ کئے۔ 23 مئی کو نئی دہلی میں ودیشی دورتا ولسوں کی ہری میں جسے چاندیہ پوری بھی کہا جاتا ہے، راشٹر پتی ہون کے پچھلے اُس موقع کی یادگار میں ہلنت نہرو نے ایک نئے اسمارک کی بنیاد ڈالی۔ سمرات اشوک نے اُسی پرکر مہاتما بُدھ کی یاد کو تازہ کیا تھا۔ آج ہزاروں برس بعد مہاتما بُدھ کی یاد کو پھر تازہ کیا جا رہا ہے، اُس لٹے کہ دنیا آج ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ اُسے ہر باسی سے بچانے کے لٹے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم سے اپنی حفاظت کرنے کے لٹے سوائے مہاتما بُدھ کے ہٹائے ہوئے راستے کے اور کوئی دوسرا

راستا نہیں ہے۔ महात्मा बुद्ध کے دینیادی उपदेश جیन्हें पंचशील कहा जाता है. आज नये रूप रंग के साथ दुनिया के सामने एशियाई मुल्कों की तरफ से पेश किये जा रहे हैं. आज दुनिया का हर समझदार इन्सान मन ही मन इसकी अहमियत को खूब समझ रहा है.

बुद्ध की तालीम

महात्मा बुद्ध का जन्म हजरत ईसा से 623 वर्ष पहले का बताया जाता है. जिस तेजी के साथ बौद्ध मजहब पूरे दक्खिन एशिया, पूरबी एशिया और मध्य एशिया को फतह करके एक बार शान्ति के साथ पच्छिम की ओर तमाम रूमी साम्राज्य में फैल गया, दुनिया के किसी दूसरे मजहब के इतिहास में इसकी मिसाल नहीं मिलती. भारत, चीन और जापान के बीच उन दिनों काफ़ी आमाद रफ्त थी, इसलिये यह भी नामुमकिन है कि बाबाव्ता बौद्ध प्रचारकों, कश्यप मार्तंग बौरा के चीन पहुँचने से सदियों पहले यानी बुद्ध बुद्ध ही की ज़िन्दगी में बुद्ध के उपदेशों की खबर और उनकी गूँज चीन तक न पहुँची. चीन में उस ज़माने में लाओत्से और कुङ्ग-फूत्से के मत बौद्ध मजहब के उसूलों के साथ बिल्कुल मिल जुल गये, यहाँ तक कि हर चीनी अपने का बौद्ध मजहब और ताओ मजहब का मानने वाला और कुङ्ग फूत्से यानी कनफ्यूसियस का पैरोकार तीनों एक ही साथ समझता और यही कहता रहा है.

वैदिक साहित्य में उपनिषदों का जन्म महात्मा बुद्ध से पहले हो चुका था. उपनिषदों के लिखने वाले दुनिया को बता चुके थे कि तमाम अलग अलग देवी देवताओं या उनके तख्तुल के पीछे असली परमात्मा एक है, वही सब के घट में मौजूद है और निजात का रास्ता किसी तरह के यज्ञ, कर्मकाण्ड या रुढ़ियों का पालन करने में नहीं है बल्कि अपनी इन्द्रियों को जीतने, नफसकुशी करने और खुदी को मिटाकर अल्लाह के वजूद में अपने वजूद को मिटा देना ही निजात, मुक्ति या निर्वाण है. लेकिन महात्मा बुद्ध के वक्त तक भारतवासी इस सच्चाई को भूल चुके थे. वर्ण व्यवस्था, जति पात, छुआछूत, कर्म काण्ड और जानवरों की कुर्बानी का जोर था. सदाचार का उनके मुकाबिले में कम अहमियत दी जाती थी. महात्मा बुद्ध ने ज़माने की हालत को देखते हुए उपदेश दिया—

“सच्चे सुख, ज्ञान और निजात का रास्ता अपनी नफसों यानी इन्द्रियों के पीछे दौड़ना नहीं, न अपनी बासनाओं को पूरा करने में है, न जिस्म को रौर जरूरी तकलीफ देने में है, निजात का सच्चा रास्ता इन दोनों के बीच से है. इस रास्ते पर चलने के लिये नीचे लिखी सच्चाइयों को समझ लेना चाहिये. जन्म, बुढ़ापा, बीमारी और मौत, प्यारों का वियोग और दुनियावी तकलीफों, इन सब से इन्सान को दुख होता

रास्ते नहीं है. महान्ता बुद्ध के بنیادی ‘अभिष’ जेहें ‘बिज’ शील’ कहा जाता है, ‘अज न्ते रूप रंग के साथ दुनिया के सामने अیشान्ती मल्लों की طرف से बिषी कळे जा रहे हैं. ‘अज दुन्या का हर समझदार انسان मन ही मन अस की अहमियत को खूब समझ रहा है.

बुद्ध की تعلیم

महान्ता बुद्ध का जन्म حضرت عیسیٰ سے 623 ورہی پہلے کا بتایا جاتا ہے. جس تیزی کے ساتھ ہونہ مذہب پورے دکن ایشیا، پوربی ایشیا اور مذہبہ ایشا کو فتح کر کے ایک بار شائکی کے ساتھ پیچھے کی اور تمام رومی سامراجیہ میں پھیل گیا، دنیا کے کسی دوسرے مذہب کے اتھاس میں اس کی مثال نہیں ملتی. بھارت، چین اور جاپان کے بیچ ان دنوں کافی آمد رفت تھی، اس لئے یہ بھی ناممکن ہے کہ باظبط ہونہ پرچاروں کشپ ماننگ وغیرہ کے چین پہونچنے سے صدیوں پہلے یعنی خود ہونہ ہی کی زندگی میں ہونہ کے اُپدیشوں کی خبر اور ان کی گونج چین تک نہ پہونچتی. چین میں اس زمانے میں لڑنے اور ٹونگ ڈرتنے کے مت ہونہ مذہب کے اصولوں کے ساتھ بالکل مل جل گئے، یہاں تک کہ ہر چوٹی اپنے کو ہونہ مذہب اور ناؤ مذہب کا ماننے والا اور ٹونگ ڈرتنے یعنی کلفوسیس کا پھروکار تیلوں ایک ساتھ سمجھتا اور یہی کہتا رہا ہے.

ویدک سائنس میں ایشندوں کا جन्م महान्ता बुद्ध से پہلے हो چکا تھا. ایشندوں کے لکھنے والے دنیا کو بتا چکے تھے کہ تمام الگ الگ دیوی دیوتاؤں یا ان کے تخیل کے پیچھے اصلی پرمانتا ایک ہے، وہی سب کے گھٹ میں موجود ہے اور نجات کا راستہ کسی طرح کے یگنہ، کرم کائنات یا روزھور کا پالان کرلے میں نہیں ہے بلکہ اپنی اندریوں کو جیتنے، نفس کشی کرنے اور خودی کو مٹا کر اللہ کے وجود میں اپنے وجود کو مٹا دینا ہی نجات، مکتی یا نروان ہے. لیکن महान्ता बुद्ध کے وقت تک بھارت واسی اس سچائی کو بھول چکے تھے. ورین ویوستھا، جات پانت، چھو چھوت، کرم کائنات اور جانوروں کی قربانی کا زور تھا. سداچار کو ان کے مقابلے میں کم اہمیت دی جاتی تھی. महान्ता बुद्ध نے زمانے کی حالت کو دیکھتے ہوئے اُپدیش دیا—

“سچے سک، گیان اور نجات کا راستہ اپنی نفسوں یعنی اندریوں کے پیچھے دوتنا نہیں، نہ اپنی واسناؤں کو پورا کرلے میں ہے، نہ جسم کو غیر ضروری تکلیف دینے میں ہے. نجات کا سچا راستہ ان دونوں کے بیچ سے ہے. اس راستے پر چلنے کے لئے نیچے لکھی سچائیوں کو سمجھ لینا چاہئے. جنم، بڑھاپا، بیماری اور موت، بیماریوں کا ویوگ اور دنیاوی تکلیفوں، ان سب سے انسان کو دکھ ہوتا

ہے۔ اس دھند کا بنیادی سبب خواہش یعنی ترشہ ہے۔ اسی سے جیو کو بار بار جنم لینا پڑتا ہے۔ اس میں بہوں کی خواہش یعنی نفس پرستی، نجات کی خواہش یعنی جنت پرستی اور آتم سک کی خواہش یعنی خودپرستی میں ہی سب قسم کی خواہشیں شامل ہیں۔ یہ خواہشیں جیو کے لئے روک کی طرح ہیں۔ جیو کی وجہ سے ہی یہ خواہشیں پیدا ہوتی ہیں۔ خواہشوں کو جیتنے کا مطلب ہے سب دھندوں سے نجات پانا۔ خواہشوں کو جیتنے کے لئے اتم پہلو راستے یعنی اشٹاننگ مارگ پر چلنا ضروری ہے۔ یہی اصلی مذہب ہے۔ یہ اتم پہلو راستہ اس طرح کا ہے—

(1) سمیک دھند—یانی دھند، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکاپ—یعنی اس بات کا عہد کرنا کہ میں بے لوثی کے ساتھ کسی کی مدد سے کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کروں گا۔

(3) سمیک وچن—یعنی جھوٹ نہ بولنا، کسی کی ہرائی نہ کرنا، سخت الفاظ منہ سے نہ نکالنا اور نفول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یعنی کسی بھی جاندار کی عنسا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ چھار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے ظلم و استغیوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بٹانا۔

(6) سمیک دیابام—یعنی بڑے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اس کے لئے چت کو دھس میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ نئی پیشاب، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھند کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی عکامیتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکاگرتا یہ پانچویں باتیں رہتی ہیں۔ دھیرے دھیرے وترک اور وچار کا اثر ہوجاتا ہے، ہر پریتی کا لوب ہوجاتا ہے اور آخر میں سک بھی غائب ہوجاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکاگرتا۔

یہ اتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے उपदेशों का सार ہے۔

(1) سمیک درشتی—یعنی دھند، اس کے بنیادی سبب اور ان کے دور کرنے کے طریقوں کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لینا۔

(2) سمیک سنکاپ—یعنی اس بات کا عہد کرنا کہ میں بے لوثی کے ساتھ کسی کی مدد سے کرتے ہوئے اور کسی سے نفرت نہ کرتے ہوئے سب کام کروں گا۔

(3) سمیک وچن—یعنی جھوٹ نہ بولنا، کسی کی ہرائی نہ کرنا، سخت الفاظ منہ سے نہ نکالنا اور نفول بات نہ کرنا۔

(4) سمیک کرمانت—یعنی کسی بھی جاندار کی عنسا نہ کرنا۔ بنا دی ہوئی چیز نہ لینا اور وہ چھار نہ کرنا۔

(5) سمیک آجیو—یعنی ذریعہ معاش (آجیو یگا) کے ظلم و استغیوں کو چھوڑ کر سچی اور ایمانداری کی روزی سے زندگی بٹانا۔

(6) سمیک دیابام—یعنی بڑے کاموں کے نہ کرنے اور نیک کاموں کے کرنے کے لیے پختہ ارادہ کرنا، صحبت ملونا، ابھاس کرنا اور اس کے لئے چت کو دھس میں کرنا۔

(7) سمیک اسمرتی—یعنی اس بات کو دھیان میں رکھنا کہ نئی پیشاب، بڑھاپا اور موت جسم کے ساتھ لگے ہوئے ہیں، اس لئے موہ اور دھند کو چھوڑ کر، لیکن ہمیشہ کرکر رہ کر، دنیا میں وچرنا۔

(8) سمیک سماج—یعنی دھیان اور چت کی ایکاگرتا جس میں پہلے وترک، وچار، پریم، سک اور ایکاگرتا یہ پانچویں باتیں رہتی ہیں۔ دھیرے دھیرے وترک اور وچار کا اثر ہوجاتا ہے، ہر پریتی کا لوب ہوجاتا ہے اور آخر میں سک بھی غائب ہوجاتا ہے اور بچ جاتی ہے ایکاگرتا۔

یہ اتم پہلو راستہ ہی مہاتما بدھ کے उपदेशों का सार ہے۔

سب کے ساتھ اہلسا اور کٹر دشمنوں تک کو ملا کرنا اور سب کی طرف دوستی کا ہاتھ رکھنا بودہ مذہب کا خاص اصول ہے۔ مرد اور عورت دونوں کو نجات کا حقدار مانتے تھے۔ دونوں کو دنیا کو ترک کرنے، بے بیاہ رہنے اور بکساں مذہب کا پرچار کرنے کا حقدار مانتے تھے۔ جات پالت، چھوچھوت، اونچ نیچ کے خیال کے وہ سخت مخالف تھے۔ وہ انسان اور انسان کے بیچ برابری کے قائل تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ انسان اپنی ہستی کے راز کو کم سے کم اتنا سمجھ لے کہ دنیاوی زندگی اور اس کی آسائشوں کی مناسبت سے زیادہ قیمت نہ آئے اور اس طرح سے زندگی بٹائے کہ جس سے زیادہ سے زیادہ انسانوں کو زیادہ سے زیادہ سکھ اور کم سے کم دکھ حاصل ہو۔ وہ کہتے تھے کہ نفس پرستی، دہی اور خودی ان تینوں سے آدھر اٹھ کر پھریت حاصل کرنے کا نام ہی نرولن ہے۔

بودہ کے اُپدیشوں کا لب لباب ان کی اس گانہ میں موجود ہے۔

بودہ کے اُپدیشوں کا لٹو لٹوایا بنی اس گانہ میں ہے—

“کوئی پاپ نہ کرنا، سب کی بھلائی کرنا اور اپنے دل کو پاک سا ف رکھنا، یہی بودوں کی ہدایت ہے۔ سب بود پرہیزگاروں کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار، رنجگاری اور ناشیلی چیزوں کا سونہ نہ کرنا،” ان چ باتوں کا اہم لہنا پڑتا تھا۔

دھم پد میں لکھا ہے۔ “اگر کوئی شخص بدعتوں سے مبرا ہوئی کرے تو میں بدلہ میں اپنی محبت سے اسے نڈھال کر دوں گا۔ جتنا جتنا وہ مبرا ہوئی کرے گا اتنا ہی میں اس کی بھلائی کروں گا۔”

یہ ہے بودوں کا نچوڑ جس پر چل کر انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے نجات مل سکتی ہے۔

—

”کوئی پاپ نہ کرنا“ سب کی بھلائی کرنا اور اپنے دل کو پاک رکھنا یہی بودوں کی ہدایت ہے۔ سب بود گھستوں کو اہلسا، چوری نہ کرنا، سچائی، سداچار، پرہیزگاری اور ناشیلی چیزوں کا سونہ نہ کرنا، ان پانچ باتوں کا اہم لہنا پڑتا تھا۔

دھم پد میں لکھا ہے۔ “اگر کوئی شخص بدعتوں سے مبرا ہوئی کرے تو میں بدلہ میں اپنی محبت سے اسے نڈھال کر دوں گا۔ جتنا جتنا وہ مبرا ہوئی کرے گا اتنا ہی میں اس کی بھلائی کروں گا۔”

یہ ہے بودوں کا نچوڑ جس پر چل کر انسانی قوم کو اپنی روحانی، جسمانی اور مادی مصیبتوں سے نجات مل سکتی ہے۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
2 COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE

Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.
—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.
—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.
—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.
—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sundarlal's) shrewd understanding of men and matter...brings to the lighty mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.
—Vigil, Delhi.

سائنس کوک ساتھ

ہندوستان میں محمد اور اسلام

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے
اسلام کے پیغمبر کے سبب میں ہندوستان میں اس سے
سندھ کوئی دوسری پستک نہیں

ہندوستان میں عیسائی اور عیسائی دھرم

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مہاتما جرجس اور ایرانی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین مصر کی سہولیت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

سور اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین یونانی سہولیت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراگتی شیل کہانی سہولیت)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

آگ اور آئس

(پراگتی شیل کہانی سہولیت)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

کوران اور دھرمیک متبہد

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مکھار

(پراگتی شیل کہانی سہولیت)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مکھار کا پتا

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 سوریگنج، ایلاہ آباد

حضرت محمد اور اسلام

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے
اسلام کے پیغمبر کے سبب میں ہندوستان میں اس سے
سندھ کوئی دوسری پستک نہیں

حضرت عیسائی اور عیسائی دھرم

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مہاتما زر تھستور اور ایرانی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

یہودی دھرم اور سامی سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین مصر کی سہولیت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

سور اور اسوریائی پراچین سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

پراچین یونانی سہولیت اور سنسکرتی

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

گنگا سے گومتی تک

(پراگتی شیل کہانی سہولیت)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

آگ اور آئس

(پراگتی شیل کہانی سہولیت)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

کوران اور دھرمیک متبہد

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

مکھار

(پراگتی شیل کہانی سہولیت)

لکھنؤ—پروفیسر مندرلال، مূল—تین روپے

हिन्दी घर

ہندی گھر

کلیچر پر ہر तरह کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر—پاٹھک ہندی، اردو، انگریزی کی अपनी मन-पसन्द کتابों के लिये हमें लिखें।

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے کا ایک بڑا کیندر—پاٹھک ہندی، اردو، انگریزی کی من پسند کتابوں کے لئے ہمیں لکھیں۔

हमारी नई کتابें

महात्मा.गान्धी की वसीयत

(हिन्दी और उर्दू में)

लेखक—गान्धीवाद के माने जाने

विद्वान : श्री मंजर अली सांख्यता

सके 225, कीमत दो रुपया

—:0:—

गान्धी बाबा

(बच्चों के लिये बहुत दिलचस्प किताब)

लेखिका—क्रुदसिया जैदी

भूमिका—पण्डित जवाहरलाल नेहरू

मोटा काराज, मोटा टाइप, बहुत-सी रंगीन तस्वीरें

दाम दो रुपया

—:0:—

पण्डित सुन्दरलाल जी की लिखी किताबें

गीता और कुरान

275 सके, दाम दारु रुपया

हिन्दू मुसलिम एकता

100 सके, दाम बारह आने

महात्मा गान्धी के बलिदान से सबक्र

कीमत बारह आने

पंजाब हमें क्या सिखाता है

कीमत चार आने

बंगाल और उससे सबक्र

कीमत दो आने

हिन्दुस्तानी कलचर सोसायटी

145 मुद्रोगंज इलाहाबाद

हमारी नئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لیکھک—گاندھی واد کے مانے جانے والے

ویدوان: شری منجر علی ساکھتہ

صفحہ 225 قیمت دو روپیہ

—:0:—

گاندھی بابا

(بچوں کے لئے بہت دلچسپ کتاب)

لیکھک—قدسہ زیدی

بھوکا—پنڈت جواہر لال نہرو

موتا کاغذ، موٹا ٹائپ، بہت سی رنگین تصویریں

دوم دو روپیہ

—:0:—

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور قرآن

275 صفحہ، دام تھانی روپیہ

ہندو مسلم ایکتا

100 صفحہ دام بارہ آئے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبق

قیمت بارہ آئے

پنجاب ہمیں کیا سکھاتا ہے

قیمت چار آئے

بنگال اور اُس سے سبق

قیمت دو آئے

ہندوستانی کلیچر سوسائٹی

145، منی کنگ انکوار

نیا حسنہ

DELHI.

اس نمبر کے خاص لیکچر اس نمبر کے خاص لیکچر

اسلام کے بنیادی اصول

اسلام کے بنیادی اصول

—مہر مہر خانی سولہ

—مہر مہر خانی سولہ

روح یا آتما جب بالغ ہونے لگی ہے

—ڈاکٹر بھگوانداس

—ڈاکٹر بھگوانداس

دو سنگدروں کا سنگم اور سچائی کا

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

—ڈاکٹر تاراچند

اس نمبر کے خاص لیکچر

اس نمبر کے خاص لیکچر

دوسرے ممالک کے ممالکوں پر ہماری سب سے بڑی سمجھاؤ کی نوٹ

دوسرے ممالک کے ممالکوں پر ہماری سب سے بڑی سمجھاؤ کی نوٹ

—سٹاف کیسٹرو سٹاف کیسٹرو



—سٹاف کیسٹرو سٹاف کیسٹرو

NAYA HIND

Monthly Journal of the Hindustani Culture Society

Editorial Board

Dr. Tara Chand M.A., D. Phil. (Oxon)

Mahatma Bhagwan Din

Dr. Syed Mahmud, M.A., Ph.D., Bar-at-Law

Pandit Sundarlal

Bishambhar Nath Pande

Editor-in-Charge

Bishambhar Nath Pande

Asst. Editors

Suresh Ramabhai

Mujib Rizvi

Annual Subscription

Inland Rs. 6/-

Foreign Rs. 10/-

Single Copy As. /10/- only

Can be had from —

Manager, NAYA HIND

145, MUTTHIGANJ, ALLAHABAD-3.

ہندوستان کی کلاسیک ادب

نمبر 6 نمبر جلد 21 جلد

جون 1956 جून

ہندوستانی کلاسیک ادب سوسائٹی

145 مڈل گنج، ایلاہ آباد

145، مڈل گنج، ایلاہ آباد

جون 1956 جن

<u>کيا کيس سے</u>	<u>صفحہ</u>	<u>کيا کيس سے</u>
1. اسلام کے بنیادی اصول بھائی منظور علی سوختہ	... 287 ...	1. اسلام کے بنیادی اصول —بھائی منظور علی سوختہ
2. رُہ یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوانداس	... 303 ...	2. روح یا آتما جب بالغ ہونے لگتی ہے —ڈاکٹر بھگوان داس
3. دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تاراچند	... 312 ...	3. دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پردہ —ڈاکٹر تارا چند
4. دادا ابوالفضل —پंडित सुन्दरलाल	... 317 ...	4. دادا ابوالفضل —پندت سندر لال
5. ناگا قوم اور بھارت —پंडित सुन्दरलाल	... 325 ...	5. ناگا قوم اور بھارت —پندت سندر لال
6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —مترجم : شری محبوب رضوی	... 335 ...	6. محمد صاحب کی کچھ حدیثیں —آنوادک : شری محبوب رضوی
7. ہماری راہ— بینوہا جی اور بھارت کی راجدھانی: شری بی. جی. خیر اور دوسری پंच वर्षी योजना; बनारस की जगह 'बाराणसी'; चीनी पंचांग (जन्त्री); 'नया हिन्द' के गाहकों और भेसियों से—सुन्दरलाल.	... 338 ...	7. ہماری راہ— دہنوہاجی اور بھارت کی راجدھانی: شری بی. جی. خیر اور دوسری پنج वर्षी योजना; बनारस की जगह 'बाराणसी'; चीनी पंचांग (जन्त्री); 'नया हिन्द' के गाहकों और भेसियों से—सुन्दरलाल.

भाई मंचरअली सोरता

بھائی منظر علی سوختہ

میں भारत वासियों और खासकर मुसलमानों का ध्यान उस नायुक और खतरनाक स्थिति की तरफ दिलाना चाहता हूँ जो पच्छिमी सभ्यता अपने साथ लाई है, और जिसने इन्सानी दुनिया पर एक गहरा असर डाल रक्खा है। इस पच्छिमी सभ्यता ने एक खास बात यह की है कि इसने उस मेल और बैठ बिठाव को जो धर्म मजहब ने आदमी की रूहानी और मादी, लौकिक और पारलौकिक जिंदगी के बीच क्रायम कर रखा था, उलट दिया है। इस सभ्यता ने ईश्वर में विश्वास की जगह नास्तिकता को, रूहानियत की जगह दौलत परस्ती को, सचाई की जगह पालिसी यानी हिकमते अमली को, सेवा और त्याग की जगह अमीराना ऐशो इशरत को, नैतिक यानी इस्लाम की ताकतों की जगह हैवानी और शैतानी शक्तियों को दे दी है। पच्छिमी सभ्यता सब लोगों से कहती है कि अपनी जिंदगी की जरूरतों को बढ़ाओ और उन्हें पूरा करने में अपनी सारी ताकत लगा दो। यह सभ्यता सारे मानव समाज की भलाई की जगह अलग अलग लोगों के सामने अपने अपने देशों, राष्ट्रों और जमाअतों की भलाई और तरक्की का आदर्श रखती है। किसी तरह की भी निस्वार्थ सेवा या कुर्बानी में उसे विश्वास ही नहीं। अपने लक्ष तक पहुँचने के लिए मार काट, हिंसा और जुल्म जबरदस्ती को वह जायज तरीका मानती है। वह साफ कहती है कि अपने मकसद को पूरा करने के लिए नेक और बुरा, अच्छी और बुरी, हर तरह की राह अख्तियार की जा सकती है।

जो जो आफतें इस समय दुनिया पर आ रही हैं उन सबका केवल एक कारण यह है कि दुनिया के लोगों ने अपने धार्मिक और मजहबी रास्ते छोड़कर पच्छिमी सभ्यता का रास्ता अख्तियार कर लिया है। जब तक दुनिया के लोग हकपरस्ती यानी सचाई और नेकी की सीधी राह अख्तियार न करेंगे, यह आए दिन की आफतें उनपर आती रहेंगी, और हम उन पुरानी कौमों की तरह ही हलाक हो जाएँगे जो पिछले जमानों में अपने बुरे कामों के कारण तबाह और बरबाद हो चुकी हैं।

मैं खासकर मुसलमानों का ध्यान उन असूलों की तरफ दिलाना चाहता हूँ जिन पर कुरान ने मनुष्य के रूहानी, समाजी, आर्थिक और राजकाजी जीवन को क्रायम करना

میں بھارت 'واسیوں اور خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُس نازک اور خطرناک استھتی کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو پچھمی سبھتا اپنے ساتھ لائی ہے، اور جس نے انسانی دنیا پر ایک گہرا اثر ڈال رکھا ہے۔ اِس پچھمی سبھتا نے ایک خاص بات یہ کی ہے کہ اِس نے اُس مِل اور بھٹہ بٹھاؤ کو جو دھرم مذھب نے آدمی کی روحانی اور مادی، لوک اور پارلوک زندگی کے بیچ قائم کر رکھا تھا، اُٹک دیا ہے۔ اِس سبھتا نے ایشور میں وشواس کی جگہ ناستکنا کو، روحانیت کی جگہ دولت پرستی کو، سچائی کی جگہ پالسی یعنی حکمت عملی کو، سیوا اور تھاک کی جگہ امیرانہ عیش و عشرت کو، نیک یعنی اخلاقی طاقتوں کی جگہ حیوانی اور شیطانی شکستوں کو دے دی ہے۔ پچھمی سبھتا سب لوگوں سے کہتی ہے کہ اپنی زندگی کی ضرورتوں کو بڑھاؤ اور انھیں پورا کرنے میں اپنی ساری طاقت لگا دو۔ یہ سبھتا سارے مانو سماج کی بھائی کی جگہ الگ الگ لوگوں کے سامنے اپنے اپنے دیشوں، راشٹروں اور جماعتوں کی بھائی اور قرقی کا آدرش رکھتی ہے۔ کس طرح کی بھی نسوارتہ سیوا یا قربانی میں اُسے وشواس ہی نہیں۔ اپنے لکش تک پہنچنے کے لئے ماکٹ، ہنس اور ظلم زبردستی کو وہ جائز طریقہ مانتی ہے۔ وہ صاف کہتی ہے کہ اپنے مقصد کو پورا کرنے کے لئے نیک اور بد، اچھی اور بری، ہر طرح کی راہ اختیار کی جا سکتی ہے۔

جو جو آفتیں اِس سمے دنیا پر آرہی ہیں اُن سب کا کدول ایک کارن یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں نے اپنے دھرمک اور مذھبی راستہ چھوڑ کر پچھمی سبھتا کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ جب تک دنیا کے لوگ حق پرستی یعنی سچائی اور نیک کی سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے، یہ آئے دن کی آفتیں اُن پر آتی رہیں گی، اور ہم اُن پرانی قوموں کی طرح ہی ہلاک ہو جائیں گے جو پچھلے زمانوں میں اپنے برے کاموں کے کارن تباہ اور برباد ہو چکی تھیں۔

میں خاصکر مسلمانوں کا دھیان اُن اصولوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جن پر قرآن نے منشیہ کے روحانی، سماجی، آرتھک اور راجکاجی جھوں کو قائم کرنا

چاہا ہے۔ مگر دیکھ کہ پڑھے لکھے مسلمان بھی انہیں بہت کم سمجھتے ہیں۔ اس لئے میں انہیں دستار کے ساتھ بیان کر دینا چاہتا ہوں۔ میں دکھانا چاہتا ہوں کہ قرآن نے اپنے اُن بنیادی اصولوں میں سچی لوک شاہی (جمہوریت) کو کتنی اونچے جگہ دی ہے اور آزادی، برابری اور بھائی چارے کے سنہرے اصولوں کو کس پیمانے پر آدمی کی زندگی کی بنیاد ٹھہرایا ہے۔

اسلام کے روحانی اصول

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھاتنک (روحانی) شکلیوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اُسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

قرآن 'توحید' سے آگے بڑھ کر قرآن نے دو طرح کے فرض آدمی کے سامنے رکھے ہیں۔ ایک چاہیں وہ 'حقق اللہ' کہتا ہے یعنی ایشور کی طرف آدمی کے فرض، اور دوسرے چاہیں وہ 'حقق العباد' کہتا ہے یعنی آدمی کی طرف آدمی کے فرض۔ حقق اللہ میں نماز، روزہ، حج اور ذکاۃ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ چاہیں وہ آدمی دیہی کال کے انوسار اپنے دھنک سے ادا کر سکتا ہے۔ قرآن نے انہیں ہر آدمی کے لئے فرض بنایا ہے۔ یہ عبادت یعنی ایشور پوجا ہے۔ اِن سے آدمی میں روحانی شکلی آتی ہے۔

'حقق اللہ' کے ساتھ ہی قرآن نے 'حقق العباد' یعنی ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف فرضوں پر بھی زور دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ اگر حقق اللہ کے پورا کرنے میں کسی طرح کی کمی رہ جائے تو خدا معاف کر سکتا ہے، لیکن اگر حقق العباد کے پورا کرنے میں کمی رہ جائے تو خدا اسے ہرگز معاف نہ کرے گا۔ ایسے آدمی کو اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں، دونوں میں، خسارہ یعنی گھانا اٹھانا پڑے گا۔

یہاں تک قرآن کا پہلا بنیادی اصول ہوا۔

قرآن کا دوسرا اصول یہ ہے کہ حقق اللہ یعنی نماز، روزہ، ذکاۃ اور حج آدمی کی روحانی زندگی اور اندر کے جہوں سے سنبندہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ایمان (شردھا) 'خلوص قلب' (شدہ ہردنہ) اور بے غرضی (نسوانہتا) کے ساتھ کرنا چاہئے۔

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھاتنک (روحانی) شکلیوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اُسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

اسلام کے روحانی اصول

قرآن 'توحید' یعنی ایک اللہ کے ہونے کو دنیا کی سب سے بڑی سچائی بتاتا ہے۔ وہ آدمی کی زندگی کے ہر پہلو کی بنیاد اسی سچائی پر قائم کرنا ہے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ جب نل سرشتی کا ایشور ایک ہے تو لازمی طور پر کل مانو سماج بھی اسی ایشور کی ایکتا کا ایک روپ ہے۔ آدمی اپنی عقل اور اپنی ادھاتنک (روحانی) شکلیوں سے اس سچائی کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ اس لئے آدمی کا سب سے پہلا فرض یہ ہے کہ ایشور کی ایکتا کو اپنے دھرم ایمان کی بنیاد بنائے اور اپنے اُس ماک کے سامنے جس نے اُسے پیدا کیا اور دنیا کی نعمتیں دیں، سر جھکائے۔ آدمی کے روحانی جدوں کا بھی سب سے پہلا اصول ہے۔

قرآن 'توحید' سے آگے بڑھ کر قرآن نے دو طرح کے فرض آدمی کے سامنے رکھے ہیں۔ ایک چاہیں وہ 'حقق اللہ' کہتا ہے یعنی ایشور کی طرف آدمی کے فرض، اور دوسرے چاہیں وہ 'حقق العباد' کہتا ہے یعنی آدمی کی طرف آدمی کے فرض۔ حقق اللہ میں نماز، روزہ، حج اور ذکاۃ جیسی چیزیں شامل ہیں۔ چاہیں وہ آدمی دیہی کال کے انوسار اپنے دھنک سے ادا کر سکتا ہے۔ قرآن نے انہیں ہر آدمی کے لئے فرض بنایا ہے۔ یہ عبادت یعنی ایشور پوجا ہے۔ اِن سے آدمی میں روحانی شکلی آتی ہے۔

'حقق اللہ' کے ساتھ ہی قرآن نے 'حقق العباد' یعنی ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف فرضوں پر بھی زور دیا ہے اور صاف کہا ہے کہ اگر حقق اللہ کے پورا کرنے میں کسی طرح کی کمی رہ جائے تو خدا معاف کر سکتا ہے، لیکن اگر حقق العباد کے پورا کرنے میں کمی رہ جائے تو خدا اسے ہرگز معاف نہ کرے گا۔ ایسے آدمی کو اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں، دونوں میں، خسارہ یعنی گھانا اٹھانا پڑے گا۔

یہاں تک قرآن کا پہلا بنیادی اصول ہوا۔

قرآن کا دوسرا اصول یہ ہے کہ حقق اللہ یعنی نماز، روزہ، ذکاۃ اور حج آدمی کی روحانی زندگی اور اندر کے جہوں سے سنبندہ رکھتے ہیں۔ اس لئے انہیں ایمان (شردھا) 'خلوص قلب' (شدہ ہردنہ) اور بے غرضی (نسوانہتا) کے ساتھ کرنا چاہئے۔

کے ساتھ پورا کرنا چاہئے، یعنی ان کے پورا کرنے میں اپنے لئے کوئی نفعی یا دنیوی فائدہ، یہاں تک کہ جنت کی اچھا بھی نگاہ میں نہیں ہوتی چاہئے۔ یہ قبول اللہ کے نکتہ جانے کے لئے اور روحانی شکتی حاصل کرنے کے لئے ہیں تاکہ آدمی دین کی سہولتوں پر چل سکے۔ اگر ان میں کوئی بھی خود غرضی آئی تو ان کی اصلی غرض جانی رہیگی اور یہ ہوگا جو چاہئے۔

قرآن کا تیسرا بنیادی اصول یہ ہے کہ ہر آدمی کو چاہئے کہ اسے جو کچھ روحانی اور نیک شکتی پیش کی طرف اپنے فرائض کو ادا کرنے سے حاصل ہو، اس ساری شکتی کو دنیا کے لوگوں کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرنے میں نسیوارتھا کے ساتھ لگا دے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاص کر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پرستی اور طرح طرح کی آواہام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیاتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاص کر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پرستی اور طرح طرح کی آواہام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیاتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاص کر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پرستی اور طرح طرح کی آواہام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیاتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

میں قرآن کے ان تین بنیادی اصولوں کی طرف خاص کر مسلمانوں کا دھیان دلانا چاہتا ہوں۔ میں انہیں یہ بھی یاد دلانا چاہتا ہوں کہ ایک خدائی عبادت کے علاوہ قبر پرستی، پرستی اور طرح طرح کی آواہام پرستی یعنی اندہ و شواہس قرآن کی آیاتوں کے خلاف ہیں جن سے سب کو بچنا چاہئے۔

اسلام کے سماجی اصول

اسلام کے سماجی اصول

آدمی کی سماجی زندگی کا پہلا فرض قرآن میں غریبوں، یتیموں، یتیموں، یتیموں سے ہمدردی اور ان کی مدد کرنا بتایا گیا ہے۔ قرآن نے آدمی کی سماجی زندگی کی بنیاد پرستی کی ایک اور انسانی بھائی چارے پر رکھی ہے۔ اس نے صاف صاف کہا ہے کہ انسانی بھائی چارے کے اس کے دائرے میں کل مانو جاتی، کل انسان شامل ہیں، اور ہر آدمی کو ہمیشہ سب کی یعنی کل انسانی قوم کی بھائی، بہتری اور بہبودی کا مقصد اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ قرآن کا کہنا ہے کہ سارا مانوسماج ایک تقیم ہے۔ قرآن کی کئی آیاتوں میں نبیوں اور پیغمبروں کو بھی 'بھائی' کے شہد سے پکارا گیا ہے۔ مستند صاحب ہر سے کی نماز کے بعد عام طور پر یہ کہا کرتے تھے—'میں گواہی دیتا ہوں کہ دنیا کے سب آدمی ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہیں۔' یہ شہد اتنی گہرائی اور بھاؤ کے ساتھ ان کے گلے سے نکلتے تھے کہ ان کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگتے تھے۔

اس سے ادھک اس وقت اور زبردست شہدوں میں مانو ایکٹا اور مانو جاتی کے ایک تقیم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعظیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے راجوں اور مائے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ ہندوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

اس سے ادھک اس وقت اور زبردست شہدوں میں مانو ایکٹا اور مانو جاتی کے ایک تقیم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعظیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے راجوں اور مائے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ ہندوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

اس سے ادھک اس وقت اور زبردست شہدوں میں مانو ایکٹا اور مانو جاتی کے ایک تقیم ہونے کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن کی یہ تعظیم اور اسلام کے پیغمبر کی یہ مثال ان سارے راجوں اور مائے قانونوں کو، اور ان سب قومی، ملکی، نسلی اور مذہبی گروہ ہندوں کو ایکدم غلط اور ناجائز

کر دیتی ہے جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی سے الگ کرتی ہیں، اور مائیں سماج کے جبین میں پیدا اور جھڑے پیدا کرتی ہیں۔ آجکل کے زمانے کی سب دلدلیاں، چاہے وہ کسی بھی رنگ و روپ میں ہوں، قرآن اور اسلام کی نگاہ میں جھڑی ہیں۔

آجکل سب الگ الگ مذہبوں کے لوگوں نے اپنے اپنے کو الگ الگ لٹا کر پینچروں میں بند کر رکھا ہے۔ یہ بات اسلام کی تالیف کے بیکھل خلیاک ہے۔ پر خود اسلام کے ماننے والوں نے بھی اپنے آپکو اسی طرح کے ایک لٹا کر پینچرے میں بند کر رکھا ہے۔ اس پینچرے کو وہ 'اخوت اسلامی' یعنی 'اسلامی بھائی چارہ' کہتے ہیں۔ اس اسلامی بھائی چارے کے اندر بھی انہوں نے پھر اس طرح کی رواجی اور سماجی دلدلیاں پیدا کر لی ہیں جن کو مثلاً قرآن اور پیغمبر اسلام کا خاص مشن دیا۔ مہر و نمر پرارتھنا ہے کہ بھارت کے مسلمان اپنے یہاں اور شاندار مذہب کے اس پہلو کی طرف دھیان دیں اور قرآن اور رسول کی تعلیم کو سامنے رکھ کر ان سب بھیدوں اور دلدلیوں کو جو بھائی بھائی میں فرق کرتی ہیں اور ایک دوسرے سے کھینچاٹانی پیدا کرتی ہیں، قرآن کی آگیاں کے خلاف سمجھ کر ایکدم مٹا دیے کی کوشش کریں۔

ہمارے آج کے دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر برتاو کرنا چاہیے اُسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (ویاھیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اُس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلینے سے، دوسرے حق داروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سولے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اُس کی چٹائی، اُس کی ہڈیاں اور اُس کی پیٹھ اُسی سولے اور چاندی کو گرم کر کے اُس سے داغی جائیں گی، اور اُس سے کہا جائیگا کہ اپنی اُس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھراگی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پڑوسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہمارے آج کے دن کے جبین میں ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ جس اصول پر برتاو کرنا چاہیے اُسے قرآن 'عدل' یعنی انصاف کا اصول بتاتا ہے۔ اس اصول سے ہرگز ایک دوسرے کے ساتھ براہری پیدا کرنے والا کوئی دوسرا اصول نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے اس اصول کی کافی تشریح (ویاھیا) بھی کی ہے۔ سب سے پہلے اُس نے کسی بھی آدمی کے لئے کسی بھی غیر ضروری چیز کو اپنے ہضم میں رکھنا غلط اور ناجائز قرار دیا ہے۔ قرآن کی پہلی دلیل یہ ہے کہ اس طرح کی سرمایہ داری کی وجہ سے، یعنی کچھ لوگوں کے اپنے پاس اوشہمتا سے ادھک مال اور دھن جمع کرلینے سے، دوسرے حق داروں اور ضرورتمندوں کا حق مارا جاتا ہے۔

قرآن نے غور ضروری سولے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اُس کی چٹائی، اُس کی ہڈیاں اور اُس کی پیٹھ اُسی سولے اور چاندی کو گرم کر کے اُس سے داغی جائیں گی، اور اُس سے کہا جائیگا کہ اپنی اُس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھراگی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پڑوسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

قرآن نے غور ضروری سولے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اُس کی چٹائی، اُس کی ہڈیاں اور اُس کی پیٹھ اُسی سولے اور چاندی کو گرم کر کے اُس سے داغی جائیں گی، اور اُس سے کہا جائیگا کہ اپنی اُس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھراگی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پڑوسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

قرآن نے غور ضروری سولے اور چاندی کو اپنے پاس رکھنا گناہ بتایا ہے، اور کہا ہے کہ جو کوئی غیر ضروری سونا اور چاندی اپنے پاس رکھتا، کرموں کا پھل ملنے کے دن اُس کی چٹائی، اُس کی ہڈیاں اور اُس کی پیٹھ اُسی سولے اور چاندی کو گرم کر کے اُس سے داغی جائیں گی، اور اُس سے کہا جائیگا کہ اپنی اُس سرمایہ داری کا مزہ چکھو۔ قرآن نے یہ سب اس لئے نہیں کہا کہ وہ لوگوں سے دنیا چھوڑنے یا سادھو بھراگی بنکر دنیا کے سکھوں سے الگ رہنے کے لئے کہتا ہے۔ قرآن کی اس تعلیم کی بنیاد اپنے پڑوسوں اور دوسرے انسانوں کے حقوق اور ان کی ضرورتوں کو پورا کرنے پر

ہے۔ سب خُدا کے بندے ہیں۔ سب برابر ہیں۔ سب آدمی ہیں۔ سب کی ضرورتیں ایک برابر پوری ہونی چاہیے۔ اس لیے جو کوئی اپنی ضرورت سے بڑا یا کم کرے یا کسی اور کو اس کی ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا ہے یا جمع رکھتا ہے وہ دوسروں کو اُن کے چیز حق بنی علیٰ مائو ادمکاروں سے محروم (و نحر) کر دیتا ہے۔ وہ خُدا کی اُن نعمتوں پر ظالمانہ قبضہ کرتا ہے جو سب کے لئے ایک ہی ہیں۔ ایسا کرنا صاف ظلم ہے اور عدل اور انصاف کے خلاف ہے۔

ان اصولوں کی بنیاد کھول دوسری دنیا کی بھائی پر ہی نہیں ہے، بلکہ اس دنیا اور اُس زندگی کے سچے فائدے پر ہی ہے۔ ان اصولوں کا سہ بنیاد انسانی برابری، بھائی چارہ اور سچے جمہوریت یعنی لوگ شافی سے ہے۔ اُس کے پیچھے جو آدمی کی روحانی بھائی کا خیال ہے وہ ایک الگ چیز ہے۔ ظاہر ہے کہ یونجی وان، سرمایہ داری یا کمیونزم کا اُس سے ادھک بڑا وروند نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے سود کمانا، چوا کھیلنا اور سرمایہ جمع کرنا، اُن سب کو حرام بتا کر ہر طرح کی سرمایہ داری کا مائو سماج کے جیون سے ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا۔ اُس نے سرمایہ داری کے فایم ہونے کی سمجھاؤنا کو ہی مٹا دیا۔ اگر آج مائو سماج نے قرآن کے اُن سنہرے اصولوں پر عمل کیا ہوتا تو ہر طرح کی سرمایہ داری دنیا سے مٹ چکی ہوتی اور وہ شہنشاہیت (سامراجیہ واد) جو ڈیموکریسی یعنی جمہوریت کا جھوٹا جامہ پہن کر دنیا پر راج کر رہی ہے یا راج کرنے کی کوشش کر رہی ہے پیدا ہی نہ ہو پاتی۔ ہر دھرم نے بھی تعلیم دی ہے، لیکن اسلام نے اُسی سہ اُن اصولوں کے اوپر ایک بہت بڑا راج فایم کر کے بھی دکھا دیا تھا۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھول خاص لوگوں، مومنوں، عابدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نیم اور قانون ہیں۔ یہ اصول جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ اُن کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو اُن اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویل میں یعنی جھوٹی ویاکھیائوں پر قائم ہے۔ مثال طور یہ قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ ”ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔“ اِس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھی) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ قرآن نے یہ سب اصول کھول خاص لوگوں، مومنوں، عابدوں یا خدا کے خاص بندوں کے لئے ہی نہیں رکھے، اُن کے لئے الگ درجہ بدرجہ خاص نیم اور قانون ہیں۔ یہ اصول جنکی ہم نے چرچا کی ہے، سب آدمیوں کے لئے ہیں۔ اُن کے خلاف چلنا خدا کے حکم کو توڑنا ہے۔

آج جو ہم بہت سے نام کے مسلمانوں کو اُن اصولوں کے خلاف چلتے دیکھتے ہیں، اُس کا کارن یہ ہے کہ اُن کا جیون قرآن کے اصولوں پر قائم نہیں ہے، بلکہ اُن اصولوں کی غلط تاویل میں یعنی جھوٹی ویاکھیائوں پر قائم ہے۔ مثال طور یہ قرآن میں خدا نے اپنے بندوں کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ دنیا کی اچھی اچھی چیزوں اور حلال نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔ قرآن میں لکھا ہے کہ ”ہم نے تم پر یہ چیزیں حرام نہیں کی ہیں۔“ اِس آیت کی غلط تاویل (جھوٹی ویاکھی) کر کے لوگوں نے اپنے لئے ساری دنیا پرستی اور عیش عشرت

کو جایز کر لیا ہے۔ لوگ یہ نہیں دیکھتے کہ کسی خاص چیز کا جایز ہونا یا اس کے استعمال کی اجازت ہونا ان اصولوں کو رد نہیں کر دیتا جو اس استعمال کے لئے قرآن نے قائم کئے ہیں۔ ان اصولوں کو ہم اذہر بیان کر چکے ہیں، جو بات عدل اور انصاف کے خلاف ہے، جو مانو ایسا ہی انسانی بھائی چارے کے خلاف ہے اور اس بارے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں سے انکار ہے، وہ بالکل غلط اور پرہیزگار ہے۔

میں خواہش کرتا ہوں کہ وہ دوسرے انسانوں کی طرف اپنے فرائض کو پورا کرنے میں قرآن کی کھلی ہدایتوں پر چلیں اور ناسمجہ یا خود فرض لوگوں کی قابیلیوں کے چکر میں نہ پڑیں۔ ان کے ایسا کرنے سے دیہی اور مانو سماج کا بھلا تو ہوگا ہی خود مسلمانوں کا بھی اس دنیا اور دوسری دنیا دونوں میں بھلا ہوگا اور مسلمانوں میں خودداری اور اپنے اذہر بھروسہ اور اپنے سب پڑوسیوں کے ساتھ پریم اور محبت پیدا ہوگی اور دنیا میں سچا انسانی بھائی چارا یعنی اخوت انسانی اور سچی ڈیموکریسی یعنی جمہوریت قائم کرنے کا سہرا انہیں کے سر بندھے گا۔

اسلام کے آرٹھک یعنی مالی اصول

اسلام کے آرٹھک یعنی مالی اصول

آدمی میں دوسرے جانداروں سے زیادہ جو سمجھ اور نیکی اور ہدی کی تمیز اور ایک روحانی پھاس ہے اس کی بنا پر قرآن میں آدمی کو 'اشرف المخلوقات' یعنی اور 'سب پرانیوں سے بڑھ کر کہا ہے' اور اسے یہ اجازت دی ہے کہ وہ خدا کی دی ہوئی سب نعمتوں سے اپنی ضرورت کے انحصار خیز فائدہ اٹھائے اور دوسروں کو فائدہ پہنچائے۔ آرٹھک زندگی میں بھی قرآن نے آدمی کے سامنے وہی عدل اور انصاف کا اصول رکھا ہے جو سماجی زندگی میں۔ اس کے بعد قرآن نے انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے زمین پر اپنا خلیفہ یعنی نائب قرار کیا ہے اور اس کا یہ فرض بتایا ہے کہ وہ خدا کی سب نعمتوں کو سب جانداروں میں ان کی ضرورت کے مطابق ٹھیک ٹھیک تقسیم کرے۔ یہی اس کے خلیفہ ہونے کا مطلب ہے۔

مطلب یہ ہے کہ خدا ساری سرشتی کا بنانے والا ہی نہیں بلکہ اس کا مالک بھی ہے اور اس مالک کی حیثیت سے اس نے آدمی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے رہے۔ آدمی کو خدا کا خلیفہ بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن میں سب آدمیوں اور سب جانداروں کے حق اور ان کے فرض طے کر دئے گئے ہیں۔ اگر آدمی خدا کے بتائے ہوئے ان اصولوں اور سب کے ادھیکاروں کے خلاف

مطلب یہ ہے کہ خدا ساری سرشتی کا بنانے والا ہی نہیں بلکہ اس کا مالک بھی ہے اور اس مالک کی حیثیت سے اس نے آدمی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے رہے۔ آدمی کو خدا کا خلیفہ بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن میں سب آدمیوں اور سب جانداروں کے حق اور ان کے فرض طے کر دئے گئے ہیں۔ اگر آدمی خدا کے بتائے ہوئے ان اصولوں اور سب کے ادھیکاروں کے خلاف

مطلب یہ ہے کہ خدا ساری سرشتی کا بنانے والا ہی نہیں بلکہ اس کا مالک بھی ہے اور اس مالک کی حیثیت سے اس نے آدمی کو اپنا خلیفہ بنایا ہے۔ خلیفہ ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی جو چاہے کرے اور جس طرح چاہے رہے۔ آدمی کو خدا کا خلیفہ بنانے کے ساتھ ساتھ قرآن میں سب آدمیوں اور سب جانداروں کے حق اور ان کے فرض طے کر دئے گئے ہیں۔ اگر آدمی خدا کے بتائے ہوئے ان اصولوں اور سب کے ادھیکاروں کے خلاف

जाता है तो वह इस दुनिया में और दूसरी दुनिया में खुदा के सामने जवाबदेह होगा. आदमी के खुदा का खलीफा होने का यह विचार केवल इस्लाम ही में नहीं सब धर्मों में किसी न किसी रूप में मौजूद है, और हर मजहब में उसके लिए उमूल और क़ायदे बने हुए हैं. हर आदमी बिना अपना मजहब बदले इन बुनियादी और क़दरती उमूलों पर चल सकता है.

अगर हम केवल इस बात को अच्छी तरह समझ लें कि खुदा एक है और वही सबका बनाने वाला और सब का मालिक है तो इसी एक उसूल के आधार पर सब तरह की फिरक़ेवारियत, साम्प्रदायिकता और धार्मिक दलबन्धियों का क़ात्मा हो जाना चाहिये. हर आदमी इस ज़मीन के ऊपर खुदा का ख़लीफ़ा यानी नायब है, इस उसूल को सामने रखकर हम केवल मुसलिम, हिन्दू, ईसाई ही नहीं, सारी इन्सानि बिरादरी को एक भाईचारे में बाँध सकते हैं. जो आदमी खुदा के भेजे हुए अदल और इन्साफ़ के क़ानून के अनुसार ज़िन्दगी बसर करता है और सबके साथ मिलकर सबकी ज़रूरतों को देखते हुए दुनिया की चीज़ों का इस्तेमाल करता है वही सचमुच खुदा का ख़लीफ़ा कहलाने का हक़दार है, चाहे वो मुसलिम हो, हिन्दू हो या ईसाई हो, और जो कोई इसका ख़िलाफ़ अमल करता है वह खुदा का वारी है.

जब सब आदमी भाई भाई हैं तां लाजिमी तौर पर दुनिया की सब नियामतों में सबका बराबर का हिस्सा है। इसलिए क्रूरानी जिन्दगी में गरीब और अमीर का कोई सवाल ही पैदा नहीं होता। जो आर्थिक असमता आज दुनिया में फैली हुई है, पच्छिम के कुछ लोग और उनके कुछ हिमायती उसकी जिम्मेवारी खुदा के ख्याल और मजहब के प्रचार पर डालते हैं। यह बहुत बड़ा भूठ, अन्याय और बांहतान है। जो ऊँच नीच और गरीब अमीर का फरक इस समय दुनिया में है उसका कारण धर्मों के उसूल नहीं हैं। कारण यह है कि उन धर्मों के मानने वालों ने अपने अपने धर्मों के सच्चे उसूलों से अलग हटकर अपनी समाजी और आर्थिक जिन्दगी में स्वार्थ, खुदगारजी और दुनिया परस्ती के गलत उसूलों पर चलना शुरू कर दिया। वे दुनिया-परस्ती के जाल में फँस गए और इसी को असली मजहब समझ बैठे। असली मजहब सब आदमियों को भाई भाई समझना और उनमें इन्साफ और बराबरी का बर्ताव करना है। इससे समाजी और आर्थिक खुशहाली पैदा हुए बगैर नहीं रह सकती थी। लेकिन अलग अलग धर्मों के मानने वाले दीन धर्म के इस असली पहलू का न समझ सके। इसीलिए पच्छिमी सुधारकों ने जैसे सोशलिस्ट, डेमोक्रेट्स और कम्यूनिस्ट सबने, धर्म मजहब का विरोध करना शुरू कर दिया। सच यह है कि जो ऊँचे समाजी उसूल और आर्थिक सुधार

جاننا ہے تو وہ اس دنیا میں اور دوسری دنیا میں
خدا کے سامنے جوابدہ ہوگا۔ آدمی کے خدا کا خلیفہ
ہونے کا یہ رچا کر کیوں اسلام ہی میں نہیں سب
دھرموں میں کسی نہ کسی روپ میں موجود ہے، اور ہر
مذہب میں اُس کے لئے اصول اور قاعدے بنے ہوئے ہیں۔ ہر
آدمی بنا اپنا مذہب بداءِ اِن بنیادی اور قدرتی اصولوں پر
چل سکتا ہے۔

اگر ہم کوہلِ اِس بات کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ خدا ایک ہے اور وہی سب کا بنانے والا اور سب کا مالک ہے تو اِسی ایک اصول کے اَدھار پر سب طرح کی فرقہ واریت، سامہن دایکٹا اور دھارمک دابندہوں کا خاتمہ ہو جانا چاہئے۔ ہر آدمی اِس زمین کے اُوپر خدا کا خلیفہ یعنی نایب ہے، اِس اصول کو سامنے رکھ کر ہم کوہلِ مسلم، ہندو، عیسائی ہی نہیں، ساری انسانی برادری کو ایک بھائی چارے میں ہاتھ دے سکتے ہیں۔ جو آدمی خدا کے بھرجے ہوئے عدل اور انصاف کے قانون کے انوسار زندگی بسر کرنا ہے اور سب کے ساتھ ملکر سب کی ضرورتیں کو دیکھتے ہوئے دنیا کی چیزوں کا استعمال کرتا ہے وہی سچے سچے خدا کا خلیفہ کہلانے کا حقدار ہے، چاہے وہ مسلم ہو، ہندو ہو یا عیسائی ہو، اور جو کوئی اِس کے خلاف عمل کرنا ہے وہ خدا کا باغی ہے۔

جب سب آدمی بھائی بھائی نہیں تو قریبی طور پر دنیا کی سب نعمتوں میں سب کا برابر کا حصہ ہے۔ اس لئے فراموشی زندگی میں غریب اور امیر کا کوئی حوالہ ہی پیدا نہیں ہوتا۔ جو آرتھک اسمتا آج دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، پچھم کے کچھ لوگ اور اُن کے کچھ حمایتی اس ہی ساری زمرواری خدا کے خیال اور مذہب کے پرچار پر دالٹے ہیں۔ یہ بہت بڑا جھوٹ، انیانہ اور بہتان ہے۔ جو اونچ نیچ اور غریب امیر کا فرق اس سہ دنیا میں ہے اس کا کارن دھرموں کے اصول نہیں ہیں۔ کارن یہ ہے کہ اُن دھرموں کے ماننے والوں نے اپنے اپنے دھرموں کے سچے اصولوں سے الگ ہٹ کر اپنی سماجی اور آرتھک زندگی میں سوارانہ، خود غرضی اور دنیا پرستی کے غلط اصولوں پر چلنا شروع کر دیا۔ وہ دنیا پرستی کے جال میں پھنس گئے اور اسی کو اصلی مذہب سمجھ بیٹھے۔ اصلی مذہب سب آدمیوں کو بھائی بھائی سمجھنا اور اُن میں اصف اور ہراہری کا ہرناؤ کرنا ہے۔ اس سے سماجی اور آرتھک خوشحالی پیدا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن الگ الگ دھرموں کے ماننے والے دین دھرم کے اس اصلی پہلو کو نہ سمجھ سکے۔ اس لئے پچھم کے سدھاروں نے جیسے سوشلسٹ، دیہوکریٹس اور کمیونسٹ، سب نے دھرم مذہب کا ورودھ کرنا شروع کر دیا۔ سچ یہ ہے کہ جو اونچے سماجی اصول اور آرتھک سدھار

ان سب سدھار آندولنوں کے سامنے ہیں ان میں اور مذہب کی سچی تعلیم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب تحریکیں اسی مذہبی تعلیم کا دھندلا سے عکس ہیں۔ دنیا کے دھرموں کے ماننے والے اگر آج بھی اپنے اپنے دھرموں کے اصلی اصولوں پر عمل کرتے لگیں تو آج بھی ان پچھلی آندولنوں کا جو غلط اور ناستکتا کا پہاڑ ہے اُسے مٹایا جا سکتا ہے۔

فصل اور بے جا خاں کرنے والوں کو کوران 'اخوان الشیاطین' یعنی شیطانوں کے بھائی بند کہتا ہے۔ یعنی قرآن شہنشاہیت کی شان و شوکت کو ہی نہیں، چوٹی سے چوٹی نفل خرچی کو بھی گناہ بتاتا ہے۔ اس کے ورورہ سب پچھلی سدھار آندولنوں کی بنیاد پر پردہ شہنشاہیت پر قائم ہے۔ یہ سب تحریکیں، ساری شکتی اور سارے دھن دولت کو چوٹ چوٹ گردھوں، خاندانوں یا تھورے سے آدمیوں میں لاکر جمع کر دیتی ہیں۔ ان سے سماج کے اوپر والے لوگوں کے خرچ پر حد بڑھ جاتے ہیں اور سارا دھن دولت تھورے سے ہاتھوں میں جمع ہو جاتا ہے۔ ان بڑے بڑے سنگتوں کا جادو جنہوں نے ان پچھلی آندولنوں کو اپنے دایرے میں رکھا ہے، سچے مذہب کے اصولوں کے بغیر اور بلا ان کی مدد کے ٹوٹ نہیں سکتا اور نہ سچی انسانی برادری قائم ہو سکتی ہے۔

قرآن ہر ایسے پیشے کو برا کہتا ہے اور لوگوں کو اُس سے ہٹاتا ہے جس میں بلا محنت کٹھ دھن کمایا جاسکے۔ قرآن کی بنیادی تعلیم یہ ہے کہ ہر آدمی کو خود اپنے پیروں پر کھڑا ہونا چاہئے اور جہاں تک ممکن ہو دوسروں پر اپنا کوئی بوجہ نہیں ڈالنا چاہئے، تاکہ دوسروں کی محنت سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھ سکے اور انسانی سماج کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے۔ ہم یہاں اس وچار کے دستار میں جانا نہیں چاہتے۔ کیوں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اگر ہم عدل اور انصاف کو آہ دن کے جہن میں اپنے سامنے رکھیں اور اس پر عمل کریں تو ہم قرآن کی آگیاؤں پر آسانی سے عمل کر سکتے ہیں۔

خاصکر مسلمانوں کا دھیان ہم قرآن کی اُس خاص آگیاؤں کی طرف دلانا چاہتے ہیں جس میں آدمی کو "کسب طیب" کی تعلیم دی گئی ہے۔ اس کے لفظی معنی پاک روزگار ہیں۔ قرآن میں یہ فقرہ بھی برابر آتا ہے کہ—"خدا کے نفل کی تلاش کرو۔" خدا کے نفل سے یہی کسب طیب یعنی کسب حلال مراد ہے۔ ہر دھرم کی کتاب میں اور ہر دھرمی تیرتھنکر یا پیغمبر کی تعلیم میں کسب طیب کی مہانتا بیان کی گئی ہے۔ مہانتا بدھ نے اسے اپنے آٹھ راستوں میں "سمیک آچیوگا" یعنی نیک روزی کا نام دیا ہے۔

ان سب سدھار آندولنوں کے سامنے ہیں ان میں اور مذہب کی سچی تعلیم میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں ہے۔ بلکہ یہ سب تحریکیں اسی مذہبی تعلیم کا دھندلا سے عکس ہیں۔ دنیا کے دھرموں کے ماننے والے اگر آج بھی اپنے اپنے دھرموں کے اصلی اصولوں پر عمل کرتے لگیں تو آج بھی ان پچھلی آندولنوں کا جو غلط اور ناستکتا کا پہاڑ ہے اُسے مٹایا جا سکتا ہے۔

’اسلام کے بنیادی اصول‘
 اسلئے کہ یہ ہے کہ دنیا کے سب پیشوں میں وہ پیشہ ہی
 اچھے اور اچھے ہیں جن میں آدمی خود اپنے ہاتھ
 کی محنت سے روزی کما رہا ہے۔ اسلام کے پیغمبر
 محمد صاحب نے اُن کے چاروں پہلے خلیفوں نے اور
 محمد صاحب کے ساتھیوں نے سب نے اپنی زندگی میں اس
 اصول کو بہت بڑی جگہ دی اور اس پر پوری طرح عمل
 کیا۔ محمد صاحب نے اس اصول پر اتنا زور دیا کہ اُن کی
 ایک حدیث ہے کہ—”اپنے ہاتھ کی محنت سے روزی کما لے والا
 ہی اللہ کا پیارا ہو سکتا ہے۔“

میں فیر خاصکر مسلمانوں کا خیال ان کے ماحول
 کے اس زبردست پہلو کی طرف دینا چاہتا ہوں۔ ہمیں یہ بھی یاد
 رکھنا چاہئے کہ دنیا کے دوسروں اور خاصکر اسلام کی کسب طلب
 کی تعلیم اور کروڑوں مسلمانوں کے اس پر عمل کرنے کے ہی آج اس اصول
 کو دنیا کے آرتھک جیوں کا سب سے پیارا سب سے مانا ہوا اور سب سے
 بڑا اصول بنا رہا ہے۔ دوسروں کی اس تعلیم کا ہی نتیجہ ہے کہ آج
 ہر دہش کی سرکار بڑے زوروں کے ساتھ اس اصول کو اپنے دیش
 کے جیوں میں چلا لے کر رہی ہے۔ روس اور چین کی
 سرکاروں نے تو اس اصول کو اپنے ودھان (دستور) میں سرکاری
 جگہ دی ہے یعنی یہی وہ دہوری ہے جس کے چاروں طرف
 اُن دیشوں کا سارا آرتھک جیوں گھومتا ہے۔ اس لئے مسلمانوں
 کا یہ پاک فرض ہے کہ وہ کسی قوم یا ملک کو اس میدان
 میں اپنے سے آگے نہ نکال جائے دیں۔ انہیں جلدی سے جلدی
 ایسا پروگرام بنانا چاہئے کہ جس سے ہر مسلمان اور ہر آدمی
 کو کسب طلب کے اصول کو سامنے رکھ کر اپنی روزی کمانے کا
 موقع ملے۔ اگر قبول یہی بات پورے دل سے کر دی جائے تو
 اس دہش کا سارا آرتھک جیوں نہ سہ سے تعمیر ہو سکتا ہے
 اور یہ ملک عیروں کی آرتھک لوٹ سے بچ کر بے حد پل پل
 سکتا ہے۔

اسلام کے راجکاری اصول

اسلام کے راجکاری اصول

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجکاری تعلیم
 کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر سہ اپنے سامنے یہ
 وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے
 ملے جلے شعبہ کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ
 اُس کا دیوار اور اُس کے ہاؤس کے ساتھ اُسی کی آپسی یونیم اور
 سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو
 اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا
 بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی
 ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھنے لگتے
 ہیں کہ وہ ساری دہندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

یہی بنیادی اصول قرآن کی راجکاری تعلیم
 کا ہے۔ قرآن کی تعلیم ہے کہ ہر آدمی کو ہر سہ اپنے سامنے یہ
 وچار رکھنا چاہئے کہ وہ ایک مشترکہ خاندان یعنی ایک بڑے
 ملے جلے شعبہ کا ایک ممبر ہے۔ دنیا کے سب آدمیوں کے ساتھ
 اُس کا دیوار اور اُس کے ہاؤس کے ساتھ اُسی کی آپسی یونیم اور
 سہوگ کا نمونہ ہونے چاہئے۔ یہی ایک بار ہم اس وچار کو
 اپنے دل میں جگہ دیدیں تو قرآن کی ساری تعلیم پر عمل کرنا
 بہت آسان ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیتوں کے پورے پورے معنی
 ہمارے دل میں جم جاتے ہیں۔ تب ہم یہ صاف دیکھنے لگتے
 ہیں کہ وہ ساری دہندیاں اور گروہ بندیوں جو آج مانو سماج کو

बड़े से बड़े नुक़सान पहुंचा रही हैं और दुनिया में तरह तरह के आर्थिक और राजकाजी तूफ़ान पैदा कर रही हैं केवल इम सच्चाई को भुजा देने का नतीजा हैं. अगर हम सारे मानव समाज को एक कुटुम्ब मान लें और इ सानी भाई चारे के उसूल को मान लें तो फिर नौकर या मालिक, हाकिम या महकूम हर आदमी इस दुनिया में खुद का नायब है और हर आदमी का पैदाइशी हक़ है कि वह खुददारी, खुद-मुक़्तारी और ख़ुद ऐतमादी यानी आत्म सम्मान, स्वाधीनता और स्वावलम्बन की जिदगी बसर करे. इस विचार के एक बार दिल में बैठ जाने के बाद किसी तरह की ऊँच नीच या अमीरी गरीबी को बर्दाश्त करना आदमी के लिए असंभव हो जाता है. उसमें फिर यह नैतिक और आत्मिक बल आ जाता है कि वह अपने सब भाइयों यानी सब इन्सानों के हकों की हिफ़ाज़त करे और जो लोग दूसरों से उनके हक़ छीनते हैं उनके जुल्म का डटकर मुक़ाबला करे. फिर कोई बाहरी या मर्दा शक्ति आदमी की इस आज़ादी और उसकी इस रूहानी शक्ति पर राज़बा नहीं पा सकती.

जहाँ तक मजहब का राजकाज से संबंध है, कुरान ने बहुत साफ़ साफ़ शब्दों में "लाइकराहा फिहीन" का उसूल हमारे सामने रख दिया है. इस आयत के लफ्ज़ी मानी यह है कि दीन धर्म के मामले में किसी के साथ भी किसी तरह की ज़बरदस्ती नहीं होनी चाहिए. यह साफ़ और सुनहरा उसूल हर आदमी को, चाहे वह किसी मजहब का हो, अपने मजहबी फर्ज़ पूरा करने की पूरी आज़ादी देता है, और उसकी इस आज़ादी में किसी तरह की दखलअंदाज़ी को भी जुल्म ठहराता है. कुरान के मुताबिक़ जो कोई आदमी भी, चाहे वह किसी भी मजहब का हो, दूसरों के साथ इस तरह का जुल्म करता है उसके खिलाफ़ जेहाद करना हर आदमी का फर्ज़ है. खुदा का ख़लीफ़ा हाने के नाते हर आदमी अपने भगवान से सीधा संबंध रखने का हक़ रखता है. उसे अधिकार है कि अपने बनाने वाले की पूजा, बन्दगी या स्तुति के लिये जो राह चाहे अख़्तियार करे. उसका इस आज़ादी में दख़ल देना जुल्म और गुनाह है. नैतिक, धार्मिक और आध्यात्मिक स्वतंत्रता की इससे ऊँची कल्पना नहीं की जा सकती.

इसका यह मतलब नहीं कि कुरान सब धर्मों और मज़हबों की हर चीज़ का ठीक मानता है. कुरान 'ईमान' और 'इज़हाद' यानी आस्तिकता और नास्तिकता, नेकी और बदी, भलाई और बुराई में साफ़ क़र्क़ करता है. उसका यह भी दावा है कि खुदा ने हर देश में, और हर क़ौम में पैग़म्बर भेजे हैं और हर ज़माने में और हर मुल्क में पाक क़ितावें भी भेजी हैं कि दुनिया के लोग उनकी मदद से ठीक रास्ते को समझ सकें और उस पर चल सकें.

بڑے سے بڑے نقصان پہونچا رہی ہیں اور دنیا میں طرح طرح کے آرتھک اور راجکاجی طوفان پیدا کر رہی ہیں قبول اس سچائی کو بھلا دینے کا نتیجہ ہیں۔ اگر ہم سارے مانو سماج کو ایک نغمہ مان لیں اور انسانی بھائی چارے کے اصول کو مان لیں تو پھر نوکر یا مالک، حاکم یا محکوم ہر آدمی اس دنیا میں خدا کا نایب ہے اور ہر آدمی کا پودایشی حق ہے کہ وہ خودداری، خود اختاری اور خود اعتمادی یعنی آنم سمان، سوادھینتا اور سواواکمین کی زندگی بسر کرے۔ اس دچار کے ایکبار دل میں بیٹھ جائے کے بعد کسی طرح کی اولیج نیچ یا امہری غریبی کو برداشت کرنا آدمی کے لئے اسمبھو ہو جاتا ہے۔ اس میں پھر یہ نیتک اور آنمک ہل آ جاتا ہے کہ وہ اپنے سب بھائیوں یعنی سب انسانوں کے حقوں کی حفاظت کرے اور جو لوگ دوسروں سے اُن کے حق چھینتے ہیں اُن کے ظلم کا دقت کر مقابلہ کرے۔ پھر کوئی باہری یا مادی شکتی آدمی کی اس آزادی اور اُس کی اس روحانی شکتی پر غلبہ نہیں پا سکتی۔

جہاں تک مذہب کا راجکالج سے سمجھدہ ہے قرآن نے بہت صاف صاف شہدوں میں ”اگر اہل انبیا“ کا اصول ہمارے سامنے رکھ دیا ہے۔ اس آیت کے لفظی معنی یہ ہیں کہ دین دھرم کے معاملے میں کسی کے ساتھ بھی کسی طرح کی زبردستی نہیں ہونی چاہئے۔ یہ صاف اور سہرا اصول ہر آدمی کو چاہئے وہ کسی مذہب کا ہو، اپنے مذہبی فرض پورا کرنے کی پوری آزادی دیتا ہے، اور اُس کی اس آزادی میں کسی طرح کی دخل اندازی کو بھی ظلم ٹھہراتا ہے۔ قرآن کے مطابق جو کوئی آدمی بھی، چاہے وہ کسی بھی مذہب کا ہو، دوسروں کے ساتھ اس طرح کا ظلم کرنا ہے اُس کے خلاف جہاد کرنا ہر آدمی کا فرض ہے۔ خدا کا خلیفہ ہونے کے ناطے ہر آدمی اپنے بھگوان سے سیدھا سبند رکھنا، حق رکھنا ہے۔ اُسے ادھیکار ہے کہ اپنے بھائی والہ کی پوجا، بزدگی یا استرتی کے لئے جو راہ چاہے اختیار کرے۔ اُس کی اس آزادی میں دخل دینا ظلم اور گناہ ہے۔ نیتک، دھرمک اور ادھرمک سونترتا کی اس سے اونچی کلہا نہیں کی جا سکتی۔

اِس کا یہ مطالب نہیں کہ قرآن سب دُعرِ مہوں اور مذہبوں کی ہر چیز کو ٹھیک مانتا ہے۔ قرآن 'ایمان' اور 'الحاد' یعنی اُسکتا اور ناسکتا، نیکی اور بدی، بھلائی اور برائی میں صاف فرق کرتا ہے۔ اُس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ خدا نے ہر دیسی میں اور ہر قوم میں پیغمبر بھیجتے ہیں اور ہر زمانے میں اور ہر ملک میں پاک کتابیں بھی بھیجتی ہیں کہ دنیا کے لوگ اُن کی مدد سے ٹھیک راستہ کو سمجھ سکیں اور اُس پر چل سکیں۔

کُوران کا یہ بھی کہنا ہے کہ خُدا نے ساری دُنیا کے لیے ہمیشہ دینِ اسلام کی ایک ہی سیدھی راہ بتائی ہے اور ہر پیغمبر نے اور ہر دھارمک پستک نے اُسی سیدھی راہ کی تعلیم دی ہے۔ دُنیا کی کسی دوسری پاک کُتب میں اِس بنیادی سچائی کو اُننے صاف صاف اور اُننے بار بار بیان نہیں کیا گیا جتنا قرآن میں۔ قرآن نے آدمی سے یہ بھی کہا ہے کہ سب دھارمک کُتبوں اور سب رسولوں کو مانو اور رسولوں میں کسی طرح کا فرق نہ کرو۔ یہاں تک کہ جو لوگ دُنیا بھر کے سب رسولوں کو نہیں مانتے یا اُن میں کسی طرح کا فرق کرتے ہوں انہوں قرآن ’’کافروں حقہ‘‘ یعنی ’’سچے کافر‘‘ کہا ہے۔ قرآن کا مذہب اِس نگاہ سے سب مذہبوں کو اپنے اندر لُٹے ہوئے اور ایک واپک یعنی عالمگیر مذہب ہے۔

اِسی اصل بنیاد کی وجہ سے قرآن نے ہر ایک کو کامل مذہبی آزادی دی ہے اور مذہب کے معاملہ میں کسی کو کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کی جس آیت ’’لا اِکْرہا فی الدین‘‘ کی ہم نے اوپر چرچا کی ہے اُس کی ویاکھیا کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے :-

’’اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کوونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُبدیش) پیدا کرسکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے نرسکتا ہے، زبردستی کرنے سے نہیں دوسکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس الٰہ کی وحدت یعنی اُس کی اِکمت اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیہوں اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنوسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہوی آزادی دیتا ہے۔

’’اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کوونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُبدیش) پیدا کرسکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے نرسکتا ہے، زبردستی کرنے سے نہیں دوسکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس الٰہ کی وحدت یعنی اُس کی اِکمت اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیہوں اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنوسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہوی آزادی دیتا ہے۔

اِسی اصل بنیاد کی وجہ سے قرآن نے ہر ایک کو کامل مذہبی آزادی دی ہے اور مذہب کے معاملہ میں کسی کو کسی کے ساتھ کسی طرح کی بھی زبردستی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ قرآن کی جس آیت ’’لا اِکْرہا فی الدین‘‘ کی ہم نے اوپر چرچا کی ہے اُس کی ویاکھیا کرتے ہوئے مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے :-

’’اِس اصل اعظام (بڑی بنیادی بات) کا اعلان کہ دین اور عقائد (وشواس) کے معاملہ میں کسی قسم کا جبر و استکراہ (زبردستی) جائز نہیں، کوونکہ دین کی راہ دل کے اعتقاد اور یقین کی راہ ہے اور اعتقاد (وشواس) دعوت و موازت (اُبدیش) پیدا کرسکتے ہیں نہ کہ جبر و تشدد (یعنی وشواس پریم کے ساتھ سمجھانے بجھانے سے نرسکتا ہے، زبردستی کرنے سے نہیں دوسکتا)۔ اِس کے علاوہ مذہبی گروہ بندی یا فرقہ بندی، چاہے وہ کسی بھی روپ میں ہو، سچے مذہب کے بالکل خلاف چیز ہے۔ جب مابری سرشتی کا رچنے والا اور مالک ایک ہے اور اُس نے سارے مانو سماج کے سامنے دھرم یا ہدایت کی ایک ہی سیدھی راہ پیش کی ہے تو مذہب میں الگ الگ گروہ بندیوں کا ہونا اُس الٰہ کی وحدت یعنی اُس کی اِکمت اور اُس کے مالک ہونے سے انکار کرنا ہے۔ دیہوں اور کال کے اُنسار یا اپنی اپنی طبیعت کی اُنوسار پوجا بندی کے طریقوں کا الگ الگ ہونا دوسری بات ہے، اور قرآن اِس میں آدمی کو ہوی آزادی دیتا ہے۔

قرآن نے نیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ بدی کی راہ یعنی گمراہی کو بھی طے کرکے اپنے مطلب کو اور صاف کر دیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی چھوٹے مشرق یعنی ایک

کُوران نے نیکی کی راہ کے ساتھ ساتھ بدی کی راہ یا مبی غمراہی کو بھی طے کرکے اپنے مطلب کو اور صاف کر دیا ہے۔ کُوران کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی چھوٹے، مشرک یا مبی غمراہی کو بھی طے کرکے اپنے مطلب کو اور صاف کر دیا ہے۔ کُوران کہتا ہے کہ ہر مذہب اور ہر دھرم میں باطل پرست یعنی چھوٹے، مشرک یا مبی

ابلاہ کے سوا دوسروں کو پوجنے والے، ملحد یعنی ناسٹک، مفسد یعنی جھگڑالو اور بدکار لوگ بھی ہوتے ہیں جو سرکشی کرتے ہیں اور اپنی غلط چال سے باز نہیں آتے۔ اسی لئے انہیں طرح طرح کی مصیبتیں جہیلنی پڑتی ہیں۔ قرآن مانو سماج کو دو حصوں میں بانٹتا ہے، ایک مومن اور نیک لوگ اور دوسرے منکر اور جھگڑا کرنے والے اور ساری دنیا کے مومنوں یعنی ایمان والوں اور نیک کام کرنے والوں کو جو دین دھرم کی سیدھی راہ پر چلتے ہیں، قرآن یہ اجازت دیتا ہے کہ وہ اپنے اپنے دین پر قائم رہیں اور اس کی روشنی میں مالی، راجکاری اور سماجی دلبندیوں کو چھوڑ کر ایک عالمگیر یعنی واپاک 'اخوت انسانی' یعنی انسانی بھائی چارے کی صورت اختیار کریں۔ محمد صاحب نے قرآن کے اس شاندار آئینہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ایک خاص قدم اٹھایا۔ انہیں نے ایران، مصر اور روم کے بادشاہوں کو خط بھیج کر دعوت دی کہ جب ہم سب ایک خدا کے ماننے والے ہیں اور اس کے بنائے ہوئے بنیادی ٹھیک اصولوں کو ٹھیک مانتے ہیں تو کیوں نہ ہم سب ملکر تمام دنیا کے آدمیوں کو ایک بھائی چارے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اس 'بھائی چارے' کے بنیادی اصول تین اور صرف تین بنائے گئے—ایک یہ کہ خدا ایک ہے، دوسرے یہ کہ ہر آدمی زمین پر خدا کا نائب ہے اور تیسرے یہ کہ ہر آدمی کے دوسرے آدمیوں کی طرف کچھ فرض ہیں جنہیں 'حق العباد' کہا جاتا ہے اور جن کا پورا کرنا سب کے لئے ضروری ہے۔

جاہل ہے کہ انسانی بھائی چارے میں 'عیسائی' مسلمان کسی بھی مذہبی گروہ بندی کی گنجائش نہیں ہے۔ اس طرح کا انسانی بھائی چارہ ان دھارمک نظریوں سے بھی پیدا نہیں ہو سکتا جو آج ہم 'اسلامی'، 'عندوئی' یا 'عیسوی' مذہبی نظریوں کی شکل میں چلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اسی گروہ بندی اور کھینچاؤ کی نتیجہ ہے کہ ہر مذہب کے لوگ اور خاص کر اسلام کے ماننے والے اول تو خود اپنے مذہب والوں پر اور پھر دوسرے مذہب والوں پر دین کے معاملے میں جبر و زبردستی کو جائز ہی نہیں بلکہ لازمی مانتے ہیں۔ اسی کو وہ اصلی دین اور نجات کے لئے ضروری بناتے ہیں۔ ان لوگوں کا یہ غلط اور دردناک برتاؤ ہی دنیا میں ساری کھینچاؤ کی اور مذہبی نفرت اور ایک دوسرے سے لڑائی جھگڑے کی جڑ ہے۔ اس سے آج دنیا کو بڑے بڑے نقصان پہنچ رہے ہیں۔ مذہب کی اصلیت سے غیر جانکاری اور غلط فہمی ہی انسانی بھائی چارے کی تعمیر میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ میں سب دھرم مذہبوں کے منہ والوں سے کہ دینا چاہتا ہوں

کے جب تک ان کی یہ غلطی دور نہیں ہوتی اور وہ اپنے اپنے دھرم کی سچھی تالیف پر نہیں چلتے تب تک ملکوں اور قوموں کے پرزے پرزے ہوتے رہیں گے اور راجکاجی اور نیتک طوفان ہماری سماجی زندگی کی بنیادوں کو ہلاتے رہیں گے اور ہمیں بچھری قوموں کا شکار بناتے رہیں گے۔ ان بنیادی اصولوں کو قائم کرنے کے بعد قرآن نے سچے بھائی چارے، سچی ذمہ داری یعنی جمہوریت اور حکومت الہی یعنی رام راج قائم کرنا ہر آدمی کا پہلا فرض بتایا ہے اور اس کے طریقہ بھی بتائے ہیں۔

حکومت الہی

حکومت الہی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اس میں سماج کے سب سے نیچے کے لوگوں، غریبوں، لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں کے دھم دور کرنے کی سب سے زیادہ کوشش کی جانی ہے۔ خلیفہ عمر کی حکومت اس کی سب سے اچھی مثال ہے۔ ایسی حکومت میں مانو سماج کے وہ سب ریت رواج اور فائدے قانون جن کے کارن سماج کے کچے لوگوں میں غریبی گھر کر جاتی ہے، لاچاری اور دردمندی بڑھتی ہے اور کچے لوگ دوسروں پر ظالم ہو جاتے ہیں، وہ سب منسوب اور رد کر دئے جاتے ہیں۔ ظالم کا اس سے بڑھ کر ثبوت نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کچے لوگ دردمند ہوں اور کچے غریب، نادار اور لاچار۔ کچے ظالم ہوں اور کچے دردمند اور مظلوم۔ یہی وہ اونچ نیچ ہے جو انسانی برابری اور بھائی چارے کو ختم کر دیتی ہے۔ قرآن کے آنسو یہ اللہ کے حکم کی سب سے بڑی نافرمانی ہے۔

قرآن کا غریبوں، لاچاروں اور دردمندوں کی طرف اننا دھیان دینا سارے مانو سماج کو انسانی برابری کے سانچے میں ڈال دیتا ہے۔

قرآن ہی قرآن ہے، چوتھے بلوان اور کمزور، قندوست اور ہمارے اس فرق پر بھی بڑا دھیان دیتا ہے جس کا ہونا ہر ملے جیلے کلمب کے اندر لازمی ہے۔ ماں اور بچے، باپ اور بیٹے، پتی اور پتی میں فرق ہونا ہے، سوکھنے سکھانے کی یوگتا بھی کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ کسی بھی کلمب کے سب آدمی ایک برابر نہیں کما سکتے، نہ سب ایکسی محنت کرسکتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی شکتی اور قابلیت کے آنسو محنت یا کام کریگا، اور ہر ایک پر اس کی ضرورت کے آنسو خرچ کیا جاوے گا۔ انٹر کام نہ کرسکنے والے بیمار یا اباہج یا بچے پر زیادہ اور محنت کرنے والے قندوست آدمی پر کم خرچ ہونا ہے۔ آج

کے جب تک ان کی یہ غلطی دور نہیں ہوتی اور وہ اپنے اپنے دھرم کی سچھی تعلیم پر نہیں چلتے تب تک ملکوں اور قوموں کے پرزے پرزے ہوتے رہیں گے اور راجکاجی اور نیتک طوفان ہماری سماجی زندگی کی بنیادوں کو ہلاتے رہیں گے اور ہمیں بچھری قوموں کا شکار بناتے رہیں گے۔ ان بنیادی اصولوں کو قائم کرنے کے بعد قرآن نے سچے بھائی چارے، سچی ذمہ داری یعنی جمہوریت اور حکومت الہی یعنی رام راج قائم کرنا ہر آدمی کا پہلا فرض بتایا ہے اور اس کے طریقہ بھی بتائے ہیں۔

حکومت الہی

حکومت الہی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اس میں سماج کے سب سے نیچے کے لوگوں، غریبوں، لاچاروں، دردمندوں اور یتیموں کے دھم دور کرنے کی سب سے زیادہ کوشش کی جانی ہے۔ خلیفہ عمر کی حکومت اس کی سب سے اچھی مثال ہے۔ ایسی حکومت میں مانو سماج کے وہ سب ریت رواج اور فائدے قانون جن کے کارن سماج کے کچے لوگوں میں غریبی گھر کر جاتی ہے، لاچاری اور دردمندی بڑھتی ہے اور کچے لوگ دوسروں پر ظالم ہو جاتے ہیں، وہ سب منسوب اور رد کر دئے جاتے ہیں۔ ظالم کا اس سے بڑھ کر ثبوت نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کچے لوگ دردمند ہوں اور کچے غریب، نادار اور لاچار۔ کچے ظالم ہوں اور کچے دردمند اور مظلوم۔ یہی وہ اونچ نیچ ہے جو انسانی برابری اور بھائی چارے کو ختم کر دیتی ہے۔ قرآن کے آنسو یہ اللہ کے حکم کی سب سے بڑی نافرمانی ہے۔

قرآن کا غریبوں، لاچاروں اور دردمندوں کی طرف اننا دھیان دینا سارے مانو سماج کو انسانی برابری کے سانچے میں ڈال دیتا ہے۔

ساتھ ہی قرآن ہے، چوتھے بلوان اور کمزور، قندوست اور ہمارے اس فرق پر بھی بڑا دھیان دیتا ہے جس کا ہونا ہر ملے جیلے کلمب کے اندر لازمی ہے۔ ماں اور بچے، باپ اور بیٹے، پتی اور پتی میں فرق ہونا ہے، سوکھنے سکھانے کی یوگتا بھی کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ کسی بھی کلمب کے سب آدمی ایک برابر نہیں کما سکتے، نہ سب ایکسی محنت کرسکتے ہوں۔ ظاہر ہے کہ ہر ایک اپنی شکتی اور قابلیت کے آنسو محنت یا کام کریگا، اور ہر ایک پر اس کی ضرورت کے آنسو خرچ کیا جاوے گا۔ انٹر کام نہ کرسکنے والے بیمار یا اباہج یا بچے پر زیادہ اور محنت کرنے والے قندوست آدمی پر کم خرچ ہونا ہے۔ آج

دنیا بھر میں کمیونزم نے اسی کو اپنا آرہک اصول اور اپنا سب سے بڑا نمبر بنا رکھا ہے۔

کمیونسٹ بیچاروں نے ابھی تک یہ نہیں سوچا کہ جب تک عام لوگوں کو دو باتوں پر وٹھاس نہ ہوگا، ایک یہ کہ خدا ہے اور ایک اور کیوں ایک ہے اور دوسرے یہ کہ سب آدمی بھائی بھائی ہیں، تب تک دنیا کے عام لوگ اوپر کے اصول کو سونڈھ کر نہیں کر سکتے۔ جب تک لوگوں کو اس جہنم کے بعد کے ایک استھانی یا امر جہنم میں وٹھاس نہ ہوگا تب تک عام لوگوں سے انصاف، قیام اور نسواریت کی آشا کرنا بھی غلط ہے۔ جہنم کے سکھوں کو عام آدمی تب ہی دوسروں کے لئے نیاک سکتا ہے جب اسے بعد کے کسی جہنم میں بدلہ کی آشا ہو۔

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو فحشی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چلا سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمہ کے اندر ہنسنا اور زبردستی سے کام لینا مائوتا کو ٹھیس پہونچاتا ہے اور اسے مائوتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاری جہنم کے انہ بھی ہنسنا اور زبردستی کہ چکے بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہمارے آئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جہنمی ہنسنا اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسواری پیدا کرتے ہیں جو ہنسنا اور قہر پیدا نہیں کر سکتے۔

پونٹو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤنا کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دوش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

دنیا کی حکومتوں کے سامنے آج سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے کہ ہر آدمی دوسرے آدمیوں کو فحشی اور سداچار کے اصولوں پر کیسے چلا سکتا ہے اور یہ کیسے کر سکتا کہ ہر آدمی سب کی بھائی کے راستے پر ہی چلے۔ یہ کام کسی طرح کی زور زبردستی سے نہیں ہو سکتا۔ قرآن کا کہنا ہے کہ ایک کلمہ کے اندر ہنسنا اور زبردستی سے کام لینا مائوتا کو ٹھیس پہونچاتا ہے اور اسے مائوتا ہے۔ اسی لئے قرآن نے آدمی کے راجکاری جہنم کے انہ بھی ہنسنا اور زبردستی کہ چکے بھائی چارے، پرسور سہیوگ اور پریم ہی کی تعلیم دی ہے۔ قرآن کا دعویٰ ہے کہ ہمارے آئے دن کے جہنم میں بھائی بھائی کا سبندہ اور سہیوگ آدمی میں سچے بھائی چارے اور سچی جمہوریت (لوک شاهی) کی بنیاد ڈالتا ہے، اور یہ لوک شاهی ایسی گہری اور مضبوط ہوتی ہے کہ جہنمی ہنسنا اور زبردستی سے دنیا پر لادی ہوئی کوئی لوک شاهی نہیں ہو سکتی۔ قرآن کا کہنا ہے کہ پرسور پریم اور سہیوگ آدمی میں وہ بھائی اور وہ نسواری پیدا کرتے ہیں جو ہنسنا اور قہر پیدا نہیں کر سکتے۔

پونٹو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤنا کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دوش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

پونٹو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤنا کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دوش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

پونٹو آدمی کے اندر پریم اور پرسور سہیوگ کی اس بھاؤنا کا پیدا ہونا بھی اپنا آسان نہیں ہے۔ اس کے لئے قرآن نے ”جہاد“ اور ”جہاد“ کا طریقہ بتایا ہے۔ ”جہاد اکبر“ کا ارنہ ہے سب سے بڑا جہاد۔ اس کا مطلب ہے خود اپنی آما یعنی اپنے نفس پر وجہ پر اپت کرنا، اپنے اندر کو جیتنا۔ اس کے لئے سب سے پہلی ضرورت ہے دل کی صفائی۔ کیونکہ جب تک ہر آدمی اپنے دل کو اپنے بھائی کی طرف سے کردہ (غصہ)، نفرت، ایرشیا، دوش، اوشواس، حسد وغیرہ سے پاک صاف نہ کر لیا، تب تک وہ اسے اپنے برابر کا انہو نہیں کر سکتا اور اس سے دوسرے کو نقصان اور تکلیف پہونچتی ہی رہیگی۔ اس لئے آدمی کو انسانی برابری کے

قرآن سے بھی آگے بڑھ کر دوسروں کی ضرورتوں کو اپنی ضرورتوں پر ترجیح دینی ہوگی، اسے دوسروں کے لئے نیاگ اور قربانی کرنی ہوگی۔ تب ہی وہ دعوتی پر خدا کا خلیفہ یعنی نایب بن سکیگا۔ اس لئے قرآن کہتا ہے کہ انصاف کرو، احسان کرو، نیاگ یعنی ایثار کرو۔ قرآن میں برابر آتا ہے کہ ”اللہ انہیں کو پیار کرتا ہے جو دوسروں پر احسان کرتے ہیں۔“

ان اہل بیتوں میں خدا کا خلیفہ بننے کی کوشش کو ہی قرآن نے ’جہاد اکبر‘ یعنی بڑا جہاد کہا ہے۔ اسی کو ’سیدھا راستہ‘ بتایا ہے۔

اس میں سلیب نہیں کہ قرآن نے اُنم رکشا یعنی اپنے بچاؤ کے لئے ہلکا کی یعنی تلوار اُٹھانے کی بھی اجازت دی ہے۔ لیکن اسے ’جہاد اصغر‘ یعنی چھوٹا جہاد کہا ہے۔ لگ بھگ سب دھرموں نے راجکاج میں تلوار کے استعمال کی اجازت دی ہے، لیکن صرف جواہی طور پر، اور وہ بھی اس لئے کہ دیش اور دل کے حالات کے اسوار ابھی ہنسا دو منشور، جیوں سے ہائل باہر نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ساتھ ہی ہر دھرم نے ہنسا دو کیوں اُنم رکشا کے لئے جہاد تہررایا ہے اور ہنسا اور تلوار کے استعمال کے ختم کرنے کے لئے درجہ بدرجہ راستہ اور راہیں بتائی ہیں۔

یہ دوی سے نئی ہدایتوں کے ہوتے ہوئے ہی کسی مذہب کے ماننے والے ہنسا دو کیوں جہاد کی اپنیوں تک یعنی اُنم رکشا تک صدمت نہ رہ سکے۔ ان لوگوں نے چونکہ ’جہاد اکبر‘ کی طرف کوئی دھیان نہیں دیا، اس لئے یہ سب دنیا کی حرص اور لوہ کے چل میں پھنس گئے۔ جہاد اصغر تو ہی سب نے جہاد اکبر سمجھ لیا، اور اپنے بچاؤ کی حد سے بڑھ کر اسے دنیا کی طاقت اور دھن ارام کے سامان حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا۔ اس زبردست بھول نے ادنیٰ کی ساری روحانی یعنی اُدھ تک اور اخلاقی یعنی نیک شخصوں کو مہال ڈالا۔ اسی نے نتیجے کی شکل میں انسانی دنیا سا-راجیہ دان اور پونجی دان یعنی شہنشاہیت اور سر-اینداری نے چل میں پھنس گئی، یہاں تک کہ اُس میں روحانی اور اخلاقی شکستوں نے پیدا ہونے کے سارے دروازے ہی بند ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہم یہ دنیا اور وہ دنیا دونوں کو ہر دیتے۔ دنیا سے ہمارا مان اور اذیل دونوں اٹھ گئے۔ آج پچھم کی ناستکتا اور دھان کا سامراجیہ دان ہم پر حاوی ہے اور اُس کی ساری شکتی ہماری دھی سہی بنیادوں کو کھود ڈالنے میں لگی ہوئی ہے۔ اگر مذہبی دنیا اب بھی نہیں جاگتی اور ان راستوں کو اختیار نہیں کرتی، جو اُس کی پاک کتابوں اور قبیلوں نے بتائے ہیں تو اُسے اپنی اُس غلطی کے نتیجے بھگتنے پڑیں گے، اُس پر نئی نئی مصیبتیں اُتریں گی

اور سرمایہ داری اور ناستیکتا کا طوفان کیوں اُسی کا نہیں سارے مانو سنسار اور مانو جاتی کا خانہ کر دیا ۔

میں مسلمانوں کا دھیان اُن کے مذہب کے اِس سب سے بڑے پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ 'توحید' یعنی اللہ کا ایک ہونا 'اخوت' یعنی انسانی بھائی چارہ اور آدمی کا خدا کا 'خلیفہ' ہونا یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں 'انہیں ایک دوسرے سے انک نہیں کہا جا سکتا۔ اِن میں ویسا ہی سببندہ ہے جیسا روح اور جسم میں یا مانس اور ہڈی میں۔ ایشور کی ایکتا اِن میں کیندریہ اور ہائی دونوں کی روح ہے۔ بدی اِن تینوں اصولوں کو سلسلہ رکھ کر ہم مانو سماج کا سنگتہاں نہ کریں تو پے اُنت آپادھاپی پھل جاتی ہے 'ہماری ساری شکتیاں بکھر جاتی ہوں' اور ہماری 'روحانی' جسمانی اور دوسری طاقتیں الگ الگ کر جانے لگتی ہوں۔ ایشور کی ایکتا سے انکار کرنے کے بعد کوئی ناتا ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ پریم اور سہوگ کی زنجیروں میں جکڑ سکے اور سارے مانو سماج کو ایک بھائی چارے میں لا سکے۔ ہم اِس کے خلاف نلسنیاہے بھڑوں کے طوفان اُٹھا سکتے ہوں' پر یہ ایک سچی اِتہاسی (تاریخی) گھٹنا ہے کہ منشیہ جہوں سے پھرت اور آپادھاپی کو مٹانے اور سب کو ایک ڈور میں بوندھنے میں جتنا زہر دست حصہ ایک خدا ایک ایشور کے وچار نے لیا ہے اتنا آج تک کسی دوسرے وچار نے نہیں لیا۔ آدمی کو حیوانیت سے نکال کر اُسے آدمی بنانے میں بھی جو کام ایک ایشور کے وچار نے کیا ہے وہ کسی دوسرے وچار نے نہیں کیا۔ مانو وکاس میں انسانی بھائی چارے کی سیڑھی کا یہی آخری زینہ ہے۔ ادھک پہچانے نہ جاکر ہم کیوں پچھلے تین چار سو برس کے اِتہاس پر ہی ایک نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ جس جس درجہ تک لامذہبی اور ناستیکتا تہید (لیکچر واد) اور انسانی بھائی چارے کے خیالوں کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے مٹانے میں کامیاب ہوئی اُسی درجہ تک مانو سماج میں پھرت، آپادھاپی، اور حیوانیت بڑھتی چلی گئی، تھروں اور مہایدھوں کے نئے نئے طوفان آتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سویم آدمی کے اندر کی حیوانیت اور شیطانیت سارے مانو سماج پر حاوی ہو گئی۔ آج یہ حیوانی اور شیطانی شکتیاں جو برہادی کر رہی ہیں اُس کی دوسری مڈل مانو اِتہاس میں نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کی آج دنیا کے کونے کونے سے بہ ڈراونی آواز آرہی ہے کہ مانو سبھیتا مانو جہوں اور آدمی کے وجود کا خدا ہی حافظ ہے۔

ناستیکتا اور لامذہبی کی اِس بارہ نے دھرم مذہبوں

میں مسلمانوں کا دھیان اُن کے مذہب کے اِس سب سے بڑے پہلو کی طرف دلانا چاہتا ہوں کہ 'توحید' یعنی اللہ کا ایک ہونا 'اخوت' یعنی انسانی بھائی چارہ اور آدمی کا خدا کا 'خلیفہ' ہونا یہ تینوں اصول ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں 'انہیں ایک دوسرے سے انک نہیں کہا جا سکتا۔ اِن میں ویسا ہی سببندہ ہے جیسا روح اور جسم میں یا مانس اور ہڈی میں۔ ایشور کی ایکتا اِن میں کیندریہ اور ہائی دونوں کی روح ہے۔ بدی اِن تینوں اصولوں کو سلسلہ رکھ کر ہم مانو سماج کا سنگتہاں نہ کریں تو پے اُنت آپادھاپی پھل جاتی ہے 'ہماری ساری شکتیاں بکھر جاتی ہوں' اور ہماری 'روحانی' جسمانی اور دوسری طاقتیں الگ الگ کر جانے لگتی ہوں۔ ایشور کی ایکتا سے انکار کرنے کے بعد کوئی ناتا ایسا باقی نہیں رہ جاتا جو ایک آدمی کو دوسرے آدمی کے ساتھ پریم اور سہوگ کی زنجیروں میں جکڑ سکے اور سارے مانو سماج کو ایک بھائی چارے میں لا سکے۔ ہم اِس کے خلاف نلسنیاہے بھڑوں کے طوفان اُٹھا سکتے ہوں' پر یہ ایک سچی اِتہاسی (تاریخی) گھٹنا ہے کہ منشیہ جہوں سے پھرت اور آپادھاپی کو مٹانے اور سب کو ایک ڈور میں بوندھنے میں جتنا زہر دست حصہ ایک خدا ایک ایشور کے وچار نے لیا ہے اتنا آج تک کسی دوسرے وچار نے نہیں لیا۔ آدمی کو حیوانیت سے نکال کر اُسے آدمی بنانے میں بھی جو کام ایک ایشور کے وچار نے کیا ہے وہ کسی دوسرے وچار نے نہیں کیا۔ مانو وکاس میں انسانی بھائی چارے کی سیڑھی کا یہی آخری زینہ ہے۔ ادھک پہچانے نہ جاکر ہم کیوں پچھلے تین چار سو برس کے اِتہاس پر ہی ایک نگاہ ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ جس جس درجہ تک لامذہبی اور ناستیکتا تہید (لیکچر واد) اور انسانی بھائی چارے کے خیالوں کو لوگوں کے دلوں اور دماغوں سے مٹانے میں کامیاب ہوئی اُسی درجہ تک مانو سماج میں پھرت، آپادھاپی، اور حیوانیت بڑھتی چلی گئی، تھروں اور مہایدھوں کے نئے نئے طوفان آتے گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سویم آدمی کے اندر کی حیوانیت اور شیطانیت سارے مانو سماج پر حاوی ہو گئی۔ آج یہ حیوانی اور شیطانی شکتیاں جو برہادی کر رہی ہیں اُس کی دوسری مڈل مانو اِتہاس میں نہیں مل سکتی۔ یہاں تک کی آج دنیا کے کونے کونے سے بہ ڈراونی آواز آرہی ہے کہ مانو سبھیتا مانو جہوں اور آدمی کے وجود کا خدا ہی حافظ ہے۔

ناستیکتا اور لامذہبی کی اِس بارہ نے دھرم مذہبوں

کے ماننے والوں کے سامنے زندگی اور موت کا سوال پیدا کر دیا ہے۔ یا تو ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے اس بزدل کے ہاتھوں اپنی ساری سیبتا اور مذہب کا مقنا چپ چاپ دیکھا کریں اور یا اپنی سماجی، روحانی، مالی اور اخلاقی زندگی کو پچھم کی غلامی سے آزاد کرانے کے لئے کمر کس کے کھڑے ہو جائیں۔ اس کی تہاری کا پہلا قدم یہ ہے کہ ہم دنیا پرستی اور عیسیٰ پرستی کے اس جال کو توڑ دیں جس میں پچھم کی لا مذہب اور عیسیٰ پرست، سیبتا نے ہمیں پھانس لیا ہے، اور پھر اپنے دھرم مذہب کی تعلیم پر سچے دل سے عمل کرنا شروع کر دیں۔ یہی ہم ایسا کریں گے تو ایشور اللہ ہمارا ساتھ دے گا اور پھر دنیا کی کوئی شکی ہمارے راستے میں باڈھا نہیں بن سکتی۔

ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ پچھمی سبھیتا کا زہر ابھی تک پوری دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ رہا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بہت ہی کم لوگوں کے دلوں پر ایشور میں وشواس اور مذہب کی ہدایتوں کا کافی گہرا اثر موجود ہے۔ یہی ایک بار پچھمی سیبتا کی ناسکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ پوری دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہت کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو ہر بادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطاروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پیرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھمی وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور اٹلیٹ (ایپسٹ) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

ہمیں یہ جاننا چاہئے کہ پچھمی سیبتا کا زہر ابھی تک پوری دیشوں کے اوپر کے اور بیچ کے لوگوں تک ہی پہونچا ہے۔ وہ ابھی تک چھن چھن کر عام جنتا تک بہت ہی کم پہونچ رہا ہے۔ ہمارے نیچے کے اور بہت درجے تک بہت ہی کم لوگوں کے دلوں پر ایشور میں وشواس اور مذہب کی ہدایتوں کا کافی گہرا اثر موجود ہے۔ یہی ایک بار پچھمی سیبتا کی ناسکتا اور لامذہبیت کا سچا روپ پوری دیشوں کی جنتا کے سامنے آجائے اور اس کے اثر کو مٹانے کے لئے انہیں سنگتہت کر دیا جائے تو ایک بہت بڑا انقلاب جلدی سے جلدی پیدا ہو سکتا ہے جو دنیا کو ہر بادی سے بچا سکتا ہے۔ ہم دھرم مذہب کے ماننے والوں سے پرارہنا کرتے ہیں کہ وہ اس طرف دھیان دیں اور اپنے دھرم کو اور دنیا کو ان دن دن بڑھتے ہوئے خطاروں سے بچائیں۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پیرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھمی وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور اٹلیٹ (ایپسٹ) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

اس لئے میں میں نے مسلمانوں کی طرف خاص دھیان دیا ہے۔ ان کے سامنے اس لئے تین ہی راستے ہیں، یا تو یہ کہ وہ اسلام سے منکر ہو کر نہ کیول آرٹیک یعنی مائی اور راجکاجی معاملوں میں ہی بلکہ مذہبی اور ایمانی معاملوں میں بھی سوشلزم اور کمیونزم کے پیرو بن جائیں، یا یہ کہ وہ ایک خدا میں اعتقاد، انسانی بھائی چارے اور آدمی کے خدا کا خلیفہ ہونے کے پورے مطلب کو ایمان کے ساتھ پورا کریں اور اپنے دیش اور اپنی تہذیب کو پچھمی وچاروں کی غلامی سے چھڑا دیں۔ یا تیسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنی آجکل کی مصیبتوں میں گرفتار رہ کر کبھی مایوسی کے دن گذاریں اور کبھی انٹریٹ (بھومت) اور اٹلیٹ (ایپسٹ) کا رونا رو رو کر پرانے فرقہ وارانہ طوفان کھڑے کریں اور پھر انہیں کا شکار ہو جائیں۔ ان تین کے علاوہ کوئی اور چوتھا راستہ ان کے سامنے نہیں ہے۔

میری پراثرنا ہے کہ اس دیش کے مسلمان کوران کی سچھی رانشنی، سچھی جمہوریت (ڈیموکریسی) اور سچھی حکومت اسلامی (حرام راج) قائم کرنے کو اپنا سماجی اور راجکاری مکرسد بنائیں۔ اس کے لیے وہ کافی مالی اور اخلاقی پروگرام بناسکتے ہیں۔ اور پھر انہیں چاہئے کہ وہ ان پروگراموں کو پورا کرنے میں دل و جان سے لگ جاویں۔

میں ہارت کے مسلمانوں کو سلاہ دیتا ہوں کہ وہ اس آندوان میں شامل ہونے کے لیے اپنے ہندو بھائیوں اور دوسرے ہارت واسیوں کو بھی دعوت دیں اور انہیں یہ یقین دلائیں کہ اکثریت اور اقلیت یعنی بہومت اور الپمت اور فرقہ وارانہ جھگڑوں اور مذہبی دشمنیوں کی سچھی لوک شاعی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ہندو مسلمان اور سب ملکر ان لوہ کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کریں تو ناسکین ہے کہ یہ ٹھہر سکیں۔ ان کے مت جانے کے بعد ہی وہ سماج قائم ہوسکتا ہے جسے ہم سچھی جمہوریت، لوک شاعی، حکومت الہی یا رام راج کہ سکیں۔

ظاہر ہے کہ اگر اس طرح کی اوک شاعی ہارت میں قائم ہو جائے تو پاکستان اس کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے وہ گھاڑ جو انگریزی پالیسی نے ہم پر لگائے ہیں بھرسکتے ہیں۔ وہ دو بھائی جو ایک دوسرے کے خلف جنگ کے مورچے بنائے ہوئے ہیں پھر سے گلے مل سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہو جائے تو اس دیش کے جیہوں میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے، پتہ ہوئے دل مل سکتے ہیں اور بچھڑے ہوئے بھائی اس طرح سے پھر ایک ہوسکتے ہیں کہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہو جائیں۔

میں ہارت کے مسلمانوں کو سلاہ دیتا ہوں کہ وہ اس آندوان میں شامل ہونے کے لیے اپنے ہندو بھائیوں اور دوسرے ہارت واسیوں کو بھی دعوت دیں اور انہیں یہ یقین دلائیں کہ اکثریت اور اقلیت یعنی بہومت اور الپمت اور فرقہ وارانہ جھگڑوں اور مذہبی دشمنیوں کی سچھی لوک شاعی میں کوئی جگہ نہیں ہے۔ اگر ہندو مسلمان اور سب ملکر ان لوہ کی دیواروں کو توڑنے کی کوشش کریں تو ناسکین ہے کہ یہ ٹھہر سکیں۔ ان کے مت جانے کے بعد ہی وہ سماج قائم ہوسکتا ہے جسے ہم سچھی جمہوریت، لوک شاعی، حکومت الہی یا رام راج کہ سکیں۔

ظاہر ہے کہ اگر اس طرح کی اوک شاعی ہارت میں قائم ہو جائے تو پاکستان اس کے اثر سے باہر نہیں رہ سکتا۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے وہ گھاڑ جو انگریزی پالیسی نے ہم پر لگائے ہیں بھرسکتے ہیں۔ وہ دو بھائی جو ایک دوسرے کے خلف جنگ کے مورچے بنائے ہوئے ہیں پھر سے گلے مل سکتے ہیں۔

اگر ایسا ہو جائے تو اس دیش کے جیہوں میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے، پتہ ہوئے دل مل سکتے ہیں اور بچھڑے ہوئے بھائی اس طرح سے پھر ایک ہوسکتے ہیں کہ دنیا کے لئے ایک نمونہ ہو جائیں۔

شاہ کی باتیں یاد بھول جائیں تو پھر یاد کر لی جا سکتی ہیں۔ پرنتو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشیکل ہوتا ہے۔

—سنت باणी

شاہ کی باتیں یاد بھول جائیں تو پھر یاد کر لی جا سکتی ہیں۔ پرنتو سداچار سے ایک بار بھی بھٹ ہو جانے پر سبملنا مشیکل ہوتا ہے۔

—سنت وائی

ڈاکٹر بھگوانداس

ڈاکٹر بھگوان داس

لگبھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پھنک کر، جب آتما بالیا ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا رھائی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لکھ میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ دور اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ ندرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آتم دن کے چہوں کے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سٹھ میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کئی جاکے ہوئی نہیں ہوتی اور ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجل کے پچھمی ڈاکٹر اور منوگوگیاں کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاکے چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاکے ہوئی اور چہوں کی جر میں جائے اُن کے کاروں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہٹا بی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا ہٹنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دہنوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی بھی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

لگ بھگ ہر آدمی کی آتما کو ایک خاص عمر میں پھنک کر، جب آتما بالغ ہونے لگتی ہے، ایک طرح کا روحانی بخار شروع ہو جاتا ہے جس کی چرچا میں اس سے پہلے کے لکھ میں کر چکا ہوں یہ ٹھیک اسی طرح ہوتا ہے جس طرح ایک خاص عمر میں شریک کے بالغ ہونے کی خاص علامتیں دکھائی دینے لگتی ہیں۔ کبھی کبھی یہ دونوں طرح کی علامتیں ایک ہی عمر میں ساتھ ساتھ بھی دیکھنے کو ملتی ہیں۔ آدمی کے دل پر اس روحانی بخار کا خاص اثر یہ ہوتا ہے کہ اس ناشامان یعنی فانی اور نراشا، دکھ دور اور موت والی دنیا کی طرف سے ایک طرح کا ویراگیتہ ندرت اور استغوش پیدا ہو جاتا ہے۔ آدمی کی سلیپ شکتی یعنی قوت ارادی پر اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ آتم دن کے چہوں کے معمولی کام اسے نرتھک معلوم ہونے لگتے ہیں۔ اس کا جی اُن سے پھرنے لگتا ہے۔ ایسے اُس سٹھ میں الگ الگ آدمیوں میں الگ الگ چار صورتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پہلی صورت میں اگر آدمی کا دماغ اور اس کی سوچہ بوجہ کئی جاکے ہوئی نہیں ہوتی اور ویراگیتہ بڑھ جاتا ہے اور گہرا ہو جاتا ہے تو کبھی کبھی آدمی میں پاکھن کے چنہ دکھائی دینے لگتے ہیں۔ اس طرح کے پاکھن کو آجل کے پچھمی ڈاکٹر اور منوگوگیاں کے جاننے والے ڈیمینٹیا پریکوکس (Dementia Precox) یا 'پیرونوٹیا' کہتے ہیں۔ دوسری صورت میں اگر سوچہ بوجہ جاکے چکی ہوئی ہے پر ابھی بہت اچھی نہیں جاکے ہوئی اور چہوں کی جر میں جائے اُن کے کاروں کو سمجھنے کا مادہ ابھی کم ہوتا ہے، جیسا کہ آسک وکس کی شروع کی حالتوں میں اکثر ہوتا ہے، اور نراشا ادھک زور کرتی ہے اور اس سے آدمی میں غصہ پیدا ہونے لگتا ہے تو کبھی کبھی خاص صورتوں میں آدمی ایسے موقع پر آتم ہٹا بی کر بیٹھتا ہے۔ تیسری صورت یہ ہوتی ہے کہ ویراگیتہ یعنی دنیا سے دل کا ہٹنا اور جکھاسا یعنی ملاش حق دہنوں کمزور ہوتی ہیں تو یہ حالت تھوڑے دنوں رہ کر اپنے آپ مٹ جاتی ہے اور آدمی دنیا کے دوسرے معمولی آدمیوں کی طرح چپ چاپ انسانی زندگی کے روزمرہ کے معمولی کاموں میں لگ جاتا ہے۔ ڈاکٹر آدمیوں کی بھی حالت ہوتی ہے۔ چوتھی صورت میں اگر جکھاسا

ظہر دہست ہوتی ہے، بار بار آدھی کو دیکھ کر رہتی ہے اور دھب نہیں پاتی، اگر چہ انہیں اور بے انصافیوں کے خلاف وہ غصہ اور ویدروہ جو اس جگہ سا کو جنم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہن کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا میں کہاں سے کدھر اور کہوں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگناڑ چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہن کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہن کا ارتہ کیا ہے، جہن کا منشیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہن کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارتہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُٹھ کر سمجھ بوجھ کر پروگرام یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہن کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لہن یعنی فنا کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے اختیاری अध्याय में और अपनी कई अमेजी कितायों, जैसे ”दि साइंस आफ पीस“ ”मिस्टिक एक्सपीरियन्सेज“ टेल्स फ्राम योगवसिष्ठ“ बौरह में आत्मा की इस हालत को विस्तार के साथ बयान किया है.

जिस बीमारी 'डिमेंटिया प्रीकोक्स' की मैंने ऊपर चर्चा की है वह अकसर उन नौजवानों को होती है जिन में यह जिज्ञासा अधिक छोटी उमर में और समय से पहले जाग उठती है. कभी कभी यह हालत ज़ियादा बड़ी उमर में भी होती है. नौजवानों को यह अकसर पन्द्रह साल की उमर से लेकर इक्कीस साल की उमर तक होती है जबकि आत्मा और शरीर में नई शक्ति आती है और दोनों एक दूसरे के साथ एक तरह का समझौता करने की कोशिश करते हैं.

आजकल पच्छिम में ज़िन्दगी की लगातार कशमकश और भोग विलास के जीवन से थकान और तरह तरह

زبردست ہوتی ہے، بار بار آدمی کو دق کرتی ہے اور دھب نہیں پاتی، اگر چہ انہیں اور بے انصافیوں کے خلاف وہ غصہ اور ویدروہ جو اس جگہ سا کو جنم دیتا ہے دوسرے آدمیوں کے ساتھ سہانہ ہوتی اور دیا کا روپ لے لیتا ہے، یعنی آدمی کا دل قبول اپنے دکھوں کے کارن نہیں بلکہ سب کے منشیہ ماتر کے یا پرانی ماتر کے، دکھوں کے کارن دنیا سے پھرتا ہے تو دھیرے دھیرے آدمی زندگی کے معنی کو سمجھنے لگتا ہے۔ اُس کے سامنے جہن کی ایک پوری فلسفی آئے لگتی ہے۔ وہ یہ جاننے لگتا ہے کہ میں کون ہوں، میں کیا ہوں، میں کہاں سے آیا ہوں، کدھر جا رہا ہوں، کہوں جا رہا ہوں، یہ سب دوسری آئنائیں کون ہیں، کیا میں کہاں سے کدھر اور کہوں جارہی ہیں، یہ دکھائی دینے والی دنیا اور اِس کا لگناڑ چکر کیا ہے، کہوں ہے اور کیسے چل رہا ہے، جہن کا نکلس کہاں سے ہے، کہوں ہے، جہن کا ارتہ کیا ہے، جہن کا منشیہ یعنی مقصد کیا ہے، اور جہن کے سب دکھ سم کس لئے ہیں۔ یہ چوتھی حالت تب پیدا ہوتی ہے جب منشیہ کی آتما ایک خاص درجے تک ترقی کر چکی ہوتی ہے اور ایک خاص مقام پر پہنچ چکی ہوتی ہے۔ جلدی یا دیر میں سب روحیں اُس مقام پر پہنچتی ہیں۔ یہ وہ مقام ہے جہاں ہر آدمی اپنے سوارتہ یعنی اپنی چھوٹی خردی سے اوپر اُٹھ کر سمجھ بوجھ کر پروگرام یعنی سب نے پہلے کی طرف مڑنے لگتا ہے اور پھر لوٹ کر جہن کا چکر پورا کر کے پرم آتما یعنی روح کل میں اپنے کو لہن یعنی فنا کر دینے کی طرف بڑھتا ہے۔

میں نے اپنی ہندی کتاب ”سمنویہ“ کے آخری ادھیایہ میں اور اپنی کئی انگریزی کتابوں، جیسے ”دی سائنس آف پیس“ ”مسٹک ایکسپیرینسز“ ”فیلس فرام یوگ وسشتم“ وغیرہ میں آتما کی اُس حالت کو ستار کے ساتھ بیان کیا ہے۔

جس بیماری 'ڈیمینٹیا پریکوکس' کی میں نے اوپر چرچا کی ہے وہ اکثر اُن نوجوانوں کو ہوتی ہے جن میں یہ جیگاسا ادھک چھوٹی عمر میں اور سے سے پہلے جاگ اُٹھتی ہے۔ کبھی کبھی یہ حالت زیادہ بڑی عمر میں بھی ہوتی ہے۔ نوجوانوں کو یہ اکثر پندرہ سال کی عمر سے لیکر اکیس سال کی عمر تک ہوتی ہے جبکہ آتما اور شریہ میں نئی شکتی آتی ہے اور دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ایک طرح کا سمجھوتہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

آجکل پچھم میں زندگی کی لگناڑ کشمکش اور بھوک دلس کے جہن سے تھکن اور طرح طرح

کے विचारों की टक्करों के कारण कुछ लोगों में यह अलामतें खूब बढ़ जाती हैं. यूगप में इसपर तरह तरह का बहुत सा साहित्य भी निकल रहा है.

جو آدमी کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نکل آتا ہے اسکے شریر اور اسکے آتما دونوں میں کدورتی تौर پر بدل آ جاتا ہے. اسکے سرف برف، اسکے भाव (جذبہات)، اسکے संकल्प शक्ति सब बढ़ जाती हैं और इस दुनिया के जिस्मानी और रुहानी दोनों तरह के कर्जों को वह ज्यादा अच्छी तरह पूरा करने लगता है.

वैराग्य (दुनिया से दिल का फिरना) और उसके नतीजे

آدमी جب اس دنیا کی زندگی سے شکونے لگتا ہے، یا اسکا دل फिरने लगता है، یا उसमें दुनिया से नकरत पैदा होने लगती है، यानी जब उसमें वैराग्य पैदा होने लगता है، तो उसकी कई सूरतें हो सकती हैं. पहली सूरत में यह वैराग्य महज अधेपन، जहालत और काहिली से पैदा होता है. इस तरह का वैराग्य 'तामस वैराग्य' कहलाता है. दूसरी सूरत में यही वैराग्य काम، क्रोध، खुदी، अहंकार और बेचैनी से पैदा होता है. ऐसी सूरत में वह 'राजस वैराग्य' कहलाता है. इसी तरह के रालत वैराग्य से आदमी कभी कभी आत्मघात यानी खुदकुशी भी कर बैठता है. उसकी दुखी आत्मा को जिस जिस्म के जरिए से दुख पहुँचता है उसे वह खत्म कर देता है. वह यह भूल जाता है कि दुख की जड़ जिस्म नहीं हैं. दुख की जड़ उसके अंदर की अविद्या यानी नादानी है، उसके भूटे खयाल हैं، रालत विश्वास या अक्कीदे हैं. दुख या क्लेश की जड़ उसके अंदर है، बाहर नहीं हैं. इसी अन्दर की जड़ ने ही अपने को जाहिर करने के लिए बाहर के जिस्म को भी रूप दिया है. इस बाहर के रूप को मिटा देने से अंदर की जड़ नहीं जाग सकती और जब तक आत्मा उस अन्दर की जड़ को नहीं समझे और पहचाने और उसका इलाज नहीं करे वह अन्दर की जड़ बार बार इस तरह के नए नए जिस्म बनाती रहेगी.

लेकिन तीसरी सूरत में अगर वैराग्य यानी दुनिया से दिल का फिरना 'सात्विक' है यानी सांच समझकर है और सब के भले की इच्छा उसमें शामिल है तो उसके साथ दुनिया के दुखों का कारण और उसका इलाज ढूँढने की एक ज़बरदस्त जिज्ञासा यानी तलाश होती है. उसके साथ वह विवेक होता है जो नित्य और अनित्य यानी गैरकाली और काली، सत्य और असत्य यानी हक और बाविल में तमीज कर सकता है. उसी के साथ आदमी में वह नेकियां जागती हैं जिन्हें ईसाई धर्म में 'सात अमर नेकियां'—श्रद्धा (ईमान)، आशा (उम्मीद)، दया، न्याय، समझदारी، परहेजगारी और

کے دجاردوں کی نکروں کے کچھ لوگوں میں یہ علامتیں خوب بڑھ جاتی ہیں. یورپ میں اس پر طرح طرح کا بہت سا ساہتیہ بھی نکل رہا ہے.

جو آدمی کامیابی کے ساتھ اس تاجرے میں سے نکل آتا ہے اس کے شریر اور اس کی آتما دونوں میں قدرتی طور پر بدل آ جاتا ہے. اس کی سوجہ بوجہ، اس کے بھاؤ (جذبہات)، اس کی سنگल्प شکتی سب بڑھ جاتی ہیں اور اس دنیا کے جسمانی اور روحانی دونوں طرح کے فرضوں کو وہ زیادہ اچھی طرح پورا کرتے لکنا ہے.

ویراگہ (دنیا سے دل کا پھرنا) اور اس کے نتیجے

آدمی جب اس دنیا کی زندگی سے تھکے لکنا ہے، یا اس کا دل پھرنے لکنا ہے، یا اس میں دنیا سے نفرت پیدا ہونے لگتی ہے، یعنی جب اس میں ویراگہ پیدا ہونے لکنا ہے، تو اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں. پہلی صورت میں یہ ویراگہ محض اندھے پن، جہالت اور کلملی سے پیدا ہوتا ہے. اس طرح کا ویراگہ 'تامس ویراگہ' کہلاتا ہے. دوسری صورت میں یہ ویراگہ 'کام' 'کرودھ' 'خودی'، اھنگار اور بیدینی سے پیدا ہوتا ہے. ایسی صورت میں وہ 'راجس ویراگہ' کہلاتا ہے. اسی طرح کے غلط ویراگہ سے آدمی کبھی کبھی اتم گھات یعنی خودکشی بھی کر بیٹھتا ہے. اس کی دکھی آتما کو جس جسم کے ذریعہ سے دکھ پہونچتا ہے اسے وہ ختم کر دیتا ہے. وہ یہ بھول جاتا ہے کہ دکھ کی جڑ جسم نہیں ہے. دکھ کی جڑ اس کے اندر کی اودیا یعنی نادانی ہے، اس کے جھوٹے خیال ہیں، غلط وشواس یا عقیدے ہیں. دکھ یا کلیش کی جڑ اس کے اندر ہے، ہلیر نہیں ہے. اس اندر کی جڑ نے ہی اپنے کو ظاہر کرنے کے لئے باہر کے جسم کو بھی روپ دیا ہے. اس باہر کے روپ کو مٹا دینے سے اندر کی جڑ نہیں جاگ سکتی اور جب تک آتما اس اندر کی جڑ کو نہیں سمجھے اور پہچانے اور اس کا علاج نہیں کرے وہ اندر کی جڑ بار بار اس طرح کے نئے نئے جسم بناتی رہے گی.

لیکن تیسری صورت میں اگر ویراگہ یعنی دنیا سے دل کا پھرنا 'ساتوک' ہے یعنی سوچ سمجھکر ہے اور سب کے ہلے کی اچھا اس میں شامل ہے تو اس کے ساتھ دنیا کے دکھوں کا کارن اور اس کا علاج تھونڈنے کی ایک زبردست جکواسا یعنی تلاش ہوتی ہے. اس کے ساتھ وہ رویک ہوتا ہے جو نتہ اور انتہی یعنی غیرفانی اور فانی، ستیہ اور استیہ یعنی حق اور باطل میں تمیز کرسکتا ہے. اسی کے ساتھ آدمی میں وہ نیکیاں جاگتی ہیں جنہوں عیسائی دھرم میں 'سات امر نیکیاں'—شردھا (ایمان)، آشا (امید) دنیا، نہانے، سجداری، پرہیزگاری اور

धीरेज—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के बड़े रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छै या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शहरिपु' यानी 'छै दुरमन' कहा गया है. यह छै हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी और यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी औरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची विद्या, प्रज्ञान, यानी मार्फत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. औरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेहदानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का विश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी 'गानी' पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो विद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

दमेज—कहा गया है. इन्हीं को वेदान्त में 'उन्नति के बड़े रास्ते' कहा गया है. वेदान्त में इनके नाम शम, दम, अपरति, तितीक्षा, श्रद्धा और समाधान हैं. बात वही है, केवल शब्द अलग अलग हैं. यह छै या सात नेकियां उन बुराइयों की दुरमन हैं जिन्हें वेदान्त में 'शहरिपु' यानी 'छै दुरमन' कहा गया है. यह छै हैं—काम, क्रोध, लोभ, मोह, मद और मत्सर (हसद). इन्जील में इन्हीं को 'सात मुहलिक गुनाह' कहकर बयान किया गया है. बात वही है. इसके साथ साथ इस तीसरी सूरत में आदमी में नजात यानी मुक्ति की जबरदस्त इच्छा होती है. यह इच्छा केवल अपने ही लिये नहीं होती सब के लिये होती है. आदमी की आत्मा चाहती है कि दुनिया की सब आत्माएं दुख और मौत के डर से छूट जावें. यह डर ही सब दुखों की जड़ है. इस जिज्ञासा की हालत में आदमी अपने अन्दर एक बेइतमीनानी पाता है, वह समझता है कि वह किसी और यानी अपने से बाहर की किसी चीज के सहारे जी रहा है. उसे अपने अमर यानी औरफानी होने में शक होता है. जब आदमी के अन्दर यह हालत होती है यानी इस तरह का 'सात्विक वैराग्य' जोर करता है तब धीरे धीरे आदमी की अन्दर की आंखें खुलती हैं. उसे आत्म बोध होता है, सच्ची विद्या, प्रज्ञान, यानी मार्फत उसमें जागती है. वह देखता है कि एक ही आत्मा, एक ही रूहेकुल सब जगह और सबके अन्दर रमी हुई है. वही है, और सब धोखा है. औरियत का मिट जाना ही सच्चे ज्ञान का हासिल होना है. यही इल्लेहदानी है. तब आदमी उस शुद्ध चेतनता की दुनिया के बजूद को महसूस करता है जिसके अन्दर यह सारी जड़ यानी माही दुनिया समाई हुई है. उसे अपने अमर होने का विश्वास हो जाता है. वह आत्मा को आत्म निर्भर यानी 'गानी' पाता है, सबके अन्दर एक ही आत्मा देखने लगता है. इस मुकाम पर पहुँचकर अविज्ञा यानी जहालत का नाश हो जाता है. तब आदमी इस धोखे से ऊपर उठ जाता है कि मैं केवल एक मिट्टी का लोंदा या हाड़, मांस, जून का यह नाशमान शरीर हूँ. खुदी या अहंकार जाता रहता है. यह मुकाम भी एक तरह की आत्महत्या यानी खुदकुशी का मुकाम है. लेकिन जो आपा या जो खुदी इस जगह पर पहुँचकर मरती है वह अपनी छोटी मूटी. खुदी है, वह भेद भाव या अहंकार है जो विद्या यानी सच्चे ज्ञान के सामने नहीं ठहर सकता. तब आदमी समझता है कि उसके सारे दुखों की जड़ यही खुदी या अहंकार था, यह ऊपर का शरीर दुखों की जड़ नहीं है. इसी हालत को 'दिव्य दर्शन' कहते हैं. तब आदमी देखता है कि सब जीव-आत्माओं के अन्दर एक ही आत्मा है. वही परम-आत्मा यानी रूहेकुल है, वही मैं हूँ, वही सब हूँ. इसे 'अभेद भाव' कहते हैं. इस हालत को पहुँचने

کا نام ہی مومکھ ہے۔ یہاں پہونچکر ہر طرح کا تر اور دمک ہمیشہ کے لئے جانا رہتا ہے۔ کلیش مت جانا ہے۔ اس لئے اسے 'تروپن' بھی کہتے ہیں۔ میں میں ہوں اور تم تم ہو' میں تم سے الگ ہوں، میرا مت' مہری 'چھاؤں' مہوا 'چھاؤں' مہری بھائی تمہارے اور اور سب کے ہتوں' 'چھاؤں' چھو اور بھائی سے الگ ہے۔ یہ سب غلط فہمیاں تب آت جاتی ہیں۔ آتما ایک نئی طرح کے آند سے بھر جاتی ہے۔ جس میں آئے سب دوسروں کے ساتھ ایکٹا' کہولہ اور وحدت محسوس ہوتی ہے۔ سب ایک ہیں۔ سب میں ہوں' سب مجھ سے ہیں۔ میں ہی وشو ہوں۔ سب مجھ میں ہیں اور میں سب میں ہوں' کوئی غور ہے ہی نہیں۔ اہموسروہ۔

انگلیٹ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے:—
"ہادلوں کو، اندر دھنوں کو اور پلوں کو میں ہی الوکک رنگ دیتا ہوں"

انگلینڈ کے مشہور کوی شاعر نے کہا ہے:—

"بادلوں کو، ہندو دھنوں کو اور پلوں کو میں ہی آلوکک رنگ دیتا ہوں،

"چاند کا گولا اور چمکتے ہوئے تارے، آنند آکااش کے اندر میری ہی شکتی سے چمک رہے ہیں،

"میں نے ہی انہیں یہ سندر لباس پہنایا ہے۔

"زمین پر جتنے دیئے جل رہے ہیں اور آسمان پر جتنی روشنی چمک رہی ہیں"

"سب ایک ہی شکتی کے انگ ہیں اور وہ شکتی مہری شکتی ہے"

"میں وہ آنکھوں میں جس کے ذریعہ سے وشو اپنے کو دیکھتا ہے اور اپنے ایشوریہ ہونے کو پہچانتا ہے۔

"سارے راگ راگنیاں، سارے باجے، ساری کویتا، سب پشینگوایا، سب دواپ، میری ہی ہیں۔

"کلا اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

"سب وچٹہ اور ساری معرفت کا حقدار

"میرا ہی گوت ہے۔"

ہوگ واسٹہ میں نکھا ہے:—

"یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب بڑھانت (یعنی آسمان کے گولے) اس ترتیب میں سجے ہوئے ہیں' یہ سب کہول مہرہ انکھن یعنی مہری ضمیر کے ٹکڑے ہیں جو باہر دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ سب مہرہ پرانت وجود کے اندر ہیں۔"

یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب بڑھانت (یعنی آسمان کے گولے) اس ترتیب میں سجے ہوئے ہیں' یہ سب کہول مہرہ انکھن یعنی مہری ضمیر کے ٹکڑے ہیں جو باہر دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ سب مہرہ پرانت وجود کے اندر ہیں۔"

"سارے راگ راگنیاں، سارے باجے، ساری کویتا، سب پشینگوایا، سب دواپ، میری ہی ہیں۔

"کلا اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

"سب وچٹہ اور ساری معرفت کا حقدار

"میرا ہی گوت ہے۔"

ہوگ واسٹہ میں نکھا ہے:—

"یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب بڑھانت (یعنی آسمان کے گولے) اس ترتیب میں سجے ہوئے ہیں' یہ سب کہول مہرہ انکھن یعنی مہری ضمیر کے ٹکڑے ہیں جو باہر دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ سب مہرہ پرانت وجود کے اندر ہیں۔"

"کلا اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

"سب وچٹہ اور ساری معرفت کا حقدار

"میرا ہی گوت ہے۔"

ہوگ واسٹہ میں نکھا ہے:—

"یہ سب سمندر اور پہاڑ اور یہ سب بڑھانت (یعنی آسمان کے گولے) اس ترتیب میں سجے ہوئے ہیں' یہ سب کہول مہرہ انکھن یعنی مہری ضمیر کے ٹکڑے ہیں جو باہر دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ سب مہرہ پرانت وجود کے اندر ہیں۔"

"کلا اور پکڑتی کی ساری روشنی میں ہی ہیں۔

ہوگ واسٹہ میں نکھا ہے:—

"بجود کے اس سمندر میں ایک ہی موتی ہے اور وہ موتی ہے خودشلاسی یعنی اپنے کو پہچاننا۔ ہم سب اپنے ہی چاروں طرف ہوا کے بوند یا پانی کے بوند کی طرح چکر کھاتے رہتے ہیں۔"

ہال کے ایک ہندوستانی کবি نے کہا ہے:—

“توہی ہے متلُوبہ جوملا تالیب،
“توہی ہے مکرسُودہ جوملا آلام،
“توہی سے نراما ہے بولبولوں میں۔
“توہی سے خوشبو گلاب میں ہے۔”

بشکریہ (انفرادیت) اور سماجवाद (سوشل-
ایزم) کے رُہانی پہلو۔

یہ اُبھرتی ہوئی برکت ہو سکتا ہے اس کا اندازہ ہر چلتا پھرتا آدمی اس بات سے لگا سکتا ہے کہ اس کے ٹھیک خلاف جو بہت بھاؤ یعنی دونی اور غیریت کا خیال، اپنے اور پوائے کا خیال، اس سم دنیا میں بڑھتا جا رہا اُس کے نتیجے انسانی سماج کے لئے کلمہ قرارے اور کلمہ ہیتر دکھائی دے رہے ہیں:—انگ الگ نسلوں، انگ الگ راشٹر، انگ الگ جماعتیں، انگ الگ پارٹیاں، انگ الگ دھرم اور سمورڈائنیں، کالم اور گورے انگ الگ یہاں تک کہ مرد اور عورت انگ الگ، اور اس سے بھی بڑھ کر جوان اور بوڑھے انگ الگ، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ وہی آدمی جو آج جوان ہے کل بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ان بہت بھاؤں سے جو نتیجے پیدا ہوتے ہیں وہ ویسے ہی لڑائیوں، طرح طرح کے ہتھیاروں کی لڑائیوں، مہماریں، دھاؤں، سماجی اُنیل پتل، بھکاری، ہیروڈلری اکل اور کروڑوں انسانوں کو چوبیس گھنٹہ میں ایک بار بھی پٹت ہو کر ہانا نہ مل سکنے کی صورتوں میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ انہماں کے لگ بھگ ہر ایک میں اور ہر زمانے میں دنیا کے لوگ ان مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں، کبھی کچھ کم اور کبھی کچھ زیادہ۔ بیسویں صدی کے شروع سے آدمی کی یہ سب مصیبتیں اور یہی ادھک بڑھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اس کا کارن یہ بھی ہے کہ آئے جانے کے سادھنوں کے ادھک بڑھ جانے اور آدمی کے دماغ کے زیادہ تیز ہوجانے کے کارن آدمی کی خودی اور اُس کا انکار اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آج چاروں طرف ویکٹی واد یعنی انفرادیت کا بول بالا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بھی قدرت کا ایک عجیب کھیل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونی یا غیریت آدمی کے اندر کئی کھسی ہوئی ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ آئے جانے کے سادھنوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کے اور نہت

حال کے ایک ہندوستانی کبی نے کہا ہے:—
“تو ہی ہے مطلب جملہ طالب،
“تو ہی ہے مقصود جملہ عالم،
“تجہی سے نعمہ ہے ہلبوں میں۔
“تجہی سے خوشبو گلاب میں ہے۔”

ویکٹی واد (انفرادیت) اور سماج واد (سوشلزم) کے روحانی پہلو

یہ اُبھرتی ہوئی برکت ہو سکتا ہے اس کا اندازہ ہر چلتا پھرتا آدمی اس بات سے لگا سکتا ہے کہ اس کے ٹھیک خلاف جو بہت بھاؤ یعنی دونی اور غیریت کا خیال، اپنے اور پوائے کا خیال، اس سم دنیا میں بڑھتا جا رہا اُس کے نتیجے انسانی سماج کے لئے کلمہ قرارے اور کلمہ ہیتر دکھائی دے رہے ہیں:—انگ الگ نسلوں، انگ الگ راشٹر، انگ الگ جماعتیں، انگ الگ پارٹیاں، انگ الگ دھرم اور سمورڈائنیں، کالم اور گورے انگ الگ یہاں تک کہ مرد اور عورت انگ الگ، اور اس سے بھی بڑھ کر جوان اور بوڑھے انگ الگ، حالانکہ کھلی آنکھوں سے دکھائی دیتا ہے کہ وہی آدمی جو آج جوان ہے کل بوڑھا ہو جاتا ہے۔ ان بہت بھاؤں سے جو نتیجے پیدا ہوتے ہیں وہ ویسے ہی لڑائیوں، طرح طرح کے ہتھیاروں کی لڑائیوں، مہماریں، دھاؤں، سماجی اُنیل پتل، بھکاری، ہیروڈلری اکل اور کروڑوں انسانوں کو چوبیس گھنٹہ میں ایک بار بھی پٹت ہو کر ہانا نہ مل سکنے کی صورتوں میں ہمیں دکھائی دے رہے ہیں۔ انہماں کے لگ بھگ ہر ایک میں اور ہر زمانے میں دنیا کے لوگ ان مصیبتوں میں مبتلا رہے ہیں، کبھی کچھ کم اور کبھی کچھ زیادہ۔ بیسویں صدی کے شروع سے آدمی کی یہ سب مصیبتیں اور یہی ادھک بڑھی ہوئی معلوم ہو رہی ہیں۔ اس کا کارن یہ بھی ہے کہ آئے جانے کے سادھنوں کے ادھک بڑھ جانے اور آدمی کے دماغ کے زیادہ تیز ہوجانے کے کارن آدمی کی خودی اور اُس کا انکار اور بھی بڑھ گئے ہیں۔ آج چاروں طرف ویکٹی واد یعنی انفرادیت کا بول بالا دکھائی دیتا ہے۔

یہ بھی قدرت کا ایک عجیب کھیل ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دونی یا غیریت آدمی کے اندر کئی کھسی ہوئی ہے۔ چاہئے یہ تھا کہ آئے جانے کے سادھنوں کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ دنیا کی قومیں ایک دوسرے کے اور نہت

متلُوبہ جوملا تالیب = سب خواجیوں کے خواج کی خواج; مکرسُودہ جوملا آلام = ساری دنیا کا لکشیہ; نراما = راگ۔

مطلب جملہ طالب = سب کھوجوں کے کھوج کی کھج; مقصود جملہ عالم = ساری دنیا کا لکشیہ; نعمہ = راگ۔

آتما، ایک پرم-ہور میں بندھ سکتی۔ ان میں ایک دوسرے سے
 एकता और बहवत् का ख्याल बढ़ता. यही 'कम्युनिज्म'
 का मतलब है. 'कामनवेल्थ' का कोई अच्छा अर्थ हो
 सकता है तो वह भी यही है. सच्चा और अच्छा 'समाज
 वाद' भी यही है. लेकिन इसके खिलाफ हुआ यह कि व्यक्ति
 वाद और अलग अलग राष्ट्र वाद और अधिक बढ़ा, जिस
 से एक दूसरे में अविश्वास, डर और नफरत और अधिक
 भयंकर जंगों की सम्भावना भी बढ़ी.

साइन्स आदमी को रूहेकुल की एक बहुत बड़ी देन
 है. साइन्स की इस अद्भुत और अनोखी वज्रति से और नई
 नई ईजादों से होना यह चाहिये था कि सब आदमियों की
 खिन्दगी खियादा खुशहाल, खियादा माला माल और
 खियादा भरपूर दिखाई देती. इसके बजाय हुआ यह कि
 साइन्स और उसकी ईजादें शैतानियत की गुलाम बनकर
 साम्राज्यवाद, युद्धवाद और धन लोलुपता के नारकीय मत-
 लबोंको पूरा करने के लिए औजारों का काम दे रही हैं.
 अमेज़ी की एक कहावत है कि 'आदमी तजवीज़ करता है
 और ईश्वर फ़ैसला करता है.' आज हो यह रहा है कि
 ईश्वर तजवीज़ करता है और शैतान फ़ैसला करता है ! यही
 कारण है कि फ़रिश्तों का उस्ताद (शैतान) सारी बुराइयों की
 जड़ हो जाता है. देवता और दैत्य एक दूसरे के सौतेले भाई
 हैं. मालूम होता है कि दुनिया के इस नाटक को, इस लीला
 को, पूरा करने के लिए स्वार्थ और परमार्थ, खुदी और
 खुदा, फ़रिश्ते और शैतान, देवता और राक्षस दोनों की
 एक बराबर जरूरत होती है.

दूसरों के दुखों का अपना दुख समझना, उसके साथ
 हमदर्दी, सहानुभूति, अनुकंपा या दया महसूस करना;
 उनके साथ अपनापन अनुभव करना, किसी को रौर न
 समझना, यह समझना कि मेरा जीवन या मेरा नफा नुक-
 सान किसी दूसरे के जीवन या किसी दूसरे के नफे नुकसान
 से अलग नहीं है, हम सब एक दूसरे में बँधे हुए हैं, हरेक
 की भलाई में सबकी भलाई है, हरेक की बुराई में सबकी
 बुराई, यह बात आदमी के अंदर पहले एक क्रुद्धता ढग से
 उसके दिल से पैदा होती है और फिर धीरे धीरे वह इसे
 जानने लगता है और उसके सब काम इसी के रंग में रंग
 जाते हैं. यही है सबके अंदर एक आत्मा यानी एक विश्व
 आत्मा को अनुभव करना. इसी विश्वआत्मा के चारों तरफ
 सारा जीवन, सारा जगत, एक एक एटम, एक एक चाँद
 और तारा, हमारे फेफड़ों के अंदर का सांस, हमारे रगों के
 अंदर का खून और क्रुद्धत के सारे जहर साफ घूमते हुए,
 चक्कर लगाते हुए दिखाई देते हैं. दुनिया की सारी दुई,
 सारी रैरियत, सारे विरोध और मुख़ालफ़त यहाँ आकर
 मिट जाते हैं. सब एक हो जाते हैं, सब अपने हो जाते हैं,
 इसी का नाम सात्विक वैराग्य है, यानी दुनिया के जुल्मों,

अंधों, एक परम-होर में बंध सकती. उनमें एक दूसरे से
 एकता और बहवत् का ख्याल बढ़ता. यही 'कम्युनिज्म' का
 मतलब है. 'कामनवेल्थ' का कोई अच्छा अर्थ हो
 सकता है तो वह भी यही है. सच्चा और अच्छा 'समाज
 वाद' भी यही है. लेकिन इसके खिलाफ हुआ यह कि व्यक्ति
 वाद और अलग अलग राष्ट्र वाद और अधिक बढ़ा, जिस
 से एक दूसरे में अविश्वास, डर और नफरत और अधिक
 भयंकर जंगों की सम्भावना भी बढ़ी.

साइन्स आदमी को रूहेकुल की एक बहुत बड़ी देन
 है. साइन्स की इस अद्भुत और अनोखी वज्रति से और नई
 नई ईजादों से होना यह चाहिये था कि सब आदमियों की
 खिन्दगी खियादा खुशहाल, खियादा माला माल और
 खियादा भरपूर दिखाई देती. इसके बजाय हुआ यह कि
 साइन्स और उसकी ईजादें शैतानियत की गुलाम बनकर
 साम्राज्यवाद, युद्धवाद और धन लोलुपता के नारकीय मत-
 लबोंको पूरा करने के लिए औजारों का काम दे रही हैं.
 अमेज़ी की एक कहावत है कि 'आदमी तजवीज़ करता है
 और ईश्वर फ़ैसला करता है.' आज हो यह रहा है कि
 ईश्वर तजवीज़ करता है और शैतान फ़ैसला करता है ! यही
 कारण है कि फ़रिश्तों का उस्ताद (शैतान) सारी बुराइयों की
 जड़ हो जाता है. देवता और दैत्य एक दूसरे के सौतेले भाई
 हैं. मालूम होता है कि दुनिया के इस नाटक को, इस लीला
 को, पूरा करने के लिए स्वार्थ और परमार्थ, खुदी और
 खुदा, फ़रिश्ते और शैतान, देवता और राक्षस दोनों की
 एक बराबर जरूरत होती है.

दूसरों के दुखों का अपना दुख समझना, उसके साथ
 हमदर्दी, सहानुभूति, अनुकंपा या दया महसूस करना;
 उनके साथ अपनापन अनुभव करना, किसी को रौर न
 समझना, यह समझना कि मेरा जीवन या मेरा नफा नुक-
 सान किसी दूसरे के जीवन या किसी दूसरे के नफे नुकसान
 से अलग नहीं है, हम सब एक दूसरे में बँधे हुए हैं, हरेक
 की भलाई में सबकी भलाई है, हरेक की बुराई में सबकी
 बुराई, यह बात आदमी के अंदर पहले एक क्रुद्धता ढग से
 उसके दिल से पैदा होती है और फिर धीरे धीरे वह इसे
 जानने लगता है और उसके सब काम इसी के रंग में रंग
 जाते हैं. यही है सबके अंदर एक आत्मा यानी एक विश्व
 आत्मा को अनुभव करना. इसी विश्वआत्मा के चारों तरफ
 सारा जीवन, सारा जगत, एक एक एटम, एक एक चाँद
 और तारा, हमारे फेफड़ों के अंदर का सांस, हमारे रगों के
 अंदर का खून और क्रुद्धत के सारे जहर साफ घूमते हुए,
 चक्कर लगाते हुए दिखाई देते हैं. दुनिया की सारी दुई,
 सारी रैरियत, सारे विरोध और मुख़ालफ़त यहाँ आकर
 मिट जाते हैं. सब एक हो जाते हैं, सब अपने हो जाते हैं,
 इसी का नाम सात्विक वैराग्य है, यानी दुनिया के जुल्मों,

انہاں، اُرتھ نہیج اور دکھیں مے دل کا پھرنا، اور اپنے اندر یہ وشواس پیدا ہونا کہ میں اِس دنیا کو تھیک کرنے کے لئے ہی پیدا ہوا ہوں۔ اِس طرح کے وچار اور وشواس کے سامنے دنیا کا کوئی اثبات نہیں ٹھہر سکتا۔ اِسی کا نام آتم پرکاش یا آتم بودی یعنی روح کا اپنے کو پہچاننا ہے۔ ایک مہن پیدا ہو کر یہ روشنی سب کو روشن کرتی رہتی ہے۔ یہی دنیا کی سب دھارمک کتابوں کا سار ہے۔

کہا جا سکتا ہے کہ آدمی کے دل اور دماغ میں اُنٹے پورے
 پورے تین کی کھپا ضرورت ہے، چوڑوں کے سوالوں کو حل کرنے کے
 لئے اِس کی ضرورت کُہا ہے ؟ بات یہ ہے کہ کوئی بچہ جب
 تک کم سے کم نووڑی دیر کے لئے اپنے کھلونوں سے ہٹ کر کتاب
 یا تفتی کی طرف نہیں مڑیگا تب تک وہ 'ا'، 'ای' نہیں
 سیکھ سکتا۔ جب تک ہم اور سب چوڑوں کی طرف سے اپنی
 نگاہ کو ہٹا کر سورج کی طرف رخ نہیں کرینگے سورج بھی ہمیں
 دکھائی نہیں دے سکتا۔ اِس دنیا کے دُعاں دولت کو چھوٹے رہ
 کر ہم ایشور کا دیدار حاصل نہیں کر سکتے جب تک ہمارا دل
 اور ہماری آنکھیں اِس آسار سنسار پر لگی ہوئی ہیں تب تک
 ہم اپنے دلوں کے اندر بیٹھے ہوئے اُس اُلفت استغوا اُس وجود
 کل کو کیسے دیکھ سکتے ہیں ؟ ہمارے دل اگر اِس دنیا کی
 چوڑوں کی طرف لگے ہوئے ہیں تو ہمیں سچ سچ اُنما کی
 دنیا کی چوڑیں نہیں دکھائی دے سکتیں۔ جب تک ہم
 اپنی پوری شکتی سے اپنے پورے دل اور دماغ سے
 اُلفت کی کھوج نہیں کریں گے ہم اُلفت کو نہیں پا
 سکتے۔ پرمانہ کو اپنے اندر بیٹھانے کے لئے ہمیں اپنی چوڑوں
 اُنما، اپنی خودی کو باہر نکالنا ہوگا۔ حضرت عیسیٰ نے
 کہا ہے :- "ستھہ یعنی حق کو دیکھنے کے لئے تمہیں اُسی طرح
 کی زندگی بسر کرنی ہوگی۔ اگر تم کمال ہونا چھتے ہو اور
 اُلفت جہوں پر اُبت کرنا چاہتے ہو تو تمہارے پاس جو کچھ ہے
 سب دے ڈالو، جو کچھ ہے وہ غریبوں اور ناداروں میں تقسیم
 کر دو اور مہرے پیچھے چلے ڈو۔"

بدھ کے دل میں جب تلاش حق کا یہ جنوں جگا، یہ
 ایشوریہ آسمان پیدا ہوا تو وہ رات کے اندھیارے میں اپنی بھوی
 اپنے بچے اور شاہی محل کو چھوڑ کر اپنے پتا کی راجدھانی کھلیستو
 کے پھاٹک سے باہر نکل نکلے اور نکلتے سہ مڑ کر پیچھے کی طرف
 دیکھ کر اپنا داہنا ہاتھ اٹھا کر انہیں نے گمبھرتا کے ساتھ پر نکھیل
 کی:—”جب میں اپنے جیسے دوسرے دیکھوں گی مدد کے لئے زندگی
 اور موت کے رھسہ کو نہیں جان لوں گا اور اس پر قابو حاصل نہیں
 کر لوں گا تب تک میں اس پھاٹک کے اندر لوٹ کر نہیں آؤں گا۔“
 بدھ نے اس رھسہ کو پیا لیا اور جو لوگ اسے جاننے کی اچھا
 رکھتے تھے ان سب کو سکھایا۔ وہ رھسہ (راز) یہی امر

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

روح یا آتما جب جوان ہونے لگتی ہے

سچاई ہے کہ سارے دکھوں کی جڑ ہمارے اپنے اندر ہے۔ وہ جڑ ہماری خودی ہے، ہمارا افکار ہے۔ وہ جڑ یہ غلط یا غلط! چاہے کہ میں اپنا الگ، دیکھتو، اپنا الگ وجود قائم رکھوں۔ دکھ کی جڑ یہ غلط و شوالس ہے کہ میرا یہ ہار مانوس کا شریر ہی میرا آپا ہے، اسی کا نام اہمیت یا مہتا ہے۔ یہ ایک غور فانی سچائی ہے کہ ہمارے سب دکھوں کا کارن ہم خود ہیں، کوئی دوسرا نہیں، کوئی دوسرا ہمیں مجبور نہیں کر سکتا، کوئی دوسرا ہی ہے کوئی نہیں۔ انو، کوئی ایتھم، ہماری کوئی روتی یا وچار، ہمارے اس دہہ اور اس چت کے اندر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے ہم اپنا سمجھتے ہوں اور جو طرح طرح کے، جگہ جگہ کے اور یک یک کے انگنت شریروں اور انگنت دماغوں کا جز یا انگ نہ رہ چکی ہو، اور جو آئندہ بھی ویسے ہی انگنت روپوں انگنت شریروں اور انگنت دماغوں، روپوں، استھانوں اور زمانوں میں نہ رہے۔ اس لئے دنیا کے سب نام، روپ، سب وچار سب بھاؤ اور سب سبب تو آپے سب سب دکھ، سب دماغ اور سب شریر ایک ہی ویاپک عالمگیر آتما سے سمجھ رہتے ہیں، سب اسی ایک کا ظہور ہیں، اور اسی کے اندر یہ سب اس طرح رھتے اور چلتے پھرتے ہیں جیسے ایک سمندر کے اندر طرح طرح کے ہلبیلے، جھاگ، پھوڑ اور لہریں۔

700 PAGES,
32 ILLUSTRATIONS
& COLOURED MAPS

"CHINA TODAY"

BY PANDIT SUNDARLAL

PRICE
Rs. 7. 8. 0

A vivid narration of the glorious and wonderful achievements of New China...A picture of China which is both convincing and authentic...the best book that has come out so far on New China in the English language...the most objective in approach and comprehensive in treatment.
—National Herald, Lucknow.

Highly informative...throws vivid light on conditions obtaining in that country...a book which deserves to be widely known
—Leader, Allahabad.

Encyclopaedic...characterized by acute observation of detail as well as by instinctive grasp of the fundamental perspective...To read it is veritably like accompanying the Mission on its thrilling voyage of discovery in New China.
—Blitz, Bombay

A mine of information which gives a picture of China as nothing else does...the best guide to New China...Those who would like to understand what is happening in New China can do no better than to study it.
—Bharat Jyoti, Bombay

The wealth of information it gives on China new and old...makes fascinating reading...is comprehensive and informative and must therefore interest all students of public affairs.
—Indian Express, Madras

China Today is an eloquent tribute to his (Pandit Sunderlal's) shrewd understanding of man and matter...brings to the light the mighty endeavour of the Chinese People to rebuild their great nation on firm new foundations for a tomorrow which is theirs.
—Vigil, Delhi.

دو سمندروں کا संगم اور سچائی کا پرکاش

دو سمندروں کا سنگم اور سچائی کا پرکاش

ڈاکٹر تاراچند

ڈاکٹر تاراچند

دارا شیکوہ کو भारत کے वेदांत और इसलाम کے سچے मत دونوں سے گہرا پریم تھا۔ ساتھ کی کھوج کا مادہ اُسے اپنے پورے وجود سے وراثت میں ملا تھا۔ سب دھرموں کو جاننے اور سمجھنے کی اچھا اُس میں تھیک ویسی ہی تھی جیسی اُس کے پردادا سمرات اکر میں۔ پر ایک بہت بڑا فرق یہ تھا کہ سمرات اکر اُلوہ تھا اور داراشکوہ ہندو دھارمک ساتھ اور مسالم دھارمک ساتھ دونوں کا پورا ودوان تھا۔ صوفی کتابوں کو اُس نے خوب پڑھ رکھا تھا۔ بڑے بڑے مسلمان سنوں اور صوفیوں کی اُس نے جو لوگوں لکھی تھیں اور پچاس آپنشدوں کا اُس نے سلسلہ سے فارسی میں افاد کیا تھا۔ اِس طرح صوفی مت اور ویدانت کی تلقا وہ خوب کر سکتا تھا۔ اِس وقت پر اُس نے ”مجمع البحرین“ نام کی ایک کتاب لکھی۔ مجمع البحرین کے معنی ہیں ”دو سمندروں کا سنگم“۔ یہ اصولیہ کرنے دونوں دھرموں کی سچائی کے بارے میں داراشکوہ کی کھوج کا نتیجہ ہے۔ وہ اِس نتیجے پر پہنچا تھا کہ ہندو دھرم اور اسلام دونوں کا سار ایک ہی ہے اور دونوں بنیاداً ایک ہیں۔ اپنے اِس سدھانت کو ثابت کرنے کے لئے داراشکوہ نے ویدانت کے کرنے اور صوفی مت کی کتابوں کے اصولوں کو اِس بستک میں وسمار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اِس بستک کو پڑھ کر کوئی انصاف پسند آدمی اِس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ داراشکوہ کو اپنی بات ثابت کرنے میں پوری کامیابی ملی ہے۔

ادھیاتم ویدا (علم روحانی) ایک گہرے اور اندھیرے سمندر کی طرح ہے۔ اُس سمندر کی سطح پر طوفانوں، آندھیوں، چاند کی کشش اور اِس بڑھانڈ کی دوسری شکتیوں کے اثر سے طرح طرح کی شکلیں بنتی اور پل پل پر بدلتی اور بگڑتی رہتی ہیں۔ لیکن اُن الگ الگ شکلیں کے نیچے گہرائی میں اُور کی جھگ اُگنے والی لہروں سے دور، شانت جل دھارائیں ایک دوسرے میں ملتی اور ایک ہوتی رہتی ہیں۔ ادھیاتم ویدا یعنی روحانی علم ایک ویپک اور عالمگیر چیز ہے۔ اِس دنیا کے جاننے والے نہ کسی ایک زمانے کے ہوتے ہیں اور نہ کسی ایک دیہ کے۔ وہ دیہی اور کل سے اُپر سب دیہوں اور سب زمانوں کے ایک

دارا شیکوہ کو भारत کے वेदांत और इसलाम के सचें मत दोनों से गहरा प्रेम था। सत्य की खोज का माहा उसे अपने पूर्वजों से विरासत में मिला था। सब धर्मों को जानने और समझने की इच्छा उसमें ठीक वैसी ही थी जैसी उसके परदादा सम्राट अकबर में। पर एक बहुत बड़ा फर्क यह था कि सम्राट अकबर अनपढ़ था और दारा शिकोह हिन्दू धार्मिक साहित्य और मुसलिम धार्मिक साहित्य दोनों का पूरा विद्वान था। सूफी किताबों को उसने खूब पढ़ रक्खा था। बड़े बड़े मुलसमान संतों और सूफियों की उसने जीबनियाँ लिखी थीं और पचास उपनिषदों का उसने संस्कृत से फारसी में अनुवाद किया था। इस तरह सूफी मत और वेदान्त की तुलना वह खूब कर सकता था। इस विषय पर उसने ”मजमाउल बहरैन“ नाम की एक किताब लिखी। मजमाउल बहरैन के मानी हैं ’दो समंदरों का संगम‘ यह अमूल्य ग्रन्थ दोनों धर्मों की सचाई के बारे में दारा शिकोह की खोज का नतीजा है। वह इस नतीजे पर पहुँचा था कि हिन्दू धर्म और इसलाम दोनों को सार एक ही है और दोनों बुनियादन एक हैं। अपने इस सिद्धान्त को साबित करने के लिए दारा शिकोह ने वेदांत के ग्रंथों और सूफी मत की किताबों के उसूलों को इस पुस्तक में विस्तार के साथ बयान किया है। इस पुस्तक को पढ़कर कोई ईसाक-पसंद आदमी इस बात से इंकार नहीं कर सकता कि दारा शिकोह को अपनी बात साबित करने में पूरी कामयाबी मिली है।

अध्यात्म विद्या (इल्मे रुहानी) एक गहरे और अंधेरे समंदर की तरह है। उस समंदर की सतह पर तूफानों, आंधियों, चांद की कशिश और इस ब्रह्मांड की दूसरी शक्तियों के असर से तरह तरह की शकलें बनती और पल पल पर बदलती और बिगड़ती रहती हैं। लेकिन उन अलग अलग शकलों के नीचे गहराई में ऊपर को भाग उगलने वाली लहरों से दूर, शांत जल धाराएँ एक दूसरे में मिलती और एक होती रहती हैं। अध्यात्म विद्या यानी रुहानी इल्म एक व्यापक और आलमगीर चीज है। इस विद्या के जानने वाले न किसी एक जमाने के होते हैं और न किसी एक देश के। वह देश और काल से ऊपर सब देशों और सब जमानों के एक

بہاؤ ہوئے ہیں۔ اس طرح کی مہان آتماؤں سب دیکھیں اور سب زمانوں میں پیدا ہوئی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا انداز کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیکھ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انورچمنٹ یعنی ناقابل بیان روشنی، ایک الونک جنونی، پرم آئند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الونک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بدیہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لائی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار بولنا پڑتا ہے۔ اسے ادھتک مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولنی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل کرک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہونے پر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرح کے روحانی تجربوں کو طرح طرح کی لٹ کٹوں میں بھی ظاہر کیا جاتا ہے، کیونکہ آدمی کے سب تجربے آخر ایک دوسرے کے ساتھ سمبندھ رکھتے ہیں۔ گانا، بھجنا، کویتا، چترکا، مورتی کا اور نرمان کا یعنی علم تعمیر، ان سب کے ذریعے ان تجربوں کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان کٹوں میں سب سے بڑی کٹ جنوں کا ہے۔ لہذا ہم دنیا کا سب سے بڑا اثر آدمی کے جنوں پر پڑتا ہے۔ ادھتک و دنیا آدمی کے سارے چتر یعنی کھینچنے کو روپ دے دیتی ہے اور اس کی سنگت شکتی یعنی قوت ارادی کو مضبوط اور مالا مال کر دیتی ہے۔

اس طرف اس طرح کے جنوں کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے اپنے گھر سے نکلنے کو پالنے کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں تباہ کرتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشے نام میں لیتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ آہٹس (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی بگاڑیاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیکھ یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جنوں کی کھور آزمائشوں سے بچتے

بہاؤ ہوئے ہیں۔ اس طرح کی مہان آتماؤں سب دیکھیں اور سب زمانوں میں پیدا ہوئی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا انداز کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیکھ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انورچمنٹ یعنی ناقابل بیان روشنی، ایک الونک جنونی، پرم آئند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الونک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بدیہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لائی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار بولنا پڑتا ہے۔ اسے ادھتک مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولنی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل کرک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہونے پر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

اس طرف اس طرح کے جنوں کے ساتھ نئی طرح کے خطرے بھی چلتے ہیں۔ اس راستے پر چلنے کے لئے اپنے گھر سے نکلنے کو پالنے کرنا پڑتا ہے کہ سب آدمی انہیں نہیں تباہ کرتے۔ کچھ لوگ اپنے اندر کی کمزوری کے کان آسان راستے نکال لیتے ہیں۔ وہ گتے بجاتے ہیں، ناچتے ہیں، شرابیوں اور طرح طرح کے نشے نام میں لیتے ہیں۔ اس سے ان کے دماغوں کی ایسی حالت ہوجاتی ہے کہ انہیں تھوڑی تھوڑی دیر کے لئے یہ آہٹس (دھوکا) ہونے لگتا ہے کہ وہ اس دنیا کے دکھوں سے چھٹ گئے۔ اصلیت میں ان کی اندریوں کی شکتی دھیلی پڑ جاتی ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ وہ شغل یعنی بگاڑیاس کے کسی اونچے مقام پر پہنچ گئے۔ کسی دیکھ یا ساج کا جب پکن ہونے لگتا ہے تو بہت سے لوگ جنوں کی کھور آزمائشوں سے بچتے

بہاؤ ہوئے ہیں۔ اس طرح کی مہان آتماؤں سب دیکھیں اور سب زمانوں میں پیدا ہوئی رہی ہیں۔ جن لوگوں نے اس دنیا کا انداز کیا ہے انہیں اپنے اندر ایک ایسی حالت انویہو ہونے لگتی ہے جس میں وہ ایک ایسی دوسری دنیا میں پہنچ جاتے ہیں جہاں دیکھ اور کال کا کوئی اثر نہیں رہ جاتا اور ایک ایسی انورچمنٹ یعنی ناقابل بیان روشنی، ایک الونک جنونی، پرم آئند اور گہری شانتی انہیں اپنے اندر انویہو ہونے لگتی ہے۔ ہر جب آدمی اس الونک تجربے کو اس دنیا کے شعبوں میں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے خاص طرح کی بدیہاشائیں یا اصطلاحیں نام میں لائی پڑتی ہیں۔ اس دنیا کی طرح ہی سوچنا پڑتا ہے اور جن لوگوں سے وہ بات کرتا ہے ان کی بولی میں ان کی سمجھ کے انوسار بولنا پڑتا ہے۔ اسے ادھتک مثالیں دے دیکر اپنا یعنی تشبیہ اور استعاروں کی یعنی روپک بھاشا بولنی پڑتی ہے۔ اس طرح کے تجربوں کو کھل کرک یعنی منطق کے قاعدوں سے نہیں سمجھا جاسکتا۔ اس کے لئے دوسری طرح کے سوچنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ جو وچار اس طرح پیدا ہوتے ہیں وہی ہونے پر ایک درشن شاستر یا فلسفہ کا روپ لے لیتے ہیں۔

میں बहुत बड़ी मदद देते हैं, रुकावट नहीं होते. यही सचची रुहानियत का रास्ता है.

दारा शिकोह जानता था कि हिन्दुस्तान के अन्दर मुसलमानों के जीवन को तसव्वुफ ने एक नई राह दिखा दी थी और एक नए अर्थों में उनके जीवन को माला माल कर दिया था. वो यह भी जानता था कि ठीक इसी तरह वेदांत ने हिन्दू समाज के अन्दर लोगों पर गहरा असर डाला था और अच्छे से अच्छे फूल खिलाए थे. मुसलमानों को इमाम राज्जाली के फलसफे और मुईनउद्दीन चिश्ती के जीवन के बहुत बड़ी प्रेरणा मिली थी. हिन्दुओं को शंकर और रामानुज, कबीर और चैतन्य के उपदेशों से नई रोशनी और नया जीवन मिला है. अब सवाल केवल यह था कि क्या इन दोनों विशाल समंदरों को मिलाया जा सकता है ? अगर मिलाया जा सके तो मिली जुली हिन्दुस्तानी कलचर के लिए पक्की से पक्की रुहानी बुनियाद मिल सकती है और इस देश में एक सुन्दर मिले जुले समाज की रचना की जा सकती है.

दारा शिकोह ने इन सवालों का जवाब अपनी दोनों किताबों, "मजमउल बहरैन" और "रिसालए हकनुमा" में दिया है. इन दोनों नामों के अलग अलग मानी हैं दोनों समंदरों का संगम" और "सचाई के प्रकाश पर निबंध."

'मजमउल बहरैन' की दारा शिकोह ने एक भूमिका लिखी है. उसमें उसने लिखा है कि :—

"पहले मैंने सब असलियतों की असलियत जानना चाहा. मैंने सूफियों के सच्चे मजहब के रहस्यों (राज्यों) और बरिकियों को जानने की कोशिश की. इस अनमोल चीज को हासिल करने के बाद मैंने यह मालूम करने की कोशिश की कि हिन्दुस्तान के उन मवहिदों (एकेश्वर बादियों) खोजियों और उस्तादों का उसूल क्या था जिन्होंने गहरी तपस्या करके, ध्यान लगाकर, मनन यानी गौरो रोज करके और गहरी समाधि में जाकर ईश्वर अल्लाह का दीदार हासिल किया था. हिन्दू आचार्यों और साधु संतों से मैं बार बार मिला और उनसे खूब बात चीत की. मैंने देखा कि शब्दों के छोटे मोटे फरक को छोड़कर उनमें कोई बुनियादी फरक नहीं था. केवल कोई अपनी खोज और अपने ज्ञान को एक तरह के शब्दों में बयान करता था और कोई दूसरी तरह के शब्दों में. इसके बाद मैंने वेदांत के पंडितों और संत महात्माओं और इसलाम के सूफियों दोनों के विचारों को एक जगह करके देखा. उनमें से उन सब बातों को जमा किया जो सचाई के खोजियों के लिए जरूरी और कारामद हैं. इस तरह यह किताब तैयार हो गई. यह किताब दोनों तरफ के हकशनास लोगों यानी सचाई को जानने वालों के विचारों और उपदेशों का संग्रह है. इसलिए मैंने इसका नाम 'मजमउल बहरैन' रक्खा है."

میں بہت بڑی مدد دیتے ہیں، روکاوٹ نہیں ہوتے۔ یہی سچائی روحانیت کا راستہ ہے۔

دارا شکوہ جانتا تھا کہ ہندوستان کے اندر مسلمانوں کے جنہوں کو تصوف نے ایک نئی راہ دکھا دی تھی اور ایک نئے لڑتوں میں ان کے جنہوں کو مالا مال کر دیا تھا. وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ٹھیک اسی طرح ویدانت نے ہندو سماج کے اندر لوگوں پر گہرا اثر ڈالا تھا اور اچھے سے اچھے پھول کھلائے تھے. مسلمانوں کو امام غزالی کے فلسفے اور معین الدین چشتی کے جنہوں سے بہت بڑی پیرنا ملی تھی. ہندوؤں کو شکر اور رامانج، کبیر اور چیتلہ کے اُپدیشوں سے نئی روشنی اور نیا جنم ملا ہے. اب سوال یہ تھا کہ کیا ان دونوں وصال سمندروں کو ملاجا جا سکتا ہے؟ اگر ملاجا جا سکے تو ملی جلی ہندوستانی کلچر کے لئے پکی سے پکی روحانی پہلاد مل سکتی ہے اور اس دیش میں ایک سندرم ملے جیسے سماج کی رچلا کی جا سکتی ہے.

دارا شکوہ نے ان سوالوں کا جواب اپنی دونوں کتابوں "مجمع البحرین" اور "رسالۃ حق نما" میں دیا ہے. ان دونوں ناموں کے ایک لک معنی ہیں "دونوں سمندروں کا سنگم" اور "سچائی کے پرکاش پر نیندہ."

"مجمع البحرین" کی دارا شکوہ نے ایک بیوی لکھی ہے. اُس میں اُس نے لکھا ہے کہ:—

"پہلے میں نے سب اصلیتوں کی اصلیت جانتا چاہا. میں نے صوفیوں کے سچے مذہب کے رہسوں (رازوں) اور باریکوں کو جاننے کی کوشش کی. اس اصول چوز کو حاصل کرنے کے بعد میں نے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ہندوستان کے ان موحدوں (ایکیشور وادیوں) کھوجیوں اور اُستادوں کا اصول کیا تھا جنہوں نے گہری تپسیا کر کے، دھیان لگا کر منن یعنی غور و خوض کر کے اور گہری سادھی میں جا کر ایشور اللہ کا دیدار حاصل کیا تھا. مغربو آچاریوں اور سادھو سنتوں سے میں بار بار ملا اور ان سے خوب بات چیت کی. میں نے دیکھا کہ شہدوں کے چہرے موٹے فرق کو چہرے کر ان میں کوئی بنیادی فرق نہیں تھا. کھول کوئی اپنی کھوج اور اپنے گیان کو ایک طرح کے شہدوں میں بیان کرتا تھا اور کوئی دوسری طرح کے شہدوں میں. اس کے بعد میں ویدانت کے پندتوں اور سنت مہاتماؤں اور اسلام کے صوفیوں دونوں کے وچاروں کو ایک جگہ کر کے دیکھا. ان میں سے ان سب باتوں کو جمع کیا جو سچائی کے کھوجیوں کے لئے ضروری اور کارآمد ہیں. اس طرح یہ کتاب تیار ہو گئی. یہ کتاب دونوں طرف کے حق شلاس لوگوں یعنی سچائی کو جاننے والوں کے وچاروں اور اُپدیشوں کا سنگم ہے. اس لئے میں اس کا نام 'مجمع البحرین' رکھا ہے."

دارا شیکوہ کی ان دونوں کتابوں میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ سرشتی کب اور کیسے بنی، آدمی کب، کیسے اور کیوں پیدا کیا گیا، پھر کب اور کیسے مرے گا؟ یہ سب باتیں یہ دونوں کتابیں اس طرح کے انداز میں بیان کرتی ہیں کہ ان کے سب باتوں پر ہندو فلسفہ اور مسلم فلسفہ دونوں ایک ہی بات کہتی ہیں اور دونوں پر مانند تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ، ایک ہی طرح کے قدم اور ایک ہی طرح کی ریاضت تہسبا آدمی کو بتاتی ہیں۔ دونوں راہیں ایک ہیں۔ اس راستہ پر چار خاص مقام ہیں جہاں پہنچ کر آتما یعنی روح کو خاص خاص طرح کے ماسک یعنی دماغی، ہارڈک یعنی جذباتی اور شاربرک یعنی جسمانی تجربہ ہوتے ہیں۔ یہی است سے ست کی طرف یعنی باطل سے حق کی طرف، اندھیرے سے آجالت کی طرف اور فانی زندگی سے غیر فانی زندگی کی طرف روح کی باترا ہے۔ یہی راستہ اسلام کے صوفیوں اور درویشوں نے سکھایا ہے اور اسی کی تعلیم ہندو سنتوں اور رشہوں نے دی ہے۔ قرآن اور آپلشد دونوں اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

دارا شیکوہ کی ان دونوں کتابوں میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ یہ سرشتی کب اور کیسے بنی، آدمی کب، کیسے اور کیوں پیدا کیا گیا، پھر کب اور کیسے مرے گا؟ یہ سب باتیں یہ دونوں کتابیں اس طرح کے انداز میں بیان کرتی ہیں کہ ان کے سب باتوں پر ہندو فلسفہ اور مسلم فلسفہ دونوں ایک ہی بات کہتی ہیں اور دونوں پر مانند تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ، ایک ہی طرح کے قدم اور ایک ہی طرح کی ریاضت تہسبا آدمی کو بتاتی ہیں۔ دونوں راہیں ایک ہیں۔ اس راستہ پر چار خاص مقام ہیں جہاں پہنچ کر آتما یعنی روح کو خاص خاص طرح کے ماسک یعنی دماغی، ہارڈک یعنی جذباتی اور شاربرک یعنی جسمانی تجربہ ہوتے ہیں۔ یہی است سے ست کی طرف یعنی باطل سے حق کی طرف، اندھیرے سے آجالت کی طرف اور فانی زندگی سے غیر فانی زندگی کی طرف روح کی باترا ہے۔ یہی راستہ اسلام کے صوفیوں اور درویشوں نے سکھایا ہے اور اسی کی تعلیم ہندو سنتوں اور رشہوں نے دی ہے۔ قرآن اور آپلشد دونوں اسی بات کی تصدیق کرتے ہیں۔

X X X

X X X

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راج دوت کی حیثیت سے طہران میں رہ کر اپنے سرکاری فوض کی ادائیگی کے ساتھ دارا شیکوہ کی ان دونوں امولیہ پستوں، "معجم البحریں" اور رسالہ "حق نہا"، کا فارسی سے انگریزی میں انواد کیا ہے جو جلدی ہی پرکاشت ہونے والا ہے۔ سندر لال۔]

[ڈاکٹر تارا چند نے بھارت کے راج دوت کی حیثیت سے طہران میں رہ کر اپنے سرکاری فوض کی ادائیگی کے ساتھ دارا شیکوہ کی ان دونوں امولیہ پستوں، "معجم البحریں" اور رسالہ "حق نہا"، کا فارسی سے انگریزی میں انواد کیا ہے جو جلدی ہی پرکاشت ہونے والا ہے۔ سندر لال۔]

آجکل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا،
فکر کو سڑھیں نہ کہی شہ دعاؤں کے سوا،
ماننے والے تیرے دنیویا میں ہیں لاکھوں مگر،
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

—عمر خیام۔

عقل پا سکتی نہیں ہے بھید تیری ذات کا،
فکر کو سڑھیں نہ کہی شہ دعاؤں کے سوا،
ماننے والے تیرے دنیویا میں ہیں لاکھوں مگر،
جاننے والا تیرا کوئی نہیں تیرے سوا۔

—عمر خیام۔

“نیا ہند” کے پڑنے والوں میں شایبہ کوئی بڑی ہی ہونے لگی جو یہ سمجھ گئے ہیں کہ اس نوٹ میں کس کی چرچا ہے۔ دہلی میں کچھ دنے لوگ ہی انہیں جانتے ہونگے۔

میرزا ابوالفضل، جنہیں ہم ٹیک چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، پوربی بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگال پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جا کر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہم حصہ ایک دہلی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگال ان کی مادرِ بھاشا تھی۔ سنسکرت کے وہ بڑے پندت تھے۔ رامایاں، महाभारत और लगभग सब हिन्दू पुराण और स्मृतियाँ انہوں نے مूल سنسکرت میں پڑی تھیں، اور مرتے دم تک ان پر حاوی تھے۔ چاروں वेदों का उनका किया हुआ मूल संस्कृत से बंगला में अनुवाद हमने उनके पास रखा हुआ देखा है। शायद वह कभी प्रकाशित न हो पाया। अपनी बात चीत में—और वह बात चीत भी बहुत कम करते थे—जब कभी वह वेदों, पुराणों, स्मृतियों या किसी शास्त्र का हवाला देते थे तो मालूम होता था कि उनका दिमाग किसी आदमी का दिमाग नहीं बल्कि खासा चलता फिरता पुस्तकालय है।

عربی بھاشا کے وہ سندر تھے۔ ان کا قرآن کا انگریزی انوار کئی ایڈیشنوں میں نکل چکا ہے۔ دوسرے مہادھ سے پہلے یورپ میں خاص کر جرمنی میں ان کے انوار کی بہت بڑی قدر تھی۔ ان کا قرآن کا اردو انوار بھی ہم نے چھپا ہوا دیکھا ہے۔

قرآن کے ترجمہ کے علاوہ انہوں نے خاص کر انگریزی میں اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:—‘ایف آف محمد’، ‘سینٹنس آف محمد’، ‘ایب ایالوجی فار محمد’، ‘ہائڈ دی ویل’ (جو دنیا میں عورتوں کی حالت اور مسیحا پر ایک خاص کتاب ہے)، ‘ہندو ازم اینڈ اسلام’، ‘کوشچینیٹی اینڈ اسلام’، ‘جوڈا ازم اینڈ اسلام’، ‘ہندو ازم اینڈ اسلام’۔

مرزا ابوالفضل، جنہیں ہم ٹیک چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، یوربی بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگال پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جا کر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہم حصہ ایک دہلی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

بنگال ان کی مادرِ بھاشا تھی۔ سنسکرت کے وہ بڑے پندت تھے۔ رامایاں، महाभारत اور लगभग सब हिन्दू पुराण और स्मृतियाँ انہوں نے مूल سنسکرت میں پڑی تھیں، اور مرتے دم تک ان پر حاوی تھے۔ چاروں वेदों का उनका किया हुआ मूल संस्कृत से बंगला में अनुवाद हमने उनके पास रखा हुआ देखा है। शायद वह कभी प्रकाशित न हो पाया। अपनी बात चीत में—और वह बात चीत भी बहुत कम करते थे—जब कभी वह वेदों, पुराणों, स्मृतियों या किसी शास्त्र का हवाला देते थे तो मालूम होता था कि उनका दिमाग किसी आदमी का दिमाग नहीं बल्कि खासा चलता फिरता पुस्तकालय है।

عربی بھاشا کے وہ سندر تھے۔ ان کا قرآن کا انگریزی انوار کئی ایڈیشنوں میں نکل چکا ہے۔ دوسرے مہادھ سے پہلے یورپ میں خاص کر جرمنی میں ان کے انوار کی بہت بڑی قدر تھی۔ ان کا قرآن کا اردو انوار بھی ہم نے چھپا ہوا دیکھا ہے۔

قرآن کے ترجمہ کے علاوہ انہوں نے خاص کر انگریزی میں اور بھی بہت سی کتابیں لکھیں جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں:—‘ایف آف محمد’، ‘سینٹنس آف محمد’، ‘ایب ایالوجی فار محمد’، ‘ہائڈ دی ویل’ (جو دنیا میں عورتوں کی حالت اور مسیحا پر ایک خاص کتاب ہے)، ‘ہندو ازم اینڈ اسلام’، ‘کوشچینیٹی اینڈ اسلام’، ‘جوڈا ازم اینڈ اسلام’، ‘ہندو ازم اینڈ اسلام’۔

مرزا ابوالفضل، جنہیں ہم ٹیک چالیس برس سے ‘دادا’ کہا کرتے تھے، یوربی بنگال کے ایک مسلمان عالم گھرانے میں پیدا ہوئے تھے۔ بچپن میں بنگال پڑھی، سنسکرت پڑھی، فارسی پڑھی، عربی پڑھی، انگریزی پڑھی، اور بعد میں یورپ جا کر وہاں کی بہت سی زبانیں سیکھیں۔ کلکتہ یونیورسٹی کے وہ ایم۔ اے۔ تھے اور یورپ کی ہرن یونیورسٹی کے بی۔ ایچ۔ تھے۔ بنگال میں پیدا ہو کر بھی انہوں نے اپنی زندگی کا اہم حصہ ایک دہلی اور دنیا کے دوسرے حصوں میں ہی گزارا۔

पूछा जा सकता है कि मिर्जा अबुल फजल ने लिखने पढ़ने के अलावा जिन्दगी में और क्या कुछ किया ? हमें इस सम्बन्ध में केवल थोड़ा सा ही हाल मालूम है. उनकी जिन्दगी अदन के ब्रिटिश मैजिस्ट्रेट की हैसियत से शुरू हुई. वेद हजार रुपया संजाह, रुतबा, दबदबा और जिन्दगी की

پوچھا جاسکتا ہے کہ مزا ابوالفضل نے لکھنا پڑھنا کے علاوہ زندگی میں اور کیا کچھ کیا؟ ہمیں اس سیمینار میں کھول تھوڑا سا ہی حال معلوم ہے۔ اُن کی زندگی عدنی کے ہرنٹس میجسٹریٹ کی حیثیت سے شروع ہوئی۔ دیرینہ ہزار روپیہ تنخواہ، رہتے، دہریہ اور زندگی کی

تمام آستانہیں۔ مگر جس چیز کی دادا کو سب سے زیادہ ضرورت تھی—یعنی آزاد خیالی اور روحانی سکون وہ انہیں حاصل نہ تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اعلیٰ افسروں کے ساتھ جھگڑے ہوئے اور مرزا صاحب نے نوکری سے استعفیٰ دے دیا۔ اُس کے بعد وہ لکھنؤ میں مالدیپ کے نواب کے یہاں پرائم منسٹر ہو گئے۔ نواب صاحب کا انگریز ریویژنٹ کے ساتھ جو رویہ تھا وہ مرزا صاحب کو نہایت ہتک آمیز معلوم ہوا۔ پرائم منسٹر کی حیثیت سے اُن کے عمل سے انگریز ریویژنٹ کے ساتھ قضیہ شروع ہو گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے پرائم منسٹری سے بھی استعفیٰ دے دیا۔ اِس بار انہوں ہنگال میں سلٹرل جیل کی سپرنٹنڈنٹ کی کام ملا، مگر انگریز انسپکٹر جنرل آف پریزنس سے اُن کی چھ مہینے بھی نہ پگی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اُس 800 روپیہ ماہوار کی نوکری سے بھی انہوں نے اِس طرح ہاتھ کھینچ لیا مانو اچکن پر بڑی روٹی گرد چھا دی ہو۔ اِس کے بعد وہ پڑوہ میں سپرنٹنڈنٹ آف پوسٹ آفس ہو گئے۔ سال بھر انہوں نے سکون سے نوکری کی، مگر کچھ معاملوں کو لیکر بھارت سرکل کے ڈائریکٹر جنرل آف پوسٹ آفس سے اُن کی کھٹ پٹ ہو گئی۔ پڑوہ سرکار اِس معاملہ میں جھک گئی مگر دادا کے لئے وہ عزت آہر کا سوال تھا اور جب استعفیٰ دیکر گھر لوٹے تو اُن کے دل میں تسلی اور ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ اِس بار مرزا صاحب نے دوسرے صیغہ کی تلاش کی۔ وہ کاشمیر میں آرکیالاجیکل ڈپارٹمنٹ کے سپرنٹنڈنٹ ہو گئے۔ کاشمیر میں سلطان زمین آبادین نے جس ملی جلی تلچر کی نہو ڈالی اِس کے متعلق مرزا صاحب نے کافی دلچسپ آرکیالاجیکل کھوجیں کیں۔ جتنے دنوں وہ وہاں رہے کاشمیر کے پرائیوٹ وہاگ کو مالا مال کرنے کی کوشش کی، مگر اِس بات کو لیکر انہیں سخت تکلیف ہوئی کہ باوجود اُن کی مرضی کے خلاف کچھ پرانی ملی ہوئی چیزیں کاشمیر میں نہ رکھ کر برٹش میوزیم لندن بھیج دی گئیں۔ مرزا صاحب نے آداس ہو کر وہاں سے بھی استعفیٰ پیش کر دیا اور تین روزی کی تلاش انہیں اِلہ آباد کھینچ لے آئی۔ وہ اِلہ آباد میونسپلٹی میں پہلے ٹیکس سپرنٹنڈنٹ اور پھر ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ ہوئے۔ وقت کے ساتھ ساتھ زندگی میں لوگوں کی تفتخواروں میں اضافہ ہوتا ہے مگر دادا کے ساتھ بات دوسری تھی۔ انہوں نے دیرہ ہزار مہینہ ریپٹ کے ساتھ نوکری شروع کی اور پچاس سال کی عمر میں اُن کی تفتخوار گتہ گتہ اِلہ آباد میونسپلٹی میں صرف ڈھائی سو روپیہ مہینہ رہ گئی۔ بحیثیت ایجوکیشن سپرنٹنڈنٹ کے انہوں نے پرباک مہوہا ویدیائیہ کی بنیاد ڈالی جو اب کافی بڑی سنسٹھا کی شکل میں موجود ہے۔ جرمنی میں لڑکیوں کی سنسٹھائیں جس شکل میں چلتی ہیں اُس سے ملتی جلتی شکل میں وہ اِس سنسٹھا کو چلانا چاہتے

یہ، مگر نیونسپلٹی میں بھلا ایلے بڑے عالم اور آزاد خیال آفیسر کی گنجائش کیسے ہو سکتی تھی؟ نتیجہ یہ ہوا کہ وہاں کی نوکری سے بھی انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور آخر میں سن 1925 میں انہیں ہندوستانی اکیڈمی میں سو روپیہ سہ ماہی کی پروف ریڈری کرنی پڑی۔ مگر نہ انہیں پندرہ سو روپیہ کی نوکری کا گھمنڈ تھا اور نہ سو روپیہ پانے کا غم۔ ان میں سختی اتنی تھی کہ فولد بھی ان کے سامنے پڑتی ہو جائے، مگر نرمی اتنی تھی کہ مکھن بھی انہیں دیکھ کر شرمسا جائے۔

دادا میلی جلی ہندوستانی کلچر کے زبردست حامی تھے۔ جیسا ہم نے اوپر لکھا ہے کہ ایک طرف وہ ویدوں اور اپنشدوں اور سنسکرت بھاشا کے مہان پंडित تھے تو دوسری طرف قرآن مجید، حدیثوں اور عربی بھاشا کے زبردست عالم۔ بھلا ایسے آدمی کی نگاہوں میں مذہبی ذوق کیسے رہ سکتے ہیں؟ وہ کرشن کو ہی پھنمبر مانتے تھے اور ان کی شکشاؤں کو وحدۃ الوجود کا حامی سمجھتے تھے، تو دوسری اور رسول اللہ کے پیرو۔ دونوں کی یادگار میں انہوں نے اپنے بیٹے کا نام کرشن محمد رکھا۔ وہ زمانہ ذوقوارانہ تحریک کا زمانہ تھا۔ اس پر بڑی چمکی گئی اور کانپورسی ہوئی، پھر سخت نکتہ چینی ہونے لگی۔ اسلام اور کرشنچین کالج کے ادھیکاروں نے نام کی وجہ سے لڑکے کو بھرتی کرنے سے انکار کر دیا۔ مرزا صاحب نے سب برداشت کیا مگر سچی ایکٹا کا حامی کہہ سہ اپنے اصولوں سے ہٹ سکتا تھا؟ بڑی جوانی میں جب اس لڑکے کا انتقال ہوا تو مرزا صاحب کو بڑا سخت صدمہ پہنچا مگر دوسری مصیبتوں کی طرح اسے بھی انہوں نے برداشت کیا۔

مرزا صاحب کے پاس کبھی کبھی رابلیٹی کا تھوڑا بہت روپیہ آجاتا تھا، مگر ان کا ہاں ہاتھ لینے میں سنبھل کرنا تو داہاں ہاتھ اپنا شاہ خرچ تھا کہ بڑی سے بڑی رقم چار دن میں لٹ جاتی۔ یتیموں، یتیموں، یتیموں اور ضرورت مندوں کی فہرست وہ لیکر بیٹھ جاتے اور ساری رقم صاف ہو جاتی۔ جب ان سے پوچھا جاتا کہ—

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کردی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہا دن میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی ہنت انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آتیں اسی ترتیب

قرآن شریف کے سہا دن میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی ہنت انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آتیں اسی ترتیب

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کردی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

”دادا، ساری رقم اپنے خرچ کردی؟“ تو جواب دیتے—

”بھئی! ہم تو اللہ والے ہیں اور اللہ والے پیسے جگاڑ کر نہیں رکھتے۔ دوسرے دن کے لیے پیسے بچا کر رکھنے کا مطلب ہے اس پاک پروردگار کی طرف اپنے اعتقاد کی کمی۔“ اور دادا نے اس اصول کا ساری زندگی پالن کیا۔

قرآن شریف کے سہا دن میں انہوں نے بڑی محنت کی۔ نئی ہنت انہوں نے یہ کی کہ کلام مجید کی آیتیں وقت کے لحاظ سے جس ترتیب سے آتیں اسی ترتیب

سے انہوں نے حالات اور واقعات کی روشنی میں اُن کا سلسلہ بنایا۔ یہ اُس سلسلے کے خلاف تھا جو نظم مسجد کی آئینوں کا رائج سلسلہ ہے۔ اِس پر مرزا صاحب کی یہ حد نہ پہنچی ہوئی، مگر یورپ اور امریکہ وغیرہ میں مرزا صاحب کے اِس سلسلے کو بے حد پسند کیا گیا۔

اُن کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے۔ ہنڈت مرنی لال نہرو کی جب یہ کام کتابوں نیلام ہونے تو مرزا صاحب نے اُن کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قدر تک پہنچ گئے۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضی لکھنا باند کر کے اب آپ ہوموپیتھک شروع کر دی؟ تو ہولہ—

”اِس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں۔ ڈاکٹروں کی بے حد کمی ہے۔ میں نے سوچا چلو اِسی بھانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں اُن کے علاج کی دھوم مچ گئی۔ ایک خاندانی ثواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹہلا، ہرن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے۔ جو کام وٹہلا کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن ثواب صاحب چاندی کے تھال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اِنسا گہرائے سانس بہت بڑی مصیبت پہنچی اُٹھی ہو۔ بڑی آرزومندی کے بعد کل ایک روپیہ فیس قبول کی۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے خرابی سے کرتے، مانو وہی اُن کی زندگی کا مقصد ہے۔ زمانے نے جب اُن کا امتحان لینا شروع کیا اور اِنسا جھکایا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی اُن کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے—پہلا، دوسرا اور تیسرا—مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اِس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکٹس کی ”کانپور دنیا جانچ کمیٹی“ نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا۔ ضبطی کے قابل کلاب

اُن کے ہوموپیتھک ڈاکٹر بننے کی بھی ایک کہانی ہے۔ ہنڈت مرنی لال نہرو کی جب یہ کام کتابوں نیلام ہونے تو مرزا صاحب نے اُن کی ہوموپیتھک کی کتابوں کا پورا سیٹ ساڑھے سات سو روپے میں خرید لیا۔ عالم تو تھ ہی، جو پڑھنا شروع کیا تو ہوموپیتھک کے علم کی قدر تک پہنچ گئے۔ موقع ملا تو تقریباً حیدرآباد میں ہوموپیتھک علاج شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ—

”وید اور قرآن پر ماضی لکھنا باند کر کے اب آپ ہوموپیتھک شروع کر دی؟ تو ہولہ—

”اِس ملک میں اتنی غریبی ہے کہ لوگوں کے پاس علاج تک کے لئے پیسہ نہیں ہیں۔ ڈاکٹروں کی بے حد کمی ہے۔ میں نے سوچا چلو اِسی بھانے لوگوں کی خدمت کا موقع ملے۔“

تین چار مہینے کے اندر ہی حیدرآباد بھر میں اُن کے علاج کی دھوم مچ گئی۔ ایک خاندانی ثواب صاحب، جو عرصے سے بیمار تھے اور اپنے علاج کے سلسلے میں وٹہلا، ہرن اور لندن کی خاک چھان آئے تھے، دوستوں کی صلاح مان کر مرزا صاحب کے دواخانہ میں حاضر ہوئے۔ اللہ کی قدرت کہ مہینہ بھر میں ہی چنگے ہو گئے۔ جو کام وٹہلا کے بڑے بڑے ڈاکٹر نہ کر سکے وہ مرزا صاحب کے ہوموپیتھک علاج نے کر دکھایا۔ اچھے ہونے کے بعد ایک دن ثواب صاحب چاندی کے تھال میں پانچ ہزار روپے رکھ کر مرزا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مرزا صاحب یہ دیکھ کر اِنسا گہرائے سانس بہت بڑی مصیبت پہنچی اُٹھی ہو۔ بڑی آرزومندی کے بعد کل ایک روپیہ فیس قبول کی۔

مرزا صاحب میں یہ خوبی تھی کہ جس کام کو ہاتھ لگاتے اسے خرابی سے کرتے، مانو وہی اُن کی زندگی کا مقصد ہے۔ زمانے نے جب اُن کا امتحان لینا شروع کیا اور اِنسا جھکایا کہ وہ پروف ریڈر ہو گئے تب بھی اُن کی یہ کیفیت تھی کہ دس دس کمپوزیٹر کمپوز کر رہے تھے اور وہ اکیلے پروف دیکھتے تھے—پہلا، دوسرا اور تیسرا—مگر کمپوزیٹر انہیں ہرا نہ پاتے تھے۔ وہ اکثر دبا کرتے تھے کہ ”جو کام بھی کرو، خوش ہو کر کرو اور اِس کے لئے اللہ کا شکر ادا کرو۔“ سن 1933 میں ڈائریکٹس کی ”کانپور دنیا جانچ کمیٹی“ نے رپورٹ چھاپنے کے لئے کوئی پریس والا راضی نہ ہوا۔ ضبطی کے قابل کلاب

کو بھلا کون جانتا ! دادا سے چرچا ہوئی، فوراً تیار ہو گئے۔ جو تھوڑی بہت پونجی تھی اُس سے ایک 'ملروا' نام کا پریس کھڑا اور چھپائی شروع کر دی۔ راتوں دن اُس موتی رپورٹ کو ایک مہینے میں چھاپ کر انہوں نے تیار کر دیا۔ پولیس سراغ تک نہ پاسکی۔ جس دن وہ کلاب تیار ہوئی اُسی دن اُس کی قریب ڈیڑھ ہزار کاپیاں ریلوے پارسل گھروں اور پوسٹ آفسوں میں ضبط کر لی گئیں۔ مرزا صاحب کے پریس پر سرکاری نالہ قائل دیا گیا، اور آخر میں پریس ضبط کر لیا گیا۔ پرنٹس پارلیامینٹ میں اِس پر سوال کئے گئے مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ پلے کی ہزاروں روٹے کی پونجی کھوکھری بھی مرزا صاحب کو کوئی آنسو نہ تھا بلکہ وہ خوش تھے کہ اُن کے چند پیسوں کا مناسب استعمال ہوا۔

پی. ڈی. آر. کی رپورٹ کے متواضع چورانے برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ آخری وقت تک اُن کی آنکھیں 'گن' دانت اور دماغ صحیح صحیح کام کر رہے تھے۔ نہ اُن کی آنکھیں کی جدوتی کم ہوئی، نہ ایک ہی دانت ہلا۔ پوچھنے پر وہ اکثر کہا کرتے تھے کہ "میں تو بچے رات کو سو جاتا ہوں اور تین بجے سویرے اُٹ جاتا ہوں" پرانیام کرتا ہوں اور کھانے میں جس چیز نے مجھے بے حد فائدہ پہونچایا وہ ہے—بیل، کچا بیل، بھنا ہوا بیل، بیک بیل کا گودا، اُس کا رس اور شربت۔ مختلف طرح سے بیل کو کھا کر دیکھا ہے اور میں بے دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ صحت کے لئے اِس بہترین کوئی دوسری چیز نہیں۔

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پھرتے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پھرتے تھے، مگر دادا ابوالفضل پھروں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اِٹام پکے تھے کہ اِس پکے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت نامی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کرپانہی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چتر، اُن کے کیریئر، کو سمجھنے کے لئے اُن کے جیون کی کچھ خاص خاص گھنٹاؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھنٹاؤں سے دیکھ لیں:—

(1) پہلی گھنٹا پہلے مہابند کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے اُن سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

دادا ابوالفضل سچے اُرتھوں میں پھرتے تھے۔ سنا ہے مشہور امریکن فلاسفر 'تھورو' بھی پھرتے تھے، مگر دادا ابوالفضل پھروں کے سردار تھے۔

ایک طرف وہ ایک معمولی لڑکی سے بھی زیادہ شرمیلے اور حد درجے کے کم گو تھے۔ دوسری طرف وہ اپنے کچھ اصولوں کے اِٹام پکے تھے کہ اِس پکے پن کی وجہ سے ہی وہ کبھی دیر تک ایک جگہ نہیں ٹکے۔ آخر بڑھاپے میں وہ حیدرآباد میں ہومو پینٹنگ پریکٹس کرتے تھے اور بہت نامی ہومو پینٹ تھے۔ سرسوتی کی شروع سے اُن پر اپار کرپانہی، پر اُسی درجے تک لکھی اُن سے ہمیشہ ناراض رہیں۔

دادا ابوالفضل کے چتر، اُن کے کیریئر، کو سمجھنے کے لئے اُن کے جیون کی کچھ خاص خاص گھنٹاؤں پر نگاہ ڈالنا ضروری ہے۔ ہم کہوں تین گھنٹاؤں سے دیکھ لیں:—

(1) پہلی گھنٹا پہلے مہابند کے دنوں کی ہے۔ مرزا ابوالفضل کا قرآن کا انگریزی ترجمہ یورپ میں بہت مقبول ہو چکا تھا۔ کئی ایڈیشن نکل چکے تھے۔ صورت کے ایک پورٹریٹ نے اُن سے چھاپنے کا حق لے رکھا تھا۔ پچیس

فیسبلی راجلڈی تھ تھی۔ ماملا تھ ہوتے وقت میرزا ساہب نے اپنی ضرورت کے अनुसार پرکاشک سے سات سو روپے پیشگی لے لئے تھے۔ ہوتے ہوتے راجلڈی کے پچیس ہزار روپے میرزا صاحب کے پرکاشک کی طرف نکلتے۔ ان دنوں الہ آباد میں میرزا صاحب کو بھیس کا کشت تھا۔ میرزا صاحب کے دوستوں نے ان پر بہت زور دیا کہ وہ اپنے پرکاشک کو روپے کے لئے لے لیں۔ وہ بار بار انکار کرتے رہے، اس دہل پر کہ روپے بھیجنا پرکاشک کا کام ہے۔ کسی طرح پرکاشک کو لکھا گیا۔ جواب لدار۔ عدالت جانے کے لئے میرزا صاحب سے کہا گیا۔ ان کے لئے یہ لکھو تھا۔ ٹوٹ یہاں تک پہنچتی کہ بھائی میرزا صاحب کو پچیس ہزار روپے کے پرکاشک لے ان پر سات سو روپے کی صورت میں فالس کر دی۔ عدالت سے ٹوٹس آیا کہ اگر پھر وہی تو نہیں تو یک طرفہ ڈگری ہو جائیگی۔ میرزا نے عدالت جانے سے انکار کیا۔ سات سو کی ایک طرفہ ڈگری ہو گئی۔ الہ آباد ترقی آئی۔ میرزا کی ایک بیٹنس اور ٹاپ رائٹر لکھ ہو گئے۔ ہنسی ہنسی سب برداشت کر لیا میرزا اپنے پچیس ہزار کے لئے عدالت نہیں گئے۔

(2) دوسری گھٹنا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرتھک کشتوں کے کان میرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سوپرانٹنڈنٹ کی نوکری کر لی تھی۔ پंडیت جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص تاریخ تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آئے۔ ایک پंडیت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گرومٹ میٹرس صاحب اور تیسرے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ میرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پंडیت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ میرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہو گئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

(3) تیسری گھٹنا اس سے بھی अधिक महत्व की ہے۔ خاص خاص مسلمان عالموں کے لئے کچھ مسلم ریاستوں سے وظیفے ملدے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں کی کوشش سے میرزا صاحب کے لئے بھی تھائی سو روپے ماہوار ہویاں اور چار سو روپے ماہوار حیدرآباد سے بندہ گئے۔ انہ میں گاندھی جی کا اسہدوک آندولن شروع ہو گیا۔ میرزا

(2) دوسری گھٹنا اس کے کچھ بعد کی ہے۔ آرتھک کشتوں کے کان میرزا صاحب نے الہ آباد میونسپلٹی میں ٹیکس سوپرانٹنڈنٹ کی نوکری کر لی تھی۔ پंडیت جواہر لال نہرو ان دنوں میونسپلٹی کے چیرمین تھے۔ قاعدہ تھا کہ جس پر ٹیکس واجب ہو جائے اسے نوٹس جائے اور اگر وہ خاص تاریخ تک ٹیکس کی رقم جمع نہ کر دے تو پانی کاٹ دیا جائے۔ الہ آباد کے تین خاص آدمی اس قاعدے کی زد میں آئے۔ ایک پंडیت موتی لال نہرو، دوسرے الہ آباد ہائی کورٹ کے چیف جسٹس سر گرومٹ میٹرس صاحب اور تیسرے انگریز سپرنٹنڈنٹ پولس۔ ظاہر ہے تینوں نے یہ سمجھ لیا ہوگا کہ میونسپلٹی سے کوئی آئیگا اور خود سلم کر کے ٹیکس کی رقم لے جائیگا۔ میرزا یہ کہاں کر لے کر آئے والے تھے؟ تینوں کا پانی کاٹ دیا گیا، خاصکر پंडیت موتی لال نہرو کے پانی کاٹنے پر خاصی چرچا ہوئی۔ میرزا استیغیل دینے کو تیار ہو گئے پر اپنے اصول پر قائم رہے۔ جب تک رقم ان کے دفتر میں جمع نہیں ہو گئی پانی دوبارہ جاری نہیں کیا گیا۔

(3) تیسری گھٹنا اس سے بھی अधिक महत्व की ہے۔ خاص خاص مسلمان عالموں کے لئے کچھ مسلم ریاستوں سے وظیفے ملدے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں کی کوشش سے میرزا صاحب کے لئے بھی تھائی سو روپے ماہوار ہویاں اور چار سو روپے ماہوار حیدرآباد سے بندہ گئے۔ انہ میں گاندھی جی کا اسہدوک آندولن شروع ہو گیا۔ میرزا

(3) تیسری گھٹنا اس سے بھی अधिक महत्व की ہے۔ خاص خاص مسلمان عالموں کے لئے کچھ مسلم ریاستوں سے وظیفے ملدے ہوئے تھے۔ کچھ دوستوں کی کوشش سے میرزا صاحب کے لئے بھی تھائی سو روپے ماہوار ہویاں اور چار سو روپے ماہوار حیدرآباد سے بندہ گئے۔ انہ میں گاندھی جی کا اسہدوک آندولن شروع ہو گیا۔ میرزا

شاہب نے نواب مہوپال اور نیاںم ہدراہاد دونوں کو لکھا کہ چونکہ ملک نے انگریز سرکار سے اسہوگ شروع کر دیا ہے اس لئے آپ کو بھی اس اسہوگ میں شامل ہو جائیں اور انگریز سرکار کو اس کی اطلاع دے دیں اور اگر آپ ایسا نہیں کرتے تو آپ سے وظیفہ لینا مہرے لئے ناجائز ہے۔ اس پر بھی مہوپال اور حیدرآباد سے معمول کے مطابق روئے آئے اور مرزا صاحب نے واپس کر دیئے۔ سولہ سال تک وظیفہ بند رہا۔ اس بیچ مرزا صاحب کی آرتھک کٹھناہیاں دن دن بڑھتی گئیں۔ سن 1986 کے لگ بھگ ان کے کچھ دوستوں نے نظام سرکار سے کوشش کی وظیفہ پھر جاری ہو جائے۔ نظام سرکار نے جواب دیا کہ مرزا اپنے سن 1919 کے خط کو واپس لے لیں تو وظیفہ پھر سے جاری کر دیا جائیگا۔ مرزا تیار نہ ہوئے۔ اس پر نظام صاحب یہاں تک راضی ہو گئے کہ اگر مرزا خود ان کے سامنے آکر محض زبانی یہ کہہ دیں کہ ان کا سن 1919 والا خط رد سمجھا جائے تو ان سولہ برس کی پوری رقم بھی جو ستر ہزار سے اوپر ہوتی تھی انہیں دے دی جائیگی اور آئندہ کے لئے چار سو روپیہ ماہوار جاری ہو جائیگا۔ دادا ابوالفضل کو دوستوں نے جن میں ہم بھی شامل تھے بہت برا سمجھا یا پر دادا اس کے لئے راضی نہ ہوئے۔ ان کی دلیل یہی تھی کہ— ”وہ خط دیہی کی آواز پر لکھا گیا تھا وہ واپس نہیں ہو سکتا۔“ ہمیں خوب پتا ہے کہ ان دنوں دادا ابوالفضل کی آرتھک کٹھناہیاں کس حد کو پہنچ چکی ہوئی تھیں۔ ان کی ایک لڑکی ان دنوں تپدق سے بیمار تھی اور دادا کے پاس اس کے علاج اور خوراک کے لئے پیسے نہیں تھے پر اصول اصول تھا!

ہاتھ سے افسوس! دیرے جیندگی آتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
یہی سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔

—دور خیام۔

ہاتھ سے افسوس! دیر زندگی جاتا رہا،
موت کے ہاتھوں نہ جانے کتنوں کا ہوا۔
کوئی جا کر پھر نہیں لوٹا کہ لانا کچھ خبر
یہی سے چالے والوں کا انجام آخر کیا ہوا۔

—دور خیام۔

ناگا کرائم

ناگا قوم

भारत की उत्तर पूरबी सीमा पर आसाम के पास चार स्वाधीन देशों की सरहदें मिलती हैं—भारत, पाकिस्तान, बर्मा और चीन. देश की रक्षा के विचार से वह जगह आसाम मार्के की है, इलाका अधिकतर पहाड़ी है, उसमें बड़े बड़े जंगल हैं जिनमें दूसरे जानवरों के अलावा हाथियों के झुंड के झुंड फिरते रहते हैं. इसी पहाड़ी इलाके में नागा क्राय बसी हुई है. उनकी बहुत सी बस्तियां और गांव दूर दूर तक फैले हुए हैं. यह एक लगातार सिलसिलेवार इलाका है, पर हाल में जब बर्मा हिन्दुस्तान से अलग किया गया तो नागा इलाके का एक हिस्सा बर्मा में आ गया और दूसरा हिस्सा हिन्दुस्तान में रहा. इस तरह अपनी मरजी के खिलाफ नागा क्राय दो टुकड़ों में कट कर दो अलग अलग हुकुमतों में आ गई.

जब से भारत आजाद हुआ है तब से नागा लोगों के साथ भारत सरकार के कुछ न कुछ झगड़े बराबर चलते रहते हैं. इस समय ये झगड़े एक हद पर पहुँचे हुए हैं. अखबारों में रोज नागा लोगों की "बगावत" और भारतीय फौजों द्वारा उनके दबाए जाने की खबरें आती रहती हैं.

अभी कुछ साल हुए अपनी चीन यात्रा के बाद हमें भी इस इलाके में जाने का मौका मिला, कोहिमा में और कई जगह हम नागा गांवों में गए. हमने नागा लोगों और उनके सरदारों से बातें कीं, उनके स्कूल देखे, उनका खाना पीना, रहन सहन देखा. कोहिमा के नागा स्कूल में हमने भाषण भी दिया. वहां के भारतीय अफसरों से भी हमने उस इलाके के हालात मालूम किए. अपने ठहरने की जगह पर हमने बहुत से नागा नेताओं और दूसरे नागा लोगों से दिल खोल कर बातें कीं.

नागा क्राय एक बहुत पुरानी क्राय है जो आसाम के पास की सभ्य क्रीमों में अपने को कभी पूरी तरह मिला नहीं पाई. उनके अपने रीति रिवाज हैं, अपनी बोली है, अपना पहनावा है, अपने पुराने ढंग के धार्मिक विचार हैं. उन्हें 'जंगली' या 'असभ्य' कहना केवल उन्हीं अर्थों में ठीक हो सकता है जिन अर्थों में योरोप के अधिकतर लोग लगभग सब अफ्रीका और एशिया निवासियों को अभी तक जंगली और असभ्य कहते आए हैं.

भारत की अंतर प्रोबि सीमा पर आसाम के पास चार स्वाधीन देशों की सरहदें मिलती हैं—भारत, पाकिस्तान, बर्मा और चीन. देश की रक्षा के विचार से वह जगह आसाम मार्के की है, इलाका अधिकतर पहाड़ी है, उसमें बड़े बड़े जंगल हैं जिनमें दूसरे जानवरों के अलावा हाथियों के झुंड के झुंड फिरते रहते हैं. इसी पहाड़ी इलाके में नागा क्राय बसी हुई है. उनकी बहुत सी बस्तियां और गांव दूर दूर तक फैले हुए हैं. यह एक लगातार सिलसिलेवार इलाका है, पर हाल में जब बर्मा हिन्दुस्तान से अलग किया गया तो नागा इलाके का एक हिस्सा बर्मा में आ गया और दूसरा हिस्सा हिन्दुस्तान में रहा. इस तरह अपनी मरजी के खिलाफ नागा क्राय दो टुकड़ों में कट कर दो अलग अलग हुकुमतों में आ गई.

जब से भारत आजाद हुआ है तब से नागा लोगों के साथ भारत सरकार के कुछ न कुछ झगड़े बराबर चलते रहते हैं. इस समय ये झगड़े एक हद पर पहुँचे हुए हैं. अखबारों में रोज नागा लोगों की "बगावत" और भारतीय फौजों द्वारा उनके दबाए जाने की खबरें आती रहती हैं.

अभी कुछ साल हुए अपनी चीन यात्रा के बाद हमें भी इस इलाके में जाने का मौका मिला, कोहिमा में और कई जगह हम नागा गांवों में गए. हमने नागा लोगों और उनके सरदारों से बातें कीं, उनके स्कूल देखे, उनका खाना पीना, रहन सहन देखा. कोहिमा के नागा स्कूल में हमने भाषण भी दिया. वहां के भारतीय अफसरों से भी हमने उस इलाके के हालात मालूम किए. अपने ठहरने की जगह पर हमने बहुत से नागा नेताओं और दूसरे नागा लोगों से दिल खोल कर बातें कीं.

नागा क्राय एक बहुत पुरानी क्राय है जो आसाम के पास की सभ्य क्रीमों में अपने को कभी पूरी तरह मिला नहीं पाई. उनके अपने रीति रिवाज हैं, अपनी बोली है, अपना पहनावा है, अपने पुराने ढंग के धार्मिक विचार हैं. उन्हें 'जंगली' या 'असभ्य' कहना केवल उन्हीं अर्थों में ठीक हो सकता है जिन अर्थों में योरोप के अधिकतर लोग लगभग सब अफ्रीका और एशिया निवासियों को अभी तक जंगली और असभ्य कहते आए हैं.

مالوم ہوتا ہے پچھلے دو ہزار سال میں भारत کے शासकों ने कभी भी नागा क्रौम को अपनाते, उनकी आर्थिक हालत को सुधारने या उनमें तालीम फैलाने की ओर अधिक ध्यान नहीं दिया. अंगरेजी जमाने में सब से पहले यह काम योरप और अमरीका के ईसाई पादरियों को सूझा. इसमें कोई शक नहीं कि अधिकतर ईसाई पादरियों ने उस इलाकے में बहुत अच्छा काम किया. लगभग 40 क्रीसदी नागा ईसाई हैं. आज नागा लोगों में तालीम का थोड़ा बहुत प्रचार है. उनमें बहुत से प्रेजुपट हैं. हमने बहुत से नागा प्रेजुपटों से बातें की हैं. आज नागा क्रौम एक काफी संगठित यानी मुनज्जम क्रौम है, उनमें आजादी से काफी प्रेम है. वह बहादुर हैं. उनमें त्याग का माहा है. वे बहुत बड़े मेहमान नवाज हैं, सीधे सरल और सच्चे हैं. राजकाज और हुकूमतों के उसूलों को भी वे काफी समझते हैं. उनमें कई ऐसे गुण हैं जो अधिक सभ्य समझे जाने वाले आस पास के और लोगों में नहीं मिलते. मसलन हमने वहां की अदालतों के हिन्दुस्तानी अफसरों से मालूम किया कि किसी नागा के बयान के खिलाफ कभी गवाही नहीं ली जाती, क्योंकि कोई नागा कभी झूठ नहीं बोलता. अगर कोई नागा किसी का सिर काट के आएगा तो जहां भी जरूरत पड़ेगी वह साफ साफ कह देगा कि उसने ऐसा किया और अपने बैसा करने का कारण भी बता देगा.

इसमें भी कोई शक नहीं कि नागा लोगों को तालीम देने और ऊपर उठाने में सबसे बड़ा हिस्सा ईसाई पादरियों ने ही लिया है, फिर भी ईसाई नागों और रौर ईसाई नागों में हमने बहुत अच्छा व्यवहार पाया. ईसाई होजाने के कारण उन्होंने अपनी क्रौम के बुनियादी गुण मिटने नहीं दिये.

नागा और अंगरेज

अंगरेजी जमाने में अंगरेजों ने नागा लोगों को एक अधूरी आजादी दे रखी थी. अंगरेज हाकिम नागा लोगों के रीति रिवाजों, उनकी अपनी पंचायतों में किसी तरह का دخل नहीं देते थे. उनके आपसी झगड़ों में उनकी पंचायतों के फैसले हांते थे. अंगरेजों की वहां छाबनियां थीं और यही उस देश को अपनी तरफ मिलाए रखने से उनकी खास गारज थी. फिर भी अंगरेजों की उस अधूरी गुलामी से अपने को आजाद करने की नागा बराबर कोशिश करते रहे. लड़ाइयां भी हांती रहीं. अंगरेजों के लिए वह इलाका एक तरह से 'बफर' इलाका था, यानी ऐसा सरहद्दी इलाका जिससे किसी पास के आजाद देश के साथ लड़ाई छिड़ने पर फायदा उठाया जा सके. दूसरे महायुद्ध के आखिर में काहिसा और इमफल की लड़ाइयां दुनिया भर में प्रसिद्ध हो चुकी हैं. उनका हाल भी हमने वहां खूब सुना. पर वह

मعلوم होता है पچھلے دو ہزار سال میں भारत کے شاہنشاہوں نے کبھی بھی ناگا قوم کو اپنا نہیں کیا، ان کی آرتھک حالت کو سدھارنے یا ان میں تعلیم پھیلانے کی اور انھک دھویان نہیں دیا. انگریزی زمانے میں سب سے پہلے یہ کام یورپ اور امریکہ کے عیسائی پادریوں کو سوچھا. اس میں کوئی شک نہیں کہ انھک عیسائی پادریوں نے اس علاقے میں بہت اچھا کام کیا. لگ بھگ 40 فیصدی ناگا عیسائی ہیں. آج ناگا لوگوں میں تعلیم کا تھوڑا بہت پرچار ہے. ان میں بہت سے گریجویٹ ہیں. ہم نے بہت سے ناگا گریجویٹوں سے باتیں کی ہیں. آج ناگا قوم ایک کافی سنگتیت پعلی منظم قوم ہے. ان میں آزادی سے کافی پریم ہے. وہ بہادر ہیں. ان میں تھاک کا مادہ ہے. وہ بہت بڑے مہمان نواز ہیں. سودھے، سرل اور سچے ہیں. اچکاج اور حکومت کے اصولوں کو بھی وہ کافی سمجھتے ہیں. ان میں نئی ایسہ گن ہیں جو ادھک سبھیہ سمجھے جانے والے اس پاس کے اور لوگوں میں نہیں ملتے. مثلاً ہم نے وہاں کی عدالتوں کے ہندستانی انسروں سے معلوم کیا کہ کسی ناگا کے بیان کے خلاف کبھی گواہی نہیں لی جاتی، کیونکہ کوئی ناگا کبھی جھوٹ نہیں بولتا. اگر کوئی ناگا کسی کا سر کاٹ کے آئیگا تو جہاں بھی ضرورت پڑیگی وہ صاف صاف کہہ دیتا کہ اُس نے ایسا کیا اور اپنے ویسا کرنے کا کارن بھی بتا دیتا. اس میں ہی کوئی شک نہیں کہ ناگا لوگوں کو تعلیم دینے اور اوپر اٹھانے میں سب سے بڑا حصہ عیسائی پادریوں نے ہی لیا ہے. پھر بھی عیسائی ناکوں اور غیر عیسائی ناکوں میں ہم نے بہت اچھا ویوہار پایا. عیسائی ہوجانے کے کارن انھوں نے اپنی قوم کے ہلھادی گن مٹانے نہیں دیئے.

ناگا اور انگریز

انگریزی زمانے میں انگریزوں نے ناگا لوگوں کو ایک ادھوری آزادی دے رکھی تھی. انگریز حاکم ناگا لوگوں کے ریت رواجوں کی اپنی پانچایتوں میں کسی طرح کا دخل نہیں دیتے تھے. ان کے آپسی جھگڑوں میں ان کی پانچایتوں کے فیصلے آخری فیصلے ہوتے تھے. انگریزوں کی وہاں چھاؤنیاں نہیں اور یہی اُس دیش کو اپنی طرف مٹانے رکھنے سے ان کی خاص غرض تھی. پھر بھی انگریزوں کی اُس ادھوری ناکسی سے اپنے کو آزاد کرنے کی ناگا برابر کوشش کرتے رہے. لڑائیاں بھی ہوتی رہیں. انگریزوں کے لئے وہ علاقہ ایک طرح سے 'بفر' علاقہ تھا، یعنی ایسا سرحدی علاقہ جس سے کسی پاس کے آزاد دیش کے ساتھ لڑائی چھڑنے پر فائدہ اٹھایا جاسکے. دوسرے مہالید کے آخر میں کوہیما اور ایمپھل کی لڑائیاں دنیا بھر میں پرسدہ ہوچکی ہیں. ان کا حال بھی ہم نے وہاں خوب سنا. پر وہ

ایک دوسری لکھی کہانی ہے۔ اُن لوگوں کا حال وہاں کے لوگوں سے سن کر ناگا لوگوں کے ساتھ ہمارا پریم اور ہمارے دل میں اُن کے لئے اُتر بڑھا۔

بھارت واسیوں سے اسنٹوش

بھارت کے آزادی ہو جانے پر یہ آشا کی جاتی تھی کہ بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں پریم بڑھے گا جس سے دونوں کو लाभ ہوگا؛ پر ہوا اسکا ٹوک چلتا۔ ہم نے اسکا کارن جاننے کی بھی کوشش کی۔ دو کارن ہمیں صاف دکھائی دیئے۔

پہلا اور بڑا کارن یہ تھا کہ بھارت کی آزادی سے پہلے انگریز انگریز اسنٹوش ہی اُس علاقے میں جایا کرتے تھے، ہندوستانی بہت کم جاتے تھے، جو جاتے تھے وہ بھی ایک ماتحت روپ میں۔ ناگا لوگ ایک بیک سب مانسہاری ہیں۔ اُن کا دیہ ایک ٹھنڈا دیہ ہے۔ کیوں کہ بھارت کی آزادی سے پہلے اُن کا کام ہی اُسائی سے نہیں چل سکتا۔ مانس کھانے میں وہ ایک جانور اور دوسرے جانور میں کسی طرح کا فرق بھی نہیں کرتے۔ اُن کے لئے گائے اور سور برابر ہیں۔ ناگا لوگ بہت ہوشیار شکاری ہوتے ہیں۔ سردیوں میں کھانے کے لئے وہ سبکڑوں میں جنگلی جانوروں کا گوشت کھا سکتے اور نمک لگا کر اپنے گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

ناگا عام طور پر نازی یا شراب کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ سوم کی پتی، جس کا ویدوں میں ذکر آتا ہے، ہم نے پہلے پہل ناگا علاقے میں ہی دیکھی۔ ناگا لوگ سوم رس خوب پھرتے ہیں۔ وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ جسمانی محنت جتنی وہ کر سکتے ہیں عام طور پر بھارت کے دوسرے حصوں کے لوگ نہیں کر سکتے۔

ناگا تک انگریز حاکم وہاں جاتے رہے کہاں پان آدمی کی ان عادیوں کے کارن ناگوں میں اور اُن میں خالص بنگی رہی۔ کم سے کم اس معاملہ میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے نفرت کا کرنی نہ تھا۔ پر ہماری آزادی کے بعد جب ہندو یا مسلمان حاکم اُس علاقے میں جاتے لگے تو ایک نفی بات پیدا ہوئی۔ ہندو انگریزوں نے ناگا لوگوں سے اُس لئے گھرنا دکھانا شروع کیا چونکہ ناگا کو مانس کھاتے تھے۔ ناگا عادی اسکول کے ہندو ادھیپاک اسی کارن ناگا بچوں کو اپنی صراحی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ ناگا گھروں میں جانا یا اُن کے ہاتھ کا بیوجن سوئیکار کرنا تو ہندوؤں کے لئے کہاں سمجھو تھا؟ اپنی نفرت چھپانے کی نہ اُن میں تمیز تھی اور نہ اچھا۔ اسی طرح مسلمان اُس اُن سے اُس لئے نفرت کرتے تھے کہ وہ سور کا مانس کھاتے تھے۔ نتیجہ قدرتی تھا کہ نفرتیں بڑھتی اور چمکتی چلی گئیں۔ یہ تھا بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں غیریت کے بڑھنے کا سب سے پہلا کارن۔

بھارت واسیوں سے اسنٹوش

بھارت کے آزاد ہوجانے پر یہ آشا کی جاتی تھی کہ بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں پریم بڑھے گا جس سے دونوں کو लाभ ہوگا، پر ہوا اس کا ٹوک آتا۔ ہم نے اس کا کارن جاننے کی بھی کوشش کی۔ دو کارن ہمیں صاف دکھائی دیئے۔

پہلا اور بڑا کارن یہ تھا کہ بھارت کی آزادی سے پہلے انگریز انگریز اسنٹوش ہی اُس علاقے میں جایا کرتے تھے، ہندوستانی بہت کم جاتے تھے، جو جاتے تھے وہ بھی ایک ماتحت روپ میں۔ ناگا لوگ ایک بیک سب مانسہاری ہیں۔ اُن کا دیہ ایک ٹھنڈا دیہ ہے۔ کیوں کہ بھارت کی آزادی سے پہلے اُن کا کام ہی اُسائی سے نہیں چل سکتا۔ مانس کھانے میں وہ ایک جانور اور دوسرے جانور میں کسی طرح کا فرق بھی نہیں کرتے۔ اُن کے لئے گائے اور سور برابر ہیں۔ ناگا لوگ بہت ہوشیار شکاری ہوتے ہیں۔ سردیوں میں کھانے کے لئے وہ سبکڑوں میں جنگلی جانوروں کا گوشت کھا سکتے اور نمک لگا کر اپنے گھروں میں رکھ لیتے ہیں۔

ناگا عام طور پر نازی یا شراب کا بھی استعمال کرتے ہیں۔ سوم کی پتی، جس کا ویدوں میں ذکر آتا ہے، ہم نے پہلے پہل ناگا علاقے میں ہی دیکھی۔ ناگا لوگ سوم رس خوب پھرتے ہیں۔ وہ بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ جسمانی محنت جتنی وہ کر سکتے ہیں عام طور پر بھارت کے دوسرے حصوں کے لوگ نہیں کر سکتے۔

ناگا تک انگریز حاکم وہاں جاتے رہے کہاں پان آدمی کی ان عادیوں کے کارن ناگوں میں اور اُن میں خالص بنگی رہی۔ کم سے کم اس معاملہ میں دونوں میں سے کسی کو دوسرے سے نفرت کا کرنی نہ تھا۔ پر ہماری آزادی کے بعد جب ہندو یا مسلمان حاکم اُس علاقے میں جاتے لگے تو ایک نفی بات پیدا ہوئی۔ ہندو انگریزوں نے ناگا لوگوں سے اُس لئے گھرنا دکھانا شروع کیا چونکہ ناگا کو مانس کھاتے تھے۔ ناگا عادی اسکول کے ہندو ادھیپاک اسی کارن ناگا بچوں کو اپنی صراحی کو ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے۔ ناگا گھروں میں جانا یا اُن کے ہاتھ کا بیوجن سوئیکار کرنا تو ہندوؤں کے لئے کہاں سمجھو تھا؟ اپنی نفرت چھپانے کی نہ اُن میں تمیز تھی اور نہ اچھا۔ اسی طرح مسلمان اُس اُن سے اُس لئے نفرت کرتے تھے کہ وہ سور کا مانس کھاتے تھے۔ نتیجہ قدرتی تھا کہ نفرتیں بڑھتی اور چمکتی چلی گئیں۔ یہ تھا بھارت واسیوں اور ناگا لوگوں میں غیریت کے بڑھنے کا سب سے پہلا کارن۔

دوسرا कारण जो इसी से सम्बन्ध रखता है यह था कि कुछ विदेशी खासकर अमरीकी पादरियों ने, जो शायद अपने यहां की सरकार के छिपे दबे एजेन्ट भी थे, इस हालत से बेजा फायदा उठाने की कोशिश की. उन्होंने नागा लोगों को समझाया कि तुम्हारी कभी भी इन हिन्दू और मुसलमानों से नहीं बन सकती, जबकि हम और तुम इन मामलों में बिलकुल एक हैं और अच्छी तरह मिल कर रह सकते है. हमारे वहां जाने से थोड़े ही दिनों पहले इस तरह की अमरीकी खाशिशें हृद को पहुँच चुकी थीं. हमने अमरीकी पादरियों से भी बातें कीं. बात क्रुदरती थी. जहां घाव होगा वहीं मक्खी बैठेगी.

हम खुद शुद्ध निरामिष भोजी हैं. नागा इलाक़े में भी हम शुद्ध निरामिष भोजी रहे. लेकिन हमने उनसे परहेज की जगह प्रेम बरता. उनके उन्हीं मांस खाने वाले हाथों से हमने उनसे पानी लेकर पिया और उनके घर के बने हुए खाने, जो हम खा सकते थे, उनसे लेकर खाए. नागा लोगों और उनके ईसाई प्रेजुएंटों ने हमारे ठहरने के स्थान पर आकर आंसू बहा बहाकर हमसे कहा है कि अगर उनके साथ इस तरह का बरताव किया जाता तो नागा इलाक़े को अलग करने की तहरीक कभी भी पैदा नहीं हो सकती थी. वहां से आकर आसाम के और दिल्ली के जिन हाकिमों से हमें मिलने का मौक़ा मिला उन्हें हमने यह सलाह दी कि हमारी राय में कोई ऐसा हिन्दू या मुसलमान, फौजी या शहरी अफसर या अध्यापक उस इलाक़े में नहीं भेजा जाना चाहिए जो हुआ छूत बरतता हो या जो भले, नेक और बहादुर नागा लोगों को हिन्दू धर्म या इस्लाम में लाने के चक्र में हो. पर जाहिर है कि हमारी आवाज नक्कार-खाने में तूती की आवाज थी, या ऊपर के हाकिम खुद अपने नीचे वालों को क़ाबू में रखने में नाकाम रहे.

भारत से जो अफसर उस अभाग इलाक़े में जाते रहे हैं उनमें से बहुत सों की योग्यता और सदाचार के खिलाफ़ भी काफी बातें सुनने में आई हैं.

नागा इलाक़े का स्वाधीनता आन्दोलन बढ़ता जा रहा है. उस आन्दोलन की बाबत तरह तरह की रायत फहमियां देश भर में फैली हुई हैं और राज अखबारों में निकलती रहती हैं. असलीयत कम सामने आ पाती है. हाल में "टाइम्स आफ़ इंडिया" के 13 मई के अंक में श्री हरीश चन्दोला का एक लेख निकला है जिससे नागा इलाक़े के असली हालात पर काफी रोशनी पड़ती है.

हिन्दू साम्प्रदायिकता

श्री चन्दोला के अनुसार भी एक बड़ा कारण इस मंगड़े के बढ़ने का बहुत से हिन्दू अफसरों और हिन्दू अध्यापकों में हिन्दुत्व की बेजा भावना थी. वे ईसाई धर्म को एक विदेशी

दुसरा क़र्न जो इसी से सम्बन्ध रखता है यह था कि कुछ विदेशी खासकर अमरीकी पादरियों ने, जो शायद अपने यहां की सरकार के छिपे दबे एजेन्ट भी थे, इस हालत से बेजा फायदा उठाने की कोशिश की. उन्होंने नागा लोगों को समझाया कि तुम्हारी कभी भी इन हिन्दू और मुसलमानों से नहीं बन सकती, जबकि हम और तुम इन मामलों में बिलकुल एक हैं और अच्छी तरह मिल कर रह सकते है. हमारे वहां जाने से थोड़े ही दिनों पहले इस तरह की अमरीकी खाशिशें हृद को पहुँच चुकी थीं. हमने अमरीकी पादरियों से भी बातें कीं. बात क्रुदरती थी. जहां घाव होगा वहीं मक्खी बैठेगी.

हम खुद शुद्ध निरामिष भोजी हैं. नागा इलाक़े में भी हम शुद्ध निरामिष भोजी रहे. लेकिन हमने उनसे परहेज की जगह प्रेम बरता. उनके उन्हीं मांस खाने वाले हाथों से हमने उनसे पानी लेकर पिया और उनके घर के बने हुए खाने, जो हम खा सकते थे, उनसे लेकर खाए. नागा लोगों और उनके ईसाई प्रेजुएंटों ने हमारे ठहरने के स्थान पर आकर आंसू बहा बहाकर हमसे कहा है कि अगर उनके साथ इस तरह का बरताव किया जाता तो नागा इलाक़े को अलग करने की तहरीक कभी भी पैदा नहीं हो सकती थी. वहां से आकर आसाम के और दिल्ली के जिन हाकिमों से हमें मिलने का मौक़ा मिला उन्हें हमने यह सलाह दी कि हमारी राय में कोई ऐसा हिन्दू या मुसलमान, फौजी या शहरी अफसर या अध्यापक उस इलाक़े में नहीं भेजा जाना चाहिए जो हुआ छूत बरतता हो या जो भले, नेक और बहादुर नागा लोगों को हिन्दू धर्म या इस्लाम में लाने के चक्र में हो. पर जाहिर है कि हमारी आवाज नक्कार-खाने में तूती की आवाज थी, या ऊपर के हाकिम खुद अपने नीचे वालों को क़ाबू में रखने में नाकाम रहे.

भारत से जो अफसर उस अभाग इलाक़े में जाते रहे हैं उनमें से बहुत सों की योग्यता और सदाचार के खिलाफ़ भी काफी बातें सुनने में आई हैं.

नागा इलाक़े का स्वाधीनता आन्दोलन बढ़ता जा रहा है. उस आन्दोलन की बाबत तरह तरह की रायत फहमियां देश भर में फैली हुई हैं और राज अखबारों में निकलती रहती हैं. असलीयत कम सामने आ पाती है. हाल में "टाइम्स आफ़ इंडिया" के 13 मई के अंक में श्री हरीश चन्दोला का एक लेख निकला है जिससे नागा इलाक़े के असली हालात पर काफी रोशनी पड़ती है.

हिन्दू साम्प्रदायिकता

श्री चन्दोला के अनुसार भी एक बड़ा कारण इस मंगड़े के बढ़ने का बहुत से हिन्दू अफसरों और हिन्दू अध्यापकों में हिन्दुत्व की बेजा भावना थी. वे ईसाई धर्म को एक विदेशी

ہرم اور سب ہمسائوں کو غور سمجھتے تھے اور 'ہندوستان ہندوؤں کا' کے سنجیدہ خیال میں کم یا زیادہ رنجہ ہوئے تھے۔ ہمیں اس کا خود کافی تجربہ ہے۔ ہمیں معلوم ہے کہ گوا کے معاملے کو ادھک پیچیدہ بنانے میں بھی کچھ سنگین وجوہات ہمارے ہمسائیوں کی اس بھڑائی نے بہت بڑا حصہ لیا ہے۔ ہمیں اس میں کوئی سنجیدہ نہیں کہ اس سلسلے میں دیہیوں کا سب سے بڑا روگ، جس نے کشمیر میں 'ناگہا علاقے' میں گوا میں اور جگہ جگہ کٹھناتیاں پیدا کی ہیں اور کرتا رہتا ہے سامہون آتا ہے۔ مہاتما گاندھی کے ہمدان کے بعد بھی دیہی اس روگ سے پوری طرح چھٹکارا نہیں پاسکا۔

سن 1948 کا سمجھوتہ

ناگہا لوگ شروع میں ہمارے سے الگ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ جتنا ناگہا ہلالاکا اس زمانے ہمارے کے اندر ہے وہ تین ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہے—تیرپ اور تھنساگ کی ڈیویژنوں میں اور ناگہا پہاڑی جیلا میں آسام میں شامل ہے۔ سن 1948 میں آسام کے گورنر سر اکبر ہمدی اور ناگہا نیشنل کاؤنسل کے بیچ ایک سمجھوتہ ہو گیا تھا جس میں دونوں طرف کے دستخط ہوئے تھے۔ سمجھوتہ یہ تھا کہ ان تینوں ناگہا علاقوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے اور اس پوری ناگہا ریاست کو تھیک وہی ادھکار دے دیے جائیں جو پاس کی ملی پور اور تیرپور ریاستوں کو ملے ہوئے ہیں۔ ناگہا لوگ اس شرط پر خوشی سے انڈین یونین میں رہنے کو تیار تھے لیکن سمجھوتے کے تھوڑے دنوں بعد ہی کچھ سوچ کر آسام سرکار اور دلی سرکار دونوں نے اسے مانفے سے انکار کر دیا۔ شری ہریش چندر کا کہنا ہے کہ اس باضابطہ سمجھوتے کو توڑنے کا کوئی کرن نہیں بتایا گیا۔

سن 1948 کا سمجھوتہ

ناگہا لوگ شروع میں ہمارے سے الگ ہونا نہیں چاہتے تھے۔ جتنا ناگہا علاقہ اس سلسلے ہمارے کے اندر ہے وہ تین ٹکڑوں میں بٹا ہوا ہے—تیرپ اور تھنساگ کی ڈیویژنوں میں اور ناگہا پہاڑی جیلا میں آسام میں شامل ہے۔ سن 1948 میں آسام کے گورنر سر اکبر ہمدی اور ناگہا نیشنل کاؤنسل کے بیچ ایک سمجھوتہ ہو گیا تھا جس میں دونوں طرف کے دستخط ہوئے تھے۔ سمجھوتہ یہ تھا کہ ان تینوں ناگہا علاقوں کو ملا کر ایک کر دیا جائے اور اس پوری ناگہا ریاست کو تھیک وہی ادھکار دے دیے جائیں جو پاس کی ملی پور اور تیرپور ریاستوں کو ملے ہوئے ہیں۔ ناگہا لوگ اس شرط پر خوشی سے انڈین یونین میں رہنے کو تیار تھے لیکن سمجھوتے کے تھوڑے دنوں بعد ہی کچھ سوچ کر آسام سرکار اور دلی سرکار دونوں نے اسے مانفے سے انکار کر دیا۔ شری ہریش چندر کا کہنا ہے کہ اس باضابطہ سمجھوتے کو توڑنے کا کوئی کرن نہیں بتایا گیا۔

ہمارے کا ودھان اور ناگہا

ہمارے کا ودھان اور ناگہا

اس سے ناگہا لوگوں میں بے اعتباری اور بددلی کا پھیلنا قدرتی تھا۔ وہ پھر بھی دھیرج کے ساتھ ودھان کا انتظار کرتے رہے۔ سن 1950 کے نئے ودھان نے ان کی دھڑکی سہی اٹھانے پر بھی پانی پھیر دیا۔ تینوں ناگہا علاقے ایک دوسرے سے الگ رکھے گئے۔ انہیں ملانے کے بجائے ناگہا پہاڑی ضلع کی ایک ضلع کاؤنسل بنا دی گئی جس کے سرورڈ اس ضلع کا شاسن کر دیا گیا۔ اس ضلع کاؤنسل کے ممبر چننے کا ادھکار ناگہاؤں کو دیا گیا۔ لیکن ناگہا لوگ اپنے دیہیوں کا پرہادہ صدیوں سے ایک عجیب تھنگ سے کرتے آئے ہیں۔ ان کا سارا شاسن گوں پنچایتوں کے ادھار پر ہے۔ ہر گوں میں ان کی الگ الگ پنچایتیں ہیں۔ ہر پنچایت اپنے علاقے کا پورا شاسن

اس سے ناگہا لوگوں میں بے اعتباری اور بددلی کا پھیلنا قدرتی تھا۔ وہ پھر بھی دھیرج کے ساتھ ودھان کا انتظار کرتے رہے۔ سن 1950 کے نئے ودھان نے ان کی دھڑکی سہی اٹھانے پر بھی پانی پھیر دیا۔ تینوں ناگہا علاقے ایک دوسرے سے الگ رکھے گئے۔ انہیں ملانے کے بجائے ناگہا پہاڑی ضلع کی ایک ضلع کاؤنسل بنا دی گئی جس کے سرورڈ اس ضلع کا شاسن کر دیا گیا۔ اس ضلع کاؤنسل کے ممبر چننے کا ادھکار ناگہاؤں کو دیا گیا۔ لیکن ناگہا لوگ اپنے دیہیوں کا پرہادہ صدیوں سے ایک عجیب تھنگ سے کرتے آئے ہیں۔ ان کا سارا شاسن گوں پنچایتوں کے ادھار پر ہے۔ ہر گوں میں ان کی الگ الگ پنچایتیں ہیں۔ ہر پنچایت اپنے علاقے کا پورا شاسن

بھارتی ہے۔ یہ سب پنچایتیں بہت پریم کے ساتھ ملکر رہیں اور کام کرتی ہیں، لیکن کوئی ایک مرکزی طاقت ان سب پر حکم چلانے والی نہیں رہی۔ ناگا لوگوں کو یہ پسند ہے اور نہ اس کی ضرورت معلوم ہوتی ہے۔ دوسری پرانی قوموں کی طرح وہ شہریت و ادھیکار کو ایک آدمی یا سلسلہ کے ہاتھ میں دینا نہیں چاہتے، اسے بانٹ کر اور پھیل کر رکھنا پسند کرتے ہیں۔ سچی لوگ شاہی (تیمو کریسی) کے یہ چھوڑ زیادہ نزدیک معلوم ہوتی ہے۔ نئی ضلع کونسل انہیں اپنی ان پنچایتوں کے ادھیکاروں پر بہت بڑا حملہ دکھائی دے۔ قدرتی طور پر ناگا قوم کے سب لوگوں نے ضلع کونسل کے چناؤ کا ہانکات کیا۔ ظاہر ہے کہ ہم نے ان کے اٹھ دھان بنائے ہیں پہلے انہیں پریم اور سہانہ ہوتی کے ساتھ سمجھنے کی کوشش نہیں کی۔ ان کے چناؤں کے ہانکات کو ہم نے بھارت کے ساتھ ”بھارت“ سمجھا۔ اپنی اوجھٹا کے جھوٹے گھمٹد میں ہم نے ان کے آنٹوک شاسن اور ریت رواجوں میں بھی بیجا دخل دینا شروع کیا۔ نفرت اور اوشواس بڑھتا چلا گیا۔ آخر ناگا لوگوں نے عام کر لیا کہ سوائے ایک الگ سوانھین ریاست کے اور کسی طرح وہ اپنے سیکڑوں برس کے وچاروں، ریت رواجوں اور اپنی کلچر کو نایم نہیں رکھ سکتے۔

ناگا لوگ اس پر بھی چاہتے رہے کہ وہ شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے سب معاملوں کو طے کر لیں۔ انہوں نے بار بار چاہا کہ انہیں اپنے وچار بھارت سرکار کے سامنے رکھنے کا موقع دیا جائے، پر ان کی سنائی نہ ہو سکی۔

شری جواہر لال نہرو کی کوہیما یاत्रا

ناگا لوگ اس پر بھی چاہتے رہے کہ وہ شانتی کے ساتھ بات چیت کر کے سب معاملوں کو طے کر لیں۔ انہوں نے بار بار چاہا کہ انہیں اپنے وچار بھارت سرکار کے سامنے رکھنے کا موقع دیا جائے، پر ان کی سنائی نہ ہو سکی۔

شری جواہر لال نہرو کی کوہیما یاत्रा

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پردھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دھڑلے دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس ہلاکے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لیے بہت بڑا موقعا سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کانفرنس نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پھیلوا دیا۔ ایک ایک گاؤں تک پہنچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پردھان منتری کا سوائت کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لہس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو بھینٹ کرنا چاہتے تھے۔ تھار ہاندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سبھا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

ناگا لوگوں نے سوچا کہ اگر پردھان منتری شری جواہر لال نہرو ایک بار ان کی بات سن لیں تو ان کے سب دھڑلے دور ہو جائیں۔ مارچ سن 1953 میں جواہر لال جی کے اس ہلاکے میں جانے کی خبر پھیلی۔ ناگا لوگ بہت خوش تھے۔ انہوں نے اسے اپنے لیے بہت بڑا موقعا سمجھا۔ 31 مارچ کو جواہر لال جی کاہیما پھونچنے والے تھے۔ ناگا نیشنل کانفرنس نے اس خبر کو اپنے ایک ایک گاؤں تک پھیلوا دیا۔ ایک ایک گاؤں تک پہنچا دیا۔ دور دور کے گاؤں سے لگ بھگ چودہ ہزار ناگا کئی کئی دن تک پہاڑوں اور جنگلوں کا سفر کر کے بھارت کے پردھان منتری کا سوائت کرنے کے لئے کوہیما میں جمع ہوئے۔ وہ سب اپنے اپنے لہس میں تھے۔ ہر ایک کے ہاتھوں میں ان کے جنگلوں، کھیتوں اور سدھی سادی دستکاریوں کی اس طرح کی سندر چھڑیں تھیں جو وہ جواہر لال جی کو بھینٹ کرنا چاہتے تھے۔ تھار ہاندھے خوشی سے بھرے ہوئے وہ سڑک کے دونوں طرف کھڑے تھے۔ لگ بھگ یہ سب اپنے اپنے گاؤں یا برادری کے سبھا تھے۔ وہ جواہر لال جی کو اپنے

मेहमान के रूप में देखते थे और नागा क्रौम के लोग बड़े खबरदस्त मेहमान-नवाज मशहूर हैं।

पर जवाहरलाल जी के पहुँचने के चन्द मिनट पहले नागा पहाड़ी जिले के डिप्टी कमिशनर ने उन सब नागा लोगों को यह नोटिस दिया कि श्री जवाहरलाल नदरू न आप लोगों का कोई मान-पत्र लेंगे और न आप की कोई मेंट स्वीकार करेंगे।

नागा क्रौम और उनके मुखियों के दिलों को इससे बहुत बड़ी चोट लगी।

ठीक उस समय जब जवाहरलाल जी बरमा के प्रधान मंत्री यू-नू के साथ मंच पर चढ़ रहे थे, चौदह हजार नागा निराश और दुखी अपने अपने घरों को वापिस जा रहे थे। कहते हैं जवाहरलाल जी ने उन्हें लौट आने के लिए कहा। पर अब न वे जवाहरलाल जी की बात समझ सकते थे और न जवाहरलाल जी उनकी। यह भी कहा जाता है कि जवाहरलाल जी इस घटना के लिए वहाँ के अफसरों पर बिगड़े। लेकिन अफसरों ने इसके बाद ही नागा लोगों से उनके इस तरह चले जाने का बदला लेने की पूरी कोशिश की। बजाय इसके कि नागा लोगों के दुखे हुए दिलों को वसूली दी जाती, इलाक़े भर में अंधा धुँध गिरफ़तारियाँ और घरों की तलाशियाँ शुरू हो गईं। जिन नागाओं को हथियारों के लाइसेंस मिले हुए थे उनके भी हथियार छीन लिए गए। शलतकहमी और दुश्मनी बढ़ती चली गई। पर किसी ने उसकी जड़ में जान की और ज़ख़मों पर भरहम लगाने की कोशिश नहीं की।

16 अगस्त सन् 1953 को सब सरकारी स्कूलों को राष्ट्रीय झंडा फहराने का हुक्म दिया गया। नागा पहाड़ी जिले में दो हाई-स्कूल हैं, एक कांहीमा में, दूसरा मांको-कचुंग में। इन दोनों स्कूलों में उस दिन कुछ लड़के गैर हाज़िर थे। उनकी इस गैर हाज़िरी को भी 'बगावत' मान लिया गया। दोनों स्कूल बन्द कर दिए गए। सब नागा विद्यार्थी आबारा फिरने लगे। उस साल नवम्बर तक वे स्कूल न खुल पाए। मजबूर होकर नागा लोगों ने अपने बच्चों के लिए उन्ही दो शहरों में दो प्राइवेट हाई स्कूल खोल दिये।

मार्च सन् 1953 में आसाम सरकार ने मोकाक चुंग इलाक़े को बारी इलाक़ा (Disturbed area) ऐलान कर दिया। वहाँ के हाई स्कूल पर फ़ौज ने कब्ज़ा कर लिया, जो प्राइवेट स्कूल वहाँ नागाओं ने खोला था वह भी खबरदस्ती बन्द कर दिया गया।

नागा नेताओं ने फिर एकबार प्रार्थना की कि उन्हें प्रधान मंत्री जवाहरलाल नेहरू से मिलने का मौक़ा दिया जाय ताकि वे अपने दिल की बात उनसे कह सकें। दिल्ली में मुलाक़ात के लिए तारीख़ मुक़र्रर हो गई। नागा नेशनल काउन्सिल के नाम दिल्ली से नागा नेताओं को दिल्ली

मेहान के रूप में देखते थे और नागा क्रौम के लोग बड़े खबरदस्त मेहमान-नवाज मशहूर हैं।

पर जवाहर लाल जी के पहुँचने के चन्द मिनट पहले नागा पहाड़ी जिले के डिप्टी कमिशनर ने उन सब नागा लोगों को यह नोटिस दिया कि श्री जवाहरलाल नेहरू न आप लोगों का कोई मान-पत्र लेंगे और न आप की कोई मेंट स्वीकार करेंगे।

नागा क्रौम और उनके मुखियों के दिलों को इससे बहुत बड़ी चोट लगी।

ठीक उस समय जब जवाहरलाल जी बरमा के प्रधान मंत्री यू-नू के साथ मंच पर चढ़ रहे थे, चौदह हजार नागा निराश और दुखी अपने अपने घरों को वापिस जा रहे थे। कहते हैं जवाहरलाल जी ने उन्हें लौट आने के लिए कहा। पर अब न वे जवाहरलाल जी की बात समझ सकते थे और न जवाहरलाल जी उनकी। यह भी कहा जाता है कि जवाहरलाल जी इस घटना के लिए वहाँ के अफसरों पर बिगड़े। लेकिन अफसरों ने इसके बाद ही नागा लोगों से उनके इस तरह चले जाने का बदला लेने की पूरी कोशिश की। बजाय इसके कि नागा लोगों के दुखे हुए दिलों को वसूली दी जाती, इलाक़े भर में अंधा धुँध गिरफ़तारियाँ और घरों की तलाशियाँ शुरू हो गईं। जिन नागाओं को हथियारों के लाइसेंस मिले हुए थे उनके भी हथियार छीन लिए गए। शलतकहमी और दुश्मनी बढ़ती चली गई। पर किसी ने उसकी जड़ में जान की और ज़ख़मों पर भरहम लगाने की कोशिश नहीं की।

16 अगस्त सन् 1953 को सब सरकारी स्कूलों को राष्ट्रीय झंडा फहराने का हुक्म दिया गया। नागा पहाड़ी जिले में दो हाई-स्कूल हैं, एक कांहीमा में, दूसरा मांको-कचुंग में। इन दोनों स्कूलों में उस दिन कुछ लड़के गैर हाज़िर थे। उनकी इस गैर हाज़िरी को भी 'बगावत' मान लिया गया। दोनों स्कूल बन्द कर दिए गए। सब नागा विद्यार्थी आबारा फिरने लगे। उस साल नवम्बर तक वे स्कूल न खुल पाए। मजबूर होकर नागा लोगों ने अपने बच्चों के लिए उन्ही दो शहरों में दो प्राइवेट हाई स्कूल खोल दिये।

मार्च सन् 1953 में आसाम सरकार ने मोकाक चुंग इलाक़े को बारी इलाक़ा (Disturbed area) ऐलान कर दिया। वहाँ के हाई स्कूल पर फ़ौज ने कब्ज़ा कर लिया, जो प्राइवेट स्कूल वहाँ नागाओं ने खोला था वह भी खबरदस्ती बन्द कर दिया गया।

नागा नेताओं ने फिर एकबार प्रार्थना की कि उन्हें प्रधान मंत्री जवाहरलाल नेहरू से मिलने का मौक़ा दिया जाय ताकि वे अपने दिल की बात उनसे कह सकें। दिल्ली में मुलाक़ात के लिए तारीख़ मुक़र्रर हो गई। नागा नेशनल काउन्सिल के नाम दिल्ली से नागा नेताओं को दिल्ली

بھولانے کے لیے کوہیما تار بھجا گیا۔ شری چندرپا کا کہنا ہے کہ آسام میں جانے کس نے اس تار کو دبا رکھا اور وہ تار ٹیگ اس تاریخ کو کوہیما میں لگا لیا گیا جو تاریخ دلی میں ان کی ملاقات کے لئے طے تھی۔ ملاقات نہ ہو سکی۔ لگا لیا گیا ہے پھر تیسری بار ملاقات کے لئے کوشش کی۔ کہا جاتا ہے کہ اس بار آسام کے گورنر نے ان کی پرارتھنا بھجی تھی میں منتظر کر دی۔

شری پنت اور شری ڈےبر

ستمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ بھللم پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کاننسل کے رہنماؤں نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انہیں ملاقات نہیں دی گئی۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پریسیڈنٹ شری ڈےبر کوہیما پہنچے۔ ناگا رہنماؤں نے ان سے مل کر اپنی کہانی کہنا چاہا۔ لگ بھگ پانچ سو ناگا سردار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے شری ڈےبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹاں بھی تیار کر لیا۔ جس طرح جوائنر لال جی کے جانے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سردار اپنے اپنے ہاتھوں میں پوسٹاں کا سامان لئے ہوئے اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ شری ڈےبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سہرتیلڈینٹ پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سردار دوسری بار دھکی اور نراش اپنے اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔ شری ڈےبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

جو پوسٹاں ناگا رہنماؤں نے شری ڈےبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جیتنی سمسٹاں ہیں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس وقت کے ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس وقت کے ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس وقت کے ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔

دمن اور وکاس ساٹھ ساتھ

اس طرح ناگاؤں میں امن کی صورتحال پیدا ہوئی۔ اس امن کی طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکی کا ابھار نہیں کیا گیا۔ جبکہ جبکہ ناگا لوگوں کی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقے کی امنی اور وکاس کی چھٹی مٹی پھیلنے شروع ہوئی۔ ناگا رہنما اور ان کے آدمی نہ پہلی چھٹی کی قدر کر رہے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

شری پنت اور شری ڈےبر

ستمبر سن 1955 میں ہوم منیستر شری گووینڈ بھللم پنت کوہیما پہنچے۔ ناگا نیشنل کاننسل کے رہنماؤں نے ان سے ملنا چاہا۔ پر انہیں ملاقات نہیں دی گئی۔

26 نومبر سن 1955 کو کانگریس پریسیڈنٹ شری ڈےبر کوہیما پہنچے۔ ناگا رہنماؤں نے ان سے مل کر اپنی کہانی کہنا چاہا۔ لگ بھگ پانچ سو ناگا سردار ایک دن پہلے کوہیما میں جمع ہو گئے۔ انہوں نے شری ڈےبر کو دینے کے لئے ایک پوسٹاں بھی تیار کر لیا۔ جس طرح جوائنر لال جی کے جانے پر ہوا تھا اسی طرح اس موقع پر بھی یہ پانچ سو ناگا سردار اپنے اپنے ہاتھوں میں پوسٹاں کا سامان لئے ہوئے اپنے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ شری ڈےبر کے آنے سے چند منٹ پہلے سہرتیلڈینٹ پولس نے ان کے پاس پہنچ کر ان سے کہا کہ اگر آپ لوگ دس منٹ کے اندر یہاں سے نہ چلے جائیں تو آپ کو زبردستی یہاں سے ہٹا دیا جائیگا۔ ناگا سردار دوسری بار دھکی اور نراش اپنے اپنے گھر کی طرف چلے گئے۔ شری ڈےبر سے بھی ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔

جو پوسٹاں ناگا رہنماؤں نے شری ڈےبر کے لئے ایک دن پہلے تیار کیا تھا اس میں لکھا تھا کہ—”ناگا لوگوں کی جیتنی سمسٹاں ہیں ان سب کا حل ہمیں آپس میں بات چیت کر کے ہی نکال لینا چاہئے۔“ ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس وقت کے ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔ پر اس وقت کے ناگا لوگ لڑنا نہیں چاہتے تھے۔

دمن اور وکاس ساٹھ ساتھ

اس طرح ناگاؤں میں امن کی صورتحال پیدا ہوئی۔ اس امن کی طرف ناگا لوگوں کے خلاف شکی کا ابھار نہیں کیا گیا۔ جبکہ جبکہ ناگا لوگوں کی جانے لگیں اور دوسری طرف ناگا علاقے میں اس علاقے کی امنی اور وکاس کی چھٹی مٹی پھیلنے شروع ہوئی۔ ناگا رہنما اور ان کے آدمی نہ پہلی چھٹی کی قدر کر رہے اور نہ دوسری کی۔ گرفتاریوں سے بچنے کے

لیفٹننٹ گورنر نے جگہ جگہ پھرتے پھرتے تھے۔ انہوں نے آرام
تور پر ان یोजनाؤں کے ساتھ اسدھیا کیا۔ بھارتوں کے
ساتھ میں ان کی یोजना جاری رکھی گئی۔ کچھ ناگہان لوگوں نے بھارت
کی فوجوں کا مقابلہ کرنا بھی شروع کر دیا۔ موکوچونگ کا علاقہ
بھی بھی قرار دیا گیا۔ وہاں کا اسکول بھی بند کر دیا
گیا اور وہاں بھی اسکول کی عمارت پر فوج کا قبضہ ہو گیا۔

شری چندولا کے अनुसार سن 1956 کے شروع میں ناگہان
نیشنل کانفرنس کیلئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اچانک
ان کے ایک بہت بڑے نمائندہ سکھری (Sakhri) کو کوئی
کچھ دن بعد معلوم ہوا کہ سکھری کو کسی نے
مار ڈالا۔

سرکار پکھی

شری چندولا کے لیکھ کے چار دن بعد 'ناگہان समस्या'
پر 'ایک سبھا داتا' کا ایک چھوٹا سا لیکھ نکلا جو
سرکاری بیان نہیں ہے، پرنتو ان کے لیکھ کے جواب میں
سرکار پکھی سے لیکھا گیا معلوم ہوتا ہے۔ اس لیکھ میں ناگہان
لوگوں کی "بھادری، ایمانداری، سبھا" وغیرہ کی تائید کی
گئی ہے اور ان کی کمی یہ بتائی گئی ہے کہ وہ جلدی سے
راک اور افسوس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی مانا گیا ہے کہ
سرکار آزادی کے بعد ناگہان
لوگوں سے جیسا چاہئے تھا مل ملاپ پیدا نہیں کر سکی۔ ناگہان
نیشنل کانفرنس کے پردھان شری فوجوں پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ
انہوں نے سرکار کے خلاف اپنے لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلانیں۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ شری جو افسانہ اور شانتی کی نیکی کا اعلان
کرتے ہیں اور اندر اندر ان ناگہانوں کے خلاف مار کات اور لوٹ
مار کی تجویزیں کرتے رہتے ہیں جو اپنے نیتوں کی پالہسی سے
تعلق نہیں کرتے۔ کہا گیا ہے کہ بھارت کی فوجیں کھول وندار
اور امن پسند ناگہانوں کی رہنمائی کے لئے وہاں گئیں ہیں۔ انت
ہیں یہ بھی صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جب تک ناگہان اس طرح
کی مار کات اور 'مکمل آزادی' کی بات کرنا بند نہیں کر دینگے
سرکار ان سے کوئی بات کر لے کو تیار نہیں ہے۔

اس دوسرے لیکھ کو پڑھنے کے بعد بھی بات وہیں کی وہیں
رہتی ہے۔ شری چندولا کی کسی بھی خاص بات کو جن میں
کچھ ہم نے اوپر دی ہیں، اس لیکھ میں غلط فہمیاں بتایا
گیا۔

اس میں سبب نہیں فوجی نگاہ سے انت میں بھارت
سرکار ہی جھٹکی۔ لیکن عام ناگہان لوگوں کے دلوں میں جو
اسدھیا، افسوس اور بددلی گہر کر چکی ہے وہ اس طرح
نہیں نکل سکتی۔

شری چندولا کے अनुसार سن 1956 کے شروع میں ناگہان
نیشنل کانفرنس کیلئے ایک کمیٹی مقرر ہوئی تھی۔ اچانک
ان کے ایک بہت بڑے نمائندہ سکھری (Sakhri) کو کوئی
کچھ دن بعد معلوم ہوا کہ سکھری کو کسی نے
مار ڈالا۔

سرکار پکھی

شری چندولا کے لیکھ کے چار دن بعد 'ناگہان سمسیا' پر ایک
'سمواد داتا' کا ایک چھوٹا سا لیکھ نکلا جو سرکاری بیان نہیں
ہے، پرنتو ان کے لیکھ کے جواب میں سرکار پکھی سے لیکھا ہوا
معلوم ہوتا ہے۔ اس لیکھ میں ناگہان لوگوں کی "بھادری، ایمانداری،
سبھا" وغیرہ کی تعریف کی گئی ہے اور ان کی کمی یہ
بتائی گئی ہے کہ وہ جلدی سے شک اور افسوس کا شکار ہو
جاتے ہیں۔ یہ بھی مانا گیا ہے کہ سرکار آزادی کے بعد ناگہان
لوگوں سے جیسا چاہئے تھا مل ملاپ پیدا نہیں کر سکی۔ ناگہان
نیشنل کانفرنس کے پردھان شری فوجوں پر یہ الزام لگایا گیا ہے کہ
انہوں نے سرکار کے خلاف اپنے لوگوں میں غلط فہمیاں پھیلانیں۔
یہ بھی کہا گیا ہے کہ شری جو افسانہ اور شانتی کی نیکی کا اعلان
کرتے ہیں اور اندر اندر ان ناگہانوں کے خلاف مار کات اور لوٹ
مار کی تجویزیں کرتے رہتے ہیں جو اپنے نیتوں کی پالہسی سے
تعلق نہیں کرتے۔ کہا گیا ہے کہ بھارت کی فوجیں کھول وندار
اور امن پسند ناگہانوں کی رہنمائی کے لئے وہاں گئیں ہیں۔ انت
ہیں یہ بھی صاف کہہ دیا گیا ہے کہ جب تک ناگہان اس طرح
کی مار کات اور 'مکمل آزادی' کی بات کرنا بند نہیں کر دینگے
سرکار ان سے کوئی بات کر لے کو تیار نہیں ہے۔

اس دوسرے لیکھ کو پڑھنے کے بعد بھی بات وہیں کی وہیں
رہتی ہے۔ شری چندولا کی کسی بھی خاص بات کو جن میں
کچھ ہم نے اوپر دی ہیں، اس لیکھ میں غلط فہمیاں بتایا
گیا۔

اس میں سبب نہیں فوجی نگاہ سے انت میں بھارت
سرکار ہی جھٹکی۔ لیکن عام ناگہان لوگوں کے دلوں میں جو
اسدھیا، افسوس اور بددلی گہر کر چکی ہے وہ اس طرح
نہیں نکل سکتی۔

اسلی علاج

شری ہریش چندالا کا کہنا ہے کہ ناگا قوم کے لوگ اور ان کے نیتا اب بھی بات چیت اور سمجھوتے سے سارا معاملہ طے کرنے کے لئے تیار ہیں۔ انہیں 'سوانہیں راجیہ' کی بات نہیں ہے۔ اگر اور باتیں مل بیٹھ کر طے ہو جائیں تو وہ اب بھی بھارتیہ یونین میں رہنے کے لئے تیار ہیں۔ پر آج کی حالت میں پہلے ان سے "مکمل آزادی" کی بات چھوڑ دینے کے لئے مدد کرنا اور اس کے بعد بات چیت کے لئے راضی ہونا ہمیں کسی طرح ٹھیک نہیں چلچلتا۔ اس طرح کے معاملوں میں دنیا کی سرکاروں کا "آن" یعنی پریسٹیج کا خیال دینے کے لئے بہت سی مصیبتیں پیدا کرنا رہا ہے۔

اس سارے معاملے میں بھارت سرکار کے اوپر کے کچھ زعمدار لوگوں، خاص کر شری جواہر لال نہرو کی ناگا لوگوں کی طرف شوبھینچا میں کسی کو شک نہیں ہو سکتا۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ناگا لوگوں میں بھی بہت کم ہونے چاہئیں بلکہ جواہر لال جیسوں کی نیت پر شک ہو۔ لیکن اس ٹھیک نیتی اور شوبھینچا کے باوجود اس میں بھی شک نہیں کہ ناگا علاقے میں ہمارے کارناموں اور دنیا کے کچھ دوسرے علاقوں میں سامراجیت وادیوں کے کارناموں میں بہت ادھک فرق نہیں دکھائی دیتا۔ دیہر کو اُلت کرنے اور وکست کرنے کی پوجائیں بھی دونوں میں ایکسی ملتی ہیں۔ ہندوؤں کی چھاپا میں وکست پوجائیں کسی دیہی کو پنہلے میں مدد نہیں دے سکتیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ناگاؤں سے غلطیاں نہیں ہونیں، پر کل معاملے کو پوری طرح دیکھتے ہوئے ہمیں ناگا علاقوں میں اپنے کارناموں پر لچا آ رہی ہے۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دھائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو اپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگا علاقے کا معاملہ ایک شدت گریلو معاملہ ہے، کوئی باہر کا حملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگا علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہئیں۔ ہمیں اس میں ذرا بی سلیہ نہیں کہ سچی چہما سچی ہمدردی سچے پریم اور دوسرے سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سمیٹائیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دھائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو اپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگا علاقے کا معاملہ ایک شدت گریلو معاملہ ہے، کوئی باہر کا حملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگا علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہئیں۔ ہمیں اس میں ذرا بی سلیہ نہیں کہ سچی چہما سچی ہمدردی سچے پریم اور دوسرے سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سمیٹائیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دھائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو اپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگا علاقے کا معاملہ ایک شدت گریلو معاملہ ہے، کوئی باہر کا حملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگا علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہئیں۔ ہمیں اس میں ذرا بی سلیہ نہیں کہ سچی چہما سچی ہمدردی سچے پریم اور دوسرے سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سمیٹائیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

بھارت کی جلتا اور سرکار دونوں مہاتما گاندھی کی دھائی دیتے ہیں۔ دونوں یدھ اور ہتھیاروں کے خلاف دنیا بھر کو اپدیش دیتے ہیں۔ دونوں سچائی کے ساتھ دنیا میں امن قائم رکھنے کی کوششوں میں پوری مدد دے رہے ہیں۔ ناگا علاقے کا معاملہ ایک شدت گریلو معاملہ ہے، کوئی باہر کا حملہ بھی نہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ کم سے کم ناگا علاقے میں ہم گاندھی جی کے ان اصولوں پر عمل کر کے دکھا دیں جن پر ہم دنیا سے عمل کرنا چاہتے ہیں۔ بھارت کو ہمت کے ساتھ پہلے اپنی طرف سے وہاں کی ساری فوجی کروائی بند کر دیں چاہئے۔ سب کے لئے عام معافیوں کا اعلان ہو جانا چاہئے۔ پھر مل بیٹھ کر باتیں ہونی چاہئیں۔ ہمیں اس میں ذرا بی سلیہ نہیں کہ سچی چہما سچی ہمدردی سچے پریم اور دوسرے سمجھوتے کے ساتھ اس علاقے کی اس وقت کی ساری سمیٹائیں خوبصورتی کے ساتھ حل کی جاسکتی ہیں۔

—سندر لال۔

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

محمّد صاحب کی کچھ حدیثیں

(میرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
ہی پروفٹ محمد" سے)

(میرزا ابوالفضل کے انگریزی سکرہ "سینکس آف دی
ہی پروفٹ محمد" سے)

محمّد صاحب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی برا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، وہی 'مومن' * یعنی ایمان والا ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا:—"جو آدمی جب کبھی کوئی نیک کام کرتا ہے تو اسے خوشی ہوتی ہے، اور جب کوئی برا کام کرتا ہے تو اسے دکھ ہوتا ہے، وہی 'مومن' * یعنی ایمان والا ہے۔"

—ابن عمر، ترمذی .

—ابن عمر، ترمذی .

محمّد صاحب نے کہا:—"مومن کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ہٹتا جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

محمّد صاحب نے کہا:—"مومن کبھی اچھی باتیں سننے سے نہیں ہٹتا جب تک کہ وہ جنت میں نہ چلا جائے۔"

—ابو سعید، ترمذی .

—ابو سعید، ترمذی .

محمّد صاحب نے کہا:—"مومن بننا یا نیک ہونا نہیں جانتا، وہ سب کا بھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی تھوڑی اور بڑی ہوتا ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا:—"مومن بننا یا نیک ہونا نہیں جانتا، وہ سب کا بھلا کرنے کی کوشش کرتا ہے؛ اس کے خلاف ہر آدمی چالاک یعنی تھوڑی اور بڑی ہوتا ہے۔"

—ابو ہریرہ، ابوداؤد، ترمذی .

—ابو ہریرہ، ابوداؤد، ترمذی .

محمّد صاحب نے کہا:—"ایمان کی نگاہ سے سب سے بڑا مومن وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا:—"ایمان کی نگاہ سے سب سے بڑا مومن وہ ہے جو دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرنے میں سب سے اچھا ہے۔"

—ابو ہریرہ، ابوداؤد : داریمی .

—ابو ہریرہ، ابوداؤد : داریمی .

محمّد صاحب نے کہا:—"مومن کو صرف دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے اس آدمی کے درجہ کو حاصل کر لینا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر رخصت رہتا ہے۔"

محمّد صاحب نے کہا:—"مومن کو صرف دوسروں کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے اس آدمی کے درجہ کو حاصل کر لینا ہے جو رات بھر نماز پڑھتا رہتا ہے اور دن بھر رخصت رہتا ہے۔"

—عائشہ، ابوداؤد .

—عائشہ، ابوداؤد .

محمّد صاحب نے کہا:—"کرامت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلّے میں سب سے بڑا چیز دوسروں

محمّد صاحب نے کہا:—"کرامت کے دن ایک مومن کی ترازو کے پلّے میں سب سے بڑا چیز دوسروں

کا 'مومن' کا شہادتہ ایمان والا ہے . مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر ایمان لائے . اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر .

کا 'مومن' کا شہادتہ ایمان والا ہے . مومن ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو محمد صاحب پر ایمان لائے . اس طرح مومن کے عام معنی 'مسلم' ہوئے۔ ایڈیٹر .

کے ساتھ اس کا اچھا برتاؤ ہوگا اور سچ مجھے اللہ پر شرم آدمی کے ساتھ اور اس کے ساتھ جو دوسروں کے ساتھ گستاخی سے پیش آئے ہیں دشملی رکھتا ہے۔“

—ابودردہ، ترمذی : ابوداؤد .

—ابو ہریرہ، ترمذی : ابوداؤد .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کسی دوسرے کی بُرائی نہیں کرتا، نہ کسی کو گستاخ ہے، نہ کوئی گندہ کام کرتا ہے، اور نہ کسی کے ساتھ گستاخی سے پیش آتا ہے۔“

—ابن مسعود، ترمذی : ابویہی .

—ابن مسعود، ترمذی : ابویہی .

محمد صاحب نے کہا: —”کسی مومنین کے اندر کبھی یہ دو چیزیں ایک ساتھ نہیں ہوتیں—کذّوسین اور بد اخلاقی (اشقتا)۔“

—ابو سعید، ترمذی .

—ابو سعید، ترمذی .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن کی مثال ایک ایسے ہیرے پتھر سے دی جاسکتی ہے جس کے پتے کبھی نہیں جھڑتے اور نہ جس کا سایہ کبھی ختم ہوتا ہے۔“

—ابن عمر، بخاری : مسلم .

—ابن عمر، بخاری : مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”ایک مومن کی مثال ایک دوسرے کے ساتھ پریم کرنے، ایک دوسرے پر دیا کرنے اور ہمدردی کرنے میں ویسی ہی ہے جیسے ایک جسم کی مثال . اگر جسم کے کسی حصہ میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم رات بھر جاگ کر اس کا ساتھ دیتا ہے اور سارے جسم کو بخار ہو جاتا ہے۔“

—نعمان بن بشیر، بخاری : مسلم .

—نعمان بن بشیر، بخاری : مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن ناچ کی کھڑی ہوئی بالوں کی طرح ہوتا ہے . ہوا اور آندھی اُسے ہار ہار جھکانی دیتی ہے . اسی طرح مومن کے اوپر آزمائشوں ہار ہار آتی رہتی ہیں . اُس کے خلاف منافی یعنی دھونکی آدمی سرو کے اُس پتھر کی طرح ہوتا ہے جو اُس وقت تک نہیں جھکتا جب تک اُسے گرا نہ دیا جائے۔“

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

محمد صاحب نے کہا: —”مومن دوستی کا घर ہوتا ہے، اور جو آدمی دوسروں کو دوست نہیں بناتا نہ دوسرے سے دوست بناتے ہیں، وہ آدمی بالکل نکمّا ہے۔“

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

—ابو ہریرہ، بخاری : ترمذی : کتب بن مالک، مسلم .

محدث صاحب کی کچھ حدیثیں

محدث صاحب سے پوچھا گیا:—”آپ اس آدمی کی بابت کیا سوچتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس کے لئے اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے پیار کرتے ہیں؟“ محدث صاحب نے جواب دیا:—”مومنین کی پہلی پہچان ہے۔“

—ابو ہریرہ، مسلمان۔

پیرامبر سے پوچھا گیا:—”سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”سب سے اچھا آدمی وہ مومنین ہے جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد (نیکی کرنے کی کوشش) کرتا ہے۔“ پیرامبر سے پھر پوچھا گیا:—”اس سے اتر کر سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”وہ آدمی جو کسی پہاڑی گویا میں پڑا رہتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور کسی دوسرے کے ساتھ برائی کرنے سے اپنے کو بچائے رکھتا ہے۔“

—ابو سعید، بخاری: مسلمان: ابو داؤد: ترمذی: نسائی: تیرمیزی: نسائی۔

محدث صاحب نے کہا:—”کسی مومنین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومنین کو تین دن سے زیادہ اپنے سے الگ رکھے، اور تین دن تک جاوے تو اسے چاہئے کہ اس دوسرے آدمی سے جاکر ملے اور اسے سلام کرے، پھر اگر دوسرا بھی پریم سے جواب دے تو اللہ کی طرف سے دونوں کو ثواب ملیگا، لیکن اگر دوسرا پریم سے جواب نہ دے تو وہ پاپ کا بھاری ہوگا، وہ آدمی جو تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بگاڑ رکھتا ہے دوسری دنیا میں دوزخ کی آگ میں جائیگا۔“

—ابو ہریرہ، ابو داؤد۔

محدث صاحب نے کہا:—”کوئی آدمی بے اختیار نہیں کرتا جو بے اختیار بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی چوری نہیں کرتا جو چوری بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی کوئی نیک کام نہیں کرتا جو نیک کام بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی ڈانٹ نہیں ڈالتا جسے لوگ ڈانٹ ڈالتے دیکھیں اور وہ ڈانٹ بھی ڈالتے اور مومنین بھی ہو، اور کوئی دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتا جو دوسرے کو دھوکا بھی دے اور مومنین بھی ہو، اس لئے خبردار رہو، خبردار!“

—ابو ہریرہ، بخاری: مسلمان۔

—انوارک: شری مجیب رضوی۔

محدث صاحب کی کچھ حدیثیں

محدث صاحب سے پوچھا گیا:—”آپ اس آدمی کی بابت کیا سوچتے ہیں جو کوئی نیک کام کرتا ہے اور لوگ اس کے لئے اس کی تعریف کرتے ہیں اور اس سے پیار کرتے ہیں؟“ محدث صاحب نے جواب دیا:—”مومنین کی پہلی پہچان ہے۔“

—ابو ہریرہ، مسلمان۔

پیرامبر سے پوچھا گیا:—”سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”سب سے اچھا آدمی وہ مومنین ہے جو اپنی جان اور اپنے مال سے اللہ کی راہ میں جہاد (نیکی کرنے کی کوشش) کرتا ہے۔“ پیرامبر سے پھر پوچھا گیا:—”اس سے اتر کر سب سے اچھا آدمی کون ہے؟“ پیرامبر نے جواب دیا:—”وہ آدمی جو کسی پہاڑی گویا میں پڑا رہتا ہے، اللہ سے ڈرتا ہے اور کسی دوسرے کے ساتھ برائی کرنے سے اپنے کو بچائے رکھتا ہے۔“

—ابو سعید، بخاری: مسلمان: ابو داؤد: ترمذی: نسائی۔

محدث صاحب نے کہا:—”کسی مومنین کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کسی دوسرے مومنین کو تین دن سے زیادہ اپنے سے الگ رکھے، اور تین دن تک جاوے تو اسے چاہئے کہ اس دوسرے آدمی سے جاکر ملے اور اسے سلام کرے، پھر اگر دوسرا بھی پریم سے جواب دے تو اللہ کی طرف سے دونوں کو ثواب ملیگا، لیکن اگر دوسرا پریم سے جواب نہ دے تو وہ پاپ کا بھاری ہوگا، وہ آدمی جو تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے بگاڑ رکھتا ہے دوسری دنیا میں دوزخ کی آگ میں جائیگا۔“

—ابو ہریرہ، ابو داؤد۔

محدث صاحب نے کہا:—”کوئی آدمی بے اختیار نہیں کرتا جو بے اختیار بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی چوری نہیں کرتا جو چوری بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی کوئی نیک کام نہیں کرتا جو نیک کام بھی کرے اور مومنین بھی ہو، کوئی آدمی ڈانٹ نہیں ڈالتا جسے لوگ ڈانٹ ڈالتے دیکھیں اور وہ ڈانٹ بھی ڈالتے اور مومنین بھی ہو، اور کوئی دوسرے کو دھوکا نہیں دے سکتا جو دوسرے کو دھوکا بھی دے اور مومنین بھی ہو، اس لئے خبردار رہو، خبردار!“

—ابو ہریرہ، بخاری: مسلمان۔

—انوارک: شری مجیب رضوی۔

جون ۵۶'

انوسار ٹیلیفون اور موٹرکاروں میں ہوں، پر جہاں دیش کے شاسک اور کانون بنانے والے سادہ، سول اور سچا دیہوں ہتاسکین، اور جہاں سے نیک یعنی اخلاقی لہریں سارے دیش میں پھیل کر سارے دیش کو اُونچا اُٹھا سکیں۔ ونوباجی کی آواز میں میں بالکل گاندھی جی کی آواز سنائی دے رہی ہے۔ ہم ان سے پوری طرح سہمت ہیں۔ پر ابھی تو دیش اس کے ٹھیک اُٹھنے راستہ پر تھلکتا چلا جا رہا ہے۔

شاید سب کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے، اور آدمی تجربہ سے ہی سیکھتا ہے۔ بھارت کی سچی اُٹا کے جانگم میں ابھی کچھ اور دیر معلوم ہوتی ہے۔ پر وہ دن اُنکا اس میں میں کوئی سلبی نہیں۔ جب وہ دن اُنکا تب ہی بھارت سچ سچ لیور اٹھ سکیگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدرش پیش کر سکیگا۔

26-5-56

—سندھ رلال

شاید سب کام ایک ساتھ نہیں ہو سکتے، اور آدمی تجربہ سے ہی سیکھتا ہے۔ بھارت کی سچی اُٹا کے جانگم میں ابھی کچھ اور دیر معلوم ہوتی ہے۔ پر وہ دن اُنکا اس میں میں کوئی سلبی نہیں۔ جب وہ دن اُنکا تب ہی بھارت سچ سچ لیور اٹھ سکیگا اور دنیا کے سامنے ایک نیا آدرش پیش کر سکیگا۔

—سندھ رلال

26.5.56

شری بی. جی. کپور اور دوسری پنچ ورشی یوجنا

آج کل بھارت کی پہلی پنچ ورشی یوجنا ختم ہو چکی، دوسری پنچ ورشی یوجنا کی آج کل سب طرف چرچا ہے۔ معلوم ہوتا ہے جہاں تک پڑے لکھے لوگوں اور خاص کر راجکاجی ٹیڈوں کا سبب ہے ان میں اُدھت کے دماغ کم یا زیادہ اسی طرح چلتے ہیں جس طرح ان یوجناؤں کے تیار کرنے والوں کے دماغ۔ ان میں بہت تہذیب ہے جو کسی دوسری طرح سوچتے ہیں۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ جہاں تک گاندھی جی کے وچاروں کا سبب ہے یہ دونوں یوجناؤں گاندھی جی کے وچاروں اور آدرشوں سے کوئی میل نہیں رکھتیں۔ ان معاملوں میں گاندھی جی کا دماغ اور یوجنا بنانے والوں کے دماغ بالکل دو طرح چلتے ہیں۔ گاندھی جی کی نگاہ تھی اُدھت گاؤں کی طرف اور غریبوں، کسانوں، مزدوروں اور دستکاروں کی طرف۔ یوجنا بنانے والوں کی نگاہ ہے اُدھت بڑے بڑے شہروں، اولمپی اونچی اُٹا رہیں اور کروڑوں اور ارب پتوں کی طرف۔ یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اس طرح کے معاملوں میں گاندھی جی کے وچاروں سے سہمت پڑے لکھے لوگ کم ہیں، اور جو ہیں وہی ان کی آواز بہت کم سنائی پڑتی ہے۔ جہاں تک کروڑوں عام جنتا کا سبب ہے وہ بھچارے اول تو ان یوجناؤں کو سمجھ نہیں پاتے اور پھر بدی ان یوجناؤں کے دعویٰ کی اپنی حالت سے تلتا کرتے ہیں تو من ہی من میں حیران اور چپ ہو کر رہ جاتے ہیں۔

پہلی حالت میں اگر کہیں کوئی آواز ہی سچائی کے لئے اٹھتی ہوئی دکھائی دیتی ہے تو اس آواز سے، چاہے وہ نفاذ کے لئے میں طوطی کی آواز ہی کیوں نہ ہو، ہمیں اور ہمارے جیسوں کو آنک سنٹوش ملے ہے۔

حال میں اسی طرح کی آواز دوسری پنچ ورشی بھجنا کے بارے میں شری بی. جی. کھیر کی سنائی دی ہے۔ شری بی. جی. کھیر نے بمبئی میں سماچارپتروں کے پرنٹنگسٹوں سے کہا ہے کہ:—”جہاں تک گلوں کے اندر بھکاری اور بدروزگاری کا سہارا ہے یہ بھجنا بالکل نراشایک ہے۔“ انہوں نے بتایا کہ:—”بمبئی کی سپریم ڈسٹرکٹ ولیم اینڈ سٹریٹس ایسوسی ایشن (اطراف ضلع گراموویک سہا) نے گلوں کے لوگوں کی بھکاری اور بدروزگاری کو کم کرنے کے لئے دس ’پریشرمالیہ‘ کھولنے کا اور پانچ ہزار امپر چرخے چلوانے کا فیصلہ کیا ہے، اور اس کام میں جتنا سے سہوگ کی پراپرٹیاں کی ہیں۔“

شری بی. جی. کھیر نے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑی ہیں۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا گیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تین لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ لاکھ لوگ واپس آئیں گے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آفیسروں کو ٹھیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں گلوں کے وہ کروڑوں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور آفیسروں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے بڑے آفیسروں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجیکٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیکل وکس یعنی مالی ترقی کی غرض سے پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کام کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اس دوسری پنچ ورشی بھجنا کو ناگنی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تین لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ لاکھ لوگ واپس آئیں گے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آفیسروں کو ٹھیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں گلوں کے وہ کروڑوں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور آفیسروں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے بڑے آفیسروں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجیکٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر نے یہ ’پریشرمالیہ‘ بالکل گاندھی جی کے وچار کی چوڑی ہیں۔ جہاں تک ہم نے سنا ہے انہیں ’پریشرمالیہ‘ نام دیا گیا ہے۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تین لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ لاکھ لوگ واپس آئیں گے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آفیسروں کو ٹھیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں گلوں کے وہ کروڑوں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور آفیسروں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے بڑے آفیسروں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجیکٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر نے بتایا کہ سرکاری پلاننگ کمیشن کے انوسار اس سہ سے تین لاکھ بھکاری مزدور بھارت میں ہیں اور اگلے پانچ برس کے اندر ان میں ایک کروڑ اور بڑھ جائیگا جن میں سے لاکھ لاکھ لوگ واپس آئیں گے۔ شری بی. جی. کھیر ان سرکاری آفیسروں کو ٹھیک نہیں مانتے۔ ان کا کہنا ہے کہ ان میں گلوں کے وہ کروڑوں لوگ شامل نہیں ہیں جو کچھ کام تو کرتے ہیں پر جن کا بہت سا سہ بھکاری جاتا ہے، چونکہ ان کے پاس اور کام کرنے کو نہیں ہے۔ ان کے سینکڑوں چھوٹے موٹے گھریلو صنعتی ہمارے غلط آرٹیکل وچاروں اور آفیسروں کی وجہ سے ٹھپ ہو گئے اور ہوتے جا رہے ہیں۔ شری بی. جی. کھیر نے انوسار اس طرح کے ادا بھکاری لوگوں کی کئی پلاننگ کمیشن نے بڑے بڑے آفیسروں سے کہیں ادھک ہے۔ پچھلے سات برس کے اندر ہماری ”پروجیکٹس“ چلتی جاتی ہیں اور بھکاری بڑھتی جاتی ہیں۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ کمیشن ہی کے انوسار کم سے کم پچاس لاکھ آدمیوں کو ان دوسرے پانچ برس میں ہی کام نہیں دیا جا سکیگا، ہمارے بھوشہ کے لئے یہ ”بڑے دکھ کی بات“ ہے۔

شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ:—”آرٹیکل وکس یعنی مالی ترقی کی غرض سے پورے سماج کی بھلائی اور ادھک سے ادھک لوگوں کو پورے کام کا دیا جانا۔ اس کسوٹی پر اگر ہم کس کو دیکھیں تو ہمیں اس دوسری پنچ ورشی بھجنا کو ناگنی ماننا پڑیگا۔“

شری بی. جی. خیر نے یہ بھی بتایا کہ کل بھارت کھادی اور گرام اڈیوگ بورڈ نے سرکار کو ایک پورا کارپہ کرم بنا کر دیا تھا جس کے انوسار جگہ جگہ ہاتھ کا سوت اس طرح کا تیار کر لیا جا سکتا ہے کہ جس سے ان پانچ برس کے اندر ہماری بڑھی ہوئی ضرورت کا پورا کھڑا بھی بن سکے اور جو ہمارے سب ہاتھ کرگوں پر اچھی طرح کام دے سکے۔ اسی کارپہ کرم کے انوسار سوا دو کروڑ امیر چرخے جگہ جگہ چلوا دیئے کی ضرورت ہے جن سے پچاس لاکھ من سے اوپر سوت تیار ہو سکتا ہے۔ اگر اُس کارپہ کرم کو کامیابی کے ساتھ چھایا جا سکتا تو کھول اُس سے ہی چھتیس لاکھ کانٹے والوں کو ساڑھے بارہ لاکھ بلکروں اور اُن کے شاکردوں کو، تیس ہزار بڑھڑوں کو اور لگ بھگ بیس ہزار اور لوگوں کو کام مل سکتا تھا۔ شری بی. جی. کھیر کا کہنا ہے کہ امیر چرخے کے ذریعہ گلوں کے پچاس لاکھ آدمیوں کو آسانی سے کام دیا جا سکتا ہے۔ لیکن کھادی کا کام کرنے والوں اور اُس طرح کی سلسلہوں کو زبردست نراشا ہوئی جب بھارت سرکار نے اِس کارپہ کرم کو نامنظور کر دیا۔ آگے بھی سرکار اِسے کبھی پوری طرح مانیگی اِس کی آشا کم ہے۔

ہم شری بی. جی. کھیر کے ان وچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلچ ورشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونھئی پنڈیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہی کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے عام جلتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جلتا کا سہندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتہ اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم سچا پتروں میں اِس یوجنا پر کافی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چیزوں کو دھوانا نہیں چاہتے۔ ہماری راہ صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہی کی غریب جلتا پر سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے پڑیں جس نمک کی بہت گاندھی جی انگریز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے جس میں آپیں کی کسی کو پیرا کرنے کے لئے ہمیں دیہی دیہی میں جا کر قرضہ لینے کی کوشش کرنی پڑے اور جس میں پھر بھی آپیں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہی کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم شری بی. جی. خیر کے ان بیچاروں سے پوری طرح سہمت ہیں۔ ہماری یہ پلچ ورشی یوجنائیں بڑے لوگوں اور پونھئی پنڈیوں کی یوجنائیں ہیں۔ ان سے دیہی کا کل دھن بھی بڑھ سکتا ہے، پر مٹی بھر اوپر کے لوگوں کے لئے عام جلتا کے لئے نہیں۔ جہاں تک ہمارے لاکھوں چھوٹے بڑے گلوں کی کرڑوں جلتا کا سہندہ ہے یہ یوجنائیں ادھک سے ادھک ایسی ہی ہیں جیسے کسی کمزور بیمار اور بھوکی استری کو پاؤتہ اور لپاسٹک کے سہارے تندرست دکھانے کی کوشش کی جائے۔

ہم سچا پتروں میں اِس یوجنا پر کافی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چیزوں کو دھوانا نہیں چاہتے۔ ہماری راہ صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہی کی غریب جلتا پر سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے پڑیں جس نمک کی بہت گاندھی جی انگریز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے جس میں آپیں کی کسی کو پیرا کرنے کے لئے ہمیں دیہی دیہی میں جا کر قرضہ لینے کی کوشش کرنی پڑے اور جس میں پھر بھی آپیں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہی کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

ہم سچا پتروں میں اِس یوجنا پر کافی بحث ہو رہی ہے۔ ہم اُن چیزوں کو دھوانا نہیں چاہتے۔ ہماری راہ صاف ہے کہ جس یوجنا میں بھارت جیسے دیہی کی غریب جلتا پر سوچ کر اربوں روپے کے نئے ٹیکس لگائے پڑیں جس نمک کی بہت گاندھی جی انگریز سرکار سے یہ مانگ کرتے تھے کہ اُس پر کوئی ٹیکس نہیں ہونا چاہئے اُس پر بھی ٹیکس لگانا پڑے جس میں آپیں کی کسی کو پیرا کرنے کے لئے ہمیں دیہی دیہی میں جا کر قرضہ لینے کی کوشش کرنی پڑے اور جس میں پھر بھی آپیں ہی کا فرق آمدنی اور خرچ میں دکھائی دے جس سے اربوں اور کھربوں ہی کے چمڑے کے نہ سہی کٹھ کے ٹکڑے آڑا آڑا کر کام نکالنا پڑے وہ یوجنا کم سے کم بھارت جیسے دیہی کے لئے دیوانیہ بن کی یوجنا اور گھر پھونک تماشا ہے۔ اِس میں بھی کوئی سندھیت نہیں کہ اگر ہم گاندھی جی کے بتائے راستے پر چلیں تو ہمیں ایک پوسہ بھی باہر سے

کرم یا دان لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ پر اس سے تو بہل آواز سچ مچ نثار خانے میں طوطی کی آواز ہے۔

شرعی ہو۔ جی۔ کبھی جو کچھ کوشش خود کر رہے ہیں اسے ہم دل سے سراہتے ہیں اور اس میں انہیں پوری سہولت چاہتے ہیں۔

26. 5. 56

—سुन्दरलाल

—سुन्दर لال

26. 5. 56

‘بنارس’ کی جگہ ‘وارانسی’

ہمارے प्रदेश उत्तर प्रदेश में बनारस का नाम बदल कर वाराणसी रखा जाना एक दर्जे तक हंसी की और अप्रा-कृतिक यानी खिलाफ कदमत बात है. दुनिया में सब जगह दुनिया के लाखों शब्दों और खास कर नामों को जनता का गला उसी तरह रगड़ रगड़ कर गोल, सरल और सुन्दर बनाता रहता है जिस तरह गंगा का पानी उस पानी में पड़ी हुई पथरियों को. शब्द सब अन्त में रुढ़ि ही होते हैं. यौगिक शब्दों के टुकड़े या निकास भी अधिकतर स्वयं रुढ़ि होते हैं.

हमें इस से अधिक हंसी की इस समय एक और घटना याद आ रही है. दो चार बरस पहले की बात है. विल्लो में हमारे घर पर आर्य समाज के मशहूर वेदवेत्ता पंडित विरव बन्धु जी बैठे हुए थे. कुछ और सज्जन भी बैठे थे. तत्सम, सज्जन की बात चल पड़ी. कुछ सज्जन ‘मूल शब्द’ पर जाने की बात करने लगे. पंडित विश्व बन्धु जो कुछ देर से चुप बैठे सुन रहे थे. आखिर वह गम्भीरता के साथ बोले—
“भाई! मूल की तरफ ही जाओगे तो बड़ी कठिनाई पड़ जायगी. वेदों के अनुसार सब भाषाओं का निकास दो आवाजों से है—बन्दर की ‘चि’ और कुत्ते की ‘भौ’. मूल तो यही दो हैं.” हम उनके ये शब्द याद से लिख रहे हैं. पर आशय यही था. उनके इस कहने पर सब हंस पड़े और बात खतम हो गई.

गंगा अपना काम बन्द नहीं कर सकती. पोती फिर से दादी नहीं हो सकती. न सहारनपुर फिर से ‘शाह हारूनपुर’ हो सकता है और न ‘बनारस’ फिर से ‘वाराणसी’. जनता बहुत दिनों बहकाई भी नहीं जा सकती. जनता के जिस गले ने पहले वाराणसी का बनारस बनाया था वह और कुछ समय बाद नए वाराणसी को ‘बन्सी’ या कुछ और बनाकर रहेगा. पर कुछ दिनों की मुसीबत जरूर है.

सबसे अधिक दुख की बात यह है कि इस देश में ऊंचे से ऊंचे स्थानों पर अभी तक इस तरह के लोग मौजूद हैं जो कुछ ऐतिहासिक आगंतियों, साम्प्रदायिक भावनाओं और किसी भी भाषा के पाक या नापाक होने के हानिकर अंध विश्वासों से ऊपर नहीं उठ पाते. रैरियत और नफरत के दैत्यों ने हमारे दिलों पर काफी सिक्का जमा रखा है. प्रेम के

हमारे پردیشی اُتر پردیشی میں بنارس کا نام بدل کر وارانسی رکھا جانا ایک درجہ تک ہنسی کی اور اپرائرتک یعنی خلف قدرت ہوت ہے. دنیا میں سب جگہ دنیا کے لاکھوں شہدوں اور خاص کر ناموں کو چلتا کا گے اُسی طرح رگو رگو کر گول‘ سرل اور سندر ہانا رہتا ہے جس طرح گنگا کا پانی اُس پانی میں پڑی ہوئی پتھریں کو. شد سب انت میں روزی ہی ہوتے ہیں. یوگک شہدوں کے ٹکڑے یا نکالیں بھی ادھکتر سویم روزی ہوتے ہیں.

‘بنارس’ کی جگہ ‘وارانسی’

ہمیں اس سے ادھک ہنسی کی اس سے ایک اور کہنا یاد آ رہی ہے. دو چار برس پہلے کی بات ہے. دلی میں ہمارے گھر پر آریہ سماج کے مشہور وید ویتا پندت وشوبندھو جی بیٹھے ہوئے تھے. کچھ اور سجن بھی بیٹھے تھے. تنم‘ تدیو کی بات چل پڑی. کچھ سجن ‘مول شبد’ پر جانے کی بات کرنے لگے. پندت وشوبندھو جی کچھ دیر سے چپ بیٹھے سن رہے تھے. آخر وہ گمبھیرتا کے ساتھ بولے—“بھائی! مول کی طرف ہی جاؤ گے تو بڑی کٹھنائی پڑ جائیگی. ویدوں کے انوسار سب بھاشاؤں کا نکلس دو آوازوں سے—سندر کی ‘چی’ اور کتے کی ‘بھوں’. مول تو یہی دو ہیں.” ہم اُن کے یہ شبد یاد سے لہ رہے ہیں. پر اُٹھتے بھی تھا. اُن کے اس کہنے پر ہم سب ہنس پڑے اور بات ختم ہو گئی.

گنگا اپنا کام بند نہیں کر سکتی. پوتی پھر سے دادی نہیں ہو سکتی. نہ سہارن پور پھر سے ‘شاہ ہارون پور’ ہو سکتا ہے اور نہ ‘بنارس’ پھر سے ‘وارانسی’. چلتا بہت دنوں بھگائی بھی نہیں چاہسکتی. چلتا کے جس کے لیے پہلے وارانسی کا بنارس بنایا تھا وہ اور کچھ سمے بعد نئے وارانسی کو ‘بُنسی’ یا کچھ اور بنا کر رہے گا. پر کچھ دنوں کی مصیبت ضرور ہے.

سب سے ادھک دکھ کی بات یہ ہے کہ اس دہائی میں آونچے سے آونچے استھانوں پر ابھی تک اس طرح کے لوگ موجود ہیں جو کچھ آیتھاسک ہونکتوں‘ سامہرد ایک ہوانوں اور کسی بھی بھاشا کے پاک یا ناپاک ہونے کے ہانہکر اندھ وٹھاسوں سے آوڑ نہیں آتے پاتے. غریبیت اور نفرت کے دیتوں نے ہمارے دلوں پر کئی سکے جما رکھا ہے. پریم کے

دیکھنا کو وہاں پہنچنے کی جگہ دکھائی نہیں دیتی۔ دنیا کدھر جا رہی ہے؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

دینا کو وہاں پہنچنے کی جگہ دکھائی نہیں دیتی۔ دنیا کدھر جا رہی ہے؟ ہم کدھر جا رہے ہیں؟ ہمارے دل اور دماغ ابھی بہت چھوٹے ہیں۔

26-5-56

—سندر لال

—سندر لال

26.5.56

چینی پنچانگ (جنتری)

تین ہزار برس سے چین میں دینوں، مہینوں اور برسوں کے حساب لگانے کا ایک خاص طریقہ چلا آتا تھا۔ سن 1949 میں جب نئی سرکار اس دیہ میں قائم ہوئی تو اس نے اس پرانے پنچانگ کو ختم کر کے نیا یورپیہ یا عیسائی پنچانگ دیہ میں چلا کر دیا۔ نئی سرکار نے یہ بات کہوں سب کی آسانی کے لئے کی ہے، کیونکہ لگ بھگ ساری باقی دنیا میں بھی آج بھی عیسائی پنچانگ چلتا ہے اور دنیا کو ایک کرنے میں اس سے بہت بڑی مدد مل سکتی ہے۔

پرانے چینی پنچانگ میں بہت سے گن بھی تھے۔ اس لئے دیہ کی جنتا میں وہ ابھی تک ایک درجہ تک چلا ہے، خاص کر کسانوں کو اس سے بڑی مدد ملتی ہے، ٹھیک اسی طرح جس طرح ہندوستان کے پرانے مہینوں سے بھارت کے کسانوں کو ملتی ہے۔

چین کے پرانے پنچانگ میں سال کا پہلا دن دہر کے لوگ ایک بہت بڑا تیوہار مناتے تھے۔ نئی سرکار نے اس تیوہار کو ختم کر دیا ہے۔ اب وہ اسے 'بسنٹ کا تیوہار' (اسپرنگ فیسٹیو) کہتے ہیں۔ پرانے حساب سے اس سال وہ 12 فروری سن 1956 کو پڑا تھا۔

نئی چینی سرکار چار راشنریہ تیوہار مننتی ہے—ایک بسنٹ کا دن، دوسرا پہلی جنوری کے دن، تیسرا پہلی مئی دن، چوتھا پہلی اکتوبر یعنی چوں راشنریہ دن۔ بسنٹ کو ماننے کے لئے تین دن کی چٹی دہتی ہے۔

چینی لوگ تاریخی لکھنے کے لئے ہم سے ٹیک اٹھا کر کام میں لاتے ہیں۔ وہ پہلے سن لکھتے ہیں، پھر مہینہ اور آخر میں تاریخ، جیسے کرسمس کے دن یعنی بڑے دن کو ہم لکھتے ہیں 25.12.56 تو وہ لکھتے ہیں 56.12.25۔

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

چین کا پرانا پنچانگ بھارت کے پرانے پنچانگ کی طرح دھرتی کے چاروں طرف چاند کی گتی اور سورج کے چاروں طرف دھرتی کی گتی دونوں کے میل سے بنا ہوا تھا۔ جتنی دیر میں چاند دھرتی کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتا ہے وہ دیر ایک مہینہ ہے۔ یہ سیم ٹھیک 29 دن 12 گھنٹے 44 منٹ اور 3 سیکنڈ ہوتا ہے۔ جتنی دیر میں دھرتی

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال، یہ سہ ہوتا ہے 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جتنی دیر میں دھرتی اپنی پوری کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوتا ہے ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آجکل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے ہر چوتھے سال لوند کے مہینہ کا رواج ڈالا۔ لگ بھگ ہر 97 वर्ष کے بعد وہ ایک مہینہ کم بھی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہوتا لیا گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوگا اور بارش ہمیشہ سارن بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھتا ہے اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینہ چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک حساب کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگ ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

سورج کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوا ایک سال، یہ سہ ہوتا ہے 365 دن 5 گھنٹے 48 منٹ اور 46 سیکنڈ۔ جتنی دیر میں دھرتی اپنی پوری کے چاروں طرف ایک چکر پورا کر لیتی ہے وہ ہوتا ہے ایک دن رات۔

اس طرح چاند کے 12 مہینوں میں اور سورج کے ایک سال میں کچھ تھوڑا سا فرق پڑ جاتا ہے۔

دنیا کے کچھ پنچانگ ایسے ہیں جیسے آجکل کا ہجری پنچانگ جس میں اس فرق کو پورا کر لینے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ اس لئے اسلام کے تہوار جو ہجری سن سے گنے جاتے ہیں سدا ایک ہی موسم میں نہیں پڑتے۔ رمضان کبھی گرمی میں تو کبھی سردی میں آ کر کبھی برسات میں آتا ہے۔ موسم سے اس کا کوئی سمبندہ نہیں رہتا۔

ہندو ویدوانوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لئے لگ بھگ ہر چوتھے سال لوند کے مہینہ کا رواج ڈالا۔ لگ بھگ ہر 97 वर्ष کے بعد وہ ایک مہینہ کم بھی کر لیتے ہیں۔ حساب معمولی آدمی کے لئے ذرا کٹھن ہو جاتا ہے، پر اس طرح بھارت کے پنچانگ میں چاند کے مہینوں اور سورج کے برسوں میں حساب ٹھیک ہوتا لیا گیا ہے۔ چیت ہمیشہ گرمیوں میں ہی ہوگا اور بارش ہمیشہ سارن بھادوں میں۔ ہر سال پورا سال ہے۔

ہمسائی پنچانگ میں بھی مہینوں کے دن گھٹا بڑھتا ہے اس کمی کو پورا کر لیا گیا ہے۔ عیسائی پنچانگ جو آج دنیا بھر میں چلتا ہے خاصہ ٹھیک پنچانگ ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ موسم سورج کے چاروں طرف دھرتی کے گھومنے سے پیدا ہوتے اور بدلتے رہتے ہیں۔ پر عیسائی مہینوں کا چاند کی گتی کے ساتھ اب کوئی سمبندہ نہیں رہا۔

پرانے چین کے ویدوانوں نے بھارت کے ویدوانوں کی طرح چاند کے مہینوں اور سورج کے سال کو ملانے کا اپنا ہی ذمہ نکل لیا تھا۔ ہر اسیس برس میں انہوں نے سات لوند کے مہینے جوڑ دیئے۔ اس طرح مہینہ چاند کے حساب سے گنے ہوئے بھی ہر اسیس سال کے اندر ان کا ایک اوسط سال ٹھیک آتا ہی ہو جاتا ہے جلد ایک سو یعنی شمسی سال۔

چین میں یہ طریقہ عیسوی سے کم سے کم 600 سال پہلے سے چلا آتا تھا۔ یونان میں بھی طریقہ چین کے 170 برس بعد جاری ہوا۔

پرانے چینوں نے 12 مہینوں کے بھی الگ الگ نام رکھ دیئے تھے اور چوبیس پختوں کے بھی الگ الگ نام رکھے تھے۔ یہ 24 نام ابھی تک چلتے ہیں اور ٹھیک حساب کی ضرورت کے अनुसार ہیں۔ ان کے نام بڑے مفرورنگ ہیں۔ یہ چوبیس نام ایک دوسرے کے بعد یہ ہیں—

(1) بساتن شروع، (2) بساتن کی فوہار، (3) کھجور کا جانا، (4) بساتن کے دن رات بربار، (5) ساک اور ریشن، (6) دانے کی بارش، (7) گرمی شروع، (8) دانے کا بننا، (9) بال میں دانا، (10) گرمی کا بڑا دن، (11) ہلکی گرمی، (12) بڑی گرمی، (13) پتھر شروع، (14) گرمی کا ٹوٹنا، (15) سکہد آس، (16) پتھر کے دن رات بربار، (17) ٹنڈی آس، (18) کھجور، (19) جاکا شروع، (20) ہلکی بربار، (21) ماری بربار، (22) سدا کا جوتا، (23) ہلکی سدا، (24) تھو سدا۔

جاہر ہے دیش ہر کے کسانوں کو اپنے کام میں ان ناموں سے بہت بڑی مدد ملتی تھی اور اب بھی ملتی ہے۔ جن میں اس طرح کی کہانیاں گوں گوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“ وغیرہ وغیرہ۔

اس پرانے چینی پلچانگ میں ایک بہت بڑی کئی یہ بھی کہ عیسائی یا وٹرمی سلوت کی طرح اس میں کوئی ایک پرانا سن نہیں تھا۔ ہر چینی سمرات کے گدی پر بیٹھنے کے لیے نیا سن چل پڑتا تھا۔ اس سے لیا یا صدیوں کا حساب لگانے میں ذرا دیر لگتی تھی۔

ایک حساب چین میں ساٹھ ساٹھ برس کے ایک ایک یوگ کا بھی چلتا تھا، بھ اور بھی پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔

پرانے چین میں سات دن کے سہارا یا ہفتے کا رواج نہیں تھا۔ اب وہ چل پڑا ہے۔

لئے چین نے وہ سب پیچیدگیاں ختم کر دیں۔ اب وہاں ہر انوار کو چھٹی ہوتی ہے اور وہی عیسوی سن ہوتا جاتا ہے جو لگ بھگ باقی سب دنیا میں ہوتا جاتا ہے۔ دنیا ہر کی پہلی مئی اُن کی بھی پہلی مئی ہے۔

دنیا کو ایک کرنے کے لئے یہ خاصہ اچھا قدم ہے، اور نئے چین کے قلم دماغ اور مانو ایکٹا میں وشواس کا سوچک ہے، چین کے کسان پرانے پھواروں کے ناموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اٹھاتے رہیں گے۔

24-6-56

—سندھ لال

’نیا ہند‘ کے گاہکوں اور پرمیوں سے

’نیا ہند‘ جولائی سن 1946 میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ اسے اس شکل میں نکلنے لگے تھے دس برس ہو چکے۔

مہاتما گاندھی ہندوستانی کو اس دیش کی راہر باہا کی جگہ دینا چاہتے تھے۔ ہندوستانی سے انکا मतलब وہ سدا بولی تھی جو ہندوستان کے ہندو، مسلمان اور سب لوگ عام طور پر بولتے اور

(1) ’نیا ہند‘ (2) ہست کی پورہار (3) کھجور کا جانا (4) ہست کے دن رات برابر (5) صاف اور روشن (6) دالے کی بارش (7) گرمی شروع (8) دالے کا بننا (9) بال میں دانہ (10) گرمی کا بڑا دن (11) ہلکی گرمی (12) بڑی گرمی (13) پتھر شروع (14) گرمی کا ٹوٹنا (15) سفید آس (16) پتھر کے دن رات برابر (17) ٹھنڈی آس (18) کھجور (19) جاکا شروع (20) ہلکی بربار (21) ماری بربار (22) سدا کا چھوٹا دن (23) ہلکی سدا (24) تھو سدا۔

ظاہر ہے دیش ہر کے کسانوں کو اپنے کام میں ان ناموں سے بہت بڑی مدد ملتی تھی اور اب بھی ملتی ہے۔ جن میں اس طرح کی کہانیاں گوں گوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔ ”دالے کی بارش“ ”دالے کی بارش“ وغیرہ وغیرہ۔

اس پرانے چینی پلچانگ میں ایک بہت بڑی کئی یہ بھی کہ عیسائی یا وٹرمی سلوت کی طرح اس میں کوئی ایک پرانا سن نہیں تھا۔ ہر چینی سمرات کے گدی پر بیٹھنے کے لیے نیا سن چل پڑتا تھا۔ اس سے لیا یا صدیوں کا حساب لگانے میں ذرا دیر لگتی تھی۔

ایک حساب چین میں ساٹھ ساٹھ برس کے ایک ایک یوگ کا بھی چلتا تھا، وہ اور بھی پیچیدہ معلوم ہوتا ہے۔

پرانے چین میں سات دن کے سہارا یا ہفتے کا رواج نہیں تھا۔ اب وہ چل پڑا ہے۔

لئے چین نے وہ سب پیچیدگیاں ختم کر دیں۔ اب وہاں ہر انوار کو چھٹی ہوتی ہے اور وہی عیسوی سن ہوتا جاتا ہے جو لگ بھگ باقی سب دنیا میں ہوتا جاتا ہے۔ دنیا ہر کی پہلی مئی اُن کی بھی پہلی مئی ہے۔

دنیا کو ایک کرنے کے لئے یہ خاصہ اچھا قدم ہے، اور نئے چین کے قلم دماغ اور مانو ایکٹا میں وشواس کا سوچک ہے، چین کے کسان پرانے پھواروں کے ناموں سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور اٹھاتے رہیں گے۔

—سندھ لال

24.6.

’نیا ہند‘ کے گاہکوں اور پرمیوں سے

’نیا ہند‘ جولائی سن 1946 میں نکلنا شروع ہوا تھا۔ اسے اس شکل میں نکلنے لگے تھے دس برس ہو چکے۔

مہاتما گاندھی ہندوستانی کو اس دیش کی راہر باہا کی جگہ دینا چاہتے تھے۔ ہندوستانی سے ان کا مطلب وہ سدا بولی تھی جو ہندوستان کے ہندو، مسلمان اور سب لوگ عام طور پر بولتے اور

سمجھتے ہیں، اور جو دیہی کے دوسرے آدمیوں کے حصوں میں بھی آسانی سے سمجھی جاتی ہے۔ ہماری یہ بول چال کی زبان ہماری بدقسمتی سے ساتھ کے مہمانوں میں پہنچ کر دو شکلوں میں بٹ گئی جس سے دیہی، اس کی ایک اور اس کے بولے کو کافی نقصان پہنچا اور پہنچ رہا ہے۔

مہاتما گاندھی اردو اور ہندی کی ان دونوں دھاراؤں کو ملا کر پھر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا اور ساتھ کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے بھی نہیں۔ بول چال کی ایک ہندی بھاشا کے دو الگ الگ اسمتیک (ادبی) روپ اور دو الگ الگ اسمتیک نام ہمارے دیہی کی ہی ایک آنکھیں آج بھی جو ہماری تنگ نگاہ اور چھوٹے دلوں کا ثبوت ہیں۔

مہاتما گاندھی اردو اور ہندی کی ان دونوں دھاراؤں کو ملا کر پھر سے ایک کر دینا چاہتے تھے اور اسے 'ہندستانی' ہی نام دینا چاہتے تھے۔ بول چال کی بھاشا اور ساتھ کی بھاشا کے دو الگ الگ نام ہوتے بھی نہیں۔ بول چال کی ایک ہندی بھاشا کے دو الگ الگ اسمتیک (ادبی) روپ اور دو الگ الگ اسمتیک نام ہمارے دیہی کی ہی ایک آنکھیں آج بھی جو ہماری تنگ نگاہ اور چھوٹے دلوں کا ثبوت ہیں۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا لگاری اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیہی واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجے کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا وہ بوشہہ پر چھوڑ دینا چاہتے تھے۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا لگاری اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیہی واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجے کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا وہ بوشہہ پر چھوڑ دینا چاہتے تھے۔

گاندھی جی کی یہ بھی رائے تھی کہ ملی جلی راشٹر بھاشا لگاری اور اردو دونوں لہجوں میں لکھی جاوے۔ آگے چل کر کبھی دیہی واسیوں کا ان دونوں لہجوں میں سے کسی ایک کو یا کسی تیسری لہجے کو اپنی راشٹر لہجہ چن لینا وہ بوشہہ پر چھوڑ دینا چاہتے تھے۔

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چلنے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چلنے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چلنے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

ہمیں وشواس ہے کہ نئی دلی کے اندر دیہی کے چلنے ہوئے نمائندوں نے بھاشا کے معاملے میں اگر گاندھی جی کی صلاح کو مانا ہوتا تو آج ان بہت سی بدگمانیوں، غلط فہمیوں اور مصیبتوں سے دیہی بچ گیا ہوتا جن میں ہم اس سب سے بے گناہ ہوئے ہیں اور پھنسے جا رہے ہیں۔ پر یہ نہ ہو سکا!

نیا ہند، مہاتما گاندھی کی اسی آواز کو سننا سیکھنے کی ایک کوشش ہے۔

نیا ہند، مہاتما گاندھی کی اسی آواز کو سننا سیکھنے کی ایک کوشش ہے۔

ان حالات میں قدرتی توازن کے گاہکوں کی تعداد کم ہو، جو دیہی راسی بھاشا کے سوال پر ہم سے سہمت ہیں۔ ان میں بھی بہت سے ہندی پڑھنے والے 'نیاہند' اس لئے نہیں خریدتے کہ ان کے خیال میں اردو والا ادعا حصہ ان کے لئے نفول جاتا ہے۔ اسی طرح بہت سے اردو پڑھنے والے ہندی حصہ کو اپنے لئے نفول سمجھ کر 'نیاہند' کے گاہک نہیں بناتے، جو تہورہ سے پریمی ان حالتوں میں بھی برابر 'نیاہند' کے گاہک بنے ہوئے ہیں ہمارا دل ان کے لئے پریم اور کونکھتا سے بھرا ہوا ہے۔ پر ان حالتوں میں 'نیاہند' کا گناہ پر چلنا سواہکارک تھا۔

مہاتما گاندھی کی زندگی میں ان کے بلوچان سے ایک دو مہینہ پہلے ہی یہ سنٹک ہمارے سامنے آچکا تھا۔ کچھ مٹروں کی رائے ہوئی کہ 'نیاہند' کو ہندی میں الگ اور اردو میں الگ نکالا جائے۔ بھاشا ایک رہے۔ اس سے گاہکوں کی تعداد بڑھ جائے گی اسی رائے اور ہو سکتا تھا کہ ہمیں گناہا نہ ہوئے پوتا۔ ہم نے اپنے اس سنٹک کو گاندھی جی کے سامنے رکھا اور ان کی رائے چاہی۔ انہوں نے کچھ سوچ کر ہمیں جو جواب دیا وہ یہ تھا:— "جب تک نکال سکو اسی شکل میں نکالو۔"

'نیاہند' نے اب تک گاندھی جی کی اس رائے پر عمل کیا ہے اور کر رہا ہے۔

پر سنٹک جیوں کا تئوں ہمارے سامنے ہے۔ کھانا کب تک اور کہاں سے پورا جارے؟

ہمارے سامنے اب کئی راستے ہیں : ایک یہ کہ نیاہند کو بند کر دیا جارے۔

'نیاہند' کی بات کو چھوڑ کر 'مہاتما گاندھی کی رائے یہ بھی تھی کہ جو سماچار پتر اپنے گاہکوں کے چاند سے نہیں چل سکتا اسے بند ہو جانا چاہئے۔ گاندھی جی کے اپنے پتر اب تک سب بند ہو چکے۔

دوسرا یہ ہے کہ ہندی اور اردو کو الگ الگ نکال کر گاہک پڑھانے اور گناہا پورا کرنے کی کوشش کی جارے۔ بھاشا ایک ہی رہے پر نکلیں دونوں الگ الگ۔

تیسرا یہ ہے کہ 'نیاہند' کا ہر گاہک اور ہر ادھک سے ادھک نئے گاہک بنانے کی کوشش کرے اور اس طرح سال چھ مہینے کے اندر اسے اپنے پوروں پر کھڑا کر دیا جارے۔

'نیاہند' کے پریمی اگر چاہیں اور جی سے کوشش کریں تو ہو سکتا ہے کہ یہ بات اچھی نہ ہو۔

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

ہم اس ساری استہتی پر وچار کر رہے ہیں۔ فیصلہ کرنے سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ نیاہند کے گاہکوں

اور پرمیوں کی جنہیں ہم 'نیاہند' کے قلمبھی مانتے ہیں رائے معلوم کر لیں اور جہاں تک ہو سکے اسی کے انوسار چلیں۔ اس لئے ہم 'نیاہند' کے ہر لکھ اور ہر پرمی سے پرارتھا کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے جلدی ہمیں اپنی ٹھیک ٹھیک رائے لکھ کر بھیج دیں۔ ہو سکتا ہے کسی لکھ یا کسی پرمی کو کوئی اور راستہ بھی سوجھ جائے۔ لیکن ہم یہ بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بھائی یا بہن ہمیں 'نیاہند' کو اسی روپ میں جاری رکھنے کی صلاح دینگے ان کا پوٹر کر توبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ 'نیاہند' کے لکھ بڑھانے میں اپنا سہ لگا کر ہمیں پوری پوری مدد دیں۔

ہم فیر کھتے ہیں کہ خراسا سے یہ اسیبہو نہیں ہے۔

پر ہم اپنے ہر قلمبھی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145. مودیگنج، ایلہ آباد۔

30-6-56.

—موندللال۔

اور پرمیوں کی جنہیں ہم 'نیاہند' کے قلمبھی مانتے ہیں رائے معلوم کر لیں اور جہاں تک ہو سکے اسی کے انوسار چلیں۔ اس لئے ہم 'نیاہند' کے ہر لکھ اور ہر پرمی سے پرارتھا کرتے ہیں کہ وہ جہاں تک ہو سکے جلدی ہمیں اپنی ٹھیک ٹھیک رائے لکھ کر بھیج دیں۔ ہو سکتا ہے کسی لکھ یا کسی پرمی کو کوئی اور راستہ بھی سوجھ جائے۔ لیکن ہم یہ بات صاف کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جو بھائی یا بہن ہمیں 'نیاہند' کو اسی روپ میں جاری رکھنے کی صلاح دینگے ان کا پوٹر کر توبہ ہو جائے گا کہ پھر وہ 'نیاہند' کے لکھ بڑھانے میں اپنا سہ لگا کر ہمیں پوری پوری مدد دیں۔

ہم پھر کہتے ہیں کہ خراسا سے یہ اسیبہو نہیں ہے۔

پر ہم اپنے ہر قلمبھی کی آزاد اور صاف صاف رائے جاننا چاہتے ہیں۔ ہمیں جواب کا انتظار رہے گا۔

145. مودیگنج، ایلہ آباد۔

30. 6. 56.

—سلندر لال۔

ہے بکری ہر کا تماشہ جب کہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہتھ بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھل کھلا رہو ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر خایام۔

ہے بکری ہر کا تماشہ جب کہ دنیا کی فضا،
رہو رام ہتھ بٹانے سے ہے فیر کیا فایدا۔
سوں کر کسمت کو سب کھل کھلا رہو ہر حال میں،
میت نہیں سکتا کسی سورت مکرہر کا لکھا۔

—ہمیر خایام۔

ہندوستانی کلچر سوسائٹی
 145 مٹری گنج، ایلاہ آباد
 145 مٹری گنج، ایلاہ آباد

ہندی گھر

ہندی گھر

کلیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے
کا ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی، اردو،
انگریزی کی اپنی مین مینڈ کتابوں
کے لیے ہمیں لکھیں۔

لیچر پر ہر طرح کی کتابیں ملنے
ایک بڑی کےنڈر—پاٹک ہندی
انگریزی کی مین مینڈ کتابوں کے
ہمیں لکھیں۔

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈان : شری مہار اہلی سولتا

سکے 225، کیمت دو روپے

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت ویکلکس کتاب)

لکھک—کدسیا جی

سویکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موتا کاند، موتا ٹاٹ، بھوت—سی رنگین تصویریں

دام دو روپے

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑ روپے

ہندو مسالیم اکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کیمت بارھ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کیمت چار آنے

بنگال اور اوسے سبک

کیمت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

145 سڈوگنڈا ایلاہاباد

ہماری نئی کتابیں

مہاتما گاندھی کی وصیت

(ہندی اور اردو میں)

لکھک—گاندھیباد کے مانے جانے

بیڈان : شری مہار اہلی سولتا

سکے 225، کیمت دو روپے

— : 0 : —

گاندھی بابا

(بچوں کے لیے بھوت ویکلکس کتاب)

لکھک—کدسیا جی

سویکا—پنڈت جواہرلال نہرو

موتا کاند، موتا ٹاٹ، بھوت—سی رنگین تصویریں

دام دو روپے

— : 0 : —

پنڈت سندرلال جی کی لکھی کتابیں

گیتا اور کوران

275 سکے، دام ڈاڑ روپے

ہندو مسالیم اکتا

100 سکے، دام بارھ آنے

مہاتما گاندھی کے بلیدان سے سبک

کیمت بارھ آنے

پنجاہ ہمیں کیا سیکھاتا ہے

کیمت چار آنے

بنگال اور اوس سے سبک

کیمت دو آنے

ہندوستانی کلچر سوسائٹی

115 سڈوگنڈا ایلاہاباد

